سعید الرحمٰن علویؒ

ضابطہ:

کتاب: — — — — افکارِ شیعہ

مؤلف: — — — — سعید الرحمن علوی رحمہ اللہ

ضخامت: — — — — ۵۶۰ صفحات

باراول: — — — — اگست ۱۹۹۶ء

انتساب

امت مسلمہ کی نوے فیصد سے زائد اکثریت پر مشتمل،
قرآن و سنت و جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے غیر مشروط وابستگی کے حامل،
"اہل سنت والجماعت" اور ان کے جملہ ائمہ و مشائخ کے نام،
جن کا علمی و روحانی ورثہ اور سلسلہ تبلیغ و جہاد،
باطل فرقوں کے اثرات سے وجود امت کے تحفظ کا ضامن ہے۔

افکار شیعہ

فہرست عنوانات

1۔ مقدمہ	۴
2۔ باب اول --- قرآن مجید	۴۰
3۔ باب دوم --- حدیث نبوی	۱۰۳
4۔ باب سوم --- عقیدۂ امامت	۱۲۳
5۔ باب چہارم --- صحابہ کرام (رض)	۲۰۲
6۔ باب پنجم --- تقیہ، متعہ، رجعت، بداء	۳۴۸
7۔ باب ششم --- ارکان اسلام	۳۹۱
8۔ باب ہفتم --- مجموعی فتاوی تکفیر شیعہ اثنا عشریہ	۴۵۴
9۔ کلام آخر	۵۳۷
10۔ فہرست المراجع (عربی، فارسی، اردو، انگریزی)	۵۴۴

مقدمہ

الحمدللہ رب العالمین، الرحمن الرحیم، مالک یوم الدین۔
والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین والمنصوصین المعصومین،
وعلی خلفائہ الراشدین ابی بکر و عمر و عثمان و علی ائمۃ المتقین،
وعلی ازواجہ امہات المؤمنین واولادہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔
اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

امت مسلمہ کی نوے فیصد سے زائد اکثریت گزشتہ چودہ سو سال سے سنت رسول (ص) اور جماعت صحابہ (رض) سے غیر مشروط وابستگی رکھنے والے "اھل سنت والجماعت" پر مشتمل چلی آرہی ہے، جبکہ غیر سنی، مسلم اقلیتی فرقوں کی مجموعی تعداد بھی ہمیشہ دس فیصد سے بھی کم ہی رہی ہے، جن میں ستر سے زائد فرقوں کے پیروکار شامل ہیں۔

ان غیر سنی اقلیتی فرقوں میں تاریخی و اعتقادی ہر دو اعتبار سے شیعہ، خوارج، معتزلہ اور مرجئہ ہی وہ چار بنیادی فرقے ہیں جو تمام فرقہ بندیوں اور ذیلی گروہ بندیوں کی اساس و بنیاد ہیں۔ جن میں سے خوارج و معتزلہ و مرجئہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ امت پر اپنے تمام تر فکری و عملی اثرات کے باوجود مستقل بالذات علیحدہ فرقوں کی حیثیت سے بلحاظ مردم شماری صدیوں سے تقریباً مفقود و معدوم ہیں، اگرچہ خلیج فارس و دیگر مقامات پر بعض خارجی فرقوں (اباضیہ وغیرہ) کا وجود نیز عالم عرب و اسلام کے مختلف مقامات پر ان فرقوں سے وابستہ یا متاثر افراد و جماعات و تصانیف کی موجودگی آج بھی ماضی کے ان تین متحرک و مؤثر فرقوں کی عظمت رفتہ کا سراغ فراہم کرتی ہے۔

مگر جس فرقہ نے امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ نہ صرف اپنے وجود و تشخص کو برقرار رکھا بلکہ تعداد و اثرات کے لحاظ سے تمام غیر سنی فرقوں پر سبقت لے گیا، وہ عقیدہ امامت علی و آل علی (رض) کا علمبردار فرقہ شیعہ ہے جو امامت علی و آل علی کو توحید و رسالت و قیامت پر ایمان کی طرح جزو عقیدہ و ایمان قرار دیتا ہے اور بعد ازاں تعداد ائمہ و دیگر امور میں باہم اعتقادی و عملی اختلافات کی بناء پر مزید کئی مستقل بالذات شیعہ فرقوں میں تقسیم در تقسیم ہے، جن میں سے کیسانیہ، زیدیہ، اسماعیلیہ، نوربخشیہ، اثنا عشریہ اور نصیریہ (علویہ

دروزیہ) معروف تر ہیں۔ اور اگرچہ تعداد کے لحاظ سے یمن و دیگر مقامات پر زیدیہ کئی ملین کی تعداد میں ہیں اور برصغیر و دیگر بلاد و امصار میں اسماعیلیہ کی مجموعی تعداد دو کروڑ سے زائد بتائی جاتی ہے' نیز گلگت و بلتستان اور کشمیر و ایران وغیرہ میں نوربخشیہ اور شام و لبنان میں نصیریہ علویہ دروزیہ بھی لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں' مگر فرقہ اثنا عشریہ کے پیروکار زیدیہ و اسماعیلیہ جیسے کثیرالتعداد شیعہ فرقوں کی نسبت بھی کہیں زیادہ تعداد میں ہیں۔ اور ان تمام مذکورہ و غیرمذکورہ شیعہ فرقوں کے برعکس فرقہ اثنا عشریہ کو ایران جیسی قدیم و عظیم مملکت میں گزشتہ پانچ صدیوں سے سرکاری عقیدہ و مذہب کی حیثیت سے تحفظ و حمایت بھی حاصل ہے جو سولہویں صدی عیسوی کے آغاز میں شاہ اسماعیل صفوی کے سلطنت صفویہ کی بنیاد رکھنے اور اثنا عشری جعفری عقیدہ و فقہ کو سرکاری عقیدہ و فقہ قرار دینے کا نتیجہ ہے۔

اس اقدام کے بعد صدیوں سے سنی العقیدہ اکثریت کے حامل ایران کو نہ صرف شیعہ اکثریت کے ایران میں تبدیل کرنے کے لئے تمام سرکاری وسائل بروئے کار لائے گئے بلکہ اس ضمن میں جبرو اکراہ اور قتل و جلاوطنی کے ذریعے وسیع پیمانے پر جو خوفناک مظالم ڈھائے گئے ان پر ایران کے نمایاں ترین جدید شیعہ مفکر و مصنف ڈاکٹر علی شریعتی نے برملا اظہار نفرت کیا ہے اور اسے اعتقادی و انسانی ہر دو لحاظ سے قابل مذمت قرار دیا ہے۔ (بحوالہ تشیع علوی و تشیع صفوی وغیرہ)۔ نیز انصاف پسند ایرانی علماء و مجتہدین بھی اس طرز عمل کی کوئی قابل قبول توجیہ پیش کرنے سے بالعموم قاصر ہیں۔

اسی جبرواکراہ اور ظلم و ستم کی ایک یادگار برصغیر و افغانستان و ترکستان کے مختلف بلاد و امصار میں مقیم ان لاکھوں سادات قریش و بنی ھاشم (قریشی' صدیقی' فاروقی' عثمانی' اموی' ھاشمی' عباسی' علوی' حسنی' حسینی) کا وجود ہے جنہوں نے اپنے سنی عقیدہ کے تحفظ کی خاطر حب وطن و مادر وطن کو قربان کرکے سیدنا عمرفاروق کے فتح کردہ ایران کو زبان حال سے یہ فریاد کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا:۔

بشکست عمر پشت ھژبران عجم را

برباد فنا داد رگ و ریشہ جم را

ایں عربدہ برغصب خلافت زعلی نیست

باآل عمر کینہ قدیم است عجم را۔

(حضرت عمر نے عجم کے چیتوں کی کمر توڑ کر رکھ دی اور سلطنت جمشید کے رگ و ریشہ کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ اس جھگڑے کا سبب حضرت علی سے خلافت کو زبردستی چھین لینا نہیں ہے بلکہ اھل عجم تو آل عمر (اولاد و وابستگان عمر) سے قدیم زمانوں ہی سے بغض و کینہ اور دشمنی رکھتے ہیں)۔

مگر اس تمام تر شیعی جبروتشدد کے باوجود غیرفارسی دان ایرانی علاقوں' کردستان و سیستان و بلوچستان و خوزستان وغیرہ کی سنی اکثریت نیز آذربائیجان و دیگر علاقوں کی کثیرالتعداد سنی آبادی کو نہ تو ختم کیا جاسکا ہے اور نہ ہی مذہبی مردم شماری کی عدم موجودگی میں غیرجانبدار محققین کی اس رائے کو مسترد کیا جاسکا ہے کہ اھل سنت آج بھی ایران کی کل آبادی کے چالیس سے پچاس فیصد کے مابین ہیں۔ اس نقطہ نظر کی ترجمانی جدید مغربی مفکر جی ایچ جینسن کے درج ذیل بیان سے بخوبی ہو جاتی ہے:۔

"In Iran, the Sunnis are very nearly half the population of th country and are different, both racially and / or linguistically, from the Farsi - speaking Shiahs on the central plateau which the Sunnis surround."

(G.H.Gansen, Militant Isla m, New York, Harper and Row Publishers, 1979, P. 192)۔

ترجمہ :۔ ایران میں اہل سنت ملک ن کل آبادی کا تقریباً نصف ہیں۔ نیز نسلی اور / یا لسانی ہر دو لحاظ سے اس مرکزی ارض مرتفع میں آباد فارسی دان شیعوں سے مختلف ہیں' جس کے گرداگرد سنی علاقے ہیں۔

اور اگر اس سنی آبادی میں غیراثنا عشری شیعہ فرقوں (زیدیہ' اسماعیلیہ' نوربخشیہ وغیرہ) کی ایرانی آبادی کو بھی شامل کرلیا جائے تو ایران میں شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کی سادہ اکثریت بھی مشکوک تر قرار پاتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر غیرمسلم ایرانی اقلیتوں (یہود و نصاریٰ' زرتشت و بہائی

وغیرہ) کو بھی ساتھ ہی مذہبی مردم شماری میں پیش نظر رکھا جائے تو شیعہ اثنا جعفریہ کا کل ایرانی آبادی کا پچاس فیصد قرار پانا مزید مشکوک تر نظر آتا ہے۔ اور اس کے باوجود ایران کا سرکاری عقیدہ و مذہب' جعفری اثنا عشری اس اعتماد سے قرار دیا گیا ہے گویا کہ شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ ایران کی کل آبادی میں غالب ترین قطعی اکثریت کے حامل ہیں۔

لہٰذا ایران کی کل آبادی میں شیعہ اثنا عشریہ کی محض سادہ اکثریت (پچاس تا ساٹھ فیصد) کا دعویٰ بھی عالمی سطح پر اس وقت تک تسلیم کیا جانا مشکل و محال ہے جب تک ایران میں سنی و اثنا عشری نیز دیگر مسلم و غیر مسلم فرقوں کی آزادانہ و غیر جانبدارانہ مذہبی مردم شماری غیر جانبدار عالمی اداروں کے زیر اہتمام نہ کروائی جائے اور اگر اس کے لئے ایران کی جانب سے پاکستان جیسے سنی اکثریت کے ممالک میں سنی و اثنا عشری و دیگر مسلم و غیر مسلم فرقوں کی مذہبی مردم شماری کی شرط رکھی جائے تو اس کو بسرو چشم تسلیم کرنا مستقل طور پر بہت سے فرقہ وارانہ مسائل کے حل و سدباب کے لئے سنگ میل ثابت ہوگا۔ وباللہ التوفیق۔

پچاس سے زائد مسلم ممالک پر مشتمل عالم اسلام کے حوالہ سے جی ایچ جینسن کا وہ بیان بھی قابل توجہ ہے جس کے مطابق ایک ایران کو چھوڑ کر باقی پورا عالم اسلام غالب سنی اکثریت کا حامل ہے۔

"With the only exception of Iran, the rest of the Muslim World is Sunni." (G.H.Gansen, Militant Isla m, P.)-

ترجمہ:۔ صرف ایک ایران کو چھوڑ کر باقی پورا عالم اسلام سنی العقیدہ ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بھی واضح رہے کہ جی ایچ جینسن کی تصنیف شائع ہونے کے بعد سوویت یونین میں شامل 86,800 مربع کلومیٹر پر مشتمل سابقہ ایرانی آذربائیجان (30 اگست 1991ء کو) ایک آزاد مملکت بن چکا ہے جس کی کل ستر لاکھ سے زائد آبادی میں ستر فیصد شیعہ اور تیس فیصد اہل سنت ہیں۔ اور اسی ترکی النسل واللسان آذربائیجان کا دوسرا حصہ اب بھی مملکت ایران کا جز ہے۔ علاوہ ازیں مختلف مسلم ممالک میں بعض غیر سنی اقلیتیں بھی موجود ہیں مگر اس سے عالم اسلام کے مجموعی سنی تشخص کی نفی نہیں کی جاسکتی۔

ضمناً یہ بھی پیش نظر رہنا چاہیئے کہ اسلام کے بعد ایران کا کم و بیش ہزار سالہ سنی اکثریتی دور نیز تقریباً پانچ سو سالہ اثنا عشری شاہی و سرکاری تشخص بطور مجموعی لسانی و ادبی و

مذہبی و ثقافتی حوالوں سے عالمی سطح پر زیادہ تر سنی العقیدہ علماء و صوفیاء' شعراء و ادباء' فقہاء و محدثین اور مفسرین و مفکرین کا مرہون منت ہے اس سلسلہ میں خطیب تبریزی مؤلف مشکاۃ المصابیح' امام فخرالدین رازی مؤلف تفسیر کبیر' امام ابو حامد غزالی مؤلف احیاء علوم الدین نیز شیخ فریدالدین عطار و ملا جامی و سعدی و حافظ و عمر خیام کے نام بطور مثال کفایت کرتے ہیں۔ (تفصیلی معلومات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ ادبیات ایران' مؤلفہ ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا و دیگر کتب)۔

اس پس منظر میں اگرچہ اہل سنت والجماعت کے ساتھ اہل تشیع کے مختلف فرقوں کا اعتقادی اختلاف صدیوں سے موجود ہے اور خود علمائے اہل سنت انفرادی یا اجتماعی طور پر مختلف شیعہ فرقوں کے کافر' فاسق یا مشکوک الایمان ہونے کے فتاوی مختلف زمان و مکان میں دیتے چلے آئے ہیں' مگر صدیوں سے جو "شیعہ سنی کشکش" عالم اسلام میں برپا ہے اور جس نے امام خمینی کی زیر قیادت انقلاب ایران کے بعد پاکستان و برصغیر نیز عالم عرب و اسلام میں مذہبی و سیاسی لحاظ سے تشویش ناک صورت اختیار کرلی ہے۔ وہ "شیعہ سنی کشکش" کے بجائے بالعموم "سنی اثنا عشری تصادم" ہے' جس سے دیگر شیعہ فرقے نہ صرف زیادہ تر لاتعلق ہیں بلکہ اثنا عشریہ کے ساتھ اپنے بعض فکری و اعتقادی یا سیاسی و ثقافتی اختلافات کی بنا پر بالعموم اس "سنی اثنا عشری تصادم" میں شعوری یا غیر شعوری' علانیہ یا غیر علانیہ طور پر اہل سنت والجماعت سے ہمدردی رکھتے ہیں' اور اہل سنت بھی پورے عالم اسلام میں اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ یہ کشکش اور تصادم وسیع تر مفہوم میں "شیعہ سنی تصادم" نہیں بلکہ "سنی اثنا عشری تصادم" ہے۔ اس بات کی وضاحت رد تشیع کے حوالہ سے عالمی شہرت یافتہ سنی مفکر و مصنف' یکے از اکابر دارالعلوم دیوبند و تبلیغی جماعت' سابق نائب امیر جماعت اسلامی ہند و مدیر مجلّہ "الفرقان" لکھنؤ' مولانا محمد منظور نعمانی کے درج ذیل بیان سے بخوبی ہوجاتی ہے جو ان کے اس مجموعہ فتاوی میں شامل ہے جس میں ان کے استفتاء کے جواب میں برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش نیز دیگر ممالک کے ایک ہزار سے زائد علماء و مفتیان کے فتاوی و تصدیقات بسلسلہ تکفیر شیعہ اثنا عشریہ درج ہیں:۔

"ایک تنقیح۔ شیعہ اور اثنا عشریہ

شیعوں کے بہت سے فرقے تھے۔ ان کی تعداد تقریباً ستر تک ذکر کی گئی ہے۔ ان میں

سے اب بھی بہت سے ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں افراط و غلو اور حضرات خلفائے ثلاثہ سے بغض و عداوت اور لعن طعن ان سب فرقوں میں قدر مشترک ہے۔ ان میں سے بعض وہ بھی تھے جن کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی ہی انسانی شکل میں خدا ہیں اور وہ بھی تھے جن کا عقیدہ تھا کہ دراصل اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب کو نبی بنانا چاہا تھا اور جبرئیل کو وحی لے کر انہی کے پاس بھیجا تھا لیکن وہ غلطی سے محمد (ص) بن عبداللہ کے پاس پہنچ گئے۔

ہمارے بعض فقہاء اور اصحاب فتاوی نے شیعوں کے ان عقیدوں کا بھی ذکر کیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایسے عقیدے رکھنے والے خود شیعوں میں اقلیت میں ہیں۔ اب شیعہ عام طور پر "اثنا عشریہ" ہی کو کہا جاتا ہے' جن کا دوسرا معروف نام "امامیہ" بھی ہے۔ ان کے عقائد و نظریات راقم سطور کی کتاب "ایرانی انقلاب' امام خمینی اور شیعیت" میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

ہمارے استفتاء اور فتاوی کا تعلق خاص اسی فرقہ سے ہے۔ شیعوں کے دوسرے فرقے اب اپنے مستقل ناموں سے معروف ہوگئے ہیں مثلاً اسماعیلیہ' نصیریہ' زیدیہ وغیرہ"۔

(مولانا محمد منظور نعمانی' خمینی اور شیعہ کے بارے میں علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ' مطبوعہ لاہور' حصہ دوم' ص 32)۔

اس حوالہ سے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگرچہ پاکستان میں شیعہ تفضیلیہ' نوربخشیہ اور اسماعیلیہ وغیرہ مختلف شیعہ فرقے موجود و مؤثر ہیں مگر تعلیمی اداروں میں علیحدہ شیعہ دینیات' سنی اکثریتی عقیدہ و فقہ بطور سرکاری عقیدہ و قانون عام (پبلک لاء) کے مقابلے میں "نفاذ فقہ جعفریہ" اور زکوۃ و عشر سے استثناء سمیت تمام تسلیم و غیر تسلیم شدہ شیعہ مطالبات بھی بنیادی طور پر صرف اثنا عشریہ جعفریہ کے مطالبات ہیں جن میں غیر اثنا عشری شیعہ فرقوں نے بالعموم سیاسی یا مذہبی سطح پر کوئی حصہ نہیں لیا اور نہ ہی ان کی تائید و حمایت میں سرگرم عمل ہوئے' بلکہ شیعہ زیدیہ و تفضیلیہ و نوربخشیہ و اسماعیلیہ اختلاف عقائد کے باوجود اس عملی اظہار تبراء و نفرت میں بھی شریک و سہیم نہیں جو امامت و خلافت' خلفاء و امہات و صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے حوالہ سے اقلیت کو اکثریت کے مدمقابل عملاً صف آراء کرنے کا باعث ہے' اور نہ ہی یہ فرقے رسومات محرم کو اس انداز میں مذھبی و سیاسی و ثقافتی فوائد کے حصول

کا ذریعہ قرار دیتے ہیں جو اثنا عشریہ کا طرہ امتیاز ہے۔ اس حقیقت کو ایک حقیقت پسند شیعہ قائد کا درج ذیل بیان واضح تر کرتا ہے۔ ڈاکٹر موسیٰ موسوی لکھتے ہیں:۔

"شیعہ اور دیگر اسلامی فرقوں کے مابین اختلاف پر غور و فکر کے دوران میں اس قطعی نتیجے پر پہنچا کہ ان کے درمیان وجہ اختلاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت یا حضرت علی (رض) کا کسی دوسرے کے مقابلے میں خلافت کا زیادہ حق دار ہونا نہیں ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ زیدی شیعہ جو کروڑ سے زائد آبادی پر مشتمل فرقہ ہے' حضرت علی (رض) کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا زیادہ حق دار ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں' لیکن ان کے اور اہل سنت کے درمیان اخوت و محبت اور یگانگت کی فضا قائم ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ شیعہ اور دیگر اسلامی فرقوں کے مابین تنازع کا بنیادی سبب مسئلہ خلافت نہیں بلکہ خلفاء راشدین کے متعلق شیعہ کا رویہ اور ان پر طعن و تشنیع کرنے کی روش بد ہے۔ یہی وہ امر ہے جس سے زیدی شیعہ اور بعض دوسرے فرقے محفوظ ہیں۔ اگر امامیہ شیعہ بھی زیدی شیعہ کی روش پر اکتفاء کرلیتے تو یہ چپقلش کم ہوجاتی اور اختلافات کے فاصلے سمٹ جاتے لیکن شیعہ نے خلفاء راشدین کی تنقیص شروع کروی جس سے فتنہ برپا ہوا"۔

(ڈاکٹر موسیٰ موسوی' الشیعہ والتصحیح' اردو ترجمہ از ابو مسعود آل امام بنام اصلاح شیعہ' مطبوعہ پاکستان' فروری 1990ء' ص 9' مقدمہ)۔

چنانچہ عصر جدید میں فرقہ اثنا عشریہ کے قائد امام خمینی کی کتب کے حوالہ سے مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں:۔

"ان کی کتاب الحکومۃ الاسلامیہ (ولایۃ الفقیہ) میں امامت اور ائمہ کے بارے میں وہی خیالات ظاہر کئے گئے ہیں جو ان کو مقام الوہیت تک پہنچاتے ہیں اور ان کو انبیاء و رسل اور ملائکہ سے افضل ثابت کرتے ہیں اور یہ کہ کائنات تکوینی طور پر ان کے تابع فرمان اور زیر اقتدار ہے۔ (الحکومۃ الاسلامیہ' ص 52)۔

اسی طرح ان کی فارسی کتاب "کشف الاسرار" میں صحابہ رسول (ص) بالخصوص خلفائے ثلاثہ (رض) کے متعلق جرح و تنقید ہی نہیں سب و شتم کے وہ الفاظ آئے ہیں جو کسی بڑی سے بڑی ضال و مضل' فاسق و فاجر' زائغ و مزیغ' انتہائی بدکردار اور سازشی جماعت کے لئے آسکتے ہیں۔ (کشف الاسرار فارسی' ص 113-114)۔

یہ دونوں چیزیں ان کی دعوت کے ساتھ چل رہی ہیں اور یہ کوئی خفیہ ہدایات یا پرائیویٹ خطوط کی شکل میں نہیں ہیں، مطبوعہ اور شائع شدہ رسائل کی شکل میں ہیں۔
خمینی صاحب کی یہ دونوں چیزیں (امامت اور ائمہ کے بارے میں خیال اور صحابہ پر طعن والزام) کوئی چھپی ڈھکی چیز نہیں تھی اور ان کی یہ کتابیں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ایران اور ایران سے باہر پھیل چکی ہیں"۔

(مولانا محمد منظور نعمانی، ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت، مقدمہ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ص 12-13، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ، لاہور)۔

علامہ سید محمود احمد عباسی جو اپنی تصنیف "خلافت معاویہ و یزید" کے حوالہ سے وسیع پیمانے پر مابین مدح و ذم رہے ہیں، شیعہ اسماعیلیہ کے حاضر امام سر سلطان محمد شاہ آغا خان سوئم سابق صدر کل ہند مسلم لیگ و یکے از قائدین مسلمانان برصغیر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"محترم امام شیعہ اسماعیلیہ کی زریں مثال شمع ہدایت ہے جنہوں نے واشگاف الفاظ میں صاف کہہ دیا کہ خلیفہ سوئم کی شہادت کے وقت تک کامل اتحاد رہا کوئی اختلاف نہ تھا۔ حضرت علی خلفائے ثلاثہ سے پورا تعاون کرتے رہے، خلافت کا کوئی سوال نہیں اٹھایا۔ جب انہوں نے ہی نہ اٹھایا تو ہم بھی کیوں اٹھائیں، جب وہ ان کا احترام کرتے تھے تو ہم کیوں نہ کریں۔

اے کاش امت کا ہر طبقہ اختلاف عقائد کے باوصف اسی رواداری پر عمل پیرا ہوتو چمن اسلام پاکستان میں بھی اتحاد بین المسلمین سے وہ ہی کیفیت ہو کہ:۔

گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے"

(محمود احمد عباسی، خلافت معاویہ و یزید، جاوید پرنٹنگ پریس، میکلوڈ روڈ کراچی، طبع چہارم، جون 1962ء، عرض مؤلف، ص 51، بحوالہ فرمان سر آغا خان بعنوان "اسماعیلی اور پہلے تین خلفاء"، اسلامک ریویو "کرنگ" "The Great Umayyad" (دی گریٹ امیہ) مطبوعہ پاکستان پرنٹنگ ورکس، کراچی)۔

سیدنا حسن کے سیدنا معاویہ بن ابی سفیان (41-60ھ) رضی اللہ عنہم کے حق میں دستبردار ہوجانے سے بنوامیہ کے جس دور حکومت کا آغاز 41ھ میں ہوا تھا اس کے بارے میں غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی (رح) فرماتے ہیں:۔

"واما خلافة معاوية فثابتة صحيحة بعد موت علی وبعد خلع الحسن بن علی رضی الله تعالی عنهما نفسه عن الخلافة وتسليمها الی معاويه"۔
(**غنية الطالبين**، ص 172)۔

(حضرت علی کی وفات اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہما کے خلافت سے دستبردار ہو کر اسے حضرت معاویہ کے سپرد کردینے کے بعد حضرت معاویہ کی خلافت درست اور ثابت شدہ ہے)۔

اس اموی دور حکومت (41-132ھ) کے بارے میں بھی علامہ محمود عباسی نے سر آغا خان کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:۔

"دنیائے اسلام کی صدیوں کی تباہی اور بربادی کے بعد پاکستان بحیثیت سب سے پہلی عظیم ترین اسلامی مملکت کے عالم وجود میں آیا ہے، اس لئے یہ موزوں ترین وقت ہے کہ اسلامی تاریخ کے اس عظیم الشان دور یعنی بنی امیہ کے درخشاں دور صد سالہ کی سچی تاریخ لکھی جائے اور پاکستانی پبلک کے سامنے پیش کی جائے جن کو اپنے ماضی کے سچے اور بے لاگ تناظر و تبصرے کی شدید حاجت ہے"۔

(خلافت معاویہ و یزید، ص 48، بحوالہ پیش لفظ نوشتہ سر آغا خان مندرجہ "دی گریٹ امیہ" مؤلفہ محمد اے حارث)۔

سر آغا خان کی فروری 1951ء میں کراچی میں تقریر بعنوان "اسلامی مملکتوں کی تاریخ عروج و زوال و مستقبل کی توقعات" کا حوالہ دیتے ہوئے محمود عباسی، فرمان آغا خان نقل کرتے ہیں:۔

"یقین جانئے صحیح اسلام جامد نہیں بلکہ متحرک و فعال تھا اور ہے۔ امویوں کے شاندار عہد میں وہ فعال و متحرک، سیدھا سادہ خالص و بے میل رہا اور اس کی بنیادیں کشادہ اور گہری رہیں۔ اتنی کشادہ اور گہری کہ آئندہ کی تمام کمزوریوں کے باوجود، منگولوں کی تاخت و تاراج کے اور اس کے بعد اس سے بھی زیادہ خطرناک یورپ دشمنی کے باوجود وہ قائم و برقرار رہا۔

آپ اپنے مؤرخین سے مطالبہ کیجئے اور اپنے مفکرین سے کہئے کہ وہ اس شاندار صد سالہ اموی دور پر اپنی توجہ مرکوز کریں اور اس کے سیدھے سادے عقیدے' کشادہ ذہنیت نیز قانونی اور متکلمانہ جکڑبندیوں سے آزادو فعال خصوصیت کو بطور مثال کے سامنے رکھیں"۔

(خلافت معاویہ و یزید' عرض مؤلف' ص 49' طبع چہارم' کراچی' جون 1962ء)۔

جناب محمود احمد عباسی اور شیعہ اسماعیلیہ کے حاضر امام سر سلطان محمد شاہ آغا خان کے ان بیانات سے نہ صرف شدید اختلاف عقائد کے باوجود انصاف پسند شخصیات کے اعلیٰ اخلاق و طرز عمل کی عکاسی ہوتی ہے بلکہ تمام تر فکری کشمکش کے باوجود پر امن بقائے باہم کی مساعی کا عملی ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے اور اختلاف عقائد کے باوجود یہ طرز فکر و رواداری دینی و قومی نیز اخلاقی و انسانی ہر ہر لحاظ سے قابل داد و تحسین ہے۔

اس طرز فکر و عمل کے ساتھ اگر خود اہل ایران کے وضع کردہ اس دستوری اصول کو پاکستان سمیت سنی اکثریت کے تمام مسلم ممالک کی اثنا عشری اقلیتیں تسلیم کرلیں تو عملی تصادم کا بڑی حد تک خاتمہ ہو سکتا ہے جس کے مطابق ہر مسلم ملک میں اکثریت کے عقیدہ و مذہب کو سرکاری عقیدہ و مذہب قرار دینے کو انقلاب ایران کے بعد نفاذ اسلام کی واحد قابل عمل شکل قرار دیا گیا ہے' جبکہ اقلیتی مسلم فرقوں کے لئے ان کا قانون احوال شخصی (پرسنل لاء) اور غیر مسلم اقلیتوں کے لئے ان کی مذہبی و شخصی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے۔

"دین رسمی ایران اسلام و مذہب جعفری اثنی عشری است۔ وایں اصل الی الابد غیر قابل تغییر است۔ ومذاہب دیگر اسلامی اعم از حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی و زیدی دارای احترام کامل میباشند' و پیروان ایں مذاہب در انجام مراسم مذہبی طبق فقہ خودشان آزادند۔ ودر تعلیم و تربیت دینی و احوال شخصیہ (ازدواج' طلاق' ارث و وصیت) و دعاوی مربوط بہ آں در دادگاھا رسمیت دارند"۔

(قانون اساسی جمہوری اسلامی ایران' فصل اول' اصل دوازدھم' ص 19' دبیر خانہ مجلس بررسی نہائی قانون اساسی' تہران' 1358ھ.ش / 1979ء' چاپخانہ مجلس شورای ملی' جمہوری اسلامی ایران)۔

ترجمہ :۔ ایران کا سرکاری دین اسلام اور مذہب جعفری اثنا عشری ہے' اور یہ بنیادی

دفعہ تا ابد ناقابل تبدیل ہے۔ دیگر عمومی اسلامی فقہی مسالک' حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی' و زیدی مکمل احترام کے حق دار ہیں اور ان کے پیروکار اپنی اپنی فقہ کے مطابق مذہبی مراسم کی انجام دہی میں آزاد ہیں۔ دینی تعلیم و تربیت اور احوال شخصیہ (شادی بیاہ' طلاق' وراثت اور وصیت) نیز ان سے متعلق دعوے عدالتوں میں قانونی حیثیت کے حامل ہوں گے۔

اہل ایران کے تسلیم و نافذ کردہ اس اصول کے مطابق پاکستان میں بھی اکثریتی عقیدہ اہل سنت والجماعت کو سرکاری عقیدہ قرار دے کر صدر مملکت سمیت تمام کلیدی عہدے سنی مسلمانوں کے لئے مخصوص کرنا نیز قرآن و سنت کی سنی تشریح کو سرکاری و عدالتی سطح پر اسلامی تشریح کا درجہ دینا اور تمام سنی فقہی مسالک کو یکساں طور پر مستند و مبنی بر قرآن و سنت تسلیم کرتے ہوئے اکثریت کے فقہی مسلک "فقہ حنفی" کو قرآن و سنت کی اس برتری کے ساتھ قانون عام (پبلک لاء) قرار دینا ناگزیر ہے' کہ اگر کوئی فقہی مسئلہ قرآن و سنت کے منافی ثابت ہوجائے یا کسی اور فقہی مسلک کی رائے اقرب الی القرآن والسنۃ ثابت کردی جائے تو فقہ حنفی کا وہ مسئلہ مسترد و غیر مرجوح قرار دیا جاسکے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی تمام مسلم اقلیتی فرقوں اور غیر مسلم اقلیتوں کو ان کے شخصی حقوق اور تعلیم و تربیت کے مواقع دستوری طور پر حاصل رہیں گے۔

اسی اصول کے نفاذ و دستوری اقرار سے اہل سنت کی اثنا عشریہ و دیگر فرقوں کے ساتھ عملی و قومی کشمکش و تصادم کو ختم کرنے میں مؤثر مدد مل سکتی ہے اور ان تمام اقلیتی فرقوں کے حقوق کا مؤثر تحفظ بھی ہو سکتا ہے جو اہل سنت کی ان کے بارے میں آراء و فتاوی سے قطع نظر اقلیتی فرقہ کی حیثیت سے ان کا جمہوری و انسانی حق ہے۔

نفاذ فقہ و شریعت کے حوالہ سے قابل عمل حل پیش کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری فرماتے ہیں:۔

"فقہ کی صورت یہ ہے کہ پوری دنیا میں ایک جمہوری اصول ہے' مسلمان ممالک پاکستان' ایران' سعودی عرب اور دیگر ممالک میں بھی' کہ فقہ بنیادی طور پر اسلام اور شریعت کا نام نہیں ہے' بلکہ شریعت کے احکام کی تعبیر کے مختلف ضابطے ہیں۔ یعنی شریعت کے احکام کی مختلف تعبیرات ہیں جو مختلف آئمہ نے کی ہیں' جس کی بنیاد قرآن و سنت پر مبنی ہے۔

اب جس ملک میں مسلمانوں کی اکثریت اسلامی شرعی نظام میں حنفی خیالات کی پیروکار ہوگی تو اس میں جب اسلامی نظام آئے گا تو اس کا قانونی ڈھانچہ بہرصورت جمہوری ضابطوں اور تقاضوں کے تحت حنفی فقہ پر مبنی ہونا چاہئے' جہاں اہل تشیع کی بھاری اکثریت ہوگی تو وہاں ڈھانچہ جعفریہ لاز پر مبنی ہوگا' جیسا کہ ایران میں ہے۔ آپ کتاب و سنت کو جب نافذ کریں گے تو پھر قانونی اور فقہی تعبیرات آتی ہیں' اور ایک سکول آف لاء کو اپنانا ہوگا"۔

(روزنامہ جنگ لاہور' جمعہ میگزین' 7 اپریل 1995ء' ص 5-6' انٹرویو ڈاکٹر طاہرالقادری)۔

اس سوال کے جواب میں کہ پاکستان میں کون سا فقہ نافذ کرنا ہوگا فرماتے ہیں:۔

"پاکستان میں اکثریت حنفی المذہب مسلمانوں کی ہے' لہٰذا فقہی طور پر جو بنیاد اور آؤٹ لائن ہوگی وہ اسلامی شریعت کے قوانین میں حنفی المذہب ہوگی۔ میری بات میں دوسروں کی نسبت فرق ہے' میں کہہ رہا ہوں کہ جو اسلامی شریعت کا نظام نافذ ہوگا' اس کا بنیادی خاکہ حنفی فقہ کے مطابق ہوگا' مگر اس میں میں دو چیزوں کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔

نمبر1۔ یہ عمومی ڈھانچہ ہوگا اور یہ عمومی ڈھانچہ اسلامی قوانین میں حنفی فقہ کے مطابق ہوگا۔ اور

نمبر2۔ میں اس بات کا قائل ہوں اور تقاضا کرتا ہوں کہ اس دور میں ایسا وقت آگیا ہے کہ اسلامی نظام کو کتاب و سنت کے نظام کو نافذ کرنے کے لئے اسلامی نظام کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق بہت زیادہ قابل عمل اور جدید عصری تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے اور اسے بین الاقوامی پیش رفت کے ساتھ ساتھ شانہ بشانہ چلانے کے لئے بنیاد ایک فقہ پر ہوجائے گی لیکن باقی فقہیں بین نہیں ہونی چاہئیں۔ اور جہاں بھی میرے تقاضے کے مطابق نہ ہوں' جہاں فقہ حنفی کے علاوہ فقہ مالکی' فقہ شافعی' فقہ حنبلی یا دیگر جو فقہی مذاہب ہیں اگر یہاں کے معاشی' سماجی مشکلات کو زیادہ بہتر طریقے سے حل کریں اور قرآن و سنت کے زیادہ قریبی تعبیر کے مطابق پیش کریں تو اصول تلفیق ہوتا ہے۔ اصول تلفیق کے مطابق ان کو بھی اپنا لینے سے کوئی حرج نہیں' کیونکہ فوقیت کسی فقہی مذہب کو نہیں بلکہ قرآن و سنت کو حاصل ہے۔ پھر فقہ اس کی ایک تعبیر ہے' لہٰذا کسی بھی تعبیر پر قرآن و سنت کے نظام کو قربان نہیں کیا جاسکتا۔ اور دوسرے اسلامی فقہ کا کوئی ایکشن یا چیز جو کام کی ہو اس کو اپنانا

چاہئے' یہ فقہ حنفی کے ڈھانچہ کے منافی نہیں ہوگا۔ یہ ضابطہ فقہ حنفی کے اصول میں درج ہے۔

اس میں تیسری چیز یہ ہے کہ اہل تشیع چونکہ مکمل طور پر ایک الگ فقہ کے حامل ہیں' لہٰذا ان کو اپنے ذاتی قوانین میں مکمل آزادی ملنی چاہئے تاکہ فقہ جعفریہ کے مطابق ان کو استحقاق ملے۔ اسلام میں کسی فقہ پر کوئی اعتراض نہیں تو اپنی فقہی آزادی کو تجویز کرتے ہوئے باقی مذاہب کو ایک مقام دیتے ہوئے فقہ حنفی بنیادی ڈھانچہ ہوگا۔ (انٹرویو ڈاکٹر طاہرالقادری' جمعہ میگزین روزنامہ جنگ لاہور' 7 اپریل 1995ء' ص 6)۔

اس اکثریتی جمہوری طرز فکر کی ترجمانی بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح (رح) کے طرز عمل سے بھی بخوبی ہوجاتی ہے' اور وہ پوری قوم کے لئے مشعل راہ ہے کہ انہوں نے سنی و اسماعیلی و اثنا عشری ہر قسم کے خاندانی اثرات و عزیز و اقارب کی موجودگی میں اپنے آپ کو کسی فرقہ سے منسوب کئے بغیر نہ صرف سنی اکثریت کے عقیدہ و فقہ کے مطابق ارکان اسلام کی عوامی سطح پر پابندی فرمائی بلکہ جب ان کی وفات پر اہل تشیع نے بعض حوالوں سے ان کے عقیدہ و مسلک کو اپنے فرقہ کی طرف منسوب کرکے شیعہ امام سے نماز جنازہ پڑھوانے کی کوشش کی تو مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح نے قائداعظم کی وصیت کے حوالہ سے جلیل القدر سنی حنفی عالم دین اور قائداعظم کے دست راست شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کو امامت نماز جنازہ کی تلقین فرمائی۔ اور انہوں نے ہی قائداعظم کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ حتیٰ کہ قائداعظم کے بارے میں یہ روایت بھی معروف ہے کہ آپ کی خاص کتب میں قرآن مجید (مع انگریزی ترجمہ) اور مولانا شبلی نعمانی کی "الفاروق" کا انگریزی ترجمہ "عمر دی گریٹ" سرفہرست تھیں۔ پس اگر سرکاری و قومی سطح پر غالب سنی اکثریت کے عقائد و احساسات و جذبات کو ترجیحاً ملحوظ رکھنے کا اسوہ قائداعظم پیش نظر رہے تو اس کے بعد سنی اکثریت کے کسی فرد کی جانب سے اقلیتی فرقوں کے ساتھ فراخدلی و وسیع المشربی کے منافی کوئی بھی رویہ قابل مذمت قرار پائے گا' بشرطیکہ اقلیتی فرقے بھی اکثریت کے اکابر و عقائد و جذبات کا احترام ملحوظ رکھنے کو اپنا شعار بنالیں۔

اسی سلسلہ کلام میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال نے اپنے فرزند کے نام وصیت میں بروایت فرمایا کہ:۔

"راستہ حضرات اہل سنت ہی کا لائق اتباع ہے"۔

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے مؤرخہ 16 رمضان 1356ھ/22 نومبر 1937ء کو اپنے پھوپھا سید طلحہ حسنی (سابق استاذ اورینٹل کالج لاہور) اور برادر عزیز مولانا سید ابراہیم حسنی کے ہمراہ علامہ اقبال سے لاہور میں ان کے دولت کدے پر ملاقات کی جس میں رد تشیع و الحاد اور تجدید و احیائے دین میں عظیم الشان خدمات کے حامل اکابر و مشائخ اہل سنت، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ اور اورنگ زیب کے بارے میں اقبال کی رائے نقل کرتے ہوئے مولانا ندوی فرماتے ہیں:-

"ہندوستان میں اسلام کی تجدید و احیاء کی بات نکلی تو شیخ احمد سرہندی(رح)، شاہ ولی اللہ دہلوی(رح)، سلطان محی الدین عالمگیر کی بڑی تعریف کی۔ اور فرمایا کہ میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ اگر ان کا وجود اور ان کی جدوجہد نہ ہوتی تو ہندوستانی تہذیب اور فلسفہ اسلام کو نگل جاتا"۔

(سید ابوالحسن علی ندوی، نقوش اقبال، ص 35، مجلس نشریات اسلام کراچی، 1396ھ/1976ء)۔

اس طرح جمہور المسلمین اور امت مسلمہ کے سواد اعظم سے اپنی اعتقادی وابستگی ظاہر کرکے اقبال نے اپنے کلام منظوم و منثور میں جو راستہ اختیار کیا اس میں صحابہ و اہل بیت کو بیک وقت واجب الاحترام اور عقیدہ و عمل میں مرجع و محور تسلیم کرنے کا سنی عقیدہ کار فرما ہے۔ اور یہی طرز عمل امام بخاری و مسلم سے عطار و رومی و رازی و غزالی نیز سعدی و حافظ و جنید و بایزید تک تمام محدثین و مفسرین و فقہاء و متکلمین و مؤرخین، نیز اہل شعروادب و تصوف جملہ اکابر اہل سنت کی اساس مشترک ہے جس کی ترجمانی اقبال کے صرف ان دو مصرعوں سے بخوبی ہو جاتی ہے جن میں سے ایک سیدنا ابوبکر کے بارے میں اور دوسرا سیدنا علی کے بارے میں ہے۔ سیدنا ابوبکر کے بارے میں فرماتے ہیں:-

ثانی اسلام و غار و بدر و قبر (کلیات اقبال)

اور سیدنا علی کے بارے میں فرماتے ہیں:-

مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا (کلیات اقبال)

چنانچہ اہل بیت رسول (تمام ازواج و اولاد رسول) اور اہل بیت علی جو سیدہ فاطمہ کے

توسط سے اہل بیت رسول (ص) بھی ہیں، ان سب کی عظمت و احترام کی پاسبانی سنی اقبال نے یوں فرمائی ہے کہ اہل تشیع اس کی بھی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں جبکہ مدح ابوبکر و عمر و عثمان و جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تو اہل تشیع بالکل ہی تہی دامن ہیں اور کوئی جامع مثال پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہل سنت والجماعت حب صحابہ کے ساتھ ساتھ حب اہل بیت میں بھی کسی سے پیچھے نہیں بلکہ فائق و برتر ہیں اور ایک دہریہ کو لاجواب کرنے کے لئے سیدنا علی کے منطقی استدلال کے مطابق کہ اگر بالفرض حیات بعدالموت نہ ہوئی تو ہم دونوں برابر اور اگر ہوئی تو حیات بعدالموت پر ایمان رکھنے والا فائدہ میں رہے گا، اہل سنت، صحابہ و اہل بیت (ازواج و اولاد) ہردو کے معتقد و خادم ہیں اور ہردو کے ہمراہ جنت میں جانے کا استحقاق باذن اللہ رکھتے ہیں، جبکہ اہل تشیع صرف اہل بیت کے ساتھ اور وہ بھی تمام ازواج و اولاد رسول کے بجائے صرف سیدنا علی و فاطمہ نیز شیعیت سے منسوب آل فاطمہ کے ہمراہ، بشرطیکہ وہ ان کی افراط و تفریط پر مبنی عقیدت و عقائد کو سند قبولیت عطاء فرمائیں۔ وایں خیال است و محال است و جنوں۔

بہرحال قدیم و جدید علماء و مفکرین امت کے ترجمان سنی اقبال کے بارے میں امام خمینی کے فرزند معنوی اور دست راست سید مرتضیٰ مطہری بھی فرماتے ہیں:-

"اقبال اگرچہ رسمی طور پر سنی مذہب رکھتا تھا لیکن وہ محمد اور اہل بیت کے ساتھ بے پناہ عقیدت رکھتا تھا، اس نے ان کی شان میں ایسی انقلابی اور تعریفی نظمیں کہی ہیں کہ جو تمام شیعہ شعراء کی فارسی زبان میں شائع شدہ کتابوں میں نہیں ملتیں۔ تاہم اقبال کا منتہائے نظر شاعری کرنا نہیں تھا، اس کو اس نے صرف مسلم سوسائٹی کو بیدار کرنے کے لئے استعمال کیا"۔

(سید مرتضیٰ مطہری، نہضت ہائے اسلامی در صد سالہ اخیر، بیسویں صدی کی اسلامی تحریکیں، اردو ترجمہ از ڈاکٹر ناصر حسین نقوی، مرکز انتشارات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ص 37)۔

امام خمینی اور سید علی خامنہ ای جیسے جبہ و دستار پوش روایتی اثنا عشری علمائے مجتہدین کے ترجمان سید مرتضیٰ مطہری کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر علی شریعتی نے بھی اس حقیقت کبریٰ کا اعتراف کیا ہے، جو جدید ایران کے بلاشبہ عظیم ترین اثنا عشری مفکر و مصنف ہیں اور جنہیں

(ایک ہزار سے زائد فتاویٰ و تصدیقات بسلسلہ تکفیر اثنا عشریہ پر مشتمل)۔

4۔ شہید مظلوم عثمان ذوالنورین۔ از ڈاکٹر اسرار احمد' امیر تنظیم اسلامی پاکستان۔

5۔ واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر۔ از مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (لندن)۔

اعتقادی و تاریخی حوالوں سے واقعہ کربلا سمیت ہر معاملہ میں اہل سنت کے لئے شیعی پروپیگنڈہ کا ازالہ اور سنی نقطہ نظر کی تلاش کتنی اہم ہے' اس کے لئے صرف یہ ایک مختصر مثال اہل عقل و دانش کے لئے بطور اشارہ کافی ہے کہ اہل تشیع اور ان کے زیر اثر بعض بے خبر اہل سنت بھی پرویز اور فیروز نام رکھتے ہیں اور فیروزہ پتھر کو مبارک سمجھتے ہیں۔ حالانکہ خسرو پرویز (کسریٰ فارس یعنی شہنشاہ ایران) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت اسلام پر مبنی نامہ مبارک کے ٹکڑے کردیئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گستاخ رسول کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی پیش گوئی اور دعا فرمائی تھی۔ نیز فیروز پارسی' امام و خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق کا قاتل اور مجوسی المذہب غیر مسلم تھا۔ جبکہ واقعہ کربلا کے حوالہ سے شہرت یافتہ یزید کے تایا صحابی رسول(ص) سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور واقعہ کربلا کے بعد کے مشہور عالم و صوفی بایزید بسطامی کے نام پر پاک و ہند کا کوئی سنی بھی نام نہیں رکھتا بلکہ اکثر اہل سنت کو سیدنا یزید بن ابی سفیان کی عظیم خدمات اور زوجہ رسول سیدہ ام حبیبہ کا بھائی ہونے کا علم تک نہیں۔ حتیٰ کہ یہ بات بھی کم ہی اہل سنت کو معلوم ہے کہ سیدنا علی کے تین بیٹوں کے نام ابوبکر و عمر و عثمان اور سیدنا حسن کے ایک بیٹے کا نام معاویہ تھا۔ نیز اہل سنت بھی شیعی اثرات کے تحت ہر ایرے غیرے کے لئے "زید' عمر' بکر" محاورتاً بول کر ان جلیل القدر ہستیوں کی توہین کے شیعی عمل میں لاشعوری طور پر شریک ہوجاتے ہیں۔ نیز برصغیر کے اہل سنت میں ابوبکر و عمر و عثمان و طلحہ زبیر و معاویہ اور عائشہ و حفصہ و رملہ و ام حبیبہ جیسے اسمائے مبارکہ بہت کم رکھے جاتے ہیں۔

اور خطبات جمعہ و عیدین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تین بڑی صاحبزادیوں سیدہ زینب و رقیہ و ام کلثوم اور تین صاحبزادوں سیدنا قاسم و عبداللہ و ابراہیم نیز امہات المومنین کے نام لینے کے بجائے بالعموم صرف سیدہ فاطمہ و سیدنا حسن و حسین کے اسمائے مبارکہ تک محدود رہا جاتا ہے۔ اور بہت سے سنی عوام کو یہ تک معلوم نہیں کہ حضرت داتا گنج بخش کا اسم گرامی علی بن عثمان ہجویری(رح) ہے اور لعل شہباز قلندر کا نام سید عثمان مروندی(رح)

ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس

ان چند معروضات کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب کو ان فکری و اعتقادی اہداف و مقاصد کو بطریق احسن پورا کرنے کا مؤثر ذریعہ بنائے جن کے لئے یہ تصنیف کی گئی ہے۔ اور اس کے ذریعے بالخصوص اہل سنت والجماعت کے جدید تعلیم یافتہ طبقوں نیز شیعیت کے لئے نرم گوشہ رکھنے والے علماء و متصوفین کو عقائد اہل سنت میں محکم تر اور عقائد تشیع سے بعید تر لے جانے کا باعث ہو۔ نیز اہل سنت کے فقہی و فروعی اختلافات کے علی الرغم انہیں گمراہ فرقوں کے مقابلے میں متحد و مضبوط تر بنائے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زیر قیادت پورے عالم اسلام میں سنی عقیدہ اور فقہ ائمہ اہل سنت کی بنیاد پر پورے ریاستی و عدالتی نظام کو قرآن و سنت و شریعت کے تقاضوں کے مطابق نافذ و غالب کرنے کا ذریعہ بنائے' اور اگر کوئی غلط بات اس کتاب میں راہ پا گئی ہو تو اس پر عفو و درگزر فرمائے۔ نیز ان تمام اقلیتی فرقوں کو جو مسلمان ہونے کے دعویدار مگر فکری و اعتقادی انحرافات کے حامل ہیں۔ ہدایت اور اصلاح احوال کی توفیق ارزانی فرمائے آمین۔

و صلى الله على سيدنا النبى الامين خاتم النبيين والمعصومين المنصوصين وعلى ازواجه و اولاده و اصحابه و اتباعه اجمعين الى يوم الدين۔ (س-ر)۔

شیعہ قارئین سے چند گزارشات

یہ کتاب بنیادی طور پر امت مسلمہ کی غالب اکثریت "اہل سنت والجماعت" کی دینی رہنمائی کے لئے تصنیف کی گئی ہے۔ تاہم چونکہ اس کا تعلق شیعہ عقائد و افکار کی تحقیق و تردید سے ہے۔ لہٰذا اگر یہ کتاب اہل تشیع کے زیر مطالعہ آئے تو وہ جذباتیت اور رد عمل کا شکار ہوئے بغیر کتاب کے مندرجات کا مطالعہ و تجزیہ فرمائیں اور کتاب میں درج شیعہ کتب کے اقتباسات کی اصل کتب حوالہ سے تصدیق فرمالیں یا اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم ان کے درست و مصدقہ ہونے کا یقین رکھتے ہوئے اپنے عقائد و افکار کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیں۔ اور اس سلسلے میں درج ذیل نقاط کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود احتسابی اور اعتقادی اصلاح و تنقید کی کوشش فرمائیں تو ایک مثبت و معتدل راہ فکر و عمل کی تلاش میں کامیابی ہو سکتی ہے۔

1۔ اگر بارہ امام کائنات کی تکوینی ولایت اور پوری کائنات پر اقتدار و تسلط رکھتے ہیں جیسا کہ عقیدہ امامت کے باب سے معلوم ہوگا تو کیا یہ نقطہ نظر اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک اور بلا شرکت غیرے مالک و رب کائنات ہونے کے عقیدہ توحید کے منافی اور شرک نہیں؟

2۔ اگر بارہ امام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی طرح خدا کی طرف سے مقرر شدہ' معصوم عن الخطاء' واجب الاطاعت' تمام انبیاء سابقین سے افضل اور حامل معجزات و جملہ صفات انبیاء ہیں تو کیا یہ شیعہ اعتقاد عقیدہ نبوت و رسالت کے منافی' انبیاء و مرسلین کے مقام و مرتبہ کی توہین و تنقیص اور عقیدہ ختم نبوت کا انکار نہیں؟

3۔ اگر بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ' افضل من النبوہ پر ایمان توحید و رسالت و قیامت کے تین متفق علیہ اصول دین کی طرح اصول دین میں سے ہے' جیسا کہ اہل تشیع کے عقیدہ' کلمہ اور اذان وغیرہ میں شامل ہے اور اس عقیدہ امامت کو اصول دین میں سے تسلیم نہ کرتے ہوئے اس کا انکار کرنا اہل تشیع کے نزدیک کسی شخص کو اسی طرح غیر مومن و کافر بنادیتا ہے جس طرح توحید و رسالت یا قیامت پر ایمان کا انکار بناتا ہے تو ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام بشمول خلفائے راشدین سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان و امہات المومنین' انصار و مہاجرین اور بطور مجموعی ننانوے فیصد سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سب کے سب منکرین شیعہ عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ ہیں' کیونکہ ان سب نے سیدنا ابوبکر و

عمر و عثمان کی شرعی امامت و خلافت کی بیعت کی' اور سیدنا علی کو پہلا امام منصوص و معصوم اور خلیفہ بلافصل ماننے سے انکار کیا۔ کیا نبی علیہ السلام کے تربیت یافتہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرام و اہل بیت رسول (ازواج مطہرات) جان و مال کی قربانی ہجرت و جہاد اور صحبت رسول(ص) کے باوجود معاذاللہ اتنی دینی سمجھ بوجھ بھی نہیں رکھتے تھے جتنی صدیوں بعد کی پیداوار شیعہ علماء و مجتہدین رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں؟ اور کیا ایسی آخری نبوت معاذاللہ تاقیامت پوری بنی نوع انسان کی رہنمائی کا فریضہ ادا کر سکتی ہے جس کے ننانوے فیصد اولین پیروکار وفات نبوی کے فوراً بعد امامت علی کی نص الٰہی و نبوی کا انکار کر کے بقول روایات اہل تشیع کفر و نفاق و ارتداد کے مرتکب قرار پائے؟ کیا ننانوے فیصد صحابہ کرام کی اس قدر توہین و تذلیل اور تکفیر و تفسیق نیز بالواسطہ طور پر نبوت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذاللہ ناکام و نامراد قرار دینے سے یہ زیادہ قرین انصاف اور تقاضائے دین و ایمان نہیں کہ عقیدہ امامت کی حامل اسلام کی دعویدار اس حقیر اقلیت کو کفر و نفاق و ارتداد کی مرتکب قرار دے دیا جائے جو امامت کو اصول دین میں شامل کر کے توہین رسالت و صحابیت اور نظام دین و شریعت کو درہم برہم کرنے کی مجرم قرار پاتی ہے؟۔

4۔ اگر بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوہ پر ایمان لانا توحید و رسالت و قیامت کی طرح واجب و لازم ہے' جیسا کہ شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کا ثابت شدہ عقیدہ ہے' تو دنیا بھر میں چودہ صدیوں سے امت مسلمہ کے نوے فیصد سے زائد افراد پر مشتمل سنی العقیدہ اکثریت سب کی سب دائرہ ایمان سے خارج' منکر امامت ائمہ اثنا عشر اور غیر مؤمن و کافر قرار پاتی ہے۔ اس کے جواب میں اگر یہ سنی اکثریت ہر زمان و مکان کے چند فیصد اسلام کے دعویدار افراد امامت پر مشتمل شیعہ اقلیت کو اس باطل عقیدہ امامت کی بناء پر دائرہ ایمان سے خارج اور کافر و مرتد قرار دے دے تو کیا اہل تشیع کی جانب سے اس پر کسی شکوہ و شکایت کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ اور کیا اس کی اصل ذمہ داری خود اہل تشیع پر عائد نہیں ہوتی۔ نیز ایک دوسرے کی تکفیر کے اس عمل میں نوے فیصد سے زائد اکثریت اور دس فیصد سے کم اقلیت میں سے کس کا فتویٰ و فیصلہ زیادہ معتبر و مستند قرار پاتا ہے؟۔

ب۔ اس پر مستزاد یہ کہ تمام غیر سنی مسلم اقلیتی فرقے (خوارج و معتزلہ و مرجئہ وغیرہ) بھی شیعہ عقیدہ امامت کو تسلیم نہ کرنے کی بناء پر غیر مومن اور کافر و منکر امامت قرار پاتے

ہیں۔ لہٰذا اپنے ایمان و اسلام کے دفاع کی خاطر اہل سنت کی طرح اگر یہ سب اقلیتی فرقے بھی باطل عقیدہ امامت کی بناء پر اہل تشیع کے کافر و مرتد ہونے پر متفق ہوں تو اس کی اصل ذمہ داری کیا خود اہل تشیع پر عائد نہیں ہوتی؟۔

ج۔ مزید برآں ایک اثنا عشری جعفری فرقہ کو چھوڑ کر اہل تشیع کے کم و بیش تمام فرقے (کیسانیہ' زیدیہ' اسماعیلیہ' تفضیلیہ' نور بخشیہ وغیرہ) بھی بارہ اماموں میں سے مختلف ائمہ کی امامت منصوصہ و معصومہ کے کھلم کھلا منکر ہیں۔ نیز یہ سب فرقے بارہویں اثنا عشری امام غائب محمد المہدی کی امامت بلکہ انکے وجود ہی کا شدت سے انکار کرتے ہیں اور اس طرح شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کے نزدیک منکرین امامت ائمہ اثنا عشر ہونے کی بناء پر غیر مؤمن اور اہل سنت والجماعت نیز تمام غیر شیعہ اقلیتی فرقوں کی طرح دائرہ ایمان سے خارج قرار پاتے ہیں؟ اس کے بعد اگر وہ اپنے اسلام اور تشیع کو برحق ثابت کرنے کے لئے شیعہ اثنا عشریہ کو گمراہ' غیر مؤمن یا کافر و مرتد قرار دیں تو کیا اس کے ذمہ دار خود شیعہ اثنا عشریہ نہیں؟۔

حاصل کلام یہ کہ شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کے عقیدہ امامت ائمہ اثنا عشر کا لازمی و منطقی نتیجہ یہ ہے کہ امت مسلمہ کے چند فیصد افراد پر مشتمل اثنا عشری شیعہ اقلیت کو چھوڑ کر عالم اسلام کی سنی اکثریت' تمام غیر سنی مسلم فرقے اور تمام غیر اثنا عشری شیعہ فرقے منکرین امامت منصوصہ و معصومہ ائمہ اثنا عشر ہونے کی بناء پر غیر مؤمن اور دائرہ ایمان سے خارج قرار پاتے ہیں۔ اس کے رد عمل کے طور پر اگر اہل سنت والجماعت نیز تمام غیر سنی اقلیتی فرقے اور تمام غیر اثنا عشری شیعہ فرقے بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوہ کو توحید و رسالت و قیامت پر ایمان کی طرح اصول دین میں سے قرار دینے کی بنا پر اپنے اپنے ایمان و اسلام کے تحفظ کی خاطر شیعہ اثنا عشریہ کے گمراہ و کافر ہونے پر اتفاق کر لیں تو کیا اس کے ذمہ دار خود اثنا عشریہ اور ان کے عقائد نہیں؟

5۔ اگر شیعہ عقیدہ امامت درست اور اصول دین میں سے ہے' تو تمام شیعہ فرقے جن کی مجموعی تعداد بھی ہمیشہ کل امت کے دس فیصد سے کم افراد پر مشتمل رہی ہے' امامت جیسے بنیادی عقیدہ کے سلسلہ میں باہم بنیادی اور شدید اختلافات کا شکار کیوں ہیں' اور امام محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اپنے بھتیجے امام علی زین العابدین کے مقابلے میں' امام زید شہید اپنے بھائی امام محمد الباقر کے مقابلے میں' امام محمد بن اسماعیل اپنے چچا موسیٰ الکاظم کے مقابلے میں اور

امام سید محمد نور بخش کاظمی' بارہویں اثنا عشری امام' محمد المہدی کے مقابلے میں اپنی امامت کے دعویدار کیوں بتلائے جاتے ہیں؟ نیز شیعہ کیسانیہ' زیدیہ' اسماعیلیہ' نور بخشیہ و اثنا عشریہ کے ائمہ اپنے ہی بھائیوں بھتیجوں کے مقابلے میں امامت کا دعویٰ کر کے علیحدہ علیحدہ شیعہ فرقوں کے بانی کس طرح بن گئے۔ حتیٰ کہ پہلے' دوسرے اور تیسرے امام منصوص و معصوم' سیدنا علی و حسن و حسین نے سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان کی بیعت امامت و خلافت کیوں کر لی؟ نیز دوسرے اور تیسرے امام منصوص و معصوم سیدنا حسن و حسین نے سیدنا معاویہ کی امامت و خلافت کی بیعت کیوں کی؟ اور سیدنا حسین کے بھائی سیدنا محمد بن علی ابن الحنفیہ نیز دیگر کئی برادران و اقارب حسین بشمول سیدنا عبداللہ بن عباس ہاشمی اور آپ کے بہنوئی و چچا زاد سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار کن وجوہ کی بناء پر کربلا نہ جاسکے اور سیدنا حسین سے محبت و قرابت کے باوجود ان کی رفاقت کیوں اختیار نہ کرپائے؟ ان امور پر اہل سنت کے مواقف سے قطع نظر آخر شیعہ عقیدہ امامت کی رو سے ان تمام باتوں کا کیا کوئی ایسا جواز اور توجیہ ہے جس پر تمام شیعہ فرقے متفق ہوں؟

6۔ وہ شیعان علی جن کی کوفہ میں اکثریت اور کل تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ انہوں نے من حیث القوم نہ کبھی سیدنا علی و حسن کا کماحقہ ساتھ دیا اور نہ ہی سیدنا حسین کا ساتھ ہزاروں خطوط لکھ کر تشریف آوری کی دعوت اور یقین دہانی بیعت کے باوجود کربلا میں دیا' بلکہ الٹا سیدنا حسین اور ان کے اہل بیت و رفقاء کو بے یارومددگار چھوڑ کر ابن زیاد کی بیعت کرلی۔ کیا یہی وہ بزدل' مصلحت پسند غداران حسین قرن اول کے خالص شیعہ ہیں جنہیں ہر دور کی شیعہ اقلیت شیعان علی و حسین قرار دیتی ہے اور جن کی بے وفائیوں کی مذمت خطبات "نہج البلاغہ" تقاریر حسن و حسین اور خطبات زین العابدین و سیدہ زینب میں بالتکرار موجود ہے' اور اگر ابتدائی شیعہ ہی اپنے ائمہ کے غدار و بے وفا ساتھی تھے تو صدیوں بعد کے شیعہ عقل و منطق کی رو سے کس زمرے میں شمار کئے جاسکتے ہیں؟

7۔ اگر سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان کا سیدنا علی سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع و اتفاق سے کتابی شکل میں جمع و رائج کردہ قرآن مجید الحمد سے والناس تک ترتیب نبوی کے مطابق درست اور کامل ہے جس میں کمی بیشی اور تحریف و تبدیل کا عقیدہ رکھنا کفر ہے تو شیعہ اثنا عشریہ کے اکثر علماء و مجتہدین شیعہ حدیث کی مستند ترین کتاب "الکافی" اور

دیگر کتب کی سینکڑوں روایات کے مطابق عقیدہ تحریف قرآن کیوں رکھتے ہیں اور جو شیعہ علماء موجودہ قرآن کو درست ماننے کے دعویدار ہیں وہ بھی اہل سنت کی طرح ایسا متفق علیہ فتویٰ کیوں نہیں دیتے جس کی رو سے عقیدہ تحریف قرآن رکھنے والے تمام افراد اور فرقے بشمول شیعہ علماء و مجتہدین کافر، گمراہ اور دائرہ اسلام سے خارج قرار پاتے ہیں۔ کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمام اثنا عشری علماء کافرانہ عقیدہ تحریف قرآن رکھتے ہیں، البتہ ان میں سے ایک اقلیتی گروہ تقیہ کے طور پر اس بات کا بظاہر اقرار نہیں کرتا؟ اور اگر سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان کی امامت و خلافت شرعی حیثیت کی حامل نہیں تو ان کے جمع و مرتب کردہ قرآن کی شیعہ کے نزدیک کیا حیثیت قرار پاتی ہے؟ نیز تکمیل قرآن اور وفات نبوی کے بعد سیدہ فاطمہ کے پاس جبریل و وحی کی آمدورفت اور قرآن سے تین گنا بڑے مصحف فاطمہ کی تدوین و تحریر کی شیعہ روایات پر امام خمینی اور تمام اثنا عشری علماء و عوام کا ایمان کیا عقیدہ ختم نبوت اور قرآن کے آخری کلام الٰہی ہونے کے منافی نہیں؟

8۔ شیعہ اصول حدیث و تفسیر کی رو سے حدیث و سنت رسول(ص) نیز دیگر علوم شریعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی، ازواج رسول(ص) سمیت ننانوے فیصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات احادیث و دیگر علوم شرعیہ اہل تشیع کے نزدیک شرعاً ناقابل قبول اور ناقابل استنباط و استشہاد ہیں، تو کیا اس سے بہتر یہ نہیں کہ ننانوے فیصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو روایات شرعیہ میں ناقابل اعتبار و اعتماد قرار دینے والی چند فیصد شیعہ اقلیت ہی کو ناقابل اعتبار و اعتماد اور شرعاً کافر و مرتد قرار دے دیا جائے؟

9۔ اگر شیعہ عقیدہ درست ہے تو گزشتہ چودہ صدیوں سے امت مسلمہ کی نوے فیصد سے زائد اکثریت عقیدہ اہل سنت والجماعت سے کیوں وابستہ چلی آرہی ہے، اور شیعہ فرقوں کے باہم اختلافات امامت وغیرہ کے برعکس تمام اہل سنت، قرآن و حدیث، امامت و خلافت سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان و علی و صحابیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت تمام کلامی و اعتقادی امور حتیٰ کہ فقہی مذاہب اربعہ کی صحت پر بھی متفق و متحد کیوں ہیں؟ اور اہل سنت میں گزشتہ چودہ صدیوں میں لاکھوں مفسرین و محدثین، فقہاء و متکلمین، اولیاء و متصوفین اور علماء و مجاہدین تمام تر فقہی و روحانی تنوع مذاہب و مشارب کے باوجود مذکورہ و غیر مذکورہ تمام اساسی امور میں متحد الفکر کیوں ہیں جب کہ اہل تشیع کے مختلف فرقوں میں ایسا کوئی اتحاد

فکر و عمل یا مشترکہ ذخیرہ تفسیر و حدیث و دیگر علوم شرعیہ کبھی بھی موجود نہیں رہا؟

10۔ اہل تشیع میں حب علی و آل علی وغیرہ جو مثبت افکار موجود ہیں، وہ تمام اہل سنت کے ہاں حب اہل بیت رسول (تمام ازواج و اولاد) اور حب اہل بیت علی کے حوالہ سے موجود ہیں، مگر اہل تشیع کے باطل عقائد اور صحابہ کرام و ازواج و اقارب رسول(ص) کے بارے میں منفی و توہین آمیز افکار و اعمال سے اہل سنت کا دامن پاک ہے۔ اہل سنت نہ صرف تمام اصحاب رسول(ص) سے عقیدت و محبت میں بے مثال ہیں بلکہ حب اہل بیت (ازواج و اولاد رسول) کے سنی و شیعی ہر دو تصورات کے مطابق اعلیٰ ترین محبان اہل بیت ہیں جس کی ایک عمدہ مثال لاکھوں علماء و اولیائے اہل سنت اور ان کے روحانی سلاسل ہیں۔ آل علی میں سے ائمہ شیعہ تصور کئے جانے والے چند حضرات تو اہل سنت کے نزدیک دیگر صحابہ و تابعین کی طرح غیر منصوص و غیر معصوم صحیح العقیدہ بزرگان دین اور امت کا مشترکہ سرمایہ ہیں، مگر ان کے علاوہ سیدنا عبدالقادر جیلانی و جنید بغدادی و بایزید بسطامی سے سیدنا علی بن عثمان ہجویری اور سید عثمان مروندی (لعل شہباز قلندر) تک لاکھوں وابستگان سلاسل اور اولیاء و صالحین (قادری، چشتی، نقشبندی، اویسی، سہروردی، سلسلہ ابن عربی وغیرہ) اعلیٰ روحانی کمالات کی حامل جلیل القدر ہستیاں ہیں، مگر اہل تشیع میں ان کے متوازی کیفیت و کمیت ہر دو لحاظ سے جلیل القدر روحانی قائدین موجود نہیں اور مذکورہ تمام سلاسل اہل سنت کے بزرگان اہل تشیع کے گمراہ اور باطل ہونے پر بھی متفق ہیں۔ حتیٰ کہ بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے استفسار کے جواب میں شیعہ فرقہ کو باطل قرار دیا۔ پس اہل تصوف و روحانیت کا اہل تشیع سے تنفر و اجتناب پر اتفاق، کیا شیعہ کے بطلان کی روحانی دلیل نہیں؟

ان گزارشات کے بعد شیعہ قارئین کے لئے مخلصانہ اور دردمندانہ مشورہ یہ ہے کہ وہ مذکورہ نقاط و سوالات پر غیر جذباتی انداز میں غور و خوض نیز کتاب کے مشتملات کا مطالعہ کر کے غیر جانبدارانہ تحقیق و تجزیہ فرمائیں اور قرآن و سنت، امامت و خلافت، جماعت صحابہ (رض) نیز دیگر حوالوں سے ان تمام منفی افکار و معتقدات کو مسترد کر دیں جو اہل تشیع بالخصوص شیعہ اثنا عشریہ کی تکفیر کا باعث ہیں۔ اس سلسلہ میں مفکر ایران ڈاکٹر علی شریعتی کی کتاب "تشیع علوی و تشیع صفوی" اور عراقی شیعہ عالم ڈاکٹر موسیٰ موسوی کی تصنیف "الشیعہ والتصحیح"

"اردو ترجمہ بنام اصلاح شیعہ" کا مطالعہ شیعہ اثنا عشریہ کو اہل تشیع کے اندرونی تضادات اور اثنا عشری علماء و مفکرین کی مختلف و متضاد دینی تشریحات سے روشناس کرانے میں معاون ہو سکتا ہے۔ مزید برآں امام زین العابدین کے فرزند امام زید بن علی بن حسین کے مجموعہ احادیث شیعہ "مسند الامام زید" کا مطالعہ شیعہ روایات اہل بیت کے حوالہ سے فقہ شیعی (فقہ زیدی و جعفری) کے مختلف و متضاد مسائل کا تجزیہ کرنے میں بھی بڑا معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ جس کے نتیجے میں انصاف پسند اہل تشیع کو تحقیق و تجزیہ کی رو سے شیعی افکار و عقائد کے بارے میں فیصلہ کن رائے اختیار کرنے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔ واللہ یھدی من یشاء۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔

باب اوّل

قرآن مجید

1۔ قرآن مجید

شیعہ اثنا عشریہ کی بنیادی اور مسلمہ کتابوں کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی ایسے یقین کے ساتھ آنکھوں کے سامنے آئی جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن محرف ہے' اس میں اسی طرح تحریف ہوئی ہے جیسی اگلی آسمانی کتابوں تورات' انجیل وغیرہ میں ہوئی تھی۔ وہ بعینہ وہ کتاب اللہ نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالٰی کی طرف سے نازل فرمائی گئی تھی۔

اثنا عشریہ کی حدیث کی ان کتابوں میں جن میں ان کے ائمہ معصومین کی روایات جمع کی گئی ہیں (جن پر مذہب شیعہ کا دارومدار ہے) خود ان کے اکابر محدثین و مجتہدین کے بیان کے مطابق دو ہزار سے زیادہ ائمہ معصومین کی وہ روایات ہیں جن سے قرآن کا محرف ہونا ثابت ہوتا ہے اور ان کے ان علماء و مجتہدین نے جو اثنا عشری مذہب میں سند کا درجہ رکھتے ہیں' اپنی کتابوں میں اعتراف کیا ہے کہ یہ روایات متواتر ہیں اور تحریف قرآن پر ان کی دلالت صاف اور صریح ہے' جس میں کوئی ابہام و اشتباہ نہیں ہے' اور یہ کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔

اس مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تیسری صدی ہجری کے آخر بلکہ چوتھی صدی کے قریباً نصف تک پوری شیعی دنیا کا یہی عقیدہ رہا۔ اس صدی کے قریباً وسط میں سب سے پہلے صدوق ابن بابویہ قمی (متوفی 381ھ) نے اور اس کے بعد پانچویں صدی میں شریف مرتضٰی (متوفی 436ھ) اور شیخ ابو جعفر طوسی (م 460ھ) نے اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ وہ قرآن کو عام مسلمانوں کی طرح محفوظ اور غیر محرف مانتے ہیں' لیکن شیعی دنیا نے ان کی اس بات کو قبول نہیں کیا بلکہ ائمہ معصومین کی متواتر اور صریح روایات کے خلاف ہونے کی وجہ سے رد کر دیا۔

مختلف زمانوں میں شیعوں کے اکابر و اعاظم علماء و مجتہدین نے قرآن کے محرف ہونے کے موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اس سلسلہ کی سب سے اہم کتاب جو مطالعہ میں آئی وہ شیعوں کے ایک بڑے مجتہد اور خاتم المحدثین علامہ حسین محمد تقی نوری طبرسی کی کتاب ہے جس کا نام ہے۔ "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب۔"

یہ عربی زبان میں باریک قلم سے لکھی ہوئی تقریباً چار سو صفحات کی کتاب ہے' اس کے مصنف نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ قرآن میں ہر طرح کی تحریف ہوئی ہے۔ دلائل کے

انبار لگادیئے ہیں' اس کے علاوہ ان کتابوں کی طویل فہرست دی ہے جو مختلف زمانوں میں شیعہ اثنا عشریہ کے اکابر علماء و مجتہدین نے موجودہ قرآن کو محرف ثابت کرنے کے لئے لکھی ہیں۔ اس کے مطالعہ کے بعد اس میں شک نہیں رہتا کہ اثنا عشریہ کا عقیدہ قرآن پاک کے بارے میں یہی ہے کہ اس میں تحریف ہوئی ہے اور ہر طرح کی تحریف ہوئی ہے' اور اثنا عشری فرقہ کے جن لوگوں نے خاص کر جن علماء و مصنفین نے تحریف کے عقیدہ سے انکار کیا ہے' اس کی سمجھ میں آنے والی کوئی توجیہ اس کے سوا نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے یہ انکار کچھ مصلحتوں کے تقاضے سے کیا ہے' یعنی تقیہ کیا ہے (یہ بات خود شیعوں کے اکابر علماء و مجتہدین نے لکھی ہے)۔

یہ کتاب مصنف نے تیرہویں صدی کے آخر میں اس وقت لکھی تھی جب شیعہ اثنا عشریہ کے بہت سے علماء نے ازراہ مصلحت بنی قرآن پاک میں تحریف کے اپنے عقیدہ سے انکار کی پالیسی اختیار کرلی تھی۔ علامہ حسین محمد تقی نوری طبرسی نے اس کو ائمہ معصومین اور اثنا عشری مذہب سے انحراف سمجھا اور اس کی تردید ضروری سمجھی' اور یہ کتاب لکھی۔ یہ کتاب مصنف کی زندگی ہی میں ایران میں طبع ہوئی تھی۔ اسی کا عکس لیکر حال ہی میں پاکستان میں اس کو طبع کردیا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب نے کسی شیعہ کے لئے تحریف کے عقیدہ سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔"

(منظور نعمانی' خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ طبع لاہور ص 53-54)

محسن اہل سنت مولانا محمد منظور نعمانی' سابق نائب امیر جماعت اسلامی ہندو شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند جو بین الاقوامی شہرت یافتہ عالم دین و مصنف اور رکن "رابطہ عالم اسلامی" مکہ مکرمہ ہیں۔ نیز تبلیغی جماعت و دیگر علمی و بین الاقوامی اداروں کے حوالہ سے بھی معروف ہیں' ان کے مذکورہ ارشادات کی تائید پاکستان کے جلیل القدر عالم و مصنف شیخ الاسلام محمد قمرالدین سیالوی' سجادہ نشین آستانہ عالیہ' سیال شریف وبانی صدر "جمعیت علمائے پاکستان" کی شہرہ آفاق علمی تصنیف "مذہب شیعہ" کے درج ذیل اقتباس سے بھی ہوتی ہے' جس میں انہوں نے شیعوں کی حدیث کی مستند ترین کتاب "الکافی" کے حوالے دیئے ہیں۔ اور اس کتاب الکافی کے بارے میں روایت ہے کہ اسے مکمل کرکے مؤلف ابو جعفر محمد بن

یعقوب کلینی نے بارہویں امام محمد المہدی کو ان کی غیبت صغری کے دوران میں غار میں پیش کیا تو انہوں نے یہ فرماکر تصدیق کی کہ "**ھذا کاف لشیعتنا**" (یہ ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔ لہٰذا اس کا نام "کتاب الکافی" پڑگیا اور تمام کتب احادیث میں اس کا مقام وہی ہے جو اہل سنت میں "صحیح البخاری" کا ہے بلکہ اس سے بھی برتر کیونکہ بخاری کو کسی امام منصوص و معصوم کے حوالے سے آسمانی سند حاصل نہیں اور نہ اہل سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی امام کو منصوص و معصوم مان کر اس کے قول کو خدا اور رسول کے قول کا درجہ دینا درست سمجھتے ہیں' بلکہ ایسے عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ کو ختم نبوت کے منافی قرار دیتے ہیں۔ بہرحال علامہ سیالوی فرماتے ہیں۔

"اب رہا قرآن کریم تو اس کے متعلق بانیان مذہب تشیع و رازداران فرقہ مذکورہ اس قرآن کریم کا صریحاً انکار کرتے نظر آتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر اس "اصول کافی" ص 671 پر یہ روایت دیکھیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی قرآن کریم کو جمع کرنے اور اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے کہا کہ اللہ عزوجل کی کتاب یہ ہے' جیسا کہ اللہ تعالٰی نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس کو نازل فرمایا ہے' اور میں نے ہی اس کو اکٹھا کیا ہے' جس پر لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس قرآن شریف موجود ہے' ہمیں کسی نئے قرآن کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کی قسم آج کے دن کے بعد تم اس قرآن کو کبھی نہ دیکھو گے۔

اسی صفحہ پر امام جعفر صادق صاحب سے منسوب ایک روایت اور بھی ملاحظہ فرمالیں کہ جو قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالٰی کی طرف سے جبرئیل علیہ السلام لائے تھے' اس کی سترہ ہزار (17000) آیتیں تھیں' اور غریب اہل السنت والجماعت کے پاس تو صرف چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (6666) آیات والا قرآن کریم ہے۔

اسی اصول کافی کے صفحہ 670 پر بھی نظر ڈالتے جایئے اور اگر اس قرآن کریم سے صراحتاً انکار کی شان کسی حد تک تفصیل کے ساتھ دیکھنا چاہیں تو اصول کافی ص 261 تا ص 268 اور ص 670' و ص 671 اور ناسخ التواریخ جلد 2' صفحہ 493-494 اور تفسیر صافی' جلد اول' ص 14 مطالعہ فرمائیں اور بانیان مذہب تشیع کی سیاست کی داد دیں کہ کس طرح صراحت اور وضاحت کے ساتھ اس فرقہ نے سرے سے قرآن شریف کا انکار کیا ہے۔"

(مذہب شیعہ، تالیف شیخ الاسلام محمد قمرالدین سیالوی، ص 8-9، مطبوعہ اردو پریس، لاہور 1960ء و شائع کردہ مکتبہ ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف ضلع شاہ پور)۔

مولانا منظور نعمانی اپنی عالمی شہرت یافتہ تصنیف "ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت" میں اس سلسلے میں درج ذیل عنوان کے تحت فرماتے ہیں:۔

"اصلی قرآن وہ تھا جو حضرت علی نے مرتب فرمایا تھا، وہ امام غائب کے پاس ہے اور موجودہ قرآن سے مختلف ہے۔

یہ بات بھی مذہب شیعہ اور شیعی دنیا کے معروف مسلمات میں سے ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے قرآن مرتب فرمایا تھا اور وہ اس کے بالکل مطابق تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا، اور وہ موجودہ قرآن سے مختلف تھا، وہ حضرت علی ہی کے پاس رہا اور ان کے بعد ان کی اولاد میں سے ائمہ کے پاس رہا اور اب وہ امام غائب کے پاس ہے اور جب وہ ظاہر ہوں گے تب ہی اس قرآن کو بھی ظاہر فرمائیں گے۔ اس سے پہلے کوئی اس کو نہیں دیکھ سکتا۔

اس سلسلہ میں "اصول کافی" کی مندرجہ ذیل دو روایتیں نذر ناظرین ہیں۔
اصول کافی "کتاب الحجہ" میں ایک باب ہے۔

باب انہ لم یجمع القرآن کلہ الا الائمۃ علیہم السلام

باب اس بیان میں کہ پورے قرآن کو ائمہ علیہم السلام کے سوا کسی نے بھی جمع نہیں کیا۔ (یعنی پورا قرآن ائمہ کے سوا کسی اور کے پاس بھی نہیں تھا اور نہیں ہے)
اس باب میں پہلی روایت ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:۔

ما ادعی احد من الناس انہ جمع القرآن کلہ کما انزل الا کذاب، وما جمعہ وحفظہ کما انزلہ اللہ الا علی بن ابی طالب والائمۃ من بعدہ۔
(اصول الکافی، ص 139)۔

جو آدمی یہ دعویٰ کرے کہ اس کے پاس پورا قرآن ہے جس طرح کہ نازل ہوا تھا وہ کذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تنزیل کے مطابق قرآن کو صرف علی بن ابی طالب ہی نے اور ان کے بعد ائمہ علیہم السلام نے جمع کیا اور اس کو محفوظ رکھا۔

اور اسی طرح اصول کافی کے "باب فضل القرآن" میں امام جعفر صادق سے روایت ہے۔

فاذا قام القائم قرا کتاب اللہ عزوجل علی حدۃ واخرج المصحف الذی کتبہ علی علیہ السلام، وقال اخرجہ علی علیہ السلام الی الناس حین فرغ منہ وکتبہ فقال لهم هذا کتاب اللہ عزوجل کما انزلہ اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ جمعتہ من اللوحین فقالوا: هوذا عندنا مصحف جامع فیہ القرآن، لا حاجۃ لنا فیہ۔ فقال اما واللہ ماترونہ بعد یومکم هذا۔ (اصول الکافی، ص 671)

جب قائم (یعنی امام مہدی غائب) ظاہر ہوں گے تو وہ قرآن کو اصلی اور صحیح طور پر پڑھیں گے، اور قرآن کا وہ نسخہ نکالیں گے جس کو علی علیہ السلام نے لکھا تھا، اور امام جعفر صادق نے یہ بھی فرمایا کہ جب علی علیہ السلام نے اس کو لکھ لیا اور پورا کرلیا تو لوگوں سے (یعنی ابوبکر و عمر وغیرہ سے) کہا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے، ٹھیک اس کے مطابق جس طرح اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل فرمائی تھی۔ میں نے اس کو لوحین سے جمع کیا ہے، تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس یہ جامع مصحف موجود ہے، اس میں پورا قرآن ہے، ہم کو تمہارے جمع کئے ہوئے اس قرآن کی ضرورت نہیں، تو علی علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم اب آج کے بعد تم کبھی اس کو دیکھ بھی نہ سکو گے۔

بہرحال کتب شیعہ کی یہ روایات جن میں موجودہ قرآن میں تحریف، اسقاط اور اضافے اور تغیر و تبدل کا ذکر ہے۔ خاص کر وہ روایات جن میں قرآن میں سے حضرت علی اور آئمہ کا تذکرہ نکال دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ شیعہ حضرات کی طرف سے اس سوال کا سمجھ میں آنے والا جواب پیش کرتی ہیں کہ جب عقیدہ امامت، توحید و رسالت ہی کے درجہ کا بنیادی عقیدہ ہے تو اس کا ذکر قرآن مجید میں کیوں نہیں کیا گیا ہے۔ راقم سطور نے اسی بنیاد پر عرض کیا تھا کہ قرآن میں تحریف اور کمی بیشی کا عقیدہ مذہب شیعہ کی اساس وبنیاد عقیدہ امامت کے لوازم میں سے ہے۔ اس کے علاوہ اس عقیدہ کی تصنیف کا ایک خاص محرک اور مقصد یہ بھی ہے کہ حضرات شیخین و ذوالنورین کو غصب خلافت اور غصب فدک وغیرہ جرائم کے علاوہ کتاب اللہ کا بھی مجرم ثابت کیا جائے جو یقیناً شدید ترین جرم اور بدترین کفر ہے۔"

(مولانا منظور نعمانی' ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت' مکتبہ مدنیہ' لاہور' ص 258-260)۔

روایات تحریف قرآن در "کتاب الکافی" وغیرہ

1- عن هشام بن سالم عن ابی عبدالله علیه السلام قال: ان القرآن الذی جاء به جبرئیل علیه السلام الی محمد صلی الله علیه وآله سبعة عشر الف آیة۔

(اصول الکافی' طبع لکھنئو' ص 671' باب فضل القرآن)۔

ترجمہ: ہشام بن سالم سے روایت ہے کہ ابی عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا: وہ قرآن جو جبرئیل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر لے کر نازل ہوئے تھے' سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا۔

اصول کافی کے شارح علامہ قزوینی نے اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:-

مراد اینست کہ بسیارے ازاں قرآن ساقط شدہ و در مصاحف مشہورہ نیست۔"

(صافی شرح اصول کافی' طبع لکھنؤ' جزء ششم' ص 75)۔

مراد یہ ہے کہ اس اصل قرآن میں سے بہت سا حصہ ساقط اور غائب کردیا گیا اور قرآن کے مشہور نسخوں میں اب موجود نہیں۔

اصول کافی کے (**باب فیه نکت و نتف من التنزیل فی الولایة**) میں درج ذیل روایتیں آیات قرآن میں ولایت علی کے حوالہ سے کی گئی تحریف کے سلسلہ میں موجود ہیں۔

2- عن ابی جعفر علیه السلام قال: نزل جبرئیل بهذه الآیة علی محمد صلی الله علیه وآله: بئسما اشتروا به انفسهم ان یکفروا بما انزل الله (فی علی) بغیا- الآیة- (اصول الکافی' ص 263)۔

مطلب یہ کہ سورہ البقرہ کی اس آیت نمبر 90 کے بارے میں ابوجعفر (امام باقر) علیہ السلام نے فرمایا' کہ جبرئیل نے اس آیت کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح نازل کیا تھا کہ اس میں (فی علی) کے الفاظ بھی شامل تھے' (یعنی جس چیز کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانوں کو بیچا ہے اس لئے کہ اللہ نے (علی کے بارے میں) جو کچھ نازل کیا ہے اس کا سرکشی دکھاتے ہوئے انکار کردیں' وہ بہت بری چیز ہے۔

3- عن ابی عبدالله علیه السلام قال: نزل جبریل علی محمد صلی الله علیه وآله بهذه الآیة هکذا: یایها الذین اوتوا الکتاب آمنوا بما نزلنا (فی علی) نورا- مبینا- (اصول الکافی' ص 264)۔

ترجمہ: ابی عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ جبریل اس آیت کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر یوں لے کر نازل ہوئے تھے کہ:

"اے لوگو جنہیں کتاب دی گئی ہے اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے (علی کے بارے میں) جو نور مبین ہے' یہ آیت موجودہ قرآن میں کہیں نہیں ہے' مطلب یہ ہوا کہ یہ آیت ہی نکال دی گئی ہے۔

4- عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ: سال سائل بعذاب واقع للکافرین (بولایۃ علی) لیس لہ دافع۔ ثم قال: ھکذا واللہ نزل بھا جبریل علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ (اصول کافی' ص 266)

ابوبصیر نے ابی عبداللہ علیہ السلام (امام جعفر صادق) سے اللہ تعالیٰ کے اس قول (آیت) کے سلسلے میں روایت کیا ہے کہ: ایک پوچھنے والے نے سوال کیا اس عذاب کے بارے میں جو (علی کی ولایت کا) انکار کرنے والے پر نازل ہوگا اور جسے کوئی دور کرنے والا نہ ہوگا"۔

پھر آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم جبریل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر اس آیت کو اسی طرح لے کر نازل ہوئے تھے (کہ اس میں "فی علی" کے الفاظ موجود تھے)۔

5- عن ابی جعفر علیه السلام قال: انزل جبریل بهذة الایه هکذا...

یایها الناس قدجاء کم الرسول بالحق من ربکم (فی ولایه علی) فامنوا خیرا لکم و ان تکفروا (بولایه علی) فان لله ما فی السموات وما فی الارض)۔

ابی جعفر (امام باقر) علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جبریل یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے۔

"اے لوگو پیغمبر تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے (ولایت علی کے بارے میں) حق بات لے کر آیا ہے' پس ایمان لاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم (ولایت علی کا) کفرو انکار کردگے تو بے شک جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ کا ہی تو ہے۔

6۔ ابوبصیر کی روایت ہے کہ سورہ احزاب کے آخری رکوع کی آیت "ومن یطع الله و رسوله فقد فاز فوزا۔ عظیما" کے بارے میں فرمایا کہ یہ اس طرح نازل ہوئی تھی۔

"و من یطع الله و رسوله فی ولایة علی والائمة من بعده فاز فوزا۔ عظیما"۔ (اصول کافی ص 262) اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی (علی اور ان کے بعد والے ائمہ کی ولایت کے سلسلے میں) اطاعت کی تو بے شک اسے بہت بڑی کامیابی حاصل ہوگئی۔

7۔ عن ابی جعفر علیه السلام قال: نزل جبریل علیه السلام بهذه الآیة هکذا:

فابی اکثر الناس (بولایة علی) الاکفورا۔

ابی جعفر (امام باقر) علیہ السلام نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام اس آیت کو یوں لے کر نازل ہوئے: "پس اکثر لوگوں نے (ولایت علی) کا کفر وانکار کیا۔"

8۔ قال و نزل جبریل بهذه الآیة هکذا۔

"وقل الحق من ربکم (فی ولایة علی) فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظلمین (بآل محمد) نارا۔ (اصول کافی' باب فیه نکت ونتف من التنزیل فی الولایة ص 108)۔

امام باقر نے یہ بھی فرمایا کہ جبرئیل یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے:

اور کہہ دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے (ولایت علی کے بارے میں) پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کردے۔ یقیناً ہم نے (آل محمد پر) ظلم کرنے والوں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔

9۔ عن ابی جعفر قال: نزل جبرئیل بهذه الآیة هکذا۔ "ان الذین ظلموا (آل محمد حقهم) لم یکن الله لیغفر لهم... الآیة (اصول الکافی' باب فیه نکت من التنزیل فی الولایة ص 107)۔

ابی جعفر (امام باقر) سے روایت ہے کہ جبرئیل اس آیت کو یوں لے کر نازل ہوئے۔

بے شک جن لوگوں نے (آل محمد کا حق مار کر) ظلم کیا' اللہ ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔

10۔ عن ابی جعفر علیه السلام قال: هکذا انزلت هذه الآیة

"ولو انهم فعلوا مایوعظون به (فی علی) لکان خیرا۔ لهم (اصول الکافی' باب فیه نکت ونتف من التنزیل فی الولایة ص 107)۔

ابی جعفر (امام باقر) علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی۔

"اگر وہ لوگ اسی طرح عمل کرتے جس طرح انہیں (علی کے بارے میں) نصیحت کی گئی تھی تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔"

کتاب الکافی کی ان تمام روایات میں قوسین میں دیئے گئے الفاظ شیعوں کے نزدیک اصل نازل شدہ قرآن میں موجود تھے' مگر سیدنا ابوبکر کے دور امامت و خلافت میں اجماع صحابہ سے تحریری طور پر جمع و تدوین شدہ موجودہ قرآن سے نکال دیئے گئے تھے۔ نیز کئی آیات اور سورتیں بھی تحریف کرکے نکال دی گئی تھیں۔ تحریف قرآن کے سلسلے میں کتاب الکافی میں سینکڑوں روایات موجود ہیں' نیز دیگر کتب شیعہ میں بھی ایسی روایات بکثرت موجود ہیں جن کے مطابق علی و آل علی کے حق میں نازل شدہ الفاظ و آیات سمیت بہت سی آیات و سور ابوبکر و عمر و عثمان و غیرھم کی خواہش کے مطابق علی سے پہلے کے زمانہ خلافت میں تحریف کرکے نکال دی گئیں۔

قرآن مجید میں تحریف کے علاوہ شیعہ وفات رسول کے بعد سیدہ فاطمہ زہراء کے پاس جبرئیل کی آمدورفت وہمکلامی کے بھی قائل ہیں' جس کے نتیجہ میں مصحف فاطمہ تیار ہوا۔

"ابوبصیر کی روایت کے مطابق امام جعفر صادق نے اس سوال کے جواب میں کہ مصحف فاطمہ کیا ہے؟ فرمایا:

"ان الله لما قبض نبیه علیه السلام دخل فاطمة من الحزن مالا یعلمه الا الله عزوجل فارسل الیها ملکا یسلی عنها و یحدثها فشکت ذلک الی امیرالمومنین علیهما السلام فقال لها: اذا احسست بذلک وسمعت الصوت قولی لی۔ فاعلمته بذلک فجعل امیرالمومنین علیه السلام یکتب کلما سمع حتی اثبت من ذلک مصحفا"۔

(اصول الکافی ص 147' طبع لکھنو' باب فیه ذکر الصحیفة و الجفر و

الجامعة و مصحف فاطمة)۔

ترجمہ :

اللہ نے جب اپنے نبی علیہ السلام کی روح قبض کرلی تو فاطمہ کو ایسا رنج و غم ہوا جس کا بس اللہ عزوجل کو ہی اندازہ تھا' پس اس نے ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا تاکہ ان کے غم میں انہیں تسلی دے اور ان سے کلام کیا کرے' تو انہوں نے امیرالمومنین کو یہ بات بتلائی۔ پس آپ نے فرمایا جب تم کو اس کی آمد کا احساس ہو اور آواز سنو تو مجھے بتلا دینا' چنانچہ فاطمہ نے آپ کو اس کی خبر دیدی تو امیرالمومنین جو کچھ اس فرشتہ کو کہتے سنتے لکھتے جاتے' یہاں تک کہ اس سے ایک مصحف تیار کرلیا۔ (یہی مصحف فاطمہ ہے)

اسی سلسلہ میں ابوبصیر کے ایک سوال کے جواب میں امام جعفر صادق نے فرمایا!

"وانا عندنا لمصحف فاطمة عليها السلام' ومايدريهم مامصحف فاطمة؟ قال فيه مثل قرآنكم هذا ثلاث مرات' والله مافيه من قرآنكم حرف واحد"

(اصول الكافى' باب فيه ذكر الصحيفة والجفر والجامعة و مصحف فاطمة' ص 146)

ہمارے پاس مصحف فاطمہ علیہا السلام ہے اور لوگوں کو کیا خبر ہے کہ مصحف فاطمہ کیا ہے۔ امام نے فرمایا کہ اس میں تمہارے اس قرآن سے تین گنا ہے اور اللہ کی قسم اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں۔

امام جعفر نے اسی طویل روایت کے آخری حصے میں اس بیان سے پہلے یہ بھی ذکر فرمایا کہ:

"وان عندنا الجفر وما يدريهم ما الجفر؟ قال: وعاء من ادم فيه علم النبيين والوصيين وعلم العلماء مضوا من بني اسرائيل" (ايضا)

اور ہمارے پاس "الجفر" ہے' اور لوگوں کو کیا معلوم کہ الجفر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ وہ جفر کیا ہے تو آپ نے فرمایا وہ چمڑے کا ایک تھیلا ہے۔ اس میں تمام نبیوں اور وصیوں کا علم ہے اور بنی اسرائیل میں جو اہل علم پہلے گزرے ہیں ان کا علم بھی اسی میں ہے۔ (یعنی تمام گزشتہ انبیاء و اوصیاء و علمائے بنی اسرائیل کے علوم کا خزانہ ہے)

تحریف قرآن' مصحف فاطمہ اور علوم انبیاء و اوصیاء و علمائے بنی اسرائیل وغیرہ کے حوالہ سے ان روایات سے شیعوں کے افکار و خیالات اور ان کے اپنے ائمہ کے بارے میں نبیوں اور رسولوں کی طرح حامل وحی و علوم وحی بلکہ برتر از انبیاء ہونے کے اعتقادات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے' اور قرآن کے بعد سلسلہ آمدورفت وحی و جبریل سیدہ فاطمہ کے پاس رہنے سے عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں اثنا عشری نقطہ نظر کا بھی آسانی سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ **انا لله وانا اليه راجعون ثم انا لله وانا اليه راجعون۔**

تحریف قرآن اور تفسیر باطل کے سلسلے میں مزید معلومات و روایات کے سلسلہ میں اردو دان قارئین کے لئے بالخصوص شیعہ مترجم مولوی مقبول احمد دہلوی کے اردو ترجمہ قرآن نیز مولوی فرمان علی صاحب کے اردو ترجمہ قرآن کا مطالعہ بھی مفید ہوگا۔ اور عام تعلیم یافتہ حضرات کی اس غلط فہمی کو دور کرنے میں ممدومعاون ثابت ہوگا کہ اہل تشیع تحریف قرآن کے قائل نہیں اور موجودہ قرآن پر غیر مشروط ایمان رکھتے ہیں۔ یہاں صرف دونوں مترجمین کے حوالہ سے صرف ایک دو مثالوں پر اکتفا کیا جارہا ہے۔ فمن شاء ذکرہ۔

مولوی مقبول احمد دہلوی سورہ احزاب کی آخری آیت کے آخری کلمات **"وكان الله غفورا رحيما"** (اور اللہ غفور و رحیم ہے) کے حاشیہ میں شیعہ کتاب **"ثواب الاعمال"** سے نقل فرماتے ہیں:۔

"ثواب الاعمال" میں جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ سے بھی زیادہ طویل تھی' مگر چونکہ اس میں عرب کے مردوں اور عورتوں کی عموماً اور قریش کی خصوصاً بداعمالیاں ظاہر کی گئی تھیں' اس لئے اسے کم کردیا گیا اور اس میں تحریف کردی گئی ہے۔" (ترجمہ مولوی مقبول احمد دہلوی' حاشیہ آخر سورہ احزاب' ص 682)۔

سورہ یوسف کی آیت نمبر 49 **"ثم يأتي من بعد ذلك عام فيه يغاث الناس وفيه يعصرون۔"** کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ:

"پھر اس کے بعد ایک ایسا برس آئے گا جس میں لوگ سیراب ہوجائیں گے اور جس میں وہ نچوڑیں گے۔

پھر اس پر حاشیہ لکھا ہے کہ: تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول

ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے ایک شخص نے یہ آیت یوں تلاوت کی:
ثم یاتی من بعد ذلک عام فیہ یغاث الناس وفیہ یعصرون۔ یعنی یعصرون کو معروف پڑھا (ی پر زبر اور ص کے نیچے زیر کے ساتھ) جیسا کہ آپ موجودہ قرآن شریف میں دیکھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا وائے ہو تجھ پر وہ کیا نچوڑیں گے؟ آیا خمر نچوڑیں گے؟ اس شخص نے عرض کیا یا امیر المومنین! پھر میں اسے کیونکر پڑھوں؟ فرمایا: خدا نے تو نازل فرمایا ہے۔

ثم یاتی من بعد ذلک عام فیہ یغاث الناس وفیہ یعصرون۔

یعنی یعصرون کو مجہول بتلایا (ی پر پیش اور ص پر زبر کے ساتھ) جس کے معنی میں یہ فرمایا کہ ان کو بادلوں سے پانی بکثرت دیا جائے گا' اور دلیل اس امر پر خدا کا یہ قول لائے:
وانزلنا من المعصرات ماء ثجاجا" (اور ہم نے بدلیوں سے موسلا دھار پانی اتارا ہے)
آگے مترجم اور محشی مقبول احمد دہلوی "قول مترجم" کا عنوان قائم کرکے لکھتے ہیں:
"معلوم ہوتا ہے کہ جب قرآن میں اعراب لگائے گئے ہیں تو شراب خور خلفاء کی خاطر یعصرون (ی پر پیش ص پر زبر) کو یعصرون (ی پر زبر ص کے نیچے زیر) سے بدل کر معنی کو زیر و زبر کیا گیا ہے' یا مجہول کو معروف سے بدل کر لوگوں کے لئے ان کے کرتوت کی معرفت آسان کردی۔ ہم اپنے امام کے حکم سے مجبور ہیں کہ جو تغیر یہ لوگ کردیں تم اس کو اسی کے حال پر رہنے دو اور تفسیر کرنے والے کا عذاب کم نہ کرو' ہاں جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو اصل حال سے مطلع کردو۔ قرآن مجید کو اس کی اصلی حالت میں لانا صاحب العصر علیہ السلام کا حق ہے اور ان کے وقت میں وہ حسب تنزیل خدائے تعالیٰ پڑھا جائے گا" (ترجمہ قرآن مولوی مقبول احمد' ص 384)

اس سے معلوم ہوا کہ صاحب العصر یعنی بارہویں امام محمد المہدی جو ساڑھے گیارہ سو سال سے غائب ہیں' ان کے دوبارہ ظہور فرمانے تک موجودہ تحریف و تبدیل شدہ قرآن کی تلاوت بھی امام کے حکم کے مطابق لازم ہے۔ اس میں اللہ رسول کے براہ راست حکم کا کوئی دخل نہیں۔

اس سلسلہ میں یہ بھی پیش نظر رہے کہ شیعہ اثنا عشریہ سورۃ المائدہ کی آیت وضوء میں بھی تلاوت میں "وارجلکم" (ل پر زبر کے ساتھ) پڑھتے ہیں جس کا مطلب وضو میں دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونا بنتا ہے' مگر اصل میں "وارجلکم (ل کے نیچے زیر کے ساتھ) مانتے ہیں

جس کا مطلب دونوں پاؤں کا مسح بنتا ہے اور اسی پر اثنا عشریہ کا عمل ہے لہٰذا پاؤں دھونا ان کے ہاں جزو وضو نہیں' آیت یوں ہے۔

یاایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعبین (المائدۃ:6)۔

اے ایمان والو' جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھ دھولیا کرو' نیز اپنے سروں کا مسح کیا کرو اور اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھویا کرو۔
مگر بارہ اماموں کی امامت ماننے کے دعویدار (شیعہ اثنا عشریہ) کی بدقسمتی یہ ہے کہ کئی ملین افراد پر مشتمل شیعہ فرقہ زیدیہ جو چوتھے امام زین العابدین کے بڑے بیٹے امام زید شہید سے منسوب ہے' ان کی روایات اہل بیت کے مطابق حضرت علی وضو میں دونوں پاؤں دھوتے تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورہ مائدہ کے نازل ہونے سے پہلے پاؤں کا مسح فرماتے تھے' مگر اس کے نزول کے بعد مسح فرمانا ختم کردیا اور دونوں پاؤں دھونے لگے۔

"حدثنا زید بن علی عن ابیہ عن جدہ عن علی علیھم السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسح قبل نزول المائدۃ فلما نزلت آیۃ المائدۃ لم یمسح بعدھا"۔

(مسند الامام زید' کتاب الطھارۃ باب المسح علی الخفین والجبائر' ص 80' طبع بیروت' دار مکتبہ الحیاۃ 1966م)۔

ترجمہ: (راوی ابو خالد واسطی کا بیان ہے کہ) مجھے زید بن علی نے اپنے والد (علی زین العابدین) اور دادا (سیدنا حسین) کے توسط سے حضرت علی علیھم السلام سے روایت کرتے ہوئے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورۃ المائدۃ کے نازل ہونے سے پہلے مسح کیا کرتے تھے' مگر جب مائدہ کی آیت (وضو) نازل ہوگئی تو اس کے بعد انہوں نے مسح نہیں کیا۔

مولوی فرمان علی صاحب اپنے اردو ترجمہ قرآن میں سورہ الحجر کی درج ذیل آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" (الحجر:9)

بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا اور ہم ہی تو اس کے نگہبان ہیں۔
مولوی صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

"ذکر سے ایک تو قرآن مراد ہے جس کو میں نے ترجمہ میں اختیار کیا ہے' تب اس کی نگہبانی کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو ضائع اور برباد نہ ہونے دیں گے' پس اگر تمام دنیا میں ایک نسخہ بھی قرآن مجید کا اپنی اصلی حالت پر باقی ہو تب بھی یہ کہنا صحیح ہو گا کہ وہ محفوظ ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں تو شک ہی نہیں کہ ترتیب بالکل بدل دی گئی ہے۔ (ترجمہ مولوی مقبول احمد دہلوی' ص 361)۔

ان چند مختصر مثالوں سے شیعہ اثنا عشریہ کا تحریف قرآن لفظی و معنوی ہر دو کے قائل و مرتکب ہونا کسی مزید ثبوت کا محتاج نہیں رہتا اور عقلمند کے لئے یہ چند اشارات ہی کافی ہیں۔ تاہم اس سلسلہ میں یہ عقلی و منطقی بات بھی قابل غور ہے کہ جب شیعہ اثنا عشریہ سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے امام و خلیفہ اول و دوم و سوئم ہونے کا انکار کر کے سیدنا علی کے شرعاً امام اول و خلیفہ بلا فصل (بغیر فاصلہ کے جانشین پیغمبر یعنی خلیفہ اول) ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اپنی اذان کلمہ اور عقیدہ میں بار بار اس کا اعلان کرتے ہیں تو وہ قرآن مجید ان کے لئے کس طرح قابل قبول ہو سکتا ہے جو ان کے عقیدہ کے مطابق اصل امام اول و خلیفہ بلا فصل سیدنا علی کو حق امامت و خلافت سے عملاً محروم کرنے والے ابوبکر کے زمانہ میں عمر کے مشورہ سے سیدنا زید بن ثابت کے زیر نگرانی تحریری طور پر جمع و تدوین کے مراحل سے گزرا اور جس مصحف صدیقی پر علی کو حق امامت و خلافت سے محروم کرنے والے حفاظ و صحابہ کرام نے اجماع و اتفاق کیا' جو سیدنا ابوبکر کی وفات کے بعد سیدنا عمر کے پاس رہا اور ان کی شہادت کے بعد ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر کے پاس محفوظ رہا' جن کے بارے میں شیعہ مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی (جن کی فارسی کتب کے مطالعہ کی امام خمینی نے بطور خاص تلقین فرمائی ہے) لکھتے ہیں:۔

"و عیاشی بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ عائشہ و حفصہ آنحضرت را بزہر شہید کردند۔"

(علامہ باقر مجلسی! حیات القلوب' طبع ایران' جلد دوم' باب پنجاہ و پنجم دربیان احوال

شقاوت و مال عائشہ و حفصہ' ص 870)

ترجمہ: عیاشی نے معتبر سند کے ساتھ حضرت (جعفر) صادق سے روایت کیا ہے کہ عائشہ و حفصہ نے آنحضرت کو زہر دے کر شہید کیا تھا۔

ملا صاحب روایات نقل کر کے انتہائی تفصیل کے ساتھ یہ لکھتے ہیں کہ ابوبکر و عمر نے خلافت حاصل کرنے کے لئے اپنی بیٹیوں کے ساتھ مل کر یہ کام کیا۔

"پس آں دو منافق و آں دو منافقہ بایکدیگر اتفاق کردند کہ آنحضرت را بزہر شہید کنند"۔
(حیات القلوب' جلد دوم' ص 745' باب 55)

پس ان دو منافقوں (ابوبکر و عمر) اور ان دو منافق عورتوں (عائشہ و حفصہ) نے اس بات پر آپس میں اتفاق کیا کہ آنحضرت کو زہر دے کر شہید کر دیں۔ (نستغفر اللہ ونعوذ باللہ من ذلک الخرافات)

انہی ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے مصحف صدیقی حاصل کر کے امام و خلیفہ سوئم سیدنا عثمان نے زید بن ثابت ہی کے زیر نگرانی لغت قریش کے مطابق اختلاف قرات دور کیا۔ صحابہ کرام نے اس پر اجماع و اتفاق رائے کیا' پھر اس مصحف عثمانی کی نقول تمام عالم اسلام میں سرکاری طور پر بھجوادیں' اور اختلاف قرات سے بچنے کے لئے اسے پورے عالم اسلام میں یکساں طور پر رائج فرمادیا۔

چنانچہ جب سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان کی امامت و خلافت اور سیدہ حفصہ ام المومنین سمیت ان تمام حضرات کا ایمان و اسلام ہی مشکوک ہے اور علی کے مقابلے میں ان کی امامت و خلافت تسلیم کرنے والے تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی زمرے میں آتے ہیں حتیٰ کہ سیدنا علی و حسن رضی اللہ عنہما بھی اپنے دور خلافت میں اسی قرآن کو برقرار رکھنے پر مجبور کر دیئے گئے (کیونکہ شیعہ روایات کی رو سے حضرت علی کا جمع کردہ نسخہ قرآن مصحف صدیقی کے مقابلے میں تسلیم کرنے سے امت نے انکار کر دیا تھا) تو پھر ان جامعین کا جمع و رائج کردہ اور انہی حفاظ قرآن (ابوبکر و عمر و عثمان) نیز ان کے حامی منکرین امامت منصوصہ علی حفاظ و شاہدین آیات قرآن کا تصدیق کردہ قرآن کس طرح قابل قبول ہو سکتا ہے۔ لہٰذا امام علی کا غائب کردہ نسخہ قرآن جو بارہویں امام مہدی دوبارہ لائیں گے تنہا وہی قابل اعتبار و غیر تحریف شدہ نسخہ قرآن ہے۔

یہی وہ نقطہ نظر ہے جس کی تائید میں علامہ نوری طبرسی نے اپنی ضخیم تصنیف "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب" تیرہویں صدی ہجری کے آخر میں تصنیف کی اور اس شیعہ اقلیت کا ناقابل تردید دلائل کے ساتھ رد کیا جو تقیہ یا مصلحت کے طور پر موجودہ رائج شدہ قرآن کو غیر تحریف شدہ قرار دیتی ہے۔ مولانا منظور نعمانی اس کتاب کا حوالہ دینے کے علاوہ کتاب الکافی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

"راقم سطور عرض کرتا ہے کہ جس شخص نے "الجامع الکافی" کی چاروں جلدوں کا مطالعہ کیا ہے، بلکہ جس کی نظر سے اس کی صرف وہ روایات بھی گزری ہیں جو تحریف کے موضوع سے متعلق ناظرین کرام نے گزشتہ چند صفحات میں ملاحظہ فرمائی ہیں، اس کو اس میں شک شبہ نہیں ہوسکتا کہ اس کے مؤلف اور جامع ابو جعفر یعقوب کلینی رازی قرآن میں تحریف اور کمی بیشی کے قائل ہیں، اور انہوں نے اپنی اس کتاب میں ائمہ کی روایات سے اس کا ایسا ثبوت فراہم کردیا ہے جس کے بعد شیعہ حضرات کو اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔"

(مولانا منظور نعمانی، ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت، ص 265، مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور)۔

"مولانا منظور نعمانی یہ بھی فرماتے ہیں:۔

"اب سے قریباً ایک صدی پہلے عراق کے علامہ سید محمود شکری آلوسی نے "تحفہ اثنا عشریہ" کی عربی میں تلخیص کی تھی جو "مختصر التحفۃ الاثنی عشریۃ" کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ بعد میں مصر کے جلیل القدر عالم شیخ محی الدین الخطیب نے (جنہوں نے چند ہی برس پہلے وفات پائی ہے اور جن سے اللہ تعالیٰ نے شیعیت کے سلسلہ میں بہت کام لیا) اس کو ایڈٹ کیا اور تصحیح و تحشیہ اور مقدمہ کے اضافہ کے ساتھ شائع کرایا، اس میں انہوں نے ایران میں لکھے ہوئے قرآن کے ایک قلمی نسخہ سے لیا ہوا ایک سورہ (سورۃ الولایہ) کا فوٹو بھی شائع کیا ہے (جو موجودہ قرآن میں نہیں ہے) اس کے بارے میں انہوں نے لکھا کہ:

"پروفیسر نولدکی (NOELDEKE) نے اپنی کتاب تاریخ مصاحف قرآن۔۔
(HISTORY OF THE COPIES OF THE QURAN) میں اس سورہ کو شیعہ فرقہ کی معروف کتاب "دبستان مذاہب" (فارسی، مصنفہ محسن فانی کشمیری) کے حوالے سے نقل کیا

ہے جس کے متعدد ایڈیشن ایران میں شائع ہوچکے ہیں۔ مصر کے ایک بڑے ماہر قانون پروفیسر محمد علی سعودی نے مشہور مستشرق براؤن (BROWN) کے پاس ایران میں لکھا ہوا قرآن کا ایک قلمی نسخہ دیکھا تھا، اس میں یہ "سورۃ الولایہ" تھی۔ انہوں نے اس کا فوٹو لے لیا جو مصر کے رسالہ "الفتح" کے شمارہ نمبر 842 کے صفحہ نمبر 9 پر شائع ہوگیا تھا۔
شیخ محی الدین الخطیب نے اسی کا عکس اپنی کتاب کے ص 31 پر شائع کردیا ہے۔"

(بحوالہ مولانا محمد منظور نعمانی، ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت، ص 276۔277)

مولانا منظور نعمانی نے اس کا عکس جس کے بین السطور میں فارسی ترجمہ غیر واضح ہے، اپنی تصنیف "ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت" (مطبوعہ لاہور، مکتبہ مدنیہ) ص 278 پر شائع کردیا ہے جس کے الفاظ یوں ہیں۔

سورۃ الولایہ سبع آیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یایھا الذین آمنوا آمنوا بالنبی وبالولی الذین بعثناھما یھدیانکم الی صراط مستقیم۔ نبی و ولی بعضھما من بعض وانا العلیم الخبیر۔ ان الذین یوفون بعھدالله لھم جنت النعیم۔ والذین اذا تلیت علیھم آیتنا کانوا بآیاتنا مکذبین ان لھم فی جھنم مقاما عظیما۔ اذا نودی لھم یوم القیمۃ این الظالمون المکذبون للمرسلین۔ ماخلقھم المرسلین الا بالحق و ماکان الله لیظھرھم الی اجل قریب۔ وسبح بحمد ربک وعلی من الشاھدین۔

"اس سورۃ الولایہ کے بارے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علامہ نوری طبرسی نے بھی اپنی کتاب "فصل الخطاب" میں اس سورۃ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ ان سورتوں میں سے ہے جو قرآن مجید سے ساقط کردی گئی ہیں، (فصل الخطاب ص 22)۔

(بحوالہ مولانا منظور نعمانی: ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت، ص 278)۔

علامہ نوری طبرسی کی شہرہ آفاق تصنیف "فصل الخطاب" کے حوالہ سے مولانا منظور نعمانی کا بیان بڑا واضح اور جامع ہے اور اس کے چند اقتباسات کو من و عن نقل کرنا ناگزیر ہے۔

"ہم جیسوں کے لئے آسان بلکہ ممکن نہیں تھا کہ شیعہ علمائے متقدمین کی تصانیف حاصل کرکے ان کا مطالعہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ انتظام فرمایا کہ اب سے قریباً سوا سو سال پہلے جب شیعہ علماء نے عام طور سے عقیدہ تحریف سے انکار کی پالیسی اپنائی اور اس اہم مسئلہ میں اپنا عقیدہ وہی ظاہر کرنے لگے جو سنیوں کا ہمیشہ سے عقیدہ ہے (یعنی یہ کہ موجودہ قرآن بعینہٖ وہ کتاب اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی' اور اس میں ہرگز کوئی تحریف اور کمی بیشی نہیں ہوئی) تو ایک بہت بڑے شیعہ عالم' محدث اور مجتہد علامہ نوری طبرسی نے یہ محسوس کرکے کہ یہ اپنے اصل مذہب سے انحراف اور ائمہ معصومین کے ایک دو نہیں' سینکڑوں بھی نہیں' بلکہ ہزاروں ارشادات کے خلاف بغاوت ہے (اور شیعی دنیا کو اس وقت اس بارے میں تقیہ کی کوئی ضرورت اور مجبوری بھی نہیں ہے) اس موضوع پر ایک مستقل ضخیم کتاب حضرت علی مرتضٰی کی طرف منسوب شہر نجف اشرف میں خاص مشہد امیرالمومنین میں بیٹھ کر لکھی"۔

(منظور نعمانی' ایرانی انقلاب' امام خمینی اور شیعیت' ص 261-262)

(مصنف نے کتاب کے آخر میں لکھا ہے کہ وہ اس تصنیف سے جمادی الاخری 1292ھ میں فارغ ہوئے۔ (ایرانی انقلاب' 262' حاشیہ 1 از مولانا منظور نعمانی)۔

"اس کتاب کا نام ہے۔ "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب"۔

یہ اتنی ضخیم ہے کہ اگر اسے عام فہم اردو میں منتقل کیا جائے تو اندازہ ہے کہ اس کے صفحات ہزار سے کم نہ ہوں گے۔ کچھ اوپر ہی ہوں گے۔

اس کتاب کے مصنف علامہ نوری طبرسی نے اپنے شیعی نقطہ نظر کے مطابق اس دعویٰ کے ثبوت میں دلائل کے انبار لگادیئے ہیں کہ موجودہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے اور ہر طرح کی تحریف ہوئی ہے۔ اس میں سے بہت ساحصہ غائب اور ساقط بھی کیا گیا ہے' اور تحریف کرنے والوں (یعنی خلفائے ثلاثہ اور ان کے رفقاء) نے اس میں اپنی طرف سے اضافے بھی کئے ہیں اور ہر طرح کا تغیرو تبدل ہوا ہے' اور یہ کہ ہمارے ائمہ معصومین کی ہزاروں روایات یہی بتلاتی ہیں اور یہی ہمارے عام علمائے متقدمین کا عقیدہ اور موقف رہا ہے' اور انہوں نے اپنی تصانیف میں صراحت اور صفائی کے ساتھ اسی عقیدہ کا اظہار کیا ہے' بلکہ اس کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔

کتاب کے مصنف علامہ نوری طبرسی نے لکھا ہے کہ ہمارے علمائے متقدمین میں صرف چار ایسے افراد ملتے ہیں جنہوں نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ان کے طبقہ میں ان کے ساتھ کوئی پانچواں بھی نہیں ہے۔ پھر ان چار حضرات نے اپنے اختلافی موقف کے ثبوت میں جو کچھ لکھا تھا علامہ نوری طبرسی نے اس کا جواب بھی دیا ہے جو شیعہ حضرات کے لئے موجب اطمینان ہونا چاہئے۔

بہرحال یہ کتاب ایسی دستاویز ہے جس کے معائنہ کے بعد کسی بھی منصف مزاج کے لئے اس میں شک شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ مذہب شیعہ اور ائمہ معصومین کے ارشادات کی رو سے موجودہ قرآن قطعاً محرف ہے' اس میں اسی طرح تحریف ہوئی ہے جیسی کہ اس سے پہلی آسمانی کتابوں تورات و انجیل وغیرہ میں ہوئی تھی۔ نیز یہ کہ یہی عام شیعہ علمائے متقدمین کا موقف اور عقیدہ رہا ہے۔

اگر اس موضوع سے متعلق اس کتاب کی وہ تمام عبارتیں نقل کی جائیں جو نقل کرنے کے لائق ہیں تو اندازہ ہے کہ ان کے لئے پچاس صفحات بھی ناکافی ہوں گے۔ اس لئے بطور "مشتے نمونہ از خروارے" چند ہی عبارتیں نذر ناظرین کی جاتی ہیں۔"

(مولانا محمد منظور نعمانی: ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت' مکتبہ مدنیہ لاہور' ص 262-263)۔

"شیعی دنیا یں علامہ نوری طبرسی کا مقام و مرتبہ" کے زیر عنوان مولانا نعمانی فرماتے ہیں۔

"ہم یہاں اپنے ناظرین کو یہ بتلادینا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ "فصل الخطاب" کے مصنف علامہ نوری طبرسی کو جنہوں نے قرآن میں ہر طرح کی تحریف' کمی بیشی اور تغیرو تبدل ثابت کرنے کے لئے یہ کتاب تصنیف فرمائی) شیعی دنیا میں عظمت و تقدس کا یہ مقام حاصل تھا کہ جب 1320ھ میں ان کا انتقال ہوا تو ان کو نجف اشرف میں مشہد مرتضوی کی عمارت میں دفن کیا گیا' جو شیعہ حضرات کے نزدیک "اقدس البقاع" یعنی روئے زمین کا مقدس ترین مقام ہے۔

یہ علامہ نوری طبرسی اپنے دور میں شیعوں کے عظیم مجتہد ہونے کے ساتھ بہت بڑے محدث بھی تھے' ان کی مرتب کی ہوئی حدیث کی ایک کتاب "مستدرک الوسائل" ہے۔ یہ

بات پہلے ذکر کی جاچکی ہے کہ روح اللہ خمینی صاحب نے اپنی کتاب "الحکومۃ الاسلامیۃ" میں اپنے نظریہ "ولایۃ الفقیہ" کے سلسلے میں اس کا حوالہ بھی دیا ہے' اور وہاں علامہ نوری طبرسی کا ذکر پورے احترام کے ساتھ کیا ہے' حالانکہ وہ ان کی کتاب "فصل الخطاب" سے یقیناً واقف ہیں اور ہر شیعہ عالم واقف ہے۔

فصل الخطاب کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب یہ کتاب تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں شائع ہوئی تو ایران و عراق کے شیعہ علماء کی طرف سے جنہوں نے عقیدہ تحریف سے انکار کی پالیسی اپنائی تھی' اس کے خلاف بڑا ہنگامہ برپا کیا گیا اور معلوم ہوا ہے کہ اس کا جواب بھی لکھا گیا۔ علامہ طبرسی نے اس کے جواب میں بھی مستقل کتاب لکھی' اس کا نام ہے۔

"ردالشبہات عن فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب"

واقعہ یہ ہے کہ ان دو کتابوں نے شیعہ حضرات کے لئے عقیدہ تحریف سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔ و کفی اللہ المؤمنین القتال"۔

(مولانا منظور نعمانی: ایرانی انقلاب' امام خمینی اور شیعیت' ص 275-276)

اس سلسلے میں مزید فرماتے ہیں:-

"علامہ نوری طبرسی نے "فصل الخطاب" میں جو عبارتیں متقدمین اور متاخرین شیعہ علماء کی جو مذہب شیعہ میں سند کا درجہ رکھتے ہیں تحریف کے بارے میں نقل کی ہیں' ان میں تین باتیں صراحت اور صفائی کے ساتھ لکھی گئی ہیں جو بہت اہم ہیں اور اس مسئلہ پر غور کرتے وقت ان کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

(1) ایک یہ کہ قرآن میں تحریف اور کمی بیشی کی روایات (جو ائمہ معصومین کے ارشادات ہیں) متواتر ہیں۔ سید نعمت اللہ جزائری محدث کی تصریح کے مطابق دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں' اور علامہ مجلسی کے بیان کے مطابق ان کی تعداد مذہب شیعہ کی اساس و بنیاد مسئلہ امامت کی روایات سے کم نہیں زیادہ ہی ہے۔

(2) دوسرے یہ کہ یہ روایات اور ائمہ کے یہ ارشادات قرآن میں تحریف اور کمی اور تبدیلی کو ایسی صراحت اور صفائی کے ساتھ بتلاتے ہیں جس کے بعد کسی کے لئے شک شبہ کی اور کسی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی۔

(3) تیسرے یہ کہ اسی کے مطابق متقدمین علماء شیعہ کا عقیدہ رہا ہے۔ صرف چار حضرات نے اس سے اختلاف کیا ہے۔" (ایرانی انقلاب' ص 274)

"کیا کسی صاحب علم شیعہ کے لئے تحریف سے انکار کی گنجائش ہے؟" اس عنوان کے تحت مولانا نعمانی رقمطراز ہیں:-

"یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ تحریف کے بارے میں ائمہ معصومین کی ہزاروں روایات کے ہوتے ہوئے جن میں بہت بڑی تعداد "الجامع الکافی" جیسی معتبر ترین کتابوں میں ہے' اور مذہب شیعہ میں سند کا درجہ رکھنے والے اکابر علماء کے اس اعتراف اور اقرار کے باوجود کہ یہ روایات متواتر ہیں اور صراحتاً تحریف پر دلالت کرتی ہیں' اور انہی کے مطابق ہمارے علمائے متقدمین کا عقیدہ رہا ہے۔ کیا کسی صاحب علم اور باخبر شیعہ کے لئے تحریف سے انکار کی گنجائش رہتی ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ ہاں تقیہ کی بنیاد پر انکار کیا جاسکتا ہے' جس طرح شیعی روایات کے مطابق ائمہ نے ازراہ تقیہ اپنی امامت سے بھی انکار فرمایا ہے' اس لئے قیاس یہی ہے کہ ان چار حضرات نے تحریف سے انکار تقیہ ہی کی بنیاد پر کیا ہو۔ واللہ اعلم۔" (ایرانی انقلاب' ص 274-275)

علامہ نوری طبرسی نے روایات ائمہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن میں تورات و انجیل کی طرح تحریف و تغیر و تبدل ہوا ہے۔ اس سلسلے میں عظیم شیعہ عالم و مصنف سید نعمت اللہ جزائری کی بعض تصانیف کے حوالے سے یہ درج فرمایا ہے کہ اس سلسلہ میں احادیث و روایات ائمہ وغیرہ کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے اور اکابر علماء کی ایک جماعت نے مثلاً شیخ مفید' محقق داماد اور علامہ مجلسی نے ان حدیثوں کے مستفیض اور مشہور ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور شیخ طوسی نے بھی تبیان میں بصراحت لکھا ہے کہ ان روایتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

"روایات تحریف کے تواتر کا دعویٰ کرنے والے اکابر علماء شیعہ"

پھر کتاب کے آخر میں ان اکابر و اعاظم علماء شیعہ کا مصنف نے ذکر کیا ہے جنہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ قرآن میں تحریف اور تغیر و تبدل کی روایتیں متواتر ہیں اور بلاشبہ ان کا یہ دعویٰ شیعہ حضرات کی کتب حدیث کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔ مصنف رقم طراز ہیں۔

"وقد ادعی تواتره (ای تواتر وقوع التحریف والتغییر والنقص)

جماعة منهم المولی محمد صالح فی شرح الكافی حیث قال فی شرح ماورد ان القرآن الذی جاء به جبرئیل الی النبی سبعة عشر الف آیة' وفی روایة سلیم' ثمانیة عشر الف آیة مالفظه: واسقاط بعض القرآن و تحریفه ثبت من طرقنا بالتواتر معنی کمایظهر لمن تأمل من کتب الأحادیث من اولها الی آخرها. ومنهم الفاضل قاضی القضاة علی بن عبدالعالی علی ماحکی عنه السید فی شرح الوافیة بعد ما اورد علی اکثر تلک الأخبار بضعف الاسناد مالفظه: ان ایراد اکابر الاصحاب لأخبارنا فی کتبهم المعتبرة التی ضمنوا صحة مافیها قاض بصحتها فان لهم طرقا تصححها من غیر جهة الرواة کالاجماع علی مضمون المتن واحتفائه بالقرائن المفیدة للقطع...

ومنهم الشیخ المحدث الجلیل ابوالحسن الشریف فی مقدمات تفسیره۔

ومنهم العلامة المجلسی قال فی مرأة العقول فی شرح۔ باب انه لم یجمع القرآن کله الا الائمة علیهم السلام۔ بعد نقل کلام المفید مالفظه: والأخبار من طرق الخاصة والعامة فی النقص والتغییر متواترة۔

وبخطه علی نسخة صحیحة من الکافی کان یقرأها علی والده' علیها خطهما فی آخر "کتاب فضل القرآن" عند قول الصادق (ع): القرآن الذی جاء به جبرئیل علی محمد سبعة عشر الف آیة۔ مالفظه: لایخفی ان هذا الخبر وکثیر من الأخبار الصحیحة صریحة فی نقص القرآن وتغییره۔

وعندی ان الاخبار فی هذا الباب متواترة معنی وطرح جمیعها یوجب رفع الاعتماد عن الأخبار راسا۔ بل ظنی ان الاخبار فی هذا الباب لایقصر عن اخبار الامامة فکیف یثبتونها بالخبر؟

(نوری الطبرسی: فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب' ص 328-329' وراجع ایضا "ایرانی انقلاب' ص 270-273)۔

ترجمہ: ان روایات (یعنی قرآن میں تحریف و تغیرو تبدل اور اس کو ناقص بنائے جانے

کی روایات) کے متواتر ہونے کا دعویٰ ہمارے اکابر علماء کی ایک جماعت نے کیا ہے' جن میں سے ایک مولانا محمد صالح ہیں جنہوں نے شرح الکافی میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہ (وہ قرآن جو جبرئیل نبی کے پاس لائے تھے سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا' اور ایک راوی حدیث سلیم کی روایات کے مطابق' اٹھارہ ہزار آیات پر مشتمل تھا) فرمایا ہے: قرآن میں تحریف اور اس کے بعض حصوں کا ساقط کردیا جانا ہمارے طرق حدیث سے معنوی تواتر کے ساتھ ثابت ہے' جیسا کہ ہر اس شخص پر ظاہر ہے جس نے ہماری کتب احادیث کا ابتداء سے آخر تک غور سے مطالعہ کیا ہو۔

اور انہی (تحریف قرآن کے دعویدار علماء شیعہ) میں سے ایک صاحب فضیلت قاضی القضاۃ علی بن عبدالعالی بھی ہیں۔ جیسا کہ جناب سید نے "شرح وافیہ" میں ان سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے ان میں سے اکثر روایات کی سندوں کے ضعیف ہونے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ (ہمارے اکابر محدثین کا اپنی معتبر کتابوں میں جن کے مشتملات کی صحت کے وہ ضامن ہیں' ان روایات کو بیان کرنا ان کی صحت و درستگی کا فیصلہ کردیتا ہے' کیونکہ ان کے لئے روایات کی صحت ثابت کرنے کے لئے راویوں کے حال سے قطع نظر دوسرے طریقے بھی موجود ہیں۔ مثلاً" متن کے مضمون پر اجماع و اتفاق اور مثلاً" ایسے قرائن کی موجودگی جن سے ان کے مضمون کی صحت کا یقین حاصل ہوتا ہے۔

اور انہی میں سے ایک شیخ محدث جلیل ابوالحسن شریف ہیں جنہوں نے اپنی تفسیر کے ابتدائی مباحث میں ان روایات کے معنوی تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔

اور ہمارے انہی علماء کبار میں سے ایک علامہ مجلسی ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب مراۃ العقول' اصول کافی کے باب (پورا قرآن ائمہ علیہم السلام کے علاوہ کسی نے جمع نہیں کیا) کی شرح میں شیخ مفید کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: (قرآن میں کمی اور تبدیلی کے سلسلے میں خواص اور عام لوگوں کی سندوں سے جو روایات و احادیث نقل کی گئی ہیں وہ متواتر ہیں)۔

اور کتاب الکافی کے اس صحیح نسخے پر جسے وہ اپنے والد کے سامنے پڑھتے تھے اور جس پر ان دونوں باپ بیٹے کے قلم کی تحریر موجود ہے۔ (الکافی کے حصہ) کتاب فضل القرآن کے اختتام پر جہاں امام جعفر صادق کا یہ قول روایت کیا گیا ہے کہ (جو قرآن جبرئیل محمد کے پاس

لائے تھے اس میں سترہ ہزار آیات تھیں) علامہ مجلسی نے اپنے قلم سے لکھا ہے کہ: ظاہر ہے کہ یہ حدیث اور اس کے علاوہ بہت سی دیگر صحیح احادیث صراحت کے ساتھ یہ بتلاتی ہیں کہ قرآن میں کمی اور تبدیلی کی گئی ہے۔

اور میرے (مجلسی کے) نزدیک اس باب میں احادیث معنی کے لحاظ سے درجہ تواتر کی حامل ہیں' اور ان سب کو نظرانداز دینے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ احادیث و روایات پر سے اعتماد بالکل اٹھ جائے گا' بلکہ میرا گمان ہے کہ اس باب (تحریف قرآن) کی احادیث امامت کی احادیث و روایات سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ پس ان متواتر روایات تحریف کو جھٹلا کر احادیث و روایات سے مسئلہ امامت بھی کیونکر ثابت کیا جاسکے گا۔

علامہ طبرسی نے کتاب الکافی کے مؤلف علامہ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی اور ان کے شیخ علی بن ابراہیم قمی کا تحریف قرآن کے قائل علماء میں سب سے پہلے ذکر فرمایا ہے۔ واضح رہے کہ یہ دونوں حضرات وہ ہیں جنہوں نے شیعی نظریہ کے مطابق غیبت صغری کا پورا زمانہ پایا ہے بلکہ ان کے تذکرہ نویسوں کے بیان کے مطابق ان دونوں نے گیارہویں امام معصوم حسن عسکری کا بھی کچھ زمانہ پایا ہے۔

اس کے بعد علامہ طبرسی نے پورے پانچ صفحے میں دوسرے ان متقدمین اکابر علماء شیعہ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اپنی تصانیف میں تحریف و تغیر و تبدل کا دعویٰ کیا ہے ان کی تعداد تمیں چالیس سے کم نہ ہوگی' زیادہ ہی ہوگی۔ (ایرانی انقلاب' ص 266)۔

تاہم اس رائے سے اختلاف کرنے والے معدودے چند علماء کا ذکر یوں کیا ہے۔

"نعم و خالف فیھا المرتضیٰ والصدوق والشیخ الطبرسی۔" (فصل الخطاب' ص 30)

ہاں اس رائے (تحریف قرآن) سے شریف مرتضیٰ' شیخ صدوق اور شیخ طبرسی نے اختلاف کیا ہے۔ آگے چل کر چوتھا نام ابو جعفر طوسی کا درج کیا ہے' اور تحریف کے انکار کے سلسلے میں ان سب کی عبارتیں نقل کر کے مصنف نے سب کا جواب دیا ہے۔

ملحوظ رہے کہ یہ چاروں حضرات' ابو جعفر یعقوب کلینی اور ان کے شیخ علی بن ابراہیم قمی سے کافی متاخر ہیں۔ پھر ان میں سب سے متاخر ابو علی طبرسی ہیں (ان کا سن وفات 548 ہے) انہوں نے تحریف سے انکار کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا تھا اس کا جواب دینے کے بعد مصنف علامہ نوری طبرسی نے لکھا ہے۔

"والی طبقته لم یعرف اختلاف صریحا الامن هذه المشائخ الاربعة۔"
(فصل الخطاب' ص 34 و ایرانی انقلاب' ص 267)

ترجمہ: اور ابو علی طبرسی کے طبقہ تک (یعنی چھٹی صدی ہجری کے وسط تک) ان چار مشائخ کے علاوہ کسی کے متعلق یہ معلوم نہیں کہ اس نے اس مسئلہ میں صریحاً اختلاف کیا ہو۔

مزید لکھا ہے:

"ولم یعرف من القدماء خامس لھم۔" (فصل الخطاب' ص 38)۔ ان چار کے ساتھ علمائے متقدمین میں کوئی پانچواں ان کا ہم خیال معلوم نہیں ہو سکا۔

ان تمام تفصیلات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ تحریف قرآن کا اجتماعی عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کے تمام علمائے متقدمین اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن مجید میں مختلف قسم کی کمی بیشی' تحریف و تبدیل' کلمات و آیات و سور و ترتیب میں ہوئی ہے۔ اصل نسخہ قرآن جو امام علی نے جمع کیا تھا' تنہا وہی غیر تحریف شدہ نسخہ ہے جو بارہویں امام غائب محمد المہدی کے پاس محفوظ ہے اور جب وہ ظہور فرمائیں گے تو اس قرآن کو ساتھ لائیں گے' تب تک حکم ائمہ ہی کے مطابق موجودہ تحریف شدہ قرآن کی تلاوت جاری و ساری رہے گی' اور جن چار علماء و مجتہدین نے اپنی احادیث کے مستند ترین مجموعہ کتاب الکافی کی سینکڑوں احادیث و روایات سمیت دو ہزار سے زائد روایات ائمہ وغیرہ کو جھٹلاتے ہوئے عقیدہ تحریف قرآن کا انکار کیا ہے یا جنہوں نے بعد ازاں ان کی تائید کی ہے' وہ محض تقیہ و مصلحت کی بنا پر ہے' جس کا ثبوت ان کے اس "مصحف فاطمہ" پر ایمان و اعتقاد سے بھی ملتا ہے جو وفات نبوی کے بعد جبرئیل علیہ السلام کے سیدہ فاطمہ زہراء سے ہمکلام ہونے اور سیدنا علی کے اسے قلمبند کر لینے کا نتیجہ ہے۔ اس طرح قرآن کی تکمیل کے بعد اور اختتام نبوت کے بعد بھی وحی ربانی کا سلسلہ جاری رہا اور تمام تاریخ انبیاء و عقیدہ ختم نبوت کے برعکس ایک محترم خاتون کو اس "مصحف" کے نزول کے لئے منتخب کیا گیا۔ وعلی ھذا القیاس۔

اس سلسلہ کلام میں امام خمینی کا یہ فرمان مصحف فاطمہ کے بارے میں شیعی نقطہ نظر اور عقیدہ تحریف کی مذکورہ بالا بحث کو سمجھنے میں مددگار ہو سکتا ہے۔

"ان للامام مقاما محمودا ودرجة سامية وخلافة تكوينية تخضع لولايتها و سيطرتها جميع ذرات الكون. وان من ضروريات مذهبنا ان لائمتنا مقاما لايبلغه ملك مقرب ولانبى مرسل. و بموجب مالدينا من الروايات والاحاديث فان الرسول الاعظم (ص) والائمة (ع) كانوا قبل هذا العالم انوارا فجعلهم الله بعرشه محدقين، وجعل لهم من المنزلة والزلفى مالا يعلمه الا الله. وقد قال جبرئيل، كماورد فى روايات المعراج، لودنوت انملة لاحترقت.

وقد ورد عنهم (ع): ان لنامع الله حالات لايسعها ملك مقرب ولانبى مرسل، ومثل هذه المنزلة موجودة لفاطمة الزهراء لابمعنى انها خليفة او حاكمة او قاضية فهذه المنزلة شئى آخر وراء الولاية و الخلافة والامرة.

(روح الله خمينى، الحكومة الاسلامية، ص 52-53، الحركة الاسلامية فى ايران، طبع بيروت).

ترجمہ: امام کے لئے وہ قابل تعریف مقام، بلند ترین درجہ اور خلافت تکوینی ہے جس کی ولایت و سلطنت و غلبہ کے سامنے کائنات کا ذرہ ذرہ سرنگوں ہے، اور ہمارے مذہب کے ضروری عقائد میں سے یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے ائمہ کو وہ بلند مقام حاصل ہے جس تک نہ تو کوئی مقرب فرشتہ پہنچ سکتا ہے اور نہ نبی مرسل۔

اور ہماری روایات و احادیث کے مطابق رسول اعظم (ص) اور ائمہ (ع) اس دنیا کی تخلیق سے پہلے نورانی وجود تھے جنہیں اللہ نے اپنے عرش پر جلوہ آراء فرمایا اور ان کو وہ قربت اور مقام عطاء فرمایا جس کا مکمل علم صرف اللہ ہی کو ہے، اور جبرئیل نے بھی، جیسا کہ روایات معراج میں آیا ہے۔ (ایک حد پر رک کر) کہہ دیا تھا کہ اگر میں ایک بالشت بھی آگے بڑھتا تو جل کر راکھ ہو جاتا۔

اور ان ائمہ (ع) سے یہ بھی روایت ہے کہ: ہماری اللہ کے ساتھ ایسی حالتیں ہوتی ہیں جن کی گنجائش کسی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کے لئے بھی نہیں ہے، اور یہی قدر و منزلت فاطمہ زہراء کے لئے بھی موجود ہے، اس معنی میں نہیں کہ وہ خلیفہ، حاکم یا قاضی ہیں بلکہ وہ

مقام، ولایت و خلافت و امارت سے ماوراء و بلند تر کوئی اور ہی مقام ہے۔

خمینی صاحب کے بیان اور سابقہ روایت جس میں چمڑے کے تھیلے جفر میں انبیاء بنی اسرائیل کے علوم، ائمہ کے پاس محفوظ ہونے کا ذکر تھا، ان دونوں کے بعد مصحف فاطمہ پر اہل تشیع کا ایمان اور وفات نبوی کے بعد آمدورفت جبرئیل برائے فاطمہ زہراء نیز معجزات ائمہ پر اعتقاد کو سمجھنا کوئی مشکل مسئلہ نہیں رہتا، اور اس تناظر میں دور جدید میں تقیہ و مصلحت کے طور پر امام خمینی وغیرہ شیعہ علماء کا موجودہ قرآن کو غیر تحریف شدہ قرار دینا اور ساتھ ہی مصحف فاطمہ و کائنات کے ذرے ذرے پر ائمہ کے تسلط و حکومت کا عقیدہ جن تضادات کا حامل ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ ڈاکٹر موسوی لکھتے ہیں۔

"دنیا نے شیعہ مذہب کے ایک مقتدر عالم کو طہران میں شیعہ عوام کے سامنے براہ راست نشر ہونے والے خطاب میں یہ کہتے ہوئے سنا۔

"جبریل حضرت فاطمہ الزہراء کے پاس ان کے والد گرامی کی وفات کے بعد آتے تھے اور بہت سے معاملات کے متعلق انہیں خبریں دیتے تھے، (اصلاح شیعہ، ص 267-268)۔

بہرحال امام خمینی اس کے باوجود فرماتے ہیں جیسا کہ ایران کے عظیم مجتہد شیخ جعفر سبحانی کا بیان ہے۔

"فى احد الايام قال الامام: ان المرحوم الميرزا الشيرازى لو كان على قيد الحياة اثناء نشر كتاب (فصل الخطاب) لكان قد فند هذا الكتاب وأُفقده كل قيمة و اعتبار، ولاعلن انه ليس سوى حفنة من الروايات المرسلة والضعيفة التى كانت مورد اعتراض المحققين الاسلاميين منذ اليوم الاول".

(الشيخ جعفر السبحانى: ملامح القرآن و ابعاده المختلفة فى راى الامام الخمينى، مطبوعه مجلة "التوحيد" عربى ايڈيشن، طهران، ذوالقعدة۔ ذوالحجة 1410ھ، ص 80-81)۔

ترجمہ: ایک روز امام خمینی نے فرمایا: مرحوم مرزا شیرازی اگر کتاب "فصل الخطاب" کی اشاعت کے وقت زندہ ہوتے تو وہ اپنے دلائل سے اس کتاب کی دھجیاں بکھیر دیتے اور اس کو کسی اعتبار اور قدر و قیمت کے لائق نہ چھوڑتے، اور امام خمینی نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ فصل

الخطاب میں مٹھی بھر مرسل یا ضعیف روایات کے سوا کچھ بھی نہیں جو ابتدائی زمانہ ہی سے اسلامی محققین کے اعتراض و تنقید کا نشانہ بنتی رہی ہیں۔

امام خمینی کے اعلان عدم تحریف قرآن کے حوالہ سے جعفر سبحانی یہ بھی نقل فرماتے ہیں۔

"ثم یتطرق الامام الی الروایات المختلفة" المبثوثة" فی کتب الفریقین حول قضیة التحریف و یقسمها الی اربعة انواع:

1- بین ضعیف لا یستدل به۔

2- و مجعول تلوح منه آثار الجعل۔

3- و غریب یقضی منه العجب۔

4- و صحیح یدل علی ان مضمونه تفسیر الکتاب و تبیین معنی الآیة"

(نفس المرجع، ص 80)

ترجمہ: پھر امام نے فریقین کی کتب میں مسئلہ تحریف کے بارے میں موجود مختلف روایات کا جائزہ لے کر انہیں چار اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

1۔ ضعیف روایات جن سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

2۔ جعلی روایات جن کا جعلی ہونا صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔

3۔ غریب روایات جو باعث تعجب ہیں۔

4۔ صحیح روایات جو (متن قرآن کا حصہ نہیں بلکہ) تفسیر قرآن اور آیات کے معنی پر مشتمل ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

قطع نظر اس بات سے کہ خمینی صاحب نے شیعہ علمائے متقدمین کی اس غالب اکثریت کے بارے میں کوئی فتویٰ تکفیر جاری نہیں فرمایا جو عقیدہ تحریف قرآن کی حامل ہے، وہ صحیح روایات جو بقول امام خمینی تفسیر قرآن ہیں، اس کی مثال وہ آیات ہیں جو سابقہ صفحات میں مذکور بعض روایات میں بھی (فی علی وغیرہ) کے حوالہ سے آئی ہیں اور اگر انہیں تفسیر قرآن قرار دیا جائے تو اس سے بھی قرآن کی ایسی تشریحات سامنے آتی ہیں جو صحابہ کرام سے ثابت نہیں اور تحریف معنوی کے طور پر معروف ہیں، نیز صحابہ و تابعین نے اسے تفسیر کے طور پر بھی قبول نہیں کیا، اور شاہ ولی اللہ نے ایسی تشریحات کرنے والوں کو زندیق قرار دیا ہے۔

"وان اعترف به ظاهرا لکنه یفسر بعض ماثبت من الدین ضرورة بخلاف مافسره الصحابة والتابعون واجمعت علیه الامة فهو الزندیق۔

(المسوی، شرح الموطا للامام مالک، ج 2، ص 110، طبع دہلی 1293ھ)۔

اور اگر کوئی شخص بظاہر دین اسلام کو مانتا ہو مگر بعض ایسی دینی حقیقتوں کی جو ضروریات دین میں سے ہیں، ایسی تشریح اور تاویل کرتا ہے جو صحابہ و تابعین اور اجماع امت کے خلاف ہے تو اس کو زندیق کہا جائے گا۔

آگے اس حوالہ سے شیعہ عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد زندیق کے بارے میں آخر میں فرماتے ہیں۔

"وقد اتفق جماهیر المتاخرین من الحنفیة والشافعیة علی قتل من یجری ذلک المجری۔"

(المسوی شرح الموطا، جلد 2، ص 110، طبع دہلی 1293ھ)۔

اور جمہور متاخرین حنفیہ و شافعیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسے لوگ اسلامی قانون کی رو سے سزائے موت کے مستحق ہیں۔

شیخ جعفر سبحانی حضرت عثمان کے زمانہ میں امت کو ایک قرآن پر جمع کرنے کے بارے میں خمینی صاحب سے روایت کرتے ہیں۔

کان الامام طیلة فترة بحثه، یعتقد ان القرآن الکریم لم یکن له الا نص واحد وقرأة لا اکثر، وان النبی الاکرم (ص) لم یعلم الناس غیر قرأة واحدة فحسب، واذا کان قد حصل ما حصل فی زمن الخلیفة الثالث فانه لم یکن سوی توحید لفظ مفردات القرآن و ذلک حسب لهجة قریش لان القرآن الکریم نزل بلهجة ام القری ولا ریب فی ان تلک اللهجة یجب ان تبقی مصانة"۔

(جعفر سبحانی: ملامح القرآن، مطبوعة" عربی مجلة" التوحید، طهران، ذوالقعدة۔ ذوالحجة، 1410ھ، ص 81)۔

ترجمہ: امام خمینی اپنی تحقیق کے تمام دور میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ قرآن کریم کی نص و قرات ایک ہی تھی، ایک سے زیادہ نہیں، اور نبی اکرم (ص) نے لوگوں کو صرف ایک ہی طرز

کی قرات قرآن کی تعلیم دی۔ خلیفہ ثالث کے زمانہ میں جو کچھ اس سلسلے میں ہوا وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا کہ قرآن کے مفردات کے تلفظ کو قریش کے لہجہ و زبان کے مطابق یکساں (کرکے اختلاف قرأت دور) کردیا گیا' کیونکہ قرآن ام القری (مکہ) کے لہجہ میں نازل ہوا تھا اور بے شک اس لہجہ کو محفوظ و باقی رکھنا لازم تھا۔

اس اقتباس میں نام لئے بغیر اور "رضی اللہ عنہ" کے بغیر سیدنا عثمان کا جو ذکر خلیفہ ثالث کہ کر کیا گیا ہے' اس سے صرف منصب خلافت پر ان کا دنیاوی غلبہ و تسلط مراد ہے' ورنہ شرعاً سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان کی امامت و خلافت کے بجائے خمینی صاحب اور اہل تشیع سیدنا علی ہی کو امام اول و خلیفہ بلا فصل تسلیم کرتے ہیں۔ نیز اس اعتراف لہجہ قریش و قرات قرآن کے بعد بھی پوری امت کے برعکس سورۃ المائدہ کی آیت وضوء میں "ارجلکم" (زبر کے ساتھ) پڑھ کر تشریح میں (زیر کے ساتھ) ماننا اور پاؤں دھونے کے بجائے مسح پر اصرار کئے جانا کیا اس شیعہ نقطہ نظر کو ماننے کی دلیل نہیں کہ یہ قرات امام مہدی کے اصل نسخہ قرآن لانے تک مجبوراً کی جاتی ہے' اصل قرات زیر کے ساتھ ہی مانتے ہیں اور پاؤں کے مسح پر ان کا عمل ان کے اس شیعی اثنا عشری موقف کی شہادت دیتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگرچہ امام خمینی نے علامہ نوری طبرسی کی اپنی تصنیف "فصل الخطاب" میں بیان کردہ روایات تحریف قرآن کو مشکوک و ضعیف قرار دیا ہے' مگر عقیدہ تحریف قرآن کے شدت سے قائل علامہ نوری طبرسی کو کافر یا قابل مذمت قرار دینے کے بجائے انہیں بحیثیت محدث مستند اور قابل اعتبار جانتے ہوئے ان کی تصنیف "مستدرک الوسائل" سے حدیث نقل فرمائی ہے حالانکہ عقیدہ تحریف قرآن کا حامل نوری طبرسی اگر تحریف قرآن کے سلسلہ میں مشکوک و ضعیف شیعہ احادیث نقل کرتا ہے تو وہ علم الحدیث میں کیونکر قابل اعتبار قرار دیا جاسکتا ہے۔ بہرحال تقیہ و تضاد بیانی کے مظہر امام خمینی اپنی مشہور تصنیف "الحکومۃ الاسلامیۃ" میں شیعہ حدیث "الفقھاء امناء الرسل الخ" کے مراجع درج فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"الکافی' کتاب فضل العلم' الباب 13' الحدیث 5' وھذا من جملہ مارواہ النراقی وقد رواہ المرحوم النوری فی "مستدرک الوسائل" فی الباب 38 من ابواب مایکتسب بہ' الحدیث 8 نقلاً عما ورد فی کتاب النوادر

للراوندی بسند صحیح عن الامام موسی بن جعفر علیھما السلام۔ وکذلک نقلاً عن کتاب "دعائم الاسلام" فی الباب 11 من ابواب صفات القاضی' الحدیث 5 عن الامام جعفر بن محمد علیھما السلام"۔

(الخمینی' الحکومۃ الاسلامیۃ' مطبوعۃ الحرکۃ الاسلامیۃ فی ایران' ص 67' حاشیہ 1)

ترجمہ :۔ "الکافی' کتاب فضل العلم' باب 13' حدیث 5۔ اور یہ نراقی کی روایات میں سے ہے۔

نیز اس حدیث کو نوری مرحوم نے "مستدرک الوسائل" (باب 38' من ابواب مایکتسب بہ' حدیث 8) میں روایت کیا ہے' انہوں نے اسے راوندی کی کتاب النوادر سے صحیح سند کے ساتھ امام موسیٰ بن جعفر علیھما السلام سے روایت کیا ہے۔ نیز کتاب "دعائم الاسلام" (باب 11' من ابواب صفات القاضی' حدیث 5) سے نقل کرکے امام جعفر بن محمد علیھما السلام سے روایت کیا ہے۔

علامہ نوری طبرسی سے پہلے گیارہویں صدی ہجری کے عظیم شیعہ مجتہد اعظم و خاتم المحدثین علامہ باقر مجلسی جو تحریف قرآن کے شدت سے قائل ہیں اور بیس جلدوں میں عربی شیعہ دائرۃ المعارف "بحار الانوار" نیز عربی و فارسی میں بہت سی شیعہ کتب کے مؤلف ہیں۔ انہیں مرحوم و قابل احترام قرار دیتے ہوئے امام خمینی غیر عربی دان ایرانیوں کو ان کی فارسی تصانیف کے مطالعہ کی تلقین فرماتے ہیں تاکہ شیعہ مذہب پر معترضین کے اعتراضات کا جواب دے سکیں اور لاجواب ہونے سے بچ جائیں۔

"کتاب ھای فارسی را کہ مرحوم مجلسی برای مردم پارسی زبان نوشتہ بخوانید تا خود را مبتلا بیک ہمچو رسوائی بیخردانہ نکنید۔" (خمینی' کشف اسرار' ص 152' مطبوعہ ایران' 15 ربیع الثانی' 1363ھ)۔

ترجمہ :۔ مجلسی مرحوم نے فارسی دان لوگوں کے لئے جو کتب فارسی زبان میں لکھی ہیں ان کا مطالعہ کرو تاکہ اپنے آپ کو احمقانہ طور پر ذلت و رسوائی میں مبتلا ہونے سے بچاسکو۔

انہی علامہ مجلسی کی ضخیم عربی تصنیف "بحارالانوار" کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"کتاب بحار الانوار کہ تالیف عالم بزرگوار و محدث عالی مقدار محمد باقر مجلسی است مجموعہ ایست از قریب چہار صد کتاب و رسالہ"۔

(خمینی 'کشف اسرار' ص 404-405)۔

ترجمہ :۔ کتاب بحار الانوار جو عالم بزرگوار اور محدث عالی مرتبت محمد باقر مجلسی کی تالیف ہے' تقریباً چار سو کتب و رسائل (احادیث) کا مجموعہ ہے۔

ان مثالوں سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ علامہ باقر مجلسی اور نوری طبرسی جیسی عقیدہ تحریف قرآن کی حامل اثنا عشری علماء کی غالب اکثریت کو نہ صرف امام خمینی جیسے بظاہر تحریف قرآن کا انکار کرنے والے شیعہ علماء نے کافر اور قابل مذمت قرار نہیں دیا بلکہ انہیں قابل احترام شیعہ محدثین و مجتہدین و مؤلفین اور مستحق مغفرت مرحومین تسلیم کیا ہے۔ حالانکہ ان کی تصانیف' تحریف قرآن اور تکفیر و تفسیق صحابہ کرام پر مبنی زہریلے مواد سے پر ہیں۔ اس طرح خود امام خمینی جیسے علماء کا موجودہ قرآن کو درست اور غیر تحریف شدہ قرار دینے کا ظاہری دعویٰ مشکوک اور تقیہ و تضاد کا حامل قرار پاتا ہے۔

تحریف و عدم تحریف قرآن ہی کے حوالہ سے اہل تشیع کی تضاد بیانی کی ایک اور مثال عصر جدید کے مجتہد اعظم آیتہ اللہ العظمیٰ ابوالقاسم خوئی کی مشہور تفسیر "البیان" کے درج ذیل دو اقتباسات ہیں جن میں سے پہلے میں مختلف علماء کی آراء پیش کرکے فرماتے ہیں:

"ہمارے مذکورہ بیان سے قاری پر بخوبی واضح ہوگیا ہوگا کہ تحریف قرآن کی حدیث خرافات میں سے ہے' اس کا قائل یا تو کوئی ضعیف العقل ہوسکتا ہے یا جس نے اس کے تمام پہلوؤں پر کماحقہ غور نہ کیا ہو یا وہ شخص جو مجبور ہو' صرف اس قسم کے لوگ اس قول کو پسند کرتے ہیں۔ کسی بھی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرہ کردیتی ہے۔ کوئی بھی عقلمند' انصاف پسند اور غور و فکر سے بہرہ ور شخص اس میں شک نہیں کرے گا کہ یہ رائے باطل اور خرافات ہے۔" (تفسیر البیان للامام الخوئی' ص 259)۔

دوسری رائے بھی اسی کتاب کے صفحہ 222 پر مذکور ہے:

"اس بات میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس ایک مصحف موجود تھا جس کی سورتوں کی ترتیب موجودہ قرآن سے بالکل متضاد تھی۔ سربرآوردہ علماء کا اس پر اتفاق ہمارے لئے کافی ہے۔ اس کے اثبات کے لئے مزید کسی تکلف کی

ضرورت نہیں۔ ایسے ہی یہ بات (کہ اس قرآن میں کچھ زائد چیزیں تھیں جو اس وقت موجود قرآن میں نہیں ہیں) بھی اگرچہ درست ہے مگر یہ اس امر کی دلیل نہیں بن سکتی کہ وہ زائد چیزیں قرآن کا حصہ تھیں' اور انہیں تحریف کرکے اڑادیا گیا ہے' بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ زائد اشیاء تفسیر تھیں جو تاویل اور مفہوم کلام کے طور پر لکھی گئی تھیں یا مقصد قرآن تھا یا منشاء و مراد کی تشریح کے لئے وحی الہٰی تھی۔" (تفسیر البیان' ص 222)۔

مصحف فاطمہ (رض)

امام خمینی وفات نبوی کے بعد سیدہ فاطمہ کے پاس جبرئیل کی آمد' انہیں غیب کی خبریں دینے اور مصحف فاطمہ کی حدیث کو درست قرار دیتے ہوئے اس کے حق میں دلائل بھی دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں قرآن مجید کا خدا کا آخری کلام ہونا باطل قرار پاتا ہے۔ اپنی مشہور فارسی تصنیف "کشف الاسرار" میں سیدنا علی بن الحسین کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کرنے کے بعد دوسری حدیث یوں بیان فرماتے ہیں:

"یکی احادیث دیگر است کہ جبرئیل پس از فوت پیغمبر (ص) می آمد و اخبار از غیب برای فاطمہ می آورد و امیرالمومنین آنہارا مینوشت و آں مصحف فاطمہ است۔"

(امام خمینی: 'کشف اسرار' طبع ایران' 15 ربیع الثانی' 1363' ص 157)۔

ترجمہ :۔ ایک اور حدیث یوں ہے کہ جبرئیل پیغمبر (ص) کی وفات کے بعد آیا کرتے تھے اور سیدہ فاطمہ کے لئے غیب کی خبریں لایا کرتے تھے اور امیرالمومنین ان باتوں کو لکھ لیتے تھے' یہی مصحف فاطمہ ہے۔

تکمیل قرآن اور وفات نبوی کے بعد اس آمدورفت جبرئیل کے حق میں دلائل دیتے ہوئے "معنی پیغمبری چیست" کے زیر عنوان فرماتے ہیں:

"اما اشکال سوم کہ نمودہ اند کہ باید در صورت مراودہ ملائکہ با امام چہاردہ پیغمبر داشتہ باشیم ناشی از آں است کہ اینہا معنی پیغمبری را نمیدانند ازیں جہت گمان میکنند ھرکس ملائکہ را دید یا چیزی ازو آموخت پیغمبر میشود۔ وایں خطای بزرگی است زیرا معنی پیغمبری کہ در پارسی پیام بری است و در عربی رسالت یا نبوت است عبارت از آنست کہ خداوند عالم یا توسط ملائکہ یا بی واسطہ کسی را برانگیزد برای تاسیس شریعت واحکام و قانون گزاری در مردم' ھرکس چنیں شد پیغمبر یعنی پیام آور است چہ ملائکہ براو نازل شود یا نشود۔ وھرکس ایں سمت را نداشت و

ماموراین کار نبود پیغمبر نیست چہ ملائکہ رابیند یا نبیند۔ پس پیمبری با ملائکہ دیدن بہ ہیچ وجہ پیوند بہم نیست۔" (کشف اسرار' ص 159)۔

ترجمہ: (معترضین کا) تیسرا اشکال کہ امام کے پاس فرشتوں کی آمدورفت کی صورت میں ہمارے (چودہ معصومین کو) چودہ پیغمبر ہونا چاہئے' اس بناء پر ہے کہ یہ لوگ جو پیغمبری کا معنی نہیں جانتے' اس لحاظ سے یہ خیال کرتے ہیں کہ ہر شخص جو فرشتوں کو دیکھ لے یا اس سے کوئی چیز سیکھ لے پیغمبر بن جاتا ہے' مگر یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ پیغمبری جس کا معنی فارسی میں پیغام رسانی ہے اور عربی میں رسالت یا نبوت کو کہتے ہیں۔ اس بات سے عبارت ہے کہ خداوند عالم فرشتوں کے ذریعے یا بلاواسطہ کسی کو لوگوں کے درمیان تاسیس شریعت و احکام اور قانون گزاری کے لئے مبعوث فرمائے' اور جو کوئی ایسا ہو وہ پیغمبر یعنی پیغام لانے والا ہے' خواہ فرشتے اس پر نازل ہوں یا نہ ہوں' اور ہر وہ شخص جو اس ذمہ داری کا حامل نہیں اور جس کو اس کام پر مامور نہیں کیا گیا وہ پیغمبر نہیں ہے خواہ اسے فرشتے نظر آتے ہوں یا نہ ہوں۔ پس پیغمبری کا فرشتوں کو دیکھنے سے کسی لحاظ سے بھی کوئی تعلق نہیں۔

مزید دلائل سے یہ ثابت کرتے ہوئے کہ غیر نبی کے پاس فرشتے آسکتے ہیں اور غیب کی خبریں دے سکتے ہیں' آخر میں عنوان باندھتے ہیں:

"نتیجہ سخناں ما و رسوائی یاوہ گوھا"

(ہماری گفتگو کا نتیجہ اور یاوہ گوؤں کی رسوائی)

اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"جملہ سخن آنکہ پیمبری کہ شغل قانون گزاری است از جانب خدا یا امامت کہ شغل حفظ قانون و بیان آں و تعلیم بمردمان است و دیدن و مراودہ باملائکہ و یاد گرفتن چیزی از علم غیب یا غیر آں ہیچیک پیوستہ بہم نیست۔ ممکن است یکی از ملائکہ خبرھای یاد گیرد از آیندہ و گزشتہ و علمھای فراگیرد' و پیغمبر و امام نباشد مثل مریم کہ خبرھای عیسی و نبوت او گفتہ و گفتہ ھا و معجزہ ھای او را از ملائکہ فراگرفت درصورتی کہ نہ پیغمبر بود و نہ امام۔ پس اگر بکرامت پیغمبر اسلام کہ بزرگترین پیمبران جہان است و اشرف موجودات عالم امکان است خدای عالم ملائکہ بفرستد و دختر او را تسلیت از مردن پدر و آنھمہ رنج ھا کہ امت پدرش باو وارد کردند بدھند' ، از اخبار عالم و غیب ھا باو اطلاع دھند کجای عالم بھم می خورد و چرا لازم میاید کہ پیغمبر

چہاردہ نفر شود۔ چہ شد کہ شماہا این معلومات سرشار و خرد بی پایان گاھی کارھای خدای را تعیین میکنید و پیغمبر تراش میشوید۔ بہتر این نبود کہ پا از گلیم خود دراز نکردہ بیخود مارا بزحمت نمیانداختید"۔ (امام خمینی کشف اسرار' ص 161)

ترجمہ :۔ خلاصہ کلام یہ کہ پیغمبری جو کہ خدا کی جانب سے قانون پہنچانے کا منصب ہے نہ تو امامت سے باہم وابستہ ہے جو حفاظت بیان قانون اور لوگوں کو اس کی تعلیم دینے کا نام ہے اور نہ ہی پیغمبری کا فرشتوں کو دیکھنے اور ان کی آمدورفت یا علم غیب میں سے کوئی چیز یاد کرلینے یا کسی دیگر ایسی ہی بات سے کوئی لازمی تعلق ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص فرشتوں سے سن کر ماضی و مستقبل کی خبریں یاد کرلے اور علوم حاصل کرلے' مگر وہ پیغمبر یا امام نہ ہو مثلاً مریم کہ عیسی اور ان کی نبوت کی بات کی اور کلام و معجزات عیسی کو فرشتوں سے حاصل کیا حالانکہ نہ وہ پیغمبر تھیں اور نہ امام۔

پس اگر پیغمبر اسلام کی کرامت سے جو کہ تمام انبیائے عالم میں عظیم ترین ہیں اور عالم امکان کے اشرف الموجودات ہیں' خداوند عالم فرشتے بھیجتا ہے جو آپ کی بیٹی کو والد کی وفات اور اس تمام رنج و غم پر جو ان کے والد کی امت کی جانب سے انہیں پہنچا' تسلی دیتے ہیں اور واقعات عالم اور اخبار غیب کی انہیں اطلاع دیتے ہیں اس سے کسی عالم کو کہاں سے یہ دلیل ملتی ہے اور کیونکر لازم آتا ہے کہ چودہ معصومین چودہ پیغمبر قرار پائیں۔

اپنے تئیں ان معلومات سرشار و عقل بے پایاں سے کیا تم کبھی خدا کے کاموں کا تعین کروگے اور خدا تراش بنوگے اور کبھی کار پیغمبر کا تعین کرکے پیغمبر تراش بنتے ہو اس سے تو یہ بہتر نہیں کہ پاؤں اپنی گدڑی سے زیادہ دراز نہ کرو اور خواہ مخواہ ہمیں زحمت میں نہ ڈالو۔

امام خمینی کی ان تشریحات سے بخوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ شیعہ علماء نہ صرف تکمیل وحی قرآنی اور وفات نبوی کے بعد مصحف فاطمہ کے نام سے ایک علیحدہ آسمانی کتاب (مصحف فاطمہ) پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بعد اپنے اماموں کے پاس فرشتوں کی آمدورفت اور ان کو غیب کی خبریں اور احکام پہنچانے کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔

عقیدہ تحریف قرآن کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے خدا کا آخری کلام ہونے کا ہی سرے سے انکار کرنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بعد فرشتہ اور وحی کا سلسلہ

جاری رہنے پر اصرار کرنا نہ صرف قرآن پر ایمان کو بے معنی بنا دیتا ہے بلکہ انکار ختم نبوت کے حوالہ سے کسی جھوٹے نبی پر ایمان کی طرح کسی غیر نبی کے لئے فرشتہ و وحی و اخبار غیب کے سلسلہ کے جاری رہنے کا اقرار کرنا بھی اسی نوعیت کا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سنگین جرم اور کفر ہے اور اس سلسلہ میں سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کے پاس فرشتوں کے آنیکا حوالہ دینا دیگر دلائل سے قطع نظر اس لحاظ سے بھی غلط قرار پاتا ہے کہ سیدہ مریم کا زمانہ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کا ہے' اس سے اگر یہ ثابت کر بھی دیا جائے کہ غیر نبی کے پاس کبھی فرشتہ آیا تھا' تب بھی خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہ سمیت کسی بھی عظیم سے عظیم ہستی کے پاس فرشتہ و وحی کی آمد پر ایمان رکھنا خدا کے آخری کلام قرآن مجید اور خدا کے آخری نبی محمد صلی اللہ وسلم کی ختم نبوت دونوں پر ایمان کے منافی کافرانہ عقیدہ ہے۔

ان تمام تفصیلات کے بعد تحریف قرآن کو غلط قرار دینے والے اور تقیہ و مصلحت کی بنا پر موجودہ قرآن کو درست تسلیم کرنے کا اعلان کرنے والے علماء اثنا عشریہ کے حوالہ سے درج ذیل نقاط قابل غور ہیں۔

1۔ قرآن مجید کے بعد سنت رسول و ائمہ معصومین کے سلسلہ میں کتاب "الکافی" بارہ اماموں کے ماننے والے اہل تشیع کے نزدیک احادیث کا مستند ترین مجموعہ ہے' جسے شیعی روایات کے مطابق بارہویں امام محمد المھدی کی تصدیق و تائید بھی حاصل ہے۔ اس اہم ترین کتاب میں روایات ائمہ کے حوالہ سے سینکڑوں احادیث تحریف قرآن کی موجودگی بجائے خود شیعہ اثنا عشریہ کے عقیدہ تحریف قرآن کا ناقابل تردید ثبوت ہے' ورنہ تحریف قرآن کی ان سینکڑوں روایات کو ضعیف و مشکوک قرار دینا اور قرآن کے بارے میں اس قسم کی کافرانہ روایات بیان کرنے والے منکرین صحت قرآن راویان کو شاہد و عادل سمجھتے ہوئے انہی سے امامت و دیگر امور میں روایات قبول کرنا چہ معنی دارد؟ اور مؤلف کافی جناب ابو جعفر یعقوب کلینی کا ان روایات کو بلا تحقیق اپنی اس تصنیف میں شامل کر کے ان کی تائید کرنا کیا خود کلینی کو عقیدہ تحریف قرآن کی بنیاد پر کافر قرار دینے کے لئے کافی نہیں؟ اور اگر اس کتاب کے حق میں امام غائب محمد المھدی کا قول "ھذا کاف لشیعتنا (یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے) موجود ہے تو انکار تحریف قرآن کیونکر ممکن ہے؟ نیز اگر "الکافی" جیسی امام مہدی کی

تصدیق شدہ کتاب کی سینکڑوں ہزاروں روایات ضعیف و مشکوک ہیں تو قرآن و آئمہ پر بہتان تراشی اور غلط روایات منسوب کرنے والے انہی شیعہ راویان کی بیان کردہ دیگر احادیث و روایات کیونکر غیر ضعیف اور غیر مشکوک قرار دی جاسکتی ہیں؟ اور اس صورت میں بقول علامہ مجلسی وغیرہ روایات و احادیث کا تمام تر ذخیرہ ہی مشکوک و ناقابل اعتبار قرار پانے سے کیونکر بچ سکتا ہے؟ اور نتیجہ کلام یہ کہ روایات صحیح ہونے کی صورت میں مذہب شیعی کی اساس اول قرآن اور غلط ہونے کی صورت میں اساس ثانی' سنت نیز خلط مبحث کی صورت میں ہر دو منہدم ہونے سے کیونکر بچ سکتی ہیں۔

2۔ چار پانچ علمائے متقدمین کو چھوڑ کر تمام شیعہ علمائے متقدمین کا بالاتفاق تحریف قرآن کی سینکڑوں روایات کو تواتر لفظی یا معنوی کے لحاظ سے درست قرار دینا بجائے خود اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ننانوے فیصد شیعہ علماء عقیدہ تحریف قرآن پر متفق و متحد ہیں۔ جن چند علمائے متقدمین نے ان کی اجماعی رائے سے اختلاف کیا وہ تقیہ و مصلحت کی بنا پر کیا اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انہوں نے بلا تقیہ و مصلحت صدق دل سے ایسا کیا تو پھر بھی ان کا قول اس لحاظ سے بے معنی ہے کہ وہ اسی کتاب "الکافی" مؤلف کافی اور تحریف کی معتقد غالب شیعہ اکثریت کو اپنے جلیل القدر محدثین و مفسرین و مجتہدین تسلیم کرتے ہیں حالانکہ عقیدہ تحریف قرآن کی تائید کرنے والی ہر شخصیت قابل اتباع و تعظیم ہونے کے بجائے قابل تکفیر ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تحریف و عدم تحریف قرآن کا مسئلہ شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک فی نفسہ بنیادی شرعی مسئلہ اور کفر و ایمان کے مابین حد فاصل نہیں اور معتقدین و منکرین تحریف قرآن ہر دو قسم کے شیعہ علماء و مجتہدین قابل تسلیم و اتباع اور واجب التعظیم والتقلید ہیں۔

اس کے برعکس بطور دلیل شیعہ صاحبان اہل سنت کی کتابوں کے حوالوں سے جو روایات یہ ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں کہ ان سے قرآن میں تحریف ثابت ہوتی ہے' ان کی بنیاد پر آج تک اہل سنت میں سے ایک آدمی بھی قرآن میں تحریف کا قائل نہیں ہوا' بلکہ تمام متقدمین و متاخرین اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص قرآن کی ایک آیت میں بھی تحریف کا قائل ہو' وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے' اس کے برخلاف اس بارے میں شیعوں کا جو حال ہے وہ.. بیان کیا جاچکا ہے۔

آخری بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ موجودہ قرآن پاک کا تحریف سے محفوظ بعینہ وہ کتاب اللہ ہونا جو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی وآلہ وصحبہ وسلم پر نازل ہوئی تھی خود قرآن سے اور اعلیٰ درجہ کے تواتر سے ثابت ہے، پس اگر بالفرض کوئی روایت کسی بھی کتاب میں ایسی ہو جس سے قرآن میں تحریف کا شبہ بھی پیدا ہوتا ہو، اور کوئی قابل قبول توجیہ بھی نہ کی جاسکتی ہو تو وہ قابل رد ہوگی۔ یہ اہل سنت کا مسلم اصول ہے، یہی صراط مستقیم ہے اور یہی عقل سلیم کا فیصلہ۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

(منظور نعمانی، خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، حصہ دوم، ص 60، مطبوعہ لاہور)

عقیدۂ تحریف کے بارے میں شیعہ علماء کا ایک پر فریب مغالطہ

اس عنوان کے تحت مولانا منظور نعمانی فرماتے ہیں۔

راقم سطور نے شیعوں کے عقیدۂ تحریف قرآن کے بارے میں استفتاء میں قریباً بیس صفحات پر (53 تا 71) جو کچھ لکھا ہے اور اس کے ساتھ کے مقدمہ میں اور پھر اس شمارے کے بھی گزشتہ صفحات میں جو کچھ لکھا گیا ہے اور اس سب سے پہلے "ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت" میں اسی موضوع پر 32 صفحات پر جو کچھ لکھا جاچکا ہے اس کے مطالعہ کے بعد کسی کے لئے اس بارے میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ شیعہ اثنا عشریہ کا ایمان اس حقیقت پر نہیں ہے کہ موجودہ قرآن، تحریف اور تغیر و تبدل سے محفوظ بعینہ وہی "کتاب اللہ" ہے جو سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم پر نازل ہوئی تھی، بلکہ ازروئے عقل بھی ان کے لئے اس حقیقت پر ایمان ممکن نہیں ہے۔

راقم سطور کا یہ بھی خیال ہے کہ اس کھلی اور غیر مشکوک حقیقت کو ان شیعہ علماء نے بھی محسوس کرلیا ہے جو موجودہ قرآن پر ایمان کا دعوی اور تحریف سے انکار کرتے ہیں، اسی وجہ سے اس مسئلہ کے بارے میں انہوں نے یہ رویہ اختیار کرلیا ہے کہ اپنے ائمہ معصومین کی دو ہزار سے زیادہ ان روایات کے بارے میں جن میں پوری صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں ہر طرح کی تحریف کا ہونا بیان کیا گیا ہے اور جن کے متعلق ان کے اکابر علماء نے اقرار کیا ہے کہ یہ روایات متواتر ہیں، اور ان ہی کے مطابق ہمارا اور ہمارے اکابر و مشائخ کا عقیدہ ہے، الغرض ان روایات اور اپنے اکابر علماء کے اس اقرار کے بارے میں کوئی معقول تحقیقی

جواب دینے کے بجائے وہ الزامی جواب کے طور پر سیوطی کی "الاتقان" اور "درمنثور" وغیرہ کے حوالوں سے وہ روایات پیش کرتے ہیں جن میں بعض صحابہ کرام سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم پہلے قرآن مجید میں یہ آیت پڑھا کرتے تھے (جو موجودہ قرآن میں نہیں ہے) واقعہ یہ ہے کہ ان شیعہ علماء و مصنفین کا یہ محض مغالطہ اور فریب ہے (جس میں بلاشبہ ان کو خاص مہارت حاصل ہے)۔

اس قسم کی روایتوں کے بارے میں تفصیلی بحث تو حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب فاروقی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف "تنبیہ الحائرین" میں دیکھی جائے۔ یہاں تو راقم سطور اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل چند مختصر باتیں لکھ دینا کافی سمجھتا ہے۔

1۔ اہل سنت کی طرح شیعہ علماء بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں جب قرآن مجید کے نزول کا سلسلہ جاری تھا تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک آیت نازل ہوتی اور اس کی تلاوت کی جاتی، پھر کچھ مدت کے بعد اللہ تعالی ہی کی طرف سے اس کے منسوخ کئے جانے کا حکم آجاتا جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ یہ آیت اتنی ہی مدت کے لئے نازل کی گئی تھی۔ (آیتوں کے اللہ تعالی کی طرف سے اس طرح منسوخ کئے جانے کا ذکر خود قرآن مجید سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 106۔ ماننسخ من آیہ، الایہ۔ میں بھی کیا گیا ہے)۔

پھر یہ نسخ کبھی اس طرح ہوتا کہ آیت کی تلاوت بھی منسوخ ہوجاتی اور اس کے ذریعہ آنے والا حکم بھی منسوخ ہوجاتا، اور کبھی ایسا ہوتا کہ صرف تلاوت منسوخ ہوتی اور حکم باقی رہتا، اور کبھی اس کے برعکس یہ بھی ہوتا کہ آیت کے ذریعہ آنے والا صرف حکم منسوخ ہوتا اور آیت قرآن مجید میں رہتی اور اس کی تلاوت بھی کی جاتی۔

نسخ کی ان تینوں صورتوں کا ذکر چھٹی صدی کے مشہور شیعہ عالم و مفسر ابو علی طبرسی نے اپنی تفسیر مجمع البیان میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 106۔ "**ماننسخ من آیة او ننسها نات بخیر منها او مثلها، الآیة**" کے ذیل میں اس طرح کیا ہے۔

والنسخ فی القرآن علی ضروب منها ان یرفع حکم الآیة وتلاوتها کما روی عن ابی بکرة انه قال کنا نقراء (لاترغبوا عن آبائکم فانه کفر بکم) ومنها ان تثبت الآیة فی الخط و یرفع حکمها کقوله تعالی (فان فاتکم شئ

من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم) فهذة ثابتة اللفظ فی الخط مرتفعة الحکم- ومنها ما یرتفع اللفظ ویثبت الحکم کاٰیة الرجم فقد قیل انها کانت منزلة فرفع لفظها-

قرآن میں نسخ کئی قسم کا ہوا ہے' ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ آیت کا حکم اور اس کی تلاوت دونوں منسوخ ہوجائیں' جیسا کہ ابو بکرہ (صحابی) سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم پڑھا کرتے تھے- **لاترغبوا عن آبائکم فانه کفر بکم-** اور نسخ کی دوسری صورت یہ ہے کہ آیت کے الفاظ کتابت میں باقی رہیں' مگر حکم منسوخ ہوجائے- اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے- **فان فاتکم شئی من ازواجکم الی الکفار "الاٰیة-** اس آیت کے الفاظ کتابت میں باقی ہیں مگر حکم منسوخ ہوگیا ہے- اور نسخ کی ایک تیسری صورت یہ ہے کہ آیت کی تلاوت منسوخ ہوجائے' لیکن حکم باقی رہے' جیسا کہ آیت رجم میں ہوا ہے- بیان کیا گیا ہے کہ رجم کی آیت نازل ہوئی تھی اس کے الفاظ منسوخ ہوگئے-

ابو علی طبرسی نے نسخ کی یہ تینوں صورتیں ذکر کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے-

قد ذکرنا حقیقه النسخ عندالمحققین-

ہم نے نسخ کی وہ حقیقت بیان کردی ہے جو محققین کے نزدیک مسلم ہے-

معلوم ہوا کہ قرآنی آیات میں نسخ کی ان تینوں صورتوں کے بارے میں ابو علی طبرسی نے جو کچھ لکھا ہے' وہ ان کی ذاتی رائے نہیں ہے' بلکہ عام محققین علمائے شیعہ اسی کے قائل ہیں-

اس کے بعد راقم سطور عرض کرتا ہے کہ "اتقان" اور "درمنثور" وغیرہ کے حوالوں سے جو روایتیں پیش کرکے شیعہ صاحبان ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اہل سنت کی کتابوں میں بھی تحریف کی روایتیں ہیں' حقیقت یہ ہے کہ ان روایتوں میں سے جو کسی درجہ میں قابل اعتبار ہیں ان میں نسخ کی انہی صورتوں کا ذکر ہے جن میں آیتوں کی تلاوت منسوخ ہوگئی ہے' خود علامہ سیوطی نے ان روایتوں کو نسخ کی اسی صورت کی مثال کے طور پر نقل کیا ہے-

الغرض ان روایتوں کی بنیاد پر یہ دعویٰ کرنا کہ اہل سنت کی کتابوں میں بھی تحریف کی روایتیں ہیں محض مغالطہ اور فریب ہے--- اس کے برخلاف شیعوں کے ائمہ معصومین کی دو ہزار سے اوپر جو روایتیں ہیں جن میں قرآن میں ہر طرح کی تحریف کا ہونا بیان کیا گیا ہے'

انکے بارے میں نسخ کی یہ بات نہیں کہی جاسکتی' ان میں سے بہت سی روایات میں تصریح ہے کہ قرآن میں یہ تحریف اور قطع و برید منافقین نے کی ہے جس سے قرآن کا حلیہ ہی بگڑ گیا ہے' راقم سطور کی کتاب "ایرانی انقلاب' امام خمینی اور شیعیت" میں وہ روایتیں دیکھی جاسکتی ہیں-

2- یہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ علامہ سیوطی کا طریقہ "اتقان" و "درمنثور" اور اکثر دوسری تصانیف میں بھی یہ ہے کہ وہ ہر طرح کی رطب و یابس روایات نقل کردیتے ہیں اور تنقید و تحقیق کا کام کتاب کا مطالعہ کرنے والے اہل علم کے لئے چھوڑ دیتے ہیں اور اسی لئے ان کتابوں میں کسی روایت کا ہونا ہرگز اس کی دلیل نہیں ہے کہ وہ قابل استناد ہے-

3- شیعہ صاحبان اہل سنت کی کتابوں کے حوالوں سے جو روایات یہ ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں کہ ان سے قرآن میں تحریف ثابت ہوتی ہے' ان کی بنیاد پر آج تک اہل سنت میں سے ایک آدمی بھی قرآن میں تحریف کا قائل نہیں ہوا- بلکہ تمام متقدمین و متاخرین اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص قرآن کی ایک آیت میں بھی تحریف کا قائل ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے- اس کے برخلاف اس بارے میں شیعوں کا جو حال ہے وہ استفتاء میں بھی بیان کیا جاچکا ہے-

4- آخری بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ موجودہ قرآن پاک کا تحریف سے محفوظ بعینہ وہ کتاب اللہ ہونا جو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم پر نازل ہوئی تھی خود قرآن سے اور اعلیٰ درجہ کے تواتر سے ثابت ہے- پس اگر بالفرض کوئی روایت کسی بھی کتاب میں ایسی ہو' جس سے قرآن میں تحریف کا شبہ بھی پیدا ہوتا ہو اور کوئی قابل قبول توجیہ بھی نہ کی جاسکتی ہو تو وہ قابل رد ہوگی- یہ اہل سنت کا مسلم اصول ہے' یہی صراط مستقیم ہے اور یہی عقل سلیم کا فیصلہ ہے- واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل-

(خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ مرتبہ مولانا منظور نعمانی' مطبوعہ لاہور' حصہ دوم' ص 57-60)-

5- "فصل الخطاب" کے مصنف علامہ نوری طبرسی نہ صرف خود تحریف قرآن کے پوری شدت کے ساتھ قائل ہیں بلکہ انہوں نے اس مسئلہ کے بارے میں علمائے متقدمین کا

اجماع و اتفاق رائے (چار کے استثنا کے ساتھ) بے شمار دلائل و اقوال علماء کے ساتھ ثابت کیا ہے' مگر ان کی وفات (1270ھ) پر انہیں نہ صرف نجف اشرف جیسے مقدس مقام پر مشہد مرتضوی میں دفن کر کے عزت و تکریم کا اعلیٰ مقام عطا کیا گیا بلکہ علامہ خمینی سمیت کسی بھی نمایاں شیعہ مجتہد نے ان کی بیان کردہ احادیث تحریف قرآن کے راویان' ان کی تصنیف میں بیان شدہ معتقدین تحریف قرآن یا خود ان کو تحریف قرآن کا قائل ہونے کی بنا پر کافر اور دائرہ تشیع و اسلام سے خارج قرار نہیں دیا' بلکہ امام خمینی نے ان کی تالیف حدیث "مستدرک الوسائل" کا حوالہ بطور سند اپنی شہرہ آفاق تصنیف "الحکومہ الاسلامیہ" میں درج فرمایا ہے۔

نیز علامہ باقر مجلسی (م1111ھ) جو گیارہویں صدی ہجری کے شیعہ مجتہد اعظم تھے' ایران کے شاہ سلیمان و شاہ حسین صفوی کے ہمعصر اور شیخ الاسلام کے منصب پر فائز تھے۔ نیز بیس سے زائد جلدوں پر مشتمل شیعہ انسائیکلوپیڈیا "بحار الانوار" کے مؤلف اور متعدد عربی و فارسی کتب کے مصنف ہیں' اور تمام شیعہ علماء و مجتہدین انہیں اثنا عشری مجتہد اعظم کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں' وہ بھی نہ صرف تحریف قرآن کا عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ ان کا دعویٰ ہے کہ اگر مذکورہ ہزاروں روایات تحریف قرآن کے لفظی یا معنوی تواتر و صحت کو تسلیم نہ کیا جائے تو کم و بیش اتنی ہی روایات امامت نیز دیگر روایات و احادیث بھی راویان و روایات کے حوالہ سے مشکوک و غیر مستند قرار پاتی ہیں۔ لہٰذا عقیدہ تحریف قرآن پر ایمان لازم ہے' مگر اس کے باوجود نہ تو گیارہویں سے پندرہویں صدی ہجری تک کے جدید شیعہ علماء و مجتہدین نے نہ صرف ان کو عقیدہ تحریف قرآن کی بنا پر کافر قرار نہیں دیا بلکہ وہ صف اول کے شیعہ علماء و مصنفین میں شمار کئے جاتے ہیں اور امام خمینی نے اہل تشیع کو ان کی تصانیف پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ (ملاحظہ ہو کشف اسرار' مطبوعہ ایران' 15 ربیع الثانی 1363ھ' ص 152)۔

اور واقفان علم یہ بھی جانتے ہیں کہ صحابہ کرام' خلفاء و امہات نیز عقائد اہل سنت کے بارے میں جتنی زہریلی ان کی تصانیف ہیں اس کا تصور بھی محال ہے۔

یہ سب امور اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ جدید شیعہ علماء عقیدہ تحریف قرآن کو بنیادی شرعی و تکفیری مسئلہ نہیں سمجھتے' ورنہ وہ قدیم و جدید ہر زمان و مکان کے اہل السنہ و الجماعہ (حنفی و مالکی و شافعی و حنبلی و اہلحدیث وغیرہ) کی طرح اس بات پر اجماع و اتفاق ظاہر

کرتے کہ وہ تمام شیعہ راویان و علمائے متقدمین و متاخرین جو عقیدہ تحریف قرآن کے قائل ہیں' بلا امتیاز و تفریق کافر اور دائرہ اسلام و تشیع سے خارج ہیں' مگر ایسا متفق علیہ فتویٰ نہ انقلاب ایران سے پہلے کسی زمانہ میں دیا گیا نہ بعد ازاں۔ نہ امام خمینی نے ایرانی انقلاب کے بعد بحیثیت نائب امام و صاحب منصب ولایت فقیہ (برتر از منصب صدارت ایران) ایسا اقدام فرمایا نہ ایرانی مجلس الفقہاء یا دنیا بھر کے ایرانی و غیر ایرانی شیعہ علماء و مجتہدین نے ایسے کسی فتویٰ پر اجماع و اتفاق کیا' حالانکہ نص قرآنی (انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ سورۃ الحجر۔ ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) اس معاملہ میں قطعی اور یقینی ہے کہ خلافت راشدہ سے آج تک ہر زمان و مکان میں موجود و رائج قرآن مجید محفوظ و غیر محرف ہے اور اسی بناء پر تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے والے کے کافر اور دائرہ ایمان و اسلام سے خارج ہونے پر اجماع صحابہ و اہل سنت ہے۔ نیز ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر قرار نہ دینا بھی اجماع امت کی رو سے کفر ہے۔

6۔ علاوہ ازیں اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ امام خمینی اور عصر جدید کے وہ تمام شیعہ علماء جو موجودہ رائج قرآن کو الفاتحہ سے الناس تک اسی ترتیب کے مطابق غیر تحریف شدہ و محفوظ قرار دے کر اپنے گزشتہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ کے علمائے متقدمین و متاخرین کی تکذیب و تردید کر رہے ہیں۔ وہ تقیہ و مصلحت سے کام نہیں لے رہے' تاکہ شیعوں کو اہل سنت کے اجتماعی و متفق علیہ فتاویٰ تکفیر نیز منکرین قرآن ہونے کے جرم کے مرتکب قرار پانے سے بچایا جا سکے۔

اس شک و شبہ کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ امام خمینی نے تقیہ مداراتی (جان و مال کے خطرہ کے بغیر خوش اخلاقی والا تقیہ بسلسلہ اہل سنت) کی بنا پر نہ صرف اہل سنت کے ساتھ نماز باجماعت کی تلقین فرمائی بلکہ اس ضمن میں تقیہ کے طور پر دونوں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے' آمین کہنے اور نماز جنازہ میں پانچ کی بجائے چار تکبیروں پر اکتفا کرنے کو درست قرار دیا ہے حالانکہ تقیہ کے بغیر ایسا کرنے سے نماز باطل قرار پاتی ہے اور اسے دہرانا لازم ہے۔ (ملاحظہ ہو امام خمینی کی تصنیف "تحریر الوسیلہ" کتاب الصلاۃ' القول فی مبطلات الصلاۃ و توضیح المسائل' کتاب الصلاۃ' نیز فتاویٰ حج امام خمینی 1979ء)۔

نماز میں ہاتھ باندھنے' آمین و تکبیرات جنازہ وغیرہ جیسے فقہی مسائل میں تقیہ کی بنا پر

باطل کے برحق قرار پانے کا فتوی دینے والے نائب امام و صاحب ولایت فقیہ نیز ان کے اس فتوی پر عمل پیرا دنیا بھر کے ایرانی و غیر ایرانی مجتہدین و مقلدین (جبکہ جان و مال کا خطرہ بھی لاحق نہیں) کیا تقیہ و مصلحت کی بناء پر عقیدہ تحریف قرآن سے اپنی برات و انکار کا اعلان نہیں کرسکتے جبکہ تحریف قرآن پر اعتقاد کا اعلان اہل سنت کی جانب سے تکفیر شیعہ اور اہل تشیع سے مکمل علیحدگی و بیزاری کے حقیقی خطرہ اور عالم اسلام پر غلبہ ایران و اہل تشیع میں رکاوٹ کا باعث بن سکتا ہے۔

7۔ امام خمینی و دیگر فقہاء مجتہدین مصحف عثمانی و قرات قریش کے مطابق قرآن کی متفق علیہ قرات کو تسلیم کرنے کے دعوی کے باوجود سورۃ المائدہ کی آیت وضوء میں "ارجلکم" (ل پر زبر کے ساتھ) پڑھتے ہیں جس کا ترجمہ وضوء میں دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونا بنتا ہے اور اہل سنت نیز شیعہ زیدیہ و دیگر اقلیتی مسلم فرقوں کا اسی پر عمل ہے، مگر اس تلاوت کے باوجود جعفری اثنا عشری فقہ و تفسیر میں "ارجلکم" (ل کے نیچے زیر کے ساتھ) روایات شیعہ کے مطابق درست قرار دے کر "ارجلکم" کا عطف "ایدیکم" کے بجائے "برؤسکم" پر ٹھہراتے ہیں اور پوری امت کے برعکس دونوں پاؤں دھونے کے بجائے ننگے پاؤں کا مسح ثابت کرتے اور اس پر عمل پیرا ہیں۔ کیا اس تلاوت قرآنی کے مطابق ثابت شدہ متفق علیہ وضوء کے برخلاف صرف تقیہ کے طور پر نماز اہل سنت میں شرکت کے لئے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونے کی اجازت کا فتوی (بحوالہ فتاوی امام خمینی برائے حجاج 1979ء) موجودہ قرآن و قرات کے بارے میں امام خمینی و دیگر مجتہدین کے اہل سنت سے مختلف اعتقاد نیز تقیہ کی دلیل نہیں؟ وعلی ہذا القیاس۔

8۔ امام خمینی نے روایات تحریف قرآن کی تین ناقابل قبول اقسام (ضعیف، جعلی اور غریب) بیان فرماکر چوتھی قسم کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے مگر انہیں جزو قرآن سمجھنا غلط قرار دیتے ہوئے تشریح آیات و تفسیر قرآن کے طور پر قبول فرمایا ہے، اور علمائے متقدمین کے برعکس گزشتہ صفحات میں نقل شدہ روایات کافی نیز دیگر سینکڑوں روایات میں موجود قوسین میں تحریر کردہ الفاظ (فی علی، وغیرہ) کو توجیہہ متن قرآن کے بجائے شرح قرآن کے طور پر درست تسلیم کیا ہے۔

اگر امام خمینی جیسے جدید علماء کی اس توجیہہ کو درست مان لیا جائے تو مذکورہ و غیر مذکورہ

آیات کی ایسی گمراہ کن تشریحات سامنے آتی ہیں جو عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ و ولایت تکوینی ائمہ سمیت ہر حوالہ سے تحریف معنوی قرار پاتی ہیں، اور نہ صرف امت مسلمہ کی نوے فیصد سے زائد اکثریت پر مشتمل اہل سنت والجماعت کے عقیدہ قرآن و حدیث اور اجماع و روایات صحابہ رضی اللہ عنہم کے منافی و باطل ہیں، بلکہ مختلف اقلیتی مسلم فرقوں کے لئے بھی قابل قبول نہیں اور امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی رائے کے مطابق نرم سے نرم الفاظ میں بھی ایسی تشریح و تفسیر ماننے والے زندیق ہیں جن کے بارے میں حنفی و شافعی فقہاء متاخرین شرعاً سزائے موت کے مستحق ہونے کا فتوی دیتے ہیں۔

علاوہ ازیں آیہ "ثانی اثنین" (توبہ:40) آیت استخلاف (نور:55) ازواج رسول(ص) بحیثیت اہل بیت رسول(ص) در آیہ تطہیر(احزاب:33) برات و تعظیم سیدہ عائشہ ام المومنین (آیات سورہ نور)، تعداد بنات رسول (احزاب:59) غرض لاتعداد نصوص و آیات قرآن کی شیعی تشریحات فرقہ اثنا عشریہ کے علماء و مفسرین اور فقہاء و محدثین کو کم از کم زندیق و تحریف معنوی کے مرتکب ثابت کرنے کے لئے بیش ازبیش ہیں جو بظاہر تحریف قرآن کا انکار کرتے ہیں۔ اور اس پر مستزاد مولوی مقبول احمد دہلوی اور مولوی فرمان علی صاحب جیسے جدید علمائے شیعہ کے تراجم و تشریحات قرآن ہیں جن میں عقیدہ تحریف قرآن کو درست قرار دیا گیا ہے اور برصغیر پاک و ہند کے اردو داں اہل تشیع خواص و عوام میں ان تراجم کو مدت دراز سے قبول عام حاصل ہے۔

9۔ قرآن مجید کے علاوہ شیعی روایات کی رو سے مصحف علی کا ترتیب و زوائد میں موجودہ قرآن سے مختلف و متغایر ہونا نیز ان زائد باتوں کا علمائے شیعہ کے اجماع و اتفاق کی رو سے منشاء و مراد قرآن کی تشریح کے لئے وحی الہی ہونے کا امکان ظاہر کرنا موجودہ قرآن کو کامل و حتمی آخری وحی الہی تسلیم کرنے کے بعد چہ معنی دارد؟
نیز وفات نبوی کے بعد ہر قسم کا سلسلہ وحی قیامت تک کے لئے منقطع اور ختم ہوگیا۔ جیسا کہ وفات نبوی کے بعد سیدنا ابوبکر کے علاوہ سیدنا علی کے حوالہ سے بھی نہج البلاغہ میں یہی قول مروی ہے:

بابی انت و امی لقد انقطع بموتک مالم ینقطع بموت غیرک من

النبوة والأنباء واخبار السماء۔

میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کی وفات سے نبوت اور آسمان سے خبریں آنے کا وہ سلسلہ منقطع ہوگیا جو آپ کے سوا کسی اور کی موت سے منقطع نہیں ہوا تھا۔

اس کے بعد مصحف علی میں اضافی وحی الٰہی کے وجود کا امکان اور سیدہ فاطمہ کے پاس آمدورفت فرشتہ و وحی کے نتیجہ میں قرآن سے تین گنا بڑے مصحف فاطمہ پر ایمان نیز ائمہ و سیدہ فاطمہ کی کائنات کے ذرہ ذرہ پر ولایت و حکومت تکوینی کا اعتقاد رکھنا صرف شیعہ عقیدہ تحریف قرآن ہی کی تائید نہیں کرتا بلکہ مشارکت فی التوحید (خدا کی وحدانیت میں شریک ہونا) اور انکار ختم نبوت کو بھی لازم ٹھہراتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخصیت کے پاس کسی بھی شکل میں وحی و فرشتہ وحی کی آمد کا اعتقاد رکھنا اجماع امت کی رو سے کفر اور عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے۔

10۔ یہ نقطہ بھی قابل بحث ہے کہ سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان کی شرعی امامت و خلافت کا انکار کرکے سیدنا علی کو شرعی امام اول قرار دینا پہلے تین ائمہ اور ان کی بیعت خلافت کرنے والے تمام صحابہ کرام کی حیثیت کو مشکوک ٹھہرانے کا باعث ہے۔ پھر ان کے جمع کردہ مصحف صدیقی' اور متفق علیہ قرات پر مبنی مصحف عثمانی نیز ہردو موقعوں پر ان ائمہ و خلفاء ثلاثہ کے اقدام پر اتفاق و اجماع کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شاہد و عادل اور برحق بیعت کنندگان خلفائے برحق تسلیم کئے بغیر مصحف صدیقی و عثمانی کو غیر تحریف شدہ تسلیم کرنے کا اعلان کرنا اور ساتھ ہی سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی شرعی امامت' ان کی خلافت کی شرعی حیثیت کا انکار کرنا اور خلفاء ثلاثہ سمیت ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات تفسیر و حدیث و دیگر علوم دین کو اصول شیعہ کی رو سے مسترد کردینا ایسے تضادات ہیں جن کی روشنی میں عقیدہ تحریف قرآن پر تقیہ و مصلحت سے کام نہ لینے والے علماء متقدمین و متوسطین و متاخرین کی مجموعی غالب اکثریت کا موقف و اعتقاد ہی عقل و منطق کی رو سے ثابت شدہ حقیقت قرار پاتا ہے۔ پس ان تمام افکار و معتقدات کی موجودگی میں عقیدہ تحریف قرآن سے انکار چہ معنی دارد؟

لہٰذا اکابر اہل سنت والجماعت نے شیعہ اثنا عشریہ کو جو شیعہ امامیہ بھی کہلاتے ہیں اور سیدنا ابوبکر عمر کی شرعی امامت و خلافت کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے روافض (منکرین امامت

ابوبکر و عمر) کے تاریخی نام سے بھی معروف ہیں' ہر زمان و مکان میں ان کے ثابت شدہ عقیدہ تحریف قرآن کی بناء پر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ جن میں سے چند اہم اقوال و فتاویٰ درج کئے جا رہے ہیں:

فتاوی تکفیر اثنا عشریہ بربنائے عقیدہ تحریف قرآن

1۔ امام ابن حزم اندلسی (رح) م 456ھ

امام ابن حزم اندلسی اپنی معروف تصنیف **"الفصل فی الملل و الاھواء والنحل"** میں فرقہ شیعہ امامیہ (اثنا عشریہ) کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"ومن قول الامامیۃ کلھا قدیما وحدیثا ان القرآن مبدل زید فیہ مالیس منہ و نقص منہ کثیر و بدل کثیر۔"

(ابن حزم، کتاب الفصل فی الملل والاھوا والنحل، جلد سوئم، ص 182)۔

ترجمہ:۔ پورا فرقہ امامیہ، ان کے متقدمین و متاخرین سب اس کے قائل ہیں کہ قرآن بدل ڈالا گیا ہے، اس میں وہ کچھ بڑھایا اور شامل کردیا گیا ہے جو اس میں نہیں تھا اور بہت کچھ اس میں سے کم بھی کردیا گیا ہے، اور بہت سی تحریف و تبدیلی کی گئی ہے۔

انہی امام ابن حزم نے اپنی اسی کتاب میں دوسری جگہ اسلام اور قرآن پر عیسائیوں کے کچھ اعتراضات نقل کئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ:۔

"ان الروافض یزعمون ان اصحاب نبیکم بدلوا القرآن واسقطوا منہ و زادوا فیہ۔"

شیعہ روافض کا خیال و دعوی ہے کہ تمہارے نبی کے صحابہ نے قرآن میں تبدیلی کردی تھی، اس میں سے بہت کچھ ساقط کردیا اور اس میں اضافہ بھی کیا۔ (لہٰذا خود اس مسلم فرقہ کے نزدیک تمہارا قرآن محفوظ و قابل اعتبار نہیں)۔

امام بن حزم نے عیسائیوں کے تمام اعتراضات کا بالترتیب جواب دیا اور اس اعتراض کے جواب میں تحریر فرمایا ہے:

اماقولھم فی دعوی الروافض بتبدیل القرأت فان الروافض لیسوا من المسلمین۔

(ابن حزم، الملل والنحل، ج 2، ص 78)۔

ترجمہ: اور ان عیسائیوں نے جو روافض کے دعوی کے بارے میں کہا ہے کہ وہ قرآن و قرات میں تبدیلی کے قائل ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ روافض (شیعہ) مسلمانوں میں سے

نہیں ہیں۔

2۔ قاضی عیاض مالکی (رح) م 544ھ

قاضی عیاض مالکی نے اپنی کتاب "الشفاء" میں شیعوں کے عقیدہ تحریف قرآن حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ:

وکذلک من انکر القرآن حرفا منہ او غیر شیئا منہ اوزاد فیہ۔

(قاضی عیاض: کتاب الشفاء، المجلد الثانی، ص 289)۔

ترجمہ: اور اسی طرح ہم اس شخص کو بھی قطعیت کے ساتھ کافر قرار دیتے ہیں جو قرآن کا انکار کرے یا اس کے ایک حرف ہی کا انکار کرے یا اس کے کسی کلمہ کو بدلے یا اس میں اضافہ کرے۔

3۔ شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی بغدادی (رح) م 561ھ

غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی اپنی مشہور تصنیف "غنیۃ الطالبین" میں گمراہ فرقوں کے باب میں شیعوں کے عقیدہ تحریف قرآن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والیھود حرفت التوراۃ وکذلک الرافضۃ حرفوا القرآن لانھم قالوا: القرآن غیر و بدل و خولف بین نظمہ و ترتیبہ واحیل عما انزل علیہ و قرئ علی وجوہ غیر ثابتۃ عن الرسول، وانہ قد نقص منہ و زید فیہ"

(عبدالقادر الجیلانی، غنیۃ الطالبین، ص 162)۔

ترجمہ:۔ اور یہودیوں نے تورات میں تحریف کی اور اسی طرح رافضیوں نے قرآن میں تحریف کی کیونکہ انہوں نے یہ کہا کہ قرآن میں تغیر و تبدل کیا گیا ہے اور اس کے نظم و ترتیب کو الٹ پلٹ کیا گیا ہے اور وہ جیسا نازل ہوا تھا اس شکل سے بدل دیا گیا ہے، اور وہ اس طرح پڑھا جاتا ہے جو رسول سے ثابت نہیں اور اس میں کمی بھی کی گئی ہے اور اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

4۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی (رح) م 728ھ

امام ابن تیمیہ نے مختلف حوالوں سے شیعوں کی وجوہ تکفیر بیان فرمائی ہیں اور ان کے نزدیک جس شخص یا گروہ کا یہ عقیدہ ہو کہ قرآن کی آیات میں کچھ کمی ہوئی ہے یا کچھ آیتوں

کو چھپا لیا گیا ہے' تو اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں' بلکہ جو اس کے کفر میں شک کرے ان کی رائے میں اس کا کفر بھی لازم ہے۔ (الصارم المسلول علی شاتم الرسول' ص 591-592)۔

امام ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں:

قال ابوبکر بن ھانی: لاتوکل ذبیحۃ الرافضۃ والقدریۃ کما لاتوکل ذبیحۃ المرتد مع انہ توکل ذبیحۃ الکتابی لان ھؤلاء القوم یقومون مقام المرتد (ابن تیمیۃ: الصارم المسلول' ص 575)۔

ترجمہ: امام ابوبکر ابن ھانی نے فرمایا ہے کہ روافض اور قدریہ کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں' جبکہ اہل کتاب (یہود و نصاری) کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔ شیعہ روافض اور قدریہ کا ذبیحہ کھانا اس لئے جائز نہیں کہ شرعی حکم کے لحاظ سے یہ لوگ مرتدین ہیں۔

5۔ علامہ علی قاری حنفی (رح) م 1014ھ

علامہ علی قاری نے "شرح الفقہ الاکبر" میں ان عقائد اور فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے جن کے کفر پر آئمہ و علماء کا اجماع ہے' تحریر فرمایا ہے۔

"من جحد القرآن ای کلہ او سورۃ منہ او آیۃ۔"

(ملا علی قاری: شرح الفقہ الاکبر' ص 530)۔

ترجمہ: جو شخص پورے قرآن یا اس کی ایک سورت یا ایک آیت ہی کا انکار کرے۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

6۔ علامہ عبدالعلی بحرالعلوم لکھنوی (رح) م 1235ھ / 1819ء

برصغیر کے جلیل القدر عالم و مؤلف "فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" وغیرہ کو جب شیعی عالم ابو علی طبرسی کی تفسیر "جامع البیان" کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن کامل مکمل نہیں ہے' اس کے جمع کرنے اور ترتیب دینے والے صحابہ کی تقصیر اور کوتاہی سے اس کے کچھ حصے غائب ہوگئے (اگرچہ خود اس مصنف کو اس عقیدہ سے اختلاف ہے)۔ بہرحال ابو علی طبرسی کی اس کتاب کے مطالعہ سے جب علامہ بحرالعلوم کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے تحریر فرمایا۔

"فمن قال بھذا القول فھو کافر لانکارہ الضروری فافھم۔"

(فواتح الرحموت' ص 617' طبع نول کشور' لکھنئو)۔

ترجمہ: جس کا یہ قول اور عقیدہ ہو تو وہ ضروریات دین میں سے ایک ضروری امر کے انکار کی وجہ سے کافر ہے پس اس بات کو سمجھ لینا چاہئے۔

7۔ اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی (رح) م 1340ھ / 1921ء

اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی اپنے مشہور مطبوعہ فتوی "ردالرفضہ" میں شیعوں کے عقیدہ تحریف قرآن کے حوالہ سے بھی انہیں کافر قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بہت سے عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح ہیں' ان کے عالم' جاہل' مرد' عورت چھوٹے بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں۔

کفر اول: قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ اس میں کچھ سورتیں امیرالمومنین عثمان ذوالنورین یا دیگر صحابہ رضی تعالی عنھم یا اہل سنت نے گھٹادیں۔ کوئی کہتا ہے کہ کچھ لفظ بدل دیئے' کوئی کہتا ہے کہ یہ نقص و تبدیل اگرچہ یقیناً ثابت نہیں محتمل ضرور ہے' اور جو شخص قرآن مجید میں زیادت' نقص یا تبدیل' کسی طرح کے تصرف بشری کا دخل مانے یا اسے محتمل جانے' بالاجماع کافر و مرتد ہے کہ صراحتاً قرآن عظیم کی تکذیب کررہا ہے' اور اللہ عزوجل سورہ حجر میں فرماتا ہے **(انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون)۔ (ردالرفضۃ ص 17)۔**

پھر آپ نے شیعوں کا کفر دوم ائمہ کو انبیاء سے افضل ماننا قرار دیا ہے۔

8۔ اکابر و مشائخ دارالعلوم دیوبند (رح)

دیگر اکابر امت کی طرح علمائے دیوبند نے بھی شیعوں کے عقیدہ تحریف قرآن کو واضح فرمایا ہے' اور آج سے تقریباً ستر برس پہلے امام و مناظر اہل سنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی مجددی نقشبندی نے شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں ایک فتوی مرتب کرکے اس دور کے اکابر علماء و اصحاب فتاوی کی تصدیقات کے ساتھ شائع کیا تھا اور جس کی اشاعت کے بعد حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی اس کی مکمل تائید و مدافعت فرمائی تھی۔ (ملاحظہ ہو امدادالفتاوی' طبع دیوبند' جلد چہارم' ص 584 تا 587)۔ اس فتوی کا متن درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شیعہ اثنا عشری'

مسلمان ہیں یا خارج از اسلام؟ اور ان کے ساتھ مناکحت جائز اور ان کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں۔ ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا یا ان کو اپنے جنازہ میں شریک کرنا درست ہے یا نہیں' نیز اگر وہ کسی مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ دینا چاہیں تو لیا جائے یا نہیں؟

الجواب واللہ الموفق للصواب

شیعہ اثنا عشری قطعاً خارج از اسلام ہیں۔ ہمارے علمائے سابقین کو چونکہ ان کے مذہب کی حقیقت کماینبغی معلوم نہ تھی بوجہ اس کے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کو چھپاتے ہیں اور کتابیں بھی ان کی نایاب تھیں۔ لہٰذا بعض محققین نے بناء بر احتیاط ان کی تکفیر نہیں کی تھی' مگر آج ان کی کتابیں نایاب نہیں رہیں' اور ان کے مذہب کی حقیقت منکشف ہوگئی' اس لئے تمام محققین ان کی تکفیر پر متفق ہوگئے ہیں۔

ضروریات دین کا انکار قطعاً کفر ہے اور قرآن شریف ضروریات دین میں سب سے اعلیٰ و ارفع چیز ہے اور شیعہ بلا اختلاف کیا ان کے متقدمین اور کیا متاخرین سب کے سب تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ ان کی معتبر کتابوں میں زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی موجود ہیں' جن میں پانچ قسم کی تحریف قرآن شریف میں بیان کی گئی ہے۔ کمی' بیشی' تبدیل الفاظ' تبدیل حروف' خرابی ترتیب۔ خرابی ترتیب سورتوں میں بھی' اور آیتوں میں بھی' کلمات میں بھی۔

ان پانچ قسم کی تحریف کی روایات کے ساتھ ان کے علماء کا اقرار رہا ہے کہ یہ روایات متواتر ہیں۔ تحریف قرآن پر صریح الدلالت ہیں اور انہی کے مطابق اعتقاد ہے۔ علمائے شیعہ میں گنتی کے چار آدمی تحریف قرآن کے منکر ہیں۔ شیخ صدوق ابن بابویہ قمی' شریف مرتضیٰ' ابو جعفر طوسی' ابو علی طبرسی' مصنف تفسیر مجمع البیان۔ تو ان چار اشخاص کے اقوال چونکہ محض بے دلیل اور روایات متواترہ کے خلاف ہیں' اس لئے خود علمائے شیعہ نے ان کو رد کردیا ہے۔ پوری تحقیق اس بحث کی میری کتاب "تنبیہ الحائرین" میں ہے۔ من شاء فلیطالعہ۔

علامہ بحرالعلوم فرنگی محلی پہلے شیعوں کے مسلمان ہونے کا فتوی دیتے تھے' مگر تفسیر "مجمع البیان" کے دیکھنے سے ان کو معلوم ہوا کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ لہٰذا انہوں نے "فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" میں شیعوں کے کفر کا فتوی دیا' اور لکھا کہ قرآن

شریف کی تحریف کا جو قائل ہے وہ قطعاً کافر ہے۔

المختصر شیعوں کا کفر بربنائے عقیدہ تحریف قرآن محل تردد نہیں ہے۔ علاوہ اس کے کچھ اور وجوہ کفر بھی ہیں۔ مثل عقیدہ بداء' قذف ام المومنین وغیرہ کے' مگر ان میں کچھ تاویل کی گنجائش ہے۔

لہٰذا شیعوں کے ساتھ مناکحت قطعاً ناجائز اور ان کا ذبیحہ حرام' ان کا چندہ مسجد میں لینا ناروا ہے۔ ان کا جنازہ پڑھنا یا ان کو جنازہ میں شریک کرنا جائز نہیں ہے۔ ان کی مذہبی تعلیم ان کی کتابوں میں یہ ہے کہ سنیوں کے جنازہ میں شریک ہو کر یہ دعا کرنا چاہئے کہ یا اللہ اس کی قبر کو آگ سے بھردے اور اس پر عذاب نازل کر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ احقر العباد ناچیز: محمد عبدالشکور عافاہ مولاہ۔

(بحوالہ خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ' مرتبہ مولانا منظور نعمانی' حصہ اول' ضمیمہ' ص 170-171)۔

اس فتوی کے شائع ہونے کے بعد اس کی تائید حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی فرمائی نیز اس پر درج ذیل اکابر اہل سنت و اصحاب فتوی کی تصدیقات تھیں۔

1۔ مولانا سید حسین احمد مدنی
2۔ مولانا سید محمد مرتضیٰ حسین چاند پوری
3۔ مولانا محمد اعزاز علی
4۔ مولانا محمد ابراہیم بلیاوی
5۔ مولانا شبیر احمد عثمانی
6۔ مولانا مفتی مسعود
7۔ مولانا خلیل احمد مراد آبادی
8۔ مولانا حافظ عبدالرحمان امروہوی
9۔ مولانا مفتی مہدی حسن شاہ جہان پوری
10۔ مولانا مفتی محمد شفیع
11۔ مولانا اصغر حسین
12۔ مولانا قاری محمد طیب

13۔ مولانا رسول خان
14۔ مفتی اعظم ہند، مفتی کفایت اللہ، وغیرہم۔

9۔ شیخ الاسلام محمد قمرالدین سیالوی چشتی (رح) م1401ھ / 1981ء

شیخ الاسلام محمد قمرالدین سیالوی چشتی (م 18 رمضان 1401ھ / 1981ء) بانی صدر جمعیت العلماء پاکستان و سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف، اہل تشیع کے عقیدہ تحریف قرآن کے سلسلہ میں مختلف شیعہ روایات و کتب کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"شیعوں کے مذہبی پیشوا مطلقاً قرآن کا انکار ظاہر کرتے ہیں، بلکہ جو قرآن کریم حضرت امیرالمومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صحابہ حفاظ کو طلب فرماکر جمع فرمایا جو ہمارے سینوں میں ہے، اور مسلمانوں کی ہر مسجد میں جس کو بچے سے لے کر بوڑھے تک پڑھتے ہیں اور جو مسلمانوں کے سات سات سال عمر کے بچوں کو یاد ہے۔ جس کو رمضان المبارک میں نماز تراویح میں ختم کیا جاتا ہے، جس کے تیس پارے ہیں، جو سورہ فاتحہ سے شروع ہوتا ہے اور سورہ ناس پر ختم ہوتا ہے، بانیان مذہب شیعہ نے اس کا انکار کیا ہے، اور جب بھی اپنا ایمان قرآن پر ثابت کرتے ہیں تو اپنا موہوم قرآن (ستر گز والا ہے جس نے قیامت سے پہلے لوگوں کو ہدایت کے لئے منہ نہیں دکھانا، حلال و حرام کی تعلیم صرف قیامت کو دے گا) ہی مراد لیتے ہیں، تو پھر جس قرآن پر اس کا ایمان نہیں اس کو ہزار دفعہ جھوٹ بولتے وقت سر پر رکھیں ان کے مذہب کو کیا نقصان کا اندیشہ ہو سکتا ہے؟

قرآن کریم پر مدعیان تولی ۔کے ایمان کا نمونہ اصل عبارات میں پیش کرتا ہوں تاکہ اہل علم لوگ تصدیق کر سکیں۔ (اصول کافی، ص671)۔

فقال ابو عبداللہ علیہ السلام (الی ان قال) اخرجہ علی علیہ السلام الی الناس حین فرغ منہ و کتبہ فقال لھم ھذا کتاب اللہ عزوجل کما انزلہ اللہ علی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) من اللوحین۔ فقالوا ھوذا عندنا مصحف جامع فیہ القرآن لاحاجۃ لنا فیہ۔ فقال: اما واللہ ما ترونہ بعد یومکم ھذا ابدا۔ اما کان علی ان اخبرکم حین جمعت لتقراؤہ۔ (الخ)

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (کی طرف منسوب کرکے) کہتے ہیں کہ جب حضرت علی (رض) قرآن کریم کے جمع کرنے اور اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے

کہا کہ یہ اللہ عزوجل کی کتاب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کو نازل فرمایا اور میں نے دو لوحوں سے اس کو اکٹھا کیا ہے جس پر لوگوں نے کہا کہ یہ ملاحظہ فرمالو کہ ہمارے پاس مصحف مبارک جامع موجود ہے، جس میں قرآن ہی ہے۔ ہمیں آپ کے لائے ہوئے قرآن کی ضرورت نہیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم آج کے بعد تم اس کو کبھی نہ دیکھو گے۔ میرے لئے ضروری تھا کہ جب میں نے اس کو جمع کیا ہے، تو تمہیں اس کی خبر دوں، تاکہ تم اس کو پڑھتے۔ (الخ)

اب جب روایت اصول کافی امام عالی مقام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث اور امام عالی مقام سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف کا قسم اٹھانا کہ آج کے بعد تم اس کو نہ دیکھو گے تو اس کے باوجود جو قرآن اہل تشیع دیکھتے ہیں اور اہل سنت سے سنتے ہیں جس کو اہل سنت یاد کرتے ہیں، تراویح میں ختم کرتے ہیں، جس کو امیرالمومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے، یہ تو بہرصورت وہ قرآن نہیں ہو سکتا جو قیامت سے پہلے آ ہی نہیں سکتا۔"

(محمد قمرالدین سیالوی، مذہب شیعہ، مطبوعہ لاہور، 1377ھ، ص 86-87)۔

علامہ سیالوی اسی سلسلہ کلام میں مزید فرماتے ہیں:

"اسی اصول کافی ص 670 پر امام عالی مقام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے ایک شیعہ صاحب بنام "احمد بن محمد" کہتے ہیں کہ مجھے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے مصحف مبارک عطاء فرمایا اور فرمایا کہ اس کو کھول کر مت دیکھنا۔ میں نے کھولا اور دیکھا اور سورہ لم یکن الذین الخ پڑھی تو اس سورت میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام بمعہ ان کے آباء کے لکھے ہوئے موجود پائے تو امام صاحب نے میری یہ شان تعمیل حکم دیکھ کر میری طرف آدمی بھیجا کہ میرا قرآن مجھے واپس کردو۔

یہ واپسی کا قصہ تو اس ضرورت کے ماتحت گھڑنا پڑا کہ کوئی کہہ دے کہ امام صاحب کا لکھا ہوا قرآن ہمیں بھی دکھاؤ تو فصاحت و بلاغت قرآنی سے ملتی جلتی عبارت کہاں سے پیدا کی جاتی۔ پھر وہ قرآن جس کی سورہ لم یکن الذین میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام ہوں اور ان کے آباء کے نام ہوں، وہ کوئی اور ہی ہے جس پر اہل تشیع کا ایمان ہے، یہ قرآن نہیں، اہل تشیع کے مجتہد اعظم نے اپنی کتاب "فصل الخطاب" میں تو ایمان بالقرآن کا قصہ ہی

ختم کردیا ہے۔ (مذہب شیعہ' ص 87-88)۔

اسی تسلسل میں علامہ سیالوی تفصیلی حوالہ جات دیتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

"اصول کافی ص 671 کی ایک اور روایت بھی ملاحظہ کریں جس کے لفظ بلفظ ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ اھل علم حضرات منطق فرمالیں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جو قرآن حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف حضرت جبرئیل علیہ السلام لائے تھے اس کی ستر ہزار آیتیں تھیں" اور اہل السنہ والجماعت غریبوں کے پاس تو صرف چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات پر مشتمل قرآن حکیم ہے۔

اگر کسی قدر تفصیل کے ساتھ اہل تشیع کا قرآن کریم سے انکار دیکھنا چاہیں تو اصول کافی ص 261 تا ص 268 و ص 670 و 671 کا مطالعہ فرمائیں اور ایمان بالقرآن کی داد دیں کہ ایک سے دوسری روایت بڑھ چڑھ کر انکار قرآن میں وارد ہے' اور کتاب "ناسخ التواریخ" جلد نمبر 2' ص 493 و ص 494 پر تو اس قرآن کریم کے انکار پر شیعوں کا اجماع ثابت ہے' اور اس قرآن کریم میں ردوبدل اور اس کی تنقیص میں تو ایک سے ایک بڑھ کر روایتوں کے انبار لگائے گئے ہیں۔ تفسیر صافی' جلد اول' ص 14 میں قرآن کی تحریف اور اس میں ردوبدل ثابت کرنے کے کمال دکھائے گئے ہیں' اور مصنف کافی یعقوب کلینی اور ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی کا اس بارے میں غلو بیان کیا گیا ہے۔ اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب "منہاج البراعہ" جلد اول' ص 202 تا ص 206 میں تحریف قرآن و ردوبدل میں جو روایتیں موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں' اور خود ہی فیصلہ کریں اور اہل تشیع کی مایہ ناز روایت کہ اس قرآن میں "کفر کے ستون" صحابہ نے قائم کئے ہیں' ذاکروں نے اہل تشیع کو یاد کرائی ہوگی' ورنہ اہل تشیع کی کتابوں میں ملاحظہ فرمالو اور شیعہ مذہب کے گھڑنے والوں کی داد دو۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔"

(محمد قمرالدین سیالوی' مذہب شیعہ' 1377ھ مطبوعہ اردو پریس لاہور' ص 88)

10۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن (رح) م 1415ھ / 1995ء

رئیس دارالافتاء' جامعہ العلوم الاسلامیہ' بنوری ٹاؤن کراچی مفتی ولی حسن ٹونکی (م رمضان 1415ھ / 1995ء) نے جن کے فتوی کی تصدیق پاکستان و بنگلہ دیش کے سینکڑوں

علماء و مفتیان نے فرمائی ہے' 8 صفر 1407ھ کو مولانا منظور نعمانی کے مشہور استفتاء کے جواب میں تکفیر شیعہ اثنا عشریہ کا فتوی صادر فرماتے ہوئے عقیدہ تحریف قرآن کا بھی تفصیلی ذکر فرمایا ہے:

الجواب باسمہ تعالی

فاضل مستفتی نے شیعہ اثنا عشریہ کے جن حوالہ جات کا ذکر کیا ہے وہ ہم نے شیعہ کتابوں میں خود پڑھے ہیں' بلکہ ان سے بڑھ کر شیعوں کی کتابوں میں ایسی عبارات صاف صاف موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ:۔

الف: وہ تمام جماعت صحابہ کو مرتد اور منافق سمجھتے ہیں یا ان مرتدین کے حلقہ بگوش۔

ب: وہ قرآن کریم کو جو امت کے ہاتھوں میں موجود ہے) بعینہ اللہ تعالی کا نازل کردہ نہیں سمجھتے بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اصل قرآن جو خدا کی طرف سے نازل ہوا تھا وہ امام غائب کے پاس غار میں موجود ہے اور موجودہ قرآن (نعوذ باللہ) محرف و مبدل ہے۔ اس کا بہت سا حصہ (نعوذ باللہ) حذف کردیا گیا ہے' بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملادی گئی ہیں۔

قرآن شریف ضروریات دین میں سب سے اعلی و ارفع چیز ہے اور شیعہ بلا اختلاف ان کے متقدمین اور متاخرین سب کے سب تحریف قرآن کے قائل ہیں' اور ان کی کتابوں میں زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی موجود ہیں جن میں پانچ قسم کی تحریف بیان کی گئی ہے۔

نمبر1 کمی نمبر2 بیشی' نمبر3 تبدل الفاظ' نمبر4 تبدل حروف' نمبر5 تبدل ترتیب' سورتوں' آیتوں اور کلمات میں بھی۔

"اصول کافی" اور اس کا تتمہ الروضہ' ملا باقر مجلسی کی کتابوں "جلاء العیون" "حق الیقین"' "حیات القلوب"' "زادالمعاد" نیز حسین بن محمد تقی النوری الطبرسی کی کتاب "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب" (جو 398 صفحات پر مشتمل ہے) میں قرآن کریم کا محرف ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ مؤلف مذکور طبرسی نے بزعم خود بے شمار روایات سے قرآن کریم کی تحریف ثابت کی ہے۔

(اقتباس از فتوی مفتی ولی حسن' بحوالہ متفقہ فیصلہ' حصہ اول' ص 153)۔

بعدازاں مختلف تفصیلات' بحوالہ عقیدہ تحریف قرآن و امامت و انکار خلافت شیخین و تکفیر و توہین صحابہ درج فرماکر آخر میں لکھتے ہیں۔

"لہٰذا شیعہ اثنا عشری رافضی کافر ہیں۔ مسلمانوں سے ان کا نکاح' شادی بیاہ جائز نہیں حرام ہے۔ مسلمانوں کے لئے ان کے جنازے میں شرکت جائز نہیں' ان کا ذبیحہ حلال نہیں' ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں' غرض ان کے ساتھ غیر مسلموں جیسا سلوک اور معاملہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔--- (مفتی) ولی حسن-- 8 صفر 1407ھ۔

رئیس دارالافتاء' جامعۃ العلوم الاسلامیۃ' علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

مفتی اعظم پاکستان' مفتی ولی حسن کے اس فتوی کی تصدیق و تائید پاکستان بھر کے چاروں صوبوں نیز بنگلہ دیش کے سینکڑوں علماء و مفتیان نے فرمائی ہے۔ مکمل فتوی و تصدیقات کے لئے ملاحظہ ہو' متفقہ فیصلہ' حصہ اول ص 153-160 نیز حصہ دوم' ص 78-92) وغیرہ۔

11۔ محدث جلیل علامہ العصر مولانا حبیب الرحمن الاعظمی

محسن اہل سنت مولانا محمد منظور نعمانی کے مشہور استفتاء کے جواب میں 7 صفر المظفر 1407ھ کو مولانا حبیب الرحمن اعظمی نے عقیدہ تحریف قرآن' عقیدہ امامت و انکار خلافت شیخین و توہین و تکفیر صحابہ کی بنا پر شیعہ اثنا عشریہ کے کافر مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا تفصیلی فتوی صادر فرمایا۔ (ملاحظہ ہو خمینی اور شیعہ کے بارے میں علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ' حصہ اول' ص 99-112)

اس فتوی میں کتاب الکافی کی متعدد روایات نقل کرنے کے علاوہ جن میں سے بعض کا ذکر پہلے آچکا ہے' ابتداء میں فرماتے ہیں:

الجواب

"اثنا عشری شیعہ بلاشک و شبہ کافر مرتد ہیں' کیونکہ تحریف قرآن کے برملا قائل اور معتقد ہیں' اور اس کا خود شیعوں کو اعتراف ہے' ان دونوں باتوں کا ناقابل تردید ثبوت خود مستفتی نے پیش کردیا ہے۔"

مولانا اعظمی کے اس تفصیلی فتوی کی تائید و تصدیق جس کا یہ اقتباس تحریف قرآن کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے' برصغیر پاک و ہند کے سینکڑوں سے زائد علماء و مفتیان نے کی ہے جن کا تعلق اہل سنت کے تمام فقہی و فروعی مکاتب فکر (حنفی دیوبندی و بریلوی و اہلحدیث وغیرہ) سے ہے۔

12۔ علامہ مفتی خلیل احمد قادری خادم' دارالافتاء' بدایوں۔

محترم مفتی خلیل احمد قادری' عقیدہ تحریف قرآن' عقیدہ امامت اور انکار خلافت شیخین و تکفیر و توہین صحابہ کی بنیاد پر مولانا منظور نعمانی کے استفتاء کے جواب میں تکفیر شیعہ اثنا عشریہ کا فتوی صادر فرماتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے حوالہ سے یہ بھی لکھتے ہیں۔

"مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے سراجی کے حاشیہ میں موانع ارث کے مسئلہ میں **اختلاف دینین** کی تشریح کرتے ہوئے ایک بہت اہم اصولی بات لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ:

(جو اہل ہواء دعوی اسلام کے باوجود کبھی ضروریات دین میں سے کسی بات کے منکر ہوں' خواہ ان کا انکار کسی رکیک تاویل ہی کی بنیاد پر ہو ان کے کفر میں اور ترکہ کے مستحق نہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ جیساکہ غالی روافض کا معاملہ ہے جو قطعیات دین کی تکذیب اور ادعاء تحریف قرآن وغیرہ کی وجہ سے خدا و رسول کی تکذیب کرتے ہیں۔" (سراجی' ص 9 بحوالہ متفقہ فیصلہ' ص 117)

بعدازاں مولانا احمد رضا خان بریلوی کے حوالہ سے مذکورہ سابقہ اقتباس و دیگر احکامات نقل فرماکر مولانا منظور نعمانی کے استفتاء اور مولانا اعظمی کے فتوی کی مکمل تائید کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

"الحاصل قرآن عظیم میں زیادتی یا کمی یا تحریف و تبدیل کو ماننا دین اسلام کو باطل قرار دیتا ہے۔ روافض کا نعوذ باللہ یہ عقیدہ کہ قرآن مجید میں کمی یا تغیر یا تحریف واقع ہوگئی ہے یا اس کا متحمل ماننا یقیناً کفر اور اسلام کی دشمنی ہے۔

امام فخرالدین رازی علیہ الرحمہ نے تفسیر کبیر میں فرمایا:

(ادعاء الروافض ان القرآن دخله الزيادة والنقصان والتغيير و التحريف ذلك يبطل الاسلام)۔

رافضیوں کا قرآن پاک میں کمی یا زیادتی و تحریف و تغییر کو ماننا اسلام کو باطل کردینا ہے۔ پھر ائمہ اہل بیت کرام کو انبیاء سابقین علیہم الصلوۃ والسلام سے افضل ماننا بھی یقیناً کفر ہے۔ ان عقائد کفریہ پر مطلع ہونے کے بعد کوئی مسلمان بھی اس فرقہ روافض کے کفر میں

شک نہیں کر سکتا ہے۔ علامہ العصر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی دامت فیوضہم نے جو جواب تحریر فرمایا ہے وہ حق اور صحیح ہے' اس کے بعد فقیر کو کچھ لکھنے کی حاجت نہیں۔ صرف تصدیق و تائید کے طور پر چند کلمات لکھ دیئے کہ (تعاونو علی البر والتقوی) ارشاد رب العالمین ہے۔ رب تعالی مسلمانوں کو حق کے قبول اور ناحق سے دور و نفور رہنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ واللہ الموفق۔

فقیر خلیل احمد قادری غفرلہ' خادم دار الافتاء بدایوں

11 جمادی الآخر 1407ھ۔ (مہر)

(بحوالہ متفقہ فیصلہ' حصہ اول' ص 118-119)۔

تصدیق علماء بدایوں

بسم اللہ حامدا" و مصلیا"

اس میں کوئی شک نہیں کہ طائفہ رافضہ جس کا دوسرا نام شیعہ بھی ہے۔ اس گروہ کے عقائد انتہائی واہیات و خرافات امور پر مشتمل ہیں۔ ان کے مرتد و کافر ہونے کے لئے صرف ان کا ایک اہم عقیدہ تحریف قرآن ہی کافی و وافی ہے کہ صریح قرآن مجید (انا نحن نزلنا الذکر و انالہ لحافظون) وغیرہ وغیرہ کے خلاف و منافی ہے۔

بہرحال اس بارے میں جو کچھ علامہ موصوف نے فتوی تحریر فرمایا ہے وہ عین حق و صواب ہے' احقر راقم الحروف کا یہی عقیدہ ہے اور امت مسلمہ حقہ کا یہی عقیدہ از اول تاایں دم رہاہے' اور ہے۔ رب کریم سب کو بالخصوص اس گروہ مرتدین کو توفیق قبول (حق) عنایت فرمائے۔ آمین' بجاہ سیدنا الامین علیہ الصلوۃ والسلام و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

احقر العباد محمد اقبال قادری غفرلہ۔

صدر مدرس مدرسہ قادریہ' خطیب جامع مسجد شمس بدایوں

الجواب صحیح' احقر فضل الظفر خاں عفی عنہ' مہتمم مدرسہ ظفر العلوم' بدایوں۔

الجواب صحیح و المجیب محقق۔ العبد محمد ابراہیم قادری غفرلہ' صدر مدرس' مدرسہ ظفر العلوم۔

الجواب صحیح۔ احقر خلیق الظفر خاں' فاضل دارالعلوم منظر اسلام بریلی' وارد حال بدایوں۔ 4 رجب المرجب' 1407ھ۔

(بحوالہ متفقہ فیصلہ' حصہ اول' ص 119' اقتباس از فتوی مولانا خلیل احمد قادری)

13۔ مولانا مفتی شمس الدین قاسمی' مہتمم جامعہ حسینیہ' ڈھاکہ

مولانا مفتی شمس الدین قاسمی ناظم عمومی جمعیت علماء اسلام' بنگلہ دیش و مہتمم جامعہ حسینیہ عرض آباد' میرپور ڈھاکہ' بنگلہ دیش' نے مولانا منظور نعمانی کے استفتاء کے جواب میں مولانا حبیب الرحمن اعظمی و مفتی ولی حسن وغیرھما کے فتاوی کی بھرپور تائید و تصدیق فرماتے ہوئے 19 رجب 1408ھ کو ایک تفصیلی فتوی بھی صادر فرمایا جس کی تائید و تصدیق بنگلہ دیش کے سینکڑوں علماء و مفتیان نے فرمائی ہے۔ (ملاحظہ ہو متفقہ فیصلہ' حصہ دوم' ص 94-102)۔

اس فتوی میں عقیدہ تحریف قرآن کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

"پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ تیس پارہ قرآن مجید جو ہمارے سامنے موجود ہے بعینہ یہی لوح محفوظ میں ہے' از اول تا آخر منزل من اللہ ہے۔ اس میں کسی قسم کی تحریف و تبدیلی نہیں ہوئی۔ پورے قرآن کا انکار جس طرح کفر ہے' اسی طرح کسی ایک آیت کا انکار بھی کفر ہے۔ اس پر تمام امت کا اجماع ہے' مگر شیعہ اثنا عشریہ اس قرآن پاک کو محرف سمجھتے ہیں اور اس میں تبدیلی و تحریف کے قائل ہیں حالانکہ یہ سراسر کفر ہے۔"

(متفقہ فیصلہ' حصہ دوم' ص 94-95' اقتباس از فتوی مولانا شمس الدین قاسمی)۔

14۔ مولانا یعقوب اسماعیل قاسمی' ڈیوزبری' برطانیہ۔

مولانا منظور نعمانی کے عالمی شہرت یافتہ مذکورہ استفتاء کے جواب میں دیگر وجوہ کفر کے علاوہ عقیدہ تحریف قرآن کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

"شیعہ اثنا عشریہ کا موجودہ قرآن کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ محرف ہے اور اس میں حضرات خلفاء ثلاثہ (رضی اللہ عنہم) نے تحریف اور ردوبدل کردیا ہے' اور یہ وہ اصلی قرآن کریم نہیں ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا' اصلی قرآن کریم تو امام غائب اپنے ساتھ لے کر غار میں روپوش ہوگئے ہیں جو آخری زمانہ میں اس کو لے کر باہر نکلیں گے۔ (نعوذباللہ)

تمام مسلمانوں کا قرآنی آیت کریمہ "انا نحن نزلنا الذکر و انالہ لحافظون" (ہم ہی نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) کے تحت بالاتفاق یہ عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن کریم ہی وہ اصل کتاب اللہ ہے جو اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ

علیہ وسلم پر نازل کی گئی تھی' اور اس میں کسی قسم کا تغیرو تبدل نہیں ہوا' نہ ہی کسی حرف یا زیر زبر میں تحریف ہوئی ہے۔ اس لئے موجودہ قرآن کریم کے بارے میں تحریف اور تغیرو تبدل کا عقیدہ رکھنا قرآن کی تکذیب اور کفر بین ہے"۔

(بحوالہ متفقہ فیصلہ' حصہ دوم' ص 118-119' نیز مکمل فتوی مع اسی سے زائد تصدیقات علمائے برطانیہ کے لئے ص 118 تا123 ملاحظہ ہو۔

15۔ حزب العلماء' یو کے (برطانیہ)

برطانیہ میں مقیم علماء کی ایک تنظیم حزب العلماء یو کے' کے اجلاس منعقدہ 2 اپریل 1988ء میں سو سے زائد شریک علماء نے خمینی اور اثنا عشریہ کی تکفیر کے مسئلہ پر غور کر کے ایک تجویز متفقہ طور پر منظور کی جس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے۔ (حضرت مولانا سے مراد مولانا منظور نعمانی ہیں)"۔

"حضرت مولانا کے استفتاء کے جواب میں ہندو پاک کے بزرگان دین اور مفتیان شرع متین کا جو متفقہ فیصلہ شائع ہوا ہے' برطانیہ کے علماء کرام کا یہ نمائندہ اجلاس اس کی تصدیق کرتا ہے۔ حقیقت میں اثنا عشری شیعوں کے خلاف اسلام عقائد مثلاً" ختم نبوت کا انکار اور تحریف قرآن کے قائل ہونے کی وجہ سے بلاشبہ یہ لوگ کافرو مرتد ہیں۔"

منجانب :۔ حزب العلماء یو کے' جمعیت علماء برطانیہ' مرکزی جمعیت علماء یو کے۔

(مرسلہ) یعقوب مفتاحی' سیکرٹری حزب العلماء' یو کے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو متفقہ فیصلہ' حصہ دوم' ص 125-127)۔

باب دوم

حدیثِ نبوی

2- حدیث نبوی

قرآن مجید کے ساتھ اسلام کی دوسری بنیاد حدیث و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اگرچہ حدیث لغوی لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور سنت آپ کے عمل یا فعل کو کہتے ہیں، مگر اصطلاحی طور پر حدیث نبوی یا سنت نبویہ کا اطلاق تمام اقوال و اعمال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے نیز ان میں آپ کی تمام تقاریر بھی شامل ہیں، یعنی وہ عمل جو آپ نے اپنے سامنے ہوتے دیکھے مگر ان سے منع نہیں فرمایا۔ گویا خاموش رہ کر آپ نے ان کی تقریر (یعنی اثبات و تائید) فرمادی۔

چنانچہ اقوال و اعمال و تقاریر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور مجموعی احادیث و سنن کا نام دیا جاتا ہے، اور اگر صرف حدیث نبوی یا سنت نبویہ کہا جائے تو اس سے مراد آپ کے اقوال و اعمال و تقاریر ہیں اور حدیث (قول) و سنت (فعل) کے لغوی معنی سے قطع نظر دونوں ایک دوسرے کے متبادل اور تمام اقوال و افعال و تقاریر پیغمبر پر محیط کلمات سمجھے جاتے ہیں۔

حدیث و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن مجید کے ساتھ اسلام اور اسلامی شریعت کی دوسری بنیاد و ماخذ ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ مثلاً

1- **وما آتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنه فانتھوا۔ (الحشر :8)**

رسول جو کچھ تمہیں دیں اسے تھام لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔

2- **قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله و یغفرلکم ذنوبکم (آل عمران :31)**

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔

2- **لقد کان لکم فی رسول الله اسوۃ حسنة۔ (الاحزاب :21)**

تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں عمدہ نمونہ ہے۔

3- **قل اطیعوا الله و الرسول۔ (آل عمران :32)**

کہہ دیجئے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔

4- **وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم۔ (النحل :45)**

ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے تاکہ جو ان لوگوں کی جانب نازل کیا گیا ہے آپ اس

کی توضیح و تشریح فرمائیں۔

5۔ یاایها الذین آمنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی الله والرسول (النساء: 59)۔

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو نیز ان کی جو تم میں سے اہل امر ہیں، پھر اگر تم کسی بات میں باہم اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو۔

علاوہ ازیں حدیث نبوی ہے۔

1۔ الا انی اوتیت القرآن و مثله معه۔ (الحدیث)

دیکھو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کے مثل اور چیز بھی۔

2۔ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بهما، کتاب الله وسنة رسوله۔

(مشکاة المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، رواہ مالک بن انس فی الموطا مرسلا")۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہوپاؤ گے، وہ ہیں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔

ان چند اشارات سے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ سنت رسول کی شرعی و لازمی حیثیت واضح طور پر ثابت ہوجاتی ہے اور دنیا بھر میں چودہ صدیوں سے پھیلی ہوئی امت مسلمہ کے نوے فیصد سے زائد افراد پر مشتمل اہل سنت والجماعت حدیث و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں ایک لاکھ سے زائد تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات حدیث و سنت کو بلا امتیاز و تفریق قبول کرنا شرعاً واجب و لازم سمجھتے ہیں اور اس معاملے میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شاہد و عادل تسلیم کرتے ہیں۔

"نیز لفظ سنت کا اطلاق صحابہ کے عمل پر بھی کیا جاتا ہے، خواہ وہ عمل کتاب یا سنت میں صراحتاً مذکور ہو یا نہ ہو کیونکہ یہ امر طے شدہ ہے کہ انہوں نے یقیناً اس سنت کی اتباع کی جو ان کے نزدیک ثابت شدہ تھی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ ہم تک نہیں پہنچی یا پھر وہ عمل ان

صحابہ کا اجتہاد ہوگا جس پر سب نے اتفاق کرلیا ہوگا، یا ان کے خلفاء کا اجتہاد ہوگا جس پر اجماع ہوگیا ہوگا، کیونکہ انہی کا اجماع حقیقتاً اجماع ہے، اور ان کے خلفاء کا عمل بھی اس جہت سے حقیقت اجماع کی طرف راجع ہوتا ہے کہ پھر سب لوگ اس پر عامل ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ مصالح امت پر ان کی جو نظر تھی اس کا یہی اقتضاء ہوتا ہے۔

پس لفظ سنت کے اس اطلاق (تعامل صحابہ یا عمل خلفائے راشدین) کے تحت مصالح مرسلہ اور استحسان آجاتے ہیں، جیسا کہ انہوں نے شرب خمر کی حد مقرر کرنے اور کاریگروں کے ضمان اور مصحف کے جمع کرنے سے متعلق اقدامات کئے اور جیسا کہ ت حروف میں سے ایک حرف (لغت قریش) پر قرات قرآن پر لوگوں کو جمع کیا یا جیسا کہ مردم شماری اور بیت المال کے حسابات وغیرہ سے متعلق رجسٹروں کے بنانے کی کارروائی اور اسی قبیل کے دوسرے اقدامات۔

لفظ سنت کے اس اطلاق (خلفائے راشدین کے طرز عمل) پر یہ ارشاد نبوی دلالت کرتا ہے کہ "**علیکم بسنتی و بسنة الخلفاء الراشدین المهدیین**" (میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو)

(علامہ راغب الطباخ: الثقافة الاسلامیة بحوالہ صاحب الموافق اردو ترجمہ از مولانا افتخار احمد بلخی بنام تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اول، ص 342-343 مطبوعہ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور۔ اشاعت دوم، جولائی 1976ء)۔

مصالح مرسلہ اور استحسان کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا افتخار احمد بلخی لکھتے ہیں۔

"مصالح مرسلہ سے مراد وہ دینی و ملی مصلحتیں ہیں جن سے فوائد کا حصول اور برائیوں سے اجتناب مطلوب ہو اور عمومی طور پر جن کا قائم کرنا شریعت کے مقاصد میں سے ہے، اور شریعت کی نصوص اور اس کے اصول زندگی کے سارے گوشوں کی تنظیم میں ان مصالح کا لازمی طور سے اعتبار کرنے پر دلالت کرتے ہیں، اور شریعت نے ذاتی یا نوعی حیثیت سے ان کی تحدید نہیں کی ہے۔

اور استحسان اس کا نام ہے کہ کسی ضرورت کے داعی ہونے یا کسی مصلحت کے اقتضاء کے پیش نظر کسی اہم حاجت کی تکمیل یا کسی نقصان و حرج کے دفعیہ کی خاطر کسی مسئلہ کا حکم اس حکم کے خلاف ظاہر کیا جائے جو ظاہر قیاس کی رو سے اس کا مسئلہ ہے۔"

(تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اول، ص 342، حاشیہ مترجم)۔

علم الحدیث کی قسمیں

علم الحدیث کی دو قسمیں ہیں۔ علم حدیث بلحاظ روایت اور علم حدیث بلحاظ درایت۔

علم حدیث بلحاظ روایت وہ علم ہے جس سے اس قول یا فعل یا تقریر یا صفت (عادات و خصائل) کا منقول ہونا معلوم ہوتا ہے جس کی نسبت رسول کی طرف کی گئی ہے یا کسی صحابی یا صحابی کے بعد کسی شخص کی طرف۔

اس (علم حدیث بلحاظ روایت) کی ایک تعریف یوں بھی کی گئی ہے کہ یہ وہ علم ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک احادیث کے اتصال کی کیفیت سے بحث کی جاتی ہے۔ اس حیثیت سے کہ ضبط و عدالت کے باب میں راویوں کے کیا احوال ہیں اور یہ کہ سند کے متصل یا منقطع ہونے کے لحاظ سے کیا کیفیت ہے۔ یہ علم "اصول حدیث" کے نام سے مشہور ہے۔

علم حدیث بلحاظ درایت اس علم کو کہتے ہیں جس میں الفاظ حدیث کے معنی و مفہوم سے عربی قواعد اور قوانین شریعت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کا لحاظ کرتے ہوئے بحث ہوتی ہے۔

(راغب الطباخ، الثقافۃ الاسلامیۃ، اردو ترجمہ بنام تاریخ افکار و علوم اسلامی، جلد اول، ص 344)

حدیث کے مقاصد اور اس کے موضوعات

حدیث کا موضوع اور اس کے مقاصد وہی ہیں جو قرآن کا موضوع اور اس کے مقاصد ہیں، اور ذخیرہ احادیث جن معلومات پر مشتمل ہے، ان میں سے چند اہم ترین یہ ہیں:

☆---- اس میں ان امور کی تفصیلات ہیں جو اللہ کی کتاب میں مجمل بیان کئے گئے ہیں، مثلاً نماز و حج اور زکوٰۃ اور تجارتی لین دین کے معاملے، نکاح و ازدواج کے احکام کی تفصیلات اور جرائم اور ان کی سزاؤں سے متعلق احکام کی تفاصیل وغیرہ۔

☆ اس میں وحی کی کیفیت کا بیان ہے جو نبوت کا ستون ہے۔

☆ دعوت نبوی کے مراحل و کوائف کیا رہے، اور اس راہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے کیا کیا صعوبتیں اور اذیتیں برداشت کیں اور یہ کہ زمانہ حج میں آپ قبائل کے پاس کیسے جاتے، ان کو کس کس طرح عبادت الٰہی کی طرف دعوت دیتے اور بتوں کی پرستش چھوڑنے کی تلقین فرماتے۔

☆ اللہ کی طرف دعوت دینے کے معاملہ میں کن حکمتوں اور بصیرتوں اور کیسے روشن دلائل اور قطعی براہین سے آپ کام لیا کرتے اور مخالفین سے کس قدر بہترین انداز سے مباحثہ و مکالمہ فرماتے۔

☆ اس میں ان دینی و سیاسی معاہدات کا بیان ہے جو آپ کے اور ان سرداران مدینہ کے درمیان ہوئے تھے جو اسلام لا چکے تھے اور پھر وہ انصار کے نام سے پکارے جانے لگے اور ان معاہدات کے بعد آپ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔

☆ اس میں مسجد نبوی کی تعمیر کا بیان ہے جو ذکر الٰہی کے لئے اور نماز قائم کرنے اور وعظ و ارشاد اور تعلیم احکام و آداب کے لئے بنائی گئی تھی۔

☆ بہت سے ان معجزات کا بیان ہے جو آپ سے ظاہر ہوئے اور جو آپ کی سچی نبوت کی تائید کرتے اور آپ کے عظیم مرتبہ پر دلالت کرتے ہیں۔

☆ اس میں ان مکاتیب نبوی کی تفصیلات ہیں جو آپ(ص) نے ان بادشاہوں اور امراء کو بھیجے تھے جو جزیرۃ العرب اور اس کے اطراف میں تھے، اور جن میں آپ نے اللہ کا دین اختیار کرنے اور صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دی تھی، اور یہ کہ اگر وہ اسلام لائیں گے تو دنیا و آخرت کی نامرادیوں سے محفوظ رہیں گے۔

☆ ان امور کے علاوہ حدیث ہی سے غزوات و سرایا اور لشکروں کی تیاری کے حالات معلوم ہوتے ہیں جو دعوت حق کی تائید اور نور اسلام کے اتمام کے لئے اور اس دین کو تمام ادیان پر غالب کردینے کے لئے تھے، اور اس بات کی تفصیل بھی حدیث میں ملتی ہے کہ ان غزوات و سرایا میں کیا کیا واقعات پیش آئے اور کیا کیا احکام صادر کئے گئے، اور یہ کہ آپ نے سپہ سالاروں کی فوجوں کے معاملہ میں کیا ہدایتیں دیں اور کس طرح جنگ کرنے کے احکام دیئے، اور یہ کہ اقوام کے ساتھ کس طرح معاملات ہوا کرتے اور ان پر غالب آنے کے بعد کیسے معاملے کئے جاتے۔ نیز یہ کہ ان پر کتنا جزیہ عائد کیا جائے جو ان پر بار نہ ہو اور ان کی اراضی پر کتنا لگان عائد کیا جائے جو ان کی ہلاکت کا باعث نہ ہو۔

☆ نیز حدیث ہی سے ہمیں یہ تفصیلات بھی ملتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ کی ہدایتوں کے ماتحت مجاہدین کس طرح بندگان خدا کو ہدایت اور دین حق کی طرف دعوت دیتے اور اللہ کی وہ کتاب اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وہ سنت پھیلاتے جو لوگوں کے لئے طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام کرتی ہیں' اور جو مکارم اخلاق سے آراستہ ہونے اور ذمائم اخلاق سے اجتناب کا حکم دیتی ہیں' تاکہ ان کی بدولت لوگ تاریکیوں سے نور کی طرف اور گمراہیوں سے ہدایت کی طرف نکلیں' اور یہ سبب بنے دنیا میں ان کی فلاح اور آخرت میں ان کی سعادت کا' اور یہی بعثت نبوی کا بلند مقصد تھا اور رسالت محمدی کی یہی اونچی اور بلند غرض و غایت تھی"۔

(راغب الطباخ' الثقافۃ الاسلامیۃ' اردو ترجمہ از علامہ بلخی بعنوان تاریخ افکار و علوم اسلامی' جلد اول' ص 345-346)۔

تدوین و کتابت حدیث کی بحث و اختلاف کے سلسلہ میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب "فتح الباری" کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ :-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار (احادیث و سنن) صحابہ کرام اور کبار تابعین کے زمانے میں کتابوں میں مدون اور مرتب نہ تھے۔ اس کی دو وجہیں تھیں' ایک تو یہ کہ شروع شروع میں لوگ کتابت حدیث سے روک دیئے گئے تھے' جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک روایت سے اس پر روشنی پڑتی ہے کیونکہ یہ اندیشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کچھ احادیث' قرآن عظیم سے خلط ملط ہو جائیں' اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اولاً تو بہتیرے لوگ لکھنا نہیں جانتے تھے' اور ثانیاً یہ کہ اس کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی' اس لئے کہ لوگوں کا حافظہ نہایت قوی تھا' اور ان کے اذہان بہت تیز تھے۔ پھر تابعین کے آخری دور میں احادیث و سنن کی تدوین اور تبویب کا کام شروع ہوا جب کہ علماء مختلف شہروں اور ملکوں میں پھیل گئے' اور خارجیت' رافضیت اور انکار تقدیر کی بدعتیں اور ضلالتیں بڑھنے لگیں اور پیوند لگانے والوں کے لئے شگاف میں وسعت ہونے لگی اور قریب تھا کہ حق کے ساتھ باطل کی پوری طرح آمیزش کردی جائے۔"

(تاریخ افکار و علوم اسلامی' جلد اول ص 387-388)

ص 388 کے حاشیہ میں مترجم علامہ بلخی "شگاف" کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ

راغب کے اصل عربی جملہ کا حوالہ دیتے ہیں۔

"اصل جملہ یہ ہے کہ: (واتسع الخرق علی الراقع) مگر یہ مختصر سا جملہ اپنے اندر ایک پوری تاریخ رکھتا ہے۔ حضرت عمر کی شہادت سے اسلامی نظام کی دیوار میں جو شگاف ہوا ہے وہ آج تک نہ بھر سکا۔ پھر فتنہ پردازوں اور سازشی گروہ نے ایک اور ضرب لگائی اور شہادت عثمان کا حادثہ پیش آیا اور یہ شگاف اور بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ حضرت علی کی شہادت کا سانحہ رونما ہوا' پھر اختلال و فساد ڈالنے والے نفاق کیش اعدائے دین نے اسلام کو نیست و نابود کردینے اور امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی جو چالیں چلی ہیں تاریخ جاننے والوں سے وہ پوشیدہ نہیں۔ اس چھوٹے سے جملہ کا پس منظر یہ ساری داستان ہے۔"

اسی سلسلہ کلام میں ابن حجر عسقلانی تدوین حدیث کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

"تو پہلے پہل اس تدوین کا کام ربیع بن صبیح (متوفی 160ھ) اور سعید بن عروبہ (متوفی 156ھ) وغیرھم نے کیا' اور یہ حضرات ہر باب سے متعلق علیحدہ علیحدہ تصنیف کیا کرتے۔ یہاں تک کہ دوسرے طبقہ کے بڑے علماء دوسری صدی ہجری کے درمیانی زمانے میں اٹھے اور احکام کی تدوین کی۔ چنانچہ مدینہ میں امام مالک بن انس نے "موطا" لکھی' اور اہل حجاز کی قوی حدیثیں اور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد والوں کے اقوال جمع کئے' اور مکہ میں ابو محمد عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے ایک کتاب لکھی اور شام میں ابو عمرو عبدالرحمان بن عمرو الاوزاعی (متوفی 157ھ) نے ایک کتاب لکھی اور کوفہ میں ابوعبداللہ سفیان بن سعید ثوری (متوفی 161ھ) نے ایک کتاب لکھی اور بصرہ میں ابوسلمہ حماد بن سلمہ بن دینار (متوفی 167ھ) نے ایک کتاب لکھی۔"

(راغب الطباخ' الثقافۃ الاسلامیۃ' اردو ترجمہ بعنوان تاریخ افکار و علوم اسلامی جلد اول' ص 388 بحوالہ الرسالۃ المستطرفۃ)۔

علاوہ ازیں شیخ الاسلام زکریا انصاری کے حوالہ سے صاحب رسالہ مستطرفہ نے درج ذیل مدونین کے نام بھی لکھے ہیں۔

ابن ابی ذئب (متوفی 159ھ) جن کا نام محمد بن عبدالرحمان بن مغیرہ تھا۔۔۔ مدینہ میں۔

معمر بن راشد (متوفی 153ھ) اور خالد بن جمیل۔۔۔ یمن میں

جمیل (یا جریر) بن عبدالحمید (متوفی 188ھ)۔۔۔ رے میں

عبداللہ بن مبارک (متوفی 181ھ)۔۔۔۔ خراسان میں۔

(تاریخ افکار و علوم اسلامی' جلد اول' ص 389)

سیدنا عبداللہ بن مبارک کی "کتاب الزہد و الرقائق" ایک اہم اور معروف مجموعہ احادیث ہے۔ نیز علامہ راغب الطباخ نے محمد بن اسحاق صاحب المغازی (متوفی 151ھ) اور لیث بن سعد فہمی (متوفی 175ھ) کا نام بھی لکھا ہے۔ (تاریخ افکار و علوم اسلامی' جلد اول' ص 389)

مترجم کتاب علامہ بلخی نے مسعر بن کدام (متوفی 155ھ) شعیب بن حمزہ (متوفی 163ھ)' ابو معشر سندھی (متوفی 170ھ)' سلیمان بن بلال (متوفی 172ھ) اور ابن لہیعہ (متوفی 174ھ) کے ناموں کا اضافہ کیا ہے۔ (تاریخ افکار و علوم اسلامی' جلد اول' ص 390)۔ و علی ھذا القیاس۔

یہ بات بھی تاریخ حدیث کے واقفین سے پوشیدہ نہیں کہ سرکاری طور پر جمع و تدوین حدیث کا حکم اموی خلیفہ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیز (شہادت 101ھ) نے دمشق سے پورے عالم اسلام کے اہم بلاد و امصار بالخصوص مکہ و مدینہ کو ارسال کیا تاکہ صحابہ و تابعین راویان حفاظ حدیث کے یکے بعد دیگرے انتقال کرتے چلے جانے سے ذخیرہ احادیث و سنن ضائع نہ ہو جائے۔ شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی (فتح الباری میں) ابو نعیم کی "تاریخ اصبہان" کے حوالہ سے یہ واقعہ ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ:

"کتب عمر بن عبدالعزیز الی الآفاق انظروا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجمعوہ الخ۔"

عمر بن عبدالعزیز نے مملکت کے تمام اطراف و جوانب میں لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تلاش کرو اور ان سب کو جمع کرلو۔ (تاریخ افکار و علوم اسلامی' جلد اول ص 382)

جمع و تدوین حدیث کی اہمیت کے بارے میں ابن صلاح کا یہ قول بڑا اہم ہے کہ اگر علم حدیث کی تدوین کتابوں میں نہ ہوئی ہوتی تو اخیر زمانوں میں وہ مٹ مٹا کر ختم ہو جاتا۔ (تاریخ افکار و علوم اسلامی' 379/1)

مشہور ترین حفاظ و محدثین

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بہت بڑی تعداد نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائی ہیں جن میں خلفائے راشدین' امہات المومنین' عشرہ مبشرہ' انصار و مہاجرین اور دیگر مختلف صحابہ و صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔ مگر گیارہ مکثرین (زیادہ روایت بیان کرنے والے) کے نام عظیم محدث حافظ ابن حزم نے اپنے ایک رسالہ (کتب خانہ احمدیہ' حلب' مخطوطہ نمبر308) میں دیئے ہیں جسے حافظ ابن الجوزی نے اپنی کتاب "تلقیح فھوم الاثر" مطبوعہ ہند میں پھیلایا ہے۔ اس کے شروع میں مذکور ہے کہ یہ ان صحابہ کے نام ہیں جن کا ذکر امام حافظ عبدالرحمان بقی بن مخلد کی مسند میں ہے۔ بہرحال دونوں نسخوں کے اختلاف کی طرف اشارہ کرکے علاوہ راغب الطباخ درج ذیل گیارہ اسماء اصحاب رسول(ص) بیان کرتے ہیں۔

نام صحابی۔۔۔۔ سن وفات (صحیح یا اختلافی)۔۔۔ تعداد مرویات

1۔ حضرت ابو ہریرہ۔۔ (متوفی 57ھ یا 58ھ یا 59ھ)۔ (5374)

2۔ حضرت عبداللہ بن عمر' متوفی 74ھ مکہ میں وفات پائی)۔ (2630)

3۔ حضرت انس بن مالک۔ (متوفی 90ھ یا 91 یا 92 یا 93ھ)۔ (2286)

4۔ حضرت عائشہ۔۔ (وفات 57 یا 58ھ)۔۔ (2210)

5۔ حضرت عبداللہ بن عباس۔۔ (متوفی 68ھ طائف میں وفات پائی)۔۔ (1660)

6۔ حضرت جابر بن عبداللہ۔۔ (متوفی 78ھ۔ مدینہ میں وفات پائی)۔۔ (1540)

7۔ حضرت ابو سعید خدری (سعد بن مالک) (متوفی 74ھ۔ مدینہ میں وفات پائی) (1170)

8۔ حضرت عبداللہ بن مسعود۔ (متوفی 32ھ۔ مدینہ میں وفات پائی)۔ (848)

9۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ (متوفی 65ھ۔ ایک قول کے مطابق مصر میں وفات پائی)۔ (700)

10۔ حضرت عمر بن الخطاب۔ (شہادت 23ھ۔ مدینہ میں شہادت پائی)۔ (537)

11۔ حضرت علی بن ابی طالب۔ (شہادت 40ھ۔ کوفہ میں شہادت پائی)۔ (536)

عماد حنبلی نے اپنی تاریخ "شذرات الذھب" کی جلد اول (ص 63) میں کسی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

سبع من الصحب فوق الالف قد نقلوا

من الحديث عن المختار خير مضر

ابوہریرۃ سعد جابر انس-

صدیقۃ وابن عباس کذا ابن عمر

(سات ایسے صحابہ ہیں جن میں سے ہر ایک نے سید مختار (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو قبیلہ مضر کے سب سے بہتر انسان تھے- ایک ہزار سے اوپر احادیث روایت کی ہیں- ابو ہریرہ' سعد' جابر' انس' عائشہ صدیقہ' ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم)-

(بحوالہ تاریخ افکار و علوم اسلامی' جلد اول' ص 421-422)

اہم ترین مجموعہ ہائے احادیث بربنائے روایات جملہ صحابہ کرام (رض)

پہلی سے تیسری صدی ہجری تک جمع و تدوین حدیث کا جو عظیم سلسلہ جاری رہا اس کے نتیجے میں درج ذیل مجموعہ ہائے احادیث و سنن کو پورے عالم اسلام میں قبول عام اور کتب اساسیہ کی حیثیت حاصل ہوئی اور امت کے نوے فیصد سے زائد افراد پر مشتمل سنت رسول (ص) و جماعت صحابہ (رض) سے وابستہ "اہل سنت والجماعت" کے تمام فقہی مسالک (حنفی' مالکی' شافعی' حنبلی' اہلحدیث وغیرہ) میں یکساں اور متفقہ طور پر ان کتب حدیث کو بطور مجموعی مصادر حدیث و سنت کے طور پر بنیادی اہمیت اور شرعی حیثیت حاصل ہوگئی-

1- الموطا (موطا امام مالک) تالیف امام دار الہجرۃ مالک بن انس (م 179ھ)

2- المسند (مسند احمد) تالیف امام احمد بن حنبل (م 241ھ)

3- الجامع الصحیح (صحیح بخاری) تالیف امام محمد بن اسماعیل البخاری (م 256ھ)

4- الجامع الصحیح (صحیح مسلم) تالیف امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری (م 261ھ)

5- السنن (سنن ابی داؤد) تالیف امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی (م 275ھ)

6- الجامع الصحیح (جامع ترمذی) تالیف امام ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی (م 279ھ)

7- السنن (سنن نسائی) تالیف امام احمد بن شعیب نسائی (م 303ھ)

8- السنن (سنن ابن ماجہ) تالیف امام محمد بن یزید' ابن ماجہ قزوینی (م 275ھ)-

ان میں سے مؤخر الذکر چھ کتب کو صحاح ستہ کے نام سے امہات الکتب شمار کیا جاتا ہے- نیز مسند احمد ان تمام کتب میں ضخیم ترین ہے جس میں اسماء صحابہ کی ترتیب کے مطابق اصل نسخہ میں تیس ہزار سے زائد احادیث بتائی جاتی ہیں' اور ان میں سے بعد میں آنے والے محدثین نے اپنے اپنے معیار انتخاب احادیث و جرح و تعدیل کے مطابق بہت بڑا ذخیرہ اپنی تالیفات میں شامل کردیا ہے- نیز بہت سے علمائے اہل سنت "سنن ابن ماجہ" کے بجائے "موطا" کو مذکورہ "صحاح ستہ" میں شامل کرتے ہیں' اس طرح یہ کل سات کتابیں ہیں جنہیں عرف عام میں "صحاح ستہ" کہہ دیا جاتا ہے- بہرحال یہ تمام کی تمام مستند ترین کتب حدیث ہیں' اور امام ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی (م 743ھ) کی مشکاۃ المصابیح میں راویوں کے نام حذف کرکے صرف آخری راوی (صحابی یا تابعی) کے نام کے ساتھ صحاح ستہ وغیرہ کی احادیث کو بحوالہ کتب یکجا کرکے عام سنی العقیدہ مسلمان کے لئے ان تمام کتب سے استفادہ عمومی لحاظ سے آسان بنادیا گیا ہے- نیز ان کتب کے علاوہ امام ابو حنیفہ (م 150ھ) کی روایات حدیث پر مبنی مسند ابی حنیفہ (مسند الامام الاعظم)' امام شافعی (م 204ھ) کی مسند الشافعی اور موطا امام محمد بھی اسی سلسلہ احادیث کی اہم کڑیاں ہیں-

موطا و مسند احمد و صحاح ستہ کے بعد چوتھی صدی ہجری میں بالخصوص اور بعد کی صدیوں میں بالعموم جمع و تدوین حدیث اور ترتیب و تبویب و تہذیب نیز شروح و حواشی حدیث کے حوالہ سے سینکڑوں مجموعہ ہائے احادیث و شروح مرتب و مدون ہوئے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری و ساری ہے' جو علوم حدیث کے عظیم الشان ذخیرہ کے تنوع و کثرت اور علمائے امت کے اعتناء بالحدیث النبوی کی بین دلیل ہے- تاہم مذکورہ بنیادی کتب احادیث کے بعد مرتب شدہ مجموعہ ہائے احادیث اپنی تمام تر اہمیت و صحت کے باوجود علماء و محدثین کے نزدیک مقام و مرتبہ میں مذکورہ بالا مجموعہ ہائے احادیث کے مقام و مرتبہ کے بعد شمار ہوتے ہیں- و ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است- ان سب کی قدر مشترک یہ ہے کہ وہ روایات جملہ صحابہ کرام (رض) پر مبنی ہیں-

تیسری صدی ہجری کے بعد کے بعض اہم مجموعہ ہائے احادیث

1- صحیح ابن خزیمہ- مؤلفہ ابن خزیمہ محمد بن اسحاق (م 311ھ)

2۔ صحیح ابی عوانہ۔ مئولفہ ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق (م 316ھ)

3۔ مصنف الطحاوی۔ مئولفہ امام ابو جعفر طحاوی (م 321ھ)

4۔ المنتقی۔ مئولفہ قاسم بن اصبغ محدث الاندلس (م 340ھ)

5۔ صحیح المنتقی۔ مئولفہ ابن السکن سعید بن عثمان بغدادی (م 353ھ)

6۔ صحیح ابن حبان۔ مئولفہ ابو حاتم محمد ابن حبان البستی (م 354ھ)

(7۔8۔9) المعجم الکبیر والصغیر والاوسط مئولفہ امام سلیمان بن احمد طبرانی (م 360ھ)

طبرانی کی معجم کبیر میں راویان احادیث صحابہ کرام کے نام حروف تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے ہیں اور اس ترتیب سے تقریباً بیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔

10۔ سنن دار قطنی۔ مئولفہ ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی (م 385ھ)

11۔ مسند ابن شاہین (1500 اجزاء) ابو حفص بن شاہین عمر بن احمد بغدادی (م 385ھ)

12۔ المستدرک علی الصحیحین۔ امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری (م 405ھ)

13۔ مسند الخوارزمی۔ مئولفہ ابوبکر احمد بن محمد برقانی (م 425ھ) (1500 اجزاء)۔

14۔ المحلی۔ مئولفہ حافظ ابو محمد علی بن احمد المعروف بہ ابن حزم ظاہری (م 456ھ)

(15۔18)۔ السنن الکبری والصغری وشعب الایمان و کتاب الزھد۔ مئولفہ ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیھقی (م 458ھ)

19۔ مصابیح السنہ (4719 احادیث)۔ مئولفہ امام حسین بن مسعود البغوی (م 516ھ)

اس کی ایک شرح مشکاۃ المصابیح مئولفہ شیخ ولی الدین ابو عبداللہ الخطیب التبریزی ہے جو 736ھ میں تکمیل پذیر ہوئی، اور دوسری شیخ علی بن سلطان ملا علی قاری (م 1014ھ) کی شرح مرقاۃ المصابیح ہے، اور مشکاۃ المصابیح حذف اسناد کے ساتھ صحاح ستہ و موطا وغیرہ کی تمام احادیث کے متون پر مشتمل وسیع تر عالمی شہرت کی حامل ہے۔

20۔ الترغیب والترہیب۔ امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری (م 565ھ)

21۔ جامع الاصول۔ امام ابوالسعادات مبارک بن محمد ابن اور جزری (م 606ھ)

22۔ منتقی الاخبار۔ امام مجدالدین عبدالسلام بن تیمیہ الحرانی (م 652ھ) (یہ مشہور امام ابن تیمیہ کے جد امجد ہیں)۔

23۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد۔ امام نورالدین علی بن ابی بکر الھیثمی (م 807ھ)

24۔ بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام۔ ابن حجر عسقلانی (م 852ھ)

25۔ جمع الجوامع۔ علامہ جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر سیوطی (م 911ھ)

26۔ کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال۔ علامہ علاؤالدین علی بن حسام الدین المتقی الھندی (م 975ھ)

27۔ سبل السلام شرح بلوغ المرام۔ امام محمد بن اسماعیل الصنعانی (م 1182ھ)

28۔ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار۔ امام محمد بن علی الشوکانی (م 1250ھ)

(تمام مذکورہ اسماء و دیگر اسماء کے لئے ملاحظہ ہو! تاریخ افکار و علوم اسلامی جلد اول، ص 453-458 بعد)۔

اہل بیت رسول سمیت تمام صحابہ کرام کی روایات پر مشتمل اس عظیم ذخیرہ حدیث و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر امت مسلمہ کی نوے فیصد سے زائد اکثریت پر مشتمل اہل سنت والجماعت (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہلحدیث) کا اتفاق و انحصار ہے۔ اس وسیع و عظیم ذخیرہ حدیث میں صحاح ستہ کو بنیادی و اساسی حیثیت حاصل ہے، مگر اہل تشیع اصول روایت و درایت اور جرح و تعدیل کی روشنی میں بعض کتب (مثلاً سیوطی کی جمع الجوامع اور مستدرک وغیرہ) میں موجود بعض ضعیف احادیث پر تنقید کرکے انہیں ضعیف ثابت کرنے کے بجائے سرے سے صحابہ کرام کو بحیثیت راویان حدیث و سنت قبول کرنے سے ہی انکار کردیتے ہیں، اور ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنھم ان کے اصول حدیث کی روشنی میں اس بات کی اہلیت نہیں رکھتے کہ ان سے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبول کی جائیں، اس سلسلے میں ان کا اصل موقف تو وہ ہے جس کے مطابق سیدنا علی کو امام اول اور خلیفہ بلافصل تسلیم کرنے کے بجائے سیدنا ابوبکر کو امام اول و خلیفہ بلافصل تسلیم کرکے ان کی بیعت کرنے کی وجہ سے ننانوے فیصد صحابہ کرام (معاذ اللہ) کافر و مرتد قرار پائے تھے۔ لہٰذا ان سے قبول روایات قرآن و سنت چہ معنی دارد؟

1۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال: کان الناس اھل ردۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ الا ثلاثۃ فقلت و من الثلاثۃ؟

فقال: المقداد بن الاسود و ابوذر الغفاری و سلمان الفارسی، رحمۃ اللہ علیھم و برکاتہ۔ (فروع الکافی، جلد سوئم، کتاب الروضۃ، ص

-(115

ترجمہ: ابی جعفر علیہ السلام سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تین کے سوا تمام لوگ مرتد ہوگئے تھے (راوی کہتا ہے) پس میں نے عرض کیا کہ وہ تین کون تھے تو آپ نے فرمایا مقداد بن اسود' ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رحمتہ اللہ علیہم و برکاتہ۔

2۔ مگر بظاہر وہ اس بات کو علی الاعلان کہنے کے بجائے یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ صحابہ کی نسبت اہل بیت احادیث و سنن رسول(ص) کو زیادہ جانتے ہیں' لہٰذا ہم اس سلسلے میں صرف انہی پر انحصار کرتے ہیں اس سلسلے میں ان کا کہنا ہے کہ

"صاحب البیت ادری بما فی البیت"

(صاحب خانہ اپنے گھر کے اندرونی معاملات کو بہتر جانتا ہے)

اس طرح اہل بیت سے باہر ایک لاکھ سے زائد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس زمرے سے بیک جنبش قلم خارج کرنے کے بعد اہل بیت میں سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (سیدہ عائشہ و حفصہ و ام حبیبہ وغیرہ) کو خارج قرار دیتے ہیں' اسی طرح سیدہ فاطمہ کی تینوں بڑی بہنوں سیدہ زینب و رقیہ و ام کلثوم' دختران رسول اور داماد رسول سیدنا ابوالعاص اموی (شوہر سیدہ زینب) و سیدنا عثمان ذوالنورین (شوہر سیدہ رقیہ وام کلثوم) کو بھی اہل بیت رسول (ص) سے خارج قرار دیتے ہیں اور ان کو بھی روایات حدیث و سنت کے سلسلے میں قابل اعتماد و قبول نہیں سمجھتے' بلکہ صرف سیدنا علی و فاطمہ اور آل علی و فاطمہ نیز ان کے ساتھی چند بنوہاشم و دیگر حضرات مقداد و سلمان و ابوذر وغیرہ کو قابل قبول قرار دیتے ہیں۔

3۔ اہل بیت کے شیعی تصور کے مطابق صرف سیدنا علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم اور ان کی اولاد کو اہل بیت میں شمار کرنے کے بعد بارہ اماموں کے ماننے والے اہل تشیع (شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ) صرف بارہ اماموں کے ماننے والے اہل بیت علی ہی کو مومن اور بحیثیت راوی حدیث مستند قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا سیدنا علی کے فرزند محمد بن علی (ابن الحنفیہ) اور ان کے شیعہ فرقہ کیسانیہ کے پیروکار علوی و ہاشمی اعزہ و اقارب و متبعین کی احادیث کو بھی مسترد کرتے ہیں۔

ب۔ اسی طرح اثنا عشریہ' امام علی زین العابدین کے فرزند اور امام باقر کے بھائی امام زید شہید اور ان کی اولاد و متبعین یعنی شیعہ زیدیہ کی روایات اہل بیت کو قبول نہیں کرتے۔

ج۔ سیدنا جعفر الصادق کے فرزند اور امام موسیٰ الکاظم کے بڑے بھائی سیدنا اسماعیل اور آل اسماعیل و متبعین فرقہ شیعہ اسماعیلیہ کی روایات کو بھی اثنا عشریہ ناقابل اعتبار قرار دے کر رد کرتے ہیں۔

د۔ امام موسیٰ الکاظم کی اولاد میں سے سید محمد نور بخش بانی شیعہ فرقہ نوربخشیہ اور آل نور بخش و متبعین نوربخشیہ کی روایات حدیث کو بھی اثنا عشریہ قبول نہیں کرتے۔ وعلی ھذا القیاس۔

لہٰذا اہل بیت رسول(ص) کے محدود شیعی تصور کے مطابق بھی شیعہ اثنا عشریہ آل علی و فاطمہ میں سے امام ابن الحنفیہ' امام زید شہید' امام اسماعیل' امام سید محمد نوربخش اور ان کی ہاشمی و فاطمی اولاد نیز ان کے اصحاب و انصار و متبعین کو بھی ناقابل اعتبار قرار دے کر اس دائرہ کو محدود تر کردیتے ہیں' اور اس کے نتیجہ میں یہ تمام ائمہ اور ان سے منسوب شیعہ فرقے بھی شیعہ اثنا عشریہ کے ذخیرہ و سرمایہ حدیث کو مسترد کردیتے ہیں۔ پس یہ ہے (صاحب البیت ادری بمافی البیت) کی تشریح و تفصیل اور محدود ترین نوعیت و حقیقت۔

4۔ اس کے ساتھ ہی "صاحب البیت" والا شیعی اصول اس لحاظ سے بھی غلط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدہ عائشہ اور دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ علیحدگی میں ہوتے تھے تو نہ وہاں علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کوئی ہوتا تھا نہ کوئی اور ہاشمی و قریشی موجود ہوتا تھا۔ سفر ہجرت و غار ثور و دیگر مواقع پر جب تنہا سیدنا ابوبکر آپ کے ہمراہ تھے تو وہاں کوئی اور نہ تھا۔ جب گھر سے باہر آپ ابوہریرہ جیسے کل وقتی مصاحبین کے ساتھ تشریف فرما ہوتے تو ابوبکر و عمر و عثمان و علی وغیرھم اپنے اپنے معاش و کاروبار میں مشغول ہوتے' لہٰذا احادیث کے لئے کسی فرد واحد یا چند افراد پر انحصار کرنا ممکن نہیں۔ خود سیدنا ابو ہریرہ کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ باقی لوگ فکر معاش کے لئے چلے جاتے مگر وہ فکروفاقہ سے بے نیاز روکھی سوکھی پر صبر شکر کرکے تین سال مسلسل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اکثرو بیشتر اوقات گزارتے رہے' لہٰذا ان کی روایات احادیث بھی زیادہ ہیں' جبکہ شیعہ اس قسم کے مہمل اعتراضات بھی کرتے ہیں کہ علی کی نسبت کتب اہل سنت میں

ابو ہریرہ کی روایات کیوں زیادہ ہیں' حالانکہ کتب اہل سنت میں خلفائے راشدین میں سے سیدنا ابوبکر کی روایات سب سے کم ہیں کیونکہ جلد وفات کے علاوہ وہ روایت حدیث میں محتاط تر تھے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ سیدنا ابوبکر کے مقابلے میں علی و ابو ہریرہ کی زیادہ احادیث اپنی کتب میں شامل کرکے اہل سنت نے سیدنا ابوبکر کا مقام (معاذاللہ) کم کردیا ہے' اور اہل البیت ادری بمافی البیت کے شیعی تصور کے مطابق تو ایک ضمنی نقطہ یہ بھی نکالا جاسکتا ہے کہ اہل مکہ و مدینہ جناب رسالت مآب کے اہل خاندان و اقارب اور ان سے قریب تر ہیں۔ لہٰذا ان کا اسلام آج بھی ایرانیوں کے اسلام سے زیادہ خالص اور اصل سے قریب تر ہے۔ نیز سیدنا علی چونکہ بیت رسول اور روضہ رسول(ص) سے دور کوفہ منتقل ہوگئے تھے' اور سیدہ عائشہ 58ھ تک مدینہ منورہ میں رہیں اور سیدنا حسن کوفہ سے مدینہ لوٹ آئے۔ پھر وہیں مدفون ہوئے' لہٰذا سیدہ عائشہ و حسن کو شہر نبی میں وفات و تدفین کی وجہ سے سیدنا علی پر فضلیت حاصل ہے اور وہ امور بیت کو بہتر سمجھ پائے۔ اس قسم کے خودساختہ دلائل نہ صرف روایت حدیث بلکہ دیگر حوالوں سے بھی بہت سے منطقی مگر غلط استدلال کی راہیں کھول دیتے ہیں۔ ونعوذ باللہ من ذلک۔

چنانچہ اہل تشیع اپنے ان اصول قبولیت احادیث کی رو سے ازواج مطہرات و دیگر اہل بیت رسول سمیت ننانوے فیصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ناقابل اعتبار اور غیر مستند قرار دے کر عملاً" منکرین حدیث و سنت قرار پاتے ہیں۔ اس حوالہ سے شیخ الاسلام قمرالدین سیالوی کا بیان بڑا اہم اور تقیہ کے حوالہ سے بقیہ ایک فیصد راویان کی روایات اہل بیت کو بھی ناقابل قبول ثابت کرنے میں بڑا جامع ہے۔

"اہل تشیع نے اپنے مخصوص مذہب کی بناء ایسی روایات پر رکھی ہے جو انتہا درجہ محدود ہے کہ احادیث کے عینی شاہد یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین جن کی تعداد تاریخ عالم کی رو سے ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے اور بجز اہل تشیع کے باقی تمام اقوام عالم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے والوں کی تعداد اس سے کم نہیں بتاتے تو اس قدر تعداد میں سے صرف چار یا پانچ آدمیوں کی روایت قابل تسلیم اور باقی تمام کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایات ناقابل تسلیم یقین کرتے ہیں۔ دوسرا جن اصحاب سے اور اماموں سے روایتیں لینا جائز بتاتے ہیں ان کے متعلق اس ضروری عقیدہ کا دعویٰ

کرتے ہیں کہ تقیہ اور کذب بیانی ان کا دین و ایمان تھا۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔

چنانچہ اہل تشیع کی انتہا درجہ معتبر کتاب "کافی" مصنفہ (اہل تشیع کے مجتہد اعظم) ابو جعفر یعقوب کلینی میں مستقل باب تقیہ کے لئے مخصوص ہے' اور اس کو اصول دین میں شمار کرتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر ایک دو روایتیں امام ابو عبداللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب پیش کرتا ہوں۔

"عن ابی عمیر الأعجمی قال: قال لی ابو عبدالله علیه السلام: یا ابا عمیر ان تسعة اعشار الدین فی التقیة' ولا دین لمن لا تقیة له۔

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے ایک خاص شیعہ ابی عمیر الاعجمی سے فرمایا کہ دین میں نوے فیصد تقیہ اور جھوٹ بولنا ضروری ہے' اور فرمایا کہ جو تقیہ (جھوٹ) نہیں کرتا وہ بے دین ہے (باقی دس کی بھی کسر نہ رہی)۔ دیکھو اصول کافی 482' اور ص 483 پر بھی کثرت کے ساتھ روایات ہیں۔

(محمد قمرالدین سیالوی: مذہب شیعہ' ص 3-4' مطبوعہ لاہور' 1377ھ)۔

اس حوالہ سے مزید روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

"اب جبکہ ابتدائی واسطہ یعنی صحابہ کرام کی ذات قدسی صفات ہی کو قابل اعتماد تسلیم نہ کیا جائے' یعنی تین چار کے بغیر ظاہری مخالفت کی بنا پر قابل اعتبار نہ رہیں اور یہ تین چار باوجود انتہائی دعویٰ محبت و تولی کے سخت ناقابل اعتماد ثابت کئے جائیں کہ جو بھی ان کی روایات ہوں گی یقیناً" غلط اور خلاف واقعہ امر کی طرف رہنمائی کریں گی' یا تو خود ان ہستیوں نے تقیتہ" و کتماناً" للحق غلط اور خلاف واقعہ فرمایا۔ یا ان کے محبان خدمت گاران شیعوں نے بہ تعمیل آئمہ کذب' جھوٹ اور خلاف واقعہ روایت فرمائیں۔ بہرصورت ان روایات کو صحیح کہنا اپنی بے دینی اور بے ایمانی پر واضح دلیل پیش کرنا ہے"۔ (مذہب شیعہ' ص 8)۔

تحریف قرآن و راویان حدیث کے بارے میں شیعہ نقطہ نظر بیان فرمانے کے بعد شیخ الاسلام سیالوی اہل سنت سے سوال کرتے ہیں:۔

"اب میرے محترم بھائیو! حدیث کا اس طریقہ سے انکار اور قرآن کا اس طرح سے انکار تو کوئی بتائے کہ مذہب اسلام اور شریعت مقدسہ کسی طرح بھی ممکن الوجود ہو سکتی ہے؟" (مذہب شیعہ' ص 9)

5۔ شیعہ کتب حدیث کے حوالہ سے یہ نقطہ بھی قابل غور ہے کہ شیعہ کتب حدیث میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو کم ہیں البتہ احادیث معصومین کے نام سے بارہ اماموں کے اقوال بہت زیادہ ہیں جن میں سے صرف تین یعنی سیدنا علی و حسن و حسین صحابی تھے، اور آخرالذکر دونوں امام بھی وفات رسول کے وقت (روایت حدیث کے حوالہ سے) سات آٹھ برس کے صغیرالسن بچے تھے، جبکہ بقیہ نو اثنا عشری امام وفات نبوی کے وقت تک پیدا ہی نہیں ہوئے تھے، مگر شیعہ عقیدہ کے مطابق بارہ اماموں کے اقوال کا بھی وہی شرعی مقام و حیثیت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ہے، جبکہ اہل سنت کے نزدیک بارہ اماموں کو منصوص و معصوم، افضل من الانبیاء السابقین اور واجب الاطاعت مانتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و احادیث میں شریک کرنا مشارکت فی النبوۃ (نبوت میں شراکت) اور انکار سنت و ختم نبوت ہے، اور شیعہ اثنا عشریہ اس حوالہ سے منکرین سنت و ختم نبوت قرار پاتے ہیں۔ انقلاب ایران کے بعد دستور ایران میں بھی سنت رسول کے بجائے چودہ معصوموں کی سنت کو دستوری اساس اجتہاد قرار دیا گیا ہے اور ان چودہ معصوموں میں سے ایک معصوم محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔

"اجتہاد مستمر فقہائی جامع الشرائط بر اساس کتاب و سنت معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین"۔ (قانون اساسی جمہوری اسلامی ایران، اصل دوم، ص 15، مطبوعہ طہران 1979ء)۔

ترجمہ :۔ کتاب و سنت معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کی بنیاد پر کیا گیا جامع الشرائط فقہاء کا مسلسل اجتہاد (اساس دستور ہوگا)۔

بہرحال شیعہ اثنا عشریہ کے چار اہم ترین مجموعہ ہائے احادیث درج ذیل ہیں جو موطا مالک و مسند احمد و صحاح ستہ کی تدوین کے بعد چوتھی اور پانچویں صدی میں مرتب کئے گئے۔

1۔ کتاب الکافی۔ تالیف الشیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی (م 329ھ)۔

2۔ من لایحضرہ الفقیہ۔ تالیف الشیخ محمد بن علی ابن بابویہ القمی (م381ھ)۔

3۔ کتاب التہذیب۔۔ تالیف الشیخ محمد بن حسن الطوسی (م 460ھ)۔

4۔ کتاب الاستبصار۔۔ تالیف الشیخ محمد بن حسن الطوسی (م 460ھ)

ان کتب کے بعد سلسلہ اثنا عشریہ کی روایات "معصومین" پر مشتمل دیگر کتب حدیث بھی مرتب کی گئیں مگر ان کتب اربعہ (چار کتابوں) کو اہل سنت کی صحاح ستہ کی طرح بنیادی و

اساسی مقام حاصل ہے۔

ان تمام نقاط و اشارات سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ نہ صرف ننانوے فیصد یعنی ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بحیثیت راویان احادیث و سنن رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسترد کرکے عملاً منکرین حدیث و سنت رسول(ص) قرار پاتے ہیں بلکہ بارہ اماموں کو نبیوں رسولوں کی طرح معصوم و منصوص، مفترض الطاعہ نیز افضل من الانبیاء السابقین مانتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و احادیث میں بحیثیت معصومین شریک ٹھہراکر مشارکت فی النبوۃ والسنہ النبویہ (نبوت اور سنت نبویہ میں شراکت) کے مرتکب و منکرین ختم نبوت بھی قرار پاتے ہیں۔ نیز اہل تشیع کے تمام دیگر فرقوں (کیسانیہ، زیدیہ، اسماعیلیہ، نوربخشیہ وغیرہ) کی شیعہ کتب و راویان حدیث (مسند الامام زید وغیرہ) کو شرعاً مسترد کرنے کی وجہ سے ان تمام غیر اثنا عشری شیعہ فرقوں کے نزدیک بھی قابل مذمت و ناقابل اعتبار ہیں، اور ان تفیلات کو دیکھتے ہوئے روافض اثنا عشریہ پر امام ابن تیمیہ کا یہ قول پوری طرح صادق آتا ہے جو انہوں نے رفض و تشیع کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔

"حركة انتقامية من اليهود ضد النبوة المحمدية" (منہاج السنۃ)۔

شیعیت، نبوت محمدیہ کے خلاف یہود کی انتقامی تحریک کا نام ہے۔

باب سوم

عقیدۂ امامت

3- عقیدہ امامت

تمام اہل تشیع بالعموم اور شیعہ اثنا عشریہ بالخصوص اپنے ائمہ کو انبیاء و رسل کی طرح منصوص من اللہ (اللہ کی طرف سے مقرر شدہ) معصوم عن الخطاء اور مفترض الطاعۃ (جن کی اطاعت نبیوں رسولوں کی طرح فرض ہے) مانتے ہیں۔ نیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر تمام انبیاء و مرسلین بشمول سیدنا آدم و ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و داؤد و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے افضل و برتر قرار دیتے ہیں۔

عقیدہ ختم نبوت کے منافی اس شیعی عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی (م 561ھ) گمراہ فرقوں کے باب میں اہل تشیع (روافض) کے حوالہ سے فرماتے ہیں:-

"والذی اتفقت علیه طوائف الرافضة و فرقها اثبات الامامة عقلاً و ان الامامة نص وان الائمة معصومون من الآفات والغلط والسهو والخطا۔

ومن ذلک ان الامام یعلم کل شئی ماکان ومایکون من امرالدنیا والدین حتی عدد الحصی وقطر الامطار وورق الاشجار وان الائمة تظهر علی ایدیهم المعجزات کالانبیاء علیهم السلام"۔ (الشیخ عبدالقادر الجیلانی' غنیة الطالبین' ص 156-157)۔

روافض (شیعوں) کے تمام گروہوں اور فرقوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کا مسئلہ امامت از روئے عقل بھی ثابت ہے اور امام کا تعین اللہ تعالیٰ کے صریح حکم سے ہوتا ہے اور یہ کہ امام ہر طرح کی آفات' غلطی اور بھول چوک سے معصوم ہوتا ہے۔

اور ان کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ امام کو دنیا اور دین کی تمام چیزوں کا علم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ دنیا بھر کے سنگریزوں اور کنکروں' بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کی تعداد کا بھی ان کو علم ہوتا ہے اور اماموں کے ہاتھ پر انبیاء علیہم السلام کی طرح معجزات بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۔ 1176ھ) اسی تسلسل و تناظر میں شیعوں کو عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ کی بناء پر منکرین ختم نبوت اور کافر قرار

دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"امام باصطلاح ایشاں معصوم، مفترض الطاعہ، منصوب للخلق است، ووحی باطنی در حق امام تجویز می نمایند۔ پس در حقیقت ختم نبوت رامنکر اند گو بزبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را خاتم الانبیاء می گفتہ باشند"۔

(شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، تفہیمات الہیہ، ص 244 و وصیت نامہ، ۶۔7، طبع مسیحی، باہتمام محمد مسیح الزماں کانپور، 1273 ھ)

ترجمہ:۔ شیعوں کی اصطلاح کے مطابق امام معصوم ہوتا ہے، اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے اور وہ مخلوق کے لئے (اللہ کی طرف سے) مقرر و نامزد ہوتا ہے۔ نیز وہ امام کے لئے وحی باطنی کے قائل ہیں۔ پس شیعہ اگرچہ زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں، مگر در حقیقت وہ منکرین ختم نبوت ہیں۔

شیعی عقیدہ امامت کے حوالہ سے بارہ اماموں (سیدنا علی و حسن و حسین و علی زین العابدین، محمد الباقر و جعفر الصادق و موسی الکاظم و علی الرضا، محمد التقی و علی النقی و حسن العسکری و محمد المہدی) کی امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوہ کا عقیدہ رکھنے والے فقہ جعفری کی پیروی کے دعویدار، شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کی کتابوں میں سینکڑوں روایات ائمہ درج ہیں۔ ان کتب احادیث و روایات شیعہ میں معتبر ترین مجموعہ احادیث "الجامع الکافی" ہے جس میں سولہ ہزار سے زائد روایات ہیں اور جس کے مؤلف شیعہ محدث و مجتہد اعظم علامہ ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی (م 329 ھ) بارہویں اثنا عشری امام محمد المہدی کے ہم عصر ہیں بلکہ شیعہ روایت کے مطابق علامہ کلینی کی تالیف کردہ اس "کتاب الکافی" کی تائید و تحسین خود بارہویں امام محمد المہدی نے یہ کہہ کر فرمائی کہ:۔ **"ھذا کاف لشیعتنا"**۔ (یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے)۔ اور اسی لئے اس کا نام الکافی قرار پایا، اور امام مہدی کا یہ قول "کتاب الکافی" کے سرورق پر بالاہتمام درج کیا جاتا ہے۔

شیعہ اثنا عشریہ کے سولہ ہزار سے زائد روایات پر مشتمل اس مستند و معتبر ترین مجموعہ احادیث معصومین "الجامع الکافی" کا ایک ایڈیشن چار جلدوں میں 1302ھ میں مطبع نو لکشور لکھنؤ سے شائع ہوا ہے، جس کے تقریباً ڈھائی ہزار صفحات ہیں، چنانچہ اس مستند و معتبر کتاب سے حتی الامکان اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے عقیدہ امامت کے حوالہ سے بطور نمونہ کچھ

احادیث و روایات معصومین درج کی جارہی ہیں جن سے شیعی عقیدہ امامت کی مختلف تفصیلات اور امت کے عقیدہ ختم نبوت سے اس کے تخالف و تصادم پر کماحقہ روشنی پڑتی ہے۔ بعدازاں اس عقیدہ امامت کے حوالہ سے بعض دیگر کتب شیعہ بالخصوص علامہ باقر مجلسی و امام خمینی نیز مؤلفین "تفسیر نمونہ" جیسے عظیم المرتبت شیعہ علماء و مجتہدین کی تصانیف کی بعض عبارات بھی تائید و تصدیق مزید کے لئے درج کردی گئی ہیں تاکہ عصر جدید میں ایک ارب سے زائد اہل سنت والجماعت (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہلحدیث) پر مشتمل امت مسلمہ، اسلام کے دعویدار اس اقلیتی فرقہ کے ختم نبوت کے منافی عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوہ کی تفصیلات سے کماحقہ واقف ہوسکے، اور ان ہزاروں روایات شیعہ میں سے بعض کا بذات خود مطالعہ و تجزیہ کرسکے جو سیدنا علی و حسن و حسین و علی زین العابدین نیز محمد الباقر و جعفر الصادق وغیرہ جیسے صحیح العقیدہ غیر منصوص و غیر معصوم صحابہ و تابعین سے غلط طور پر منسوب کرکے مذہب شیعی اور عقیدہ امامت کا جواز فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے، حالانکہ عقیدہ امامت کی اس قدر بیان شدہ اہمیت و حیثیت کے باوجود اہل سنت سے قطع نظر خود مختلف شیعہ فرقے (زیدیہ و اسماعیلیہ و نور بخشیہ وغیرہ) تعداد ائمہ و تفصیلات امامت میں شیعہ اثنا عشریہ سے شدید اختلاف رکھتے ہیں، اور ان کے مقابلے میں مختلف و متصادم روایات امامت و شیعیت کے علمبردار ہیں اور "**ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا**"۔ (جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق ڈالی اور گروہوں میں بٹ گئے) کی عملی مثال ہیں۔

شیعہ عقیدہ امامت کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل وضاحت ہے کہ اہل تشیع "امامت و خلافت و ولایت و وصایت" جیسی عربی و اسلامی اصطلاحات کا لغوی و عمومی مطلب و مفہوم مراد نہیں لیتے، بلکہ ان تمام کلمات کو مخصوص شیعی اصطلاحی مفہوم میں استعمال کرتے ہیں، چنانچہ شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک امامت و خلافت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری نبی (خاتم الانبیاء والمرسلین) ہیں جن کے بعد نہ تو کوئی نبی ہے نہ رسول اور نہ ہی کوئی ایسا غیر نبی امام آنا ممکن ہے جو انبیاء کی طرح منصوص من اللہ، معصوم عن الخطاء، مفترض الطاعہ یا افضل من الانبیاء ہو، لہٰذا صحابہ کرام نے اجماع و اتفاق [illegible] غیر منصوص و غیر معصوم، غیر افضل من الانبیاء مگر بالترتیب افضل الخلق بعد الانبیاء والمرسلین

تسلیم کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنھم کو سربراہ حکومت و ریاست (امیر المؤمنین و امام المسلمین) اور جانشین پیغمبر (خلیفہ) منتخب کرلیا۔

اسی طرح شیعوں کے نزدیک ولایت سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ کسی بزرگ ہستی کو دینی و روحانی لحاظ سے خدا کا ولی و دوست یا عمومی معنی میں مسلمانوں کے معاملات چلانے والا (ولی امرالمسلمین) سمجھا جائے' جیسا کہ سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان و علی نیز دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم تھے' اور نہ ہی وصایت کا مطلب شیعوں کے نزدیک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق کو اپنی جگہ امامت نماز کی وصیت و تلقین فرما کر ان کی امامت و خلافت کا اشارہ دے دیا' بعدزاں سیدنا ابوبکر نے وفات سے پہلے سیدنا عمر فاروق کے بارے میں وصیت امامت و خلافت فرمائی۔ پھر سیدنا عمر فاروق نے شہادت سے پہلے عشرہ مبشرہ کے چھ جلیل القدر اصحاب (سیدنا عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عبدالرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص) میں سے کسی ایک کی امامت و خلافت پر متفق ہونے کی وصیت فرمائی' اور اس وصیت کے مطابق سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان بالترتیب امام و خلیفہ' اجماع صحابہ سے منتخب کرلئے گئے' بلکہ اہل تشیع کے نزدیک امامت و خلافت و ولایت و وصایت کا اصطلاحی مفہوم و مطلب' سیدنا علی و دیگر ائمہ شیعہ کی امامت و خلافت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ' ولایت کا مطلب ائمہ کا دنیا و آخرت پر اقتدار کامل اور وصایت کا مطلب اللہ رسول کی طرف سے ابوبکر و عمر و عثمان کی بجائے علی کے امام اول و خلیفہ بلافصل (بلا فاصلہ جانشین) ہونے کی وصیت نبوی ہے۔ وعلی ھذا القیاس۔

الف۔ شیعہ احادیث و روایات بسلسلہ امامت

اب اس شیعی عقیدہ امامت و خلافت و ولایت و وصایت و عصمت ائمہ کے حوالہ سے شیعہ اثنا عشریہ کی احادیث و روایات معصومین ملاحظہ ہوں۔ اس سلسلہ میں پہلے سیدہ فاطمہ زہراء کے بارے میں درج ذیل روایت قابل مطالعہ ہے جو اگرچہ خاتون ہونے کی بناء پر بارہ اماموں میں تو شامل نہیں مگر اثنا عشری عقیدہ کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بارہ اماموں کے ہمراہ "چودہ معصومین" میں شامل ہیں' اور انہیں وہ تمام مقامات و مراتب و صفات و کمالات حاصل ہیں جو ائمہ معصومین کے لئے مخصوص ہیں۔

۱۔ وفات نبوی کے بعد فرشتہ کے چودہ معصومین میں شامل سیدہ فاطمہ سے

بار بار ہمکلام ہونے سے قرآن سے تین گنا بڑا مصحف فاطمہ تیار ہوا۔

راوی ابوبصیر کی اصول کافی میں موجود روایت کے مطابق امام جعفر صادق نے ایک سوال کے جواب میں کہ مصحف فاطمہ کیا ہے؟ فرمایا کہ:۔

"ان الله لما قبض نبيه عليه السلام دخل فاطمة من الحزن مالا يعلمه الا الله عزوجل فارسل ملكا يسلي غمها و يحدثها۔ فشكت ذلك الى امير المئومنين عليهما السلام فقال لها اذا احسست بذلك و سمعت الصوت قولي لي' فاعلمته بذالك - فجعل امير المئومنين عليه السلام يكتب كلما سمع حتى اثبت من ذلك مصحفا"۔

(اصول الكافي' باب فيه ذكر الصحيفة والجفر والجامعة و مصحف فاطمة عليها السلام' ص 147)۔

ترجمہ:۔ جب اللہ نے اپنے نبی علیہ السلام کو وفات دے دی تو فاطمہ کو اس قدر رنج و غم ہوا جس کا علم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو نہیں۔ پس اللہ نے ایک فرشتہ ان کے پاس بھیجا جو ان کے غم میں انہیں تسلی دے' اور ان سے باتیں کیا کرے۔ فاطمہ نے امیرالمئومنین علیہما السلام کو یہ بات بتلائی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تمہیں اس فرشتہ کی آمد کا احساس ہو اور اس کی آواز سنو تو مجھے بتادینا۔ پس فاطمہ نے انہیں (فرشتہ کی آمد پر) بتلادیا' تو امیرالمئومنین جو کچھ فرشتہ سے سنتے لکھتے جاتے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس کلام سے ایک مصحف (مصحف فاطمہ) تیار کرلیا۔

قرآن مجید میں امامت و ائمہ کا بیان بمطابق روایات شیعہ

اصول کافی' کتاب الحجہ میں ایک باب کا عنوان ہے:۔

"باب فيه نكت و نتف من التنزيل في الولاية"

وہ باب جس میں ولایت و امامت کے بارے میں قرآن مجید کے نکات و رشحات بیان ہوئے ہیں۔ اس طویل باب میں تقریباً ایک سو روایات ولایت و امامت ائمہ کے بارے میں درج ہیں جن میں سے بطور اشارہ چند ایک درج کی جارہی ہیں تاکہ اہل علم و دین اندازہ کرسکیں کہ اہل تشیع نہ صرف شدت کے ساتھ عقیدۂ امامت و ولایت کو توحید و رسالت و قیامت کی طرح اصل دین اور واجب الایمان سمجھتے ہیں بلکہ اس عقیدہ امامت وولایت کے

حوالہ سے بھی قرآن مجید میں خوفناک حد تک تحریف لفظی و معنوی ہردو کے مرتکب قرار پاتے ہیں۔

2۔ جس امانت کا بوجھ آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے اٹھانے سے انکار کردیا وہ امانت علی تھی۔

سورہ احزاب کی آیت نمبر 72 ہے:۔

انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوما جهولا۔

ترجمہ:۔ ہم نے امانت (خلافت الٰہی) آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی مگر انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کردیا اور اس (امانت) سے کانپ اٹھے مگر انسان نے اس کا بوجھ اٹھالیا، بے شک وہ صاحب ظلم و جہالت ہے۔

اصول کافی میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

هی ولایة امیر المؤمنین علیه السلام (اصول الکافی، ص 261)۔

ترجمہ:۔ (امانت سے) مراد امیرالمؤمنین (علی) علیہ السلام کی امامت (ولایت و حاکیت) ہے۔

3۔ سورہ شعراء کی آیت میں قرآن کے بجائے مسئلہ امامت مراد ہے

سورہ شعراء کے آخری رکوع کی آیت 193-194 میں میں فصیح عربی زبان میں نزول قرآن کا ذکر ہے:۔ **"نزل به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین"**۔ اس (قرآن) کو روح الامین (جبریل) فصیح عربی زبان میں لے کر آپ کے قلب پر نازل ہوئے تاکہ آپ (کفر کے برے انجام سے) ڈرانے والے بنیں۔

اصول کافی میں امام باقر کے ارشاد کے مطابق قرآن کے بجائے مسئلہ امامت کے ساتھ نازل ہونا مراد ہے:۔

"هی الولایة لامیر المؤمنین علیه السلام"۔

(جبریل جو چیز لے کر آپ (ص) کے قلب پر نازل ہوئے) وہ امیرالمؤمنین (علی) علیہ السلام کی ولایت و امامت کا مسئلہ تھا۔

4۔ سورہ مائدہ میں "نازل شدہ" سے مراد قرآن نہیں ولایت و امامت ہے

قرآن مجید سورہ مائدہ کے نویں رکوع کی آیت نمبر 77 ہے۔

"ولو انهم اقاموا التوراة والانجیل وما انزل الیهم من ربهم.... الخ۔

اگر وہ (یہود و نصاریٰ) تورات و انجیل پر نیز اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا (یعنی قرآن) اس پر عمل کرتے (تو ان پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتیں)

اصول کافی میں امام باقر سے روایت ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں بھی یہی فرمایا "الولایۃ" (اصول الکافی، ص 262)

یعنی "جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا" سے مراد قرآن کے بجائے مسئلہ ولایت و امامت (علی) ہے۔

5۔ قرآن میں علی و فاطمہ و حسن و حسین و دیگر ائمہ معصومین کا ذکر تھا جسے تحریف کرکے نکال دیا گیا۔

قرآن مجید سورہ طٰہٰ کی آیت نمبر 115 اس طرح ہے۔

"ولقد عهدنا الی آدم من قبل فنسی ولم نجدله عزما"۔

ہم نے آدم کو پہلے ہی حکم دے دیا تھا (کہ اس درخت کے پاس مت جانا) پھر وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں عزم نہ پایا۔

مگر اصول کافی کی شیعہ روایت کے مطابق امام جعفر صادق نے قسم کھاکر فرمایا کہ اصل آیت یوں نازل ہوئی تھی۔

"ولقد عهدنا الی آدم من قبل.. کلمات فی محمد و علی و فاطمة والحسن والحسین والائمة من ذریتهم۔ فنسی.... الخ۔

هکذا والله انزلت علی محمد صلی الله علیه وآله وسلم"۔ (اصول الکافی، ص 263)۔

ترجمہ:۔ اور ہم نے پہلے ہی آدم کو حکم دے دیا تھا کچھ باتوں کا۔ محمد، علی، فاطمہ، حسن، حسین اور ان کی نسل سے پیدا ہونے والے باقی اماموں کے بارے میں۔ پھر وہ (آدم) اس کو بھول گئے۔

بخدا یہ آیت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اسی طرح نازل ہوئی تھی۔

6۔ "جو ہم نے نازل کیا" سے مراد' قرآن کے بجائے مسئلہ امامت علی ہے۔

قرآن مجید میں ایک آیت ہے:۔

"وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ"۔ (البقرۃ:23)۔

ترجمہ:۔ اور اگر تم اس (قرآن) کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا شک و شبہ کرتے ہو تو اس جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔

اصول کافی میں امام باقر کی روایت کے مطابق یہاں قرآن کے بجائے امامت علی مراد ہے:۔

"نزل جبریل بهذه الآية على محمد صلى الله عليه وآله وسلم هكذا۔ ان كنتم فى ريب مما نزلنا على عبدنا۔ فى على۔ فاتوا بسورة من مثله"۔ (اصول الكافى' ص 264)۔

ترجمہ:۔ جبریل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے کہ اگر تم اس کی طرف سے جو ہم نے اپنے بندے پر۔ (امامت) علی کے سلسلے میں نازل کیا۔ شک و شبہ میں ہو تو اس جیسی ایک سورہ ہی بنا کر دکھاؤ۔

یعنی آیت میں (فی علی) کے الفاظ موجود تھے جو قرآن کو تحریری شکل میں محفوظ کرنے والے امام و خلیفہ (سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم) نے معاذ اللہ تحریف کر کے آیت سے نکال دیئے۔

7۔ امامت علی کا انکار کرنے والے جہنمی ہیں۔

قرآن مجید سورہ بقرہ کی آیت نمبر 81 ہے:۔

بلى من كسب سيئة و احاطت به خطيئته فاولئك اصحاب النار هم فيها خالدون۔

ترجمہ:۔ ہاں جس نے برائی کمائی اور اس کی خطاؤں نے اسے گھیر لیا تو یہی لوگ اہل جہنم ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

کفار و مشرکین کے بارے میں' اس آیت سے شیعہ تفسیر کے مطابق مراد علی کی امامت منصوصہ و معصومہ کا انکار کرنے والے ہیں۔ امام جعفر صادق کا اصول کافی میں قول ہے:۔

بلى من كسب سيئة واحاطت به خطيئته قال:۔ اذا جحد امامة امير المؤمنين فاولئك اصحاب النار هم فيها خالدون۔ (اصول الكافى' ص 270)۔

ترجمہ:۔ ہاں جس نے برائی کمائی اور اس کی خطاؤں نے اسے گھیر لیا (امام جعفر نے فرمایا کہ: اس کا مطلب ہے جس نے امیر المؤمنین (علی) کی امامت کا انکار کیا) تو یہ لوگ جہنمی ہیں' جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

اصول کافی میں اس قسم کی بیسیوں روایات میں سے بطور نمونہ یہ چند پیش کی گئی ہیں اور واضح رہے کہ ان میں بھی امامت و ولایت علی و ائمہ سے مراد عام معنی میں' سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان کی طرح امام و خلیفہ یا ائمہ حدیث و فقہ اور اولیاء اللہ کی طرح امام و ولی ہونا مراد نہیں بلکہ شیعہ اصطلاح کے مطابق بارہ اماموں کی امامت و ولایت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ مراد ہے۔

8۔ بارہ امام اللہ کا نازل کردہ نور ہیں۔

"عن ابى خالد الكابلى سألت ابا جعفر عن قول الله عز وجل:۔ "آمنوا بالله ورسله والنور الذى نزلنا"۔ فقال: يا ابا خالد النور والله الائمة"۔

(اصول الكافى' باب ان الائمة نور الله عز وجل' ص 117)۔

ترجمہ:۔ ابی خالد کابلی سے روایت ہے کہ میں نے ابو جعفر (امام باقر) سے اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے بارے میں پوچھا۔ (ترجمہ:۔ اللہ' اس کے رسول اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل فرمایا ہے)۔

تو آپ (امام باقر) نے فرمایا:۔ اے ابو خالد خدا کی قسم یہاں نور سے مراد (بارہ) امام ہیں۔

9۔ امامت و ولایت امیر المؤمنین کا انکار اور ابوبکر کی بیعت کر کے صحابہ' کافر اور ایمان سے خالی ہو گئے۔

قرآن مجید سورہ نساء کی آیت 137 ہے:۔

ان الذين آمنوا ثم كفروا ثم آمنوا ثم كفروا ثم ازدادوا كفرا۔ لم يكن

الله لیغفر لهم الآیة۔

اس میں ایسے بدبختوں منافقوں کے بارے میں جنہوں نے بظاہر اسلام قبول کیا' لیکن اس کے بعد پلٹ گئے اور کفر کا طریقہ اپنالیا' اس کے بعد پھر ایمان کا اظہار کیا اور اس کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹ گئے' اور پھر کفر ہی میں آگے بڑھتے رہے۔ (تو ایسے بدبختوں کے بارے میں اسی آیت میں) فرمایا گیا ہے کہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں ہوگی۔

مگر اصول کافی کی روایت کے مطابق امام جعفر صادق نے فرمایا:۔

نزلت فی فلان و فلان و فلان۔ آمنوا بالنبی صلی الله علیه وسلم فی اول الامر و کفروا حیث عرضت علیهم الولایة حین قال النبی صلی الله علیه وآله وسلم:۔ من کنت مولاه فهذا علی مولاه۔ ثم آمنوا بالبیعة لامیرالمئومنین علیه السلام ثم کفروا حیث مضی رسول الله صلی الله علیه وآله فلم یقروا بالبیعة ثم ازدادوا کفرا باخذهم من بایعه بالبیعة لهم فهولاء لم یبق فیهم من الایمان شئی"۔ (اصول الکافی' ص 265)۔

ترجمہ:۔ یہ آیت فلاں اور فلاں اور فلاں (یعنی ابوبکر و عمر و عثمان) (بحوالہ صافی شرح الکافی) کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ تینوں شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور جب ان کے سامنے حضرت علی کی ولایت و امامت کا مسئلہ پیش کیا گیا اور آپ نے فرمایا:۔ من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ۔ تو یہ تینوں اس سے منکر ہو کر کافر ہوگئے۔ پھر حضور کے فرمانے سے انہوں نے امیرالمئومنین کی بیعت کرلی اور اس طرح پھر ایمان لے آئے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو پھر یہ (علی کی) بیعت کا انکار کرکے کافر ہوگئے' پھر یہ کفر میں اور آگے بڑھ گئے' جب انہوں نے ان لوگوں سے بھی بیعت خلافت لے لی جو علی سے بیعت کرچکے تھے' تو اب یہ سب اس حال میں ہوگئے کہ ان میں ذرہ برابر بھی ایمان باقی نہیں رہا۔

اھل تشیع قرآن مجید کی تحریف لفظی و معنوی کی طرح حدیث غدیر خم (من کنت مولاہ الخ) کا بھی من گھڑت مطلب لیتے ہیں حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ (جو مجھے دوست رکھتا ہے وہ علی کو بھی دوست رکھے) یا (جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں)

مگر اہل سنت کے برعکس اہل تشیع کے نزدیک اس سے علی کا نبی (ص) کے بعد امام اول و خلیفہ بلافصل ہونا مراد ہے جس کا انکار کرکے فلاں و فلاں و فلاں (ابوبکر و عمر و عثمان) کافر ہوگئے اور دیگر صحابہ سمیت جہنم کے مستحق ٹھہرے۔ (معاذ اللہ)

اصول کافی کی شرح الصافی میں اس حدیث کی شرح میں مذکورہ آیت کے حوالہ سے درج ہے کہ "امام گفت ایں آیت نازل شد در ابوبکر و عمر و عثمان' الخ"۔

(الصافی' جزء سوم' حصہ دوم' ص 98)۔

ترجمہ:۔ امام نے فرمایا کہ یہ آیت ابوبکر و عمر و عثمان کے بارے میں نازل ہوئی (معاذ اللہ)

10۔ ابوبکر و عمر و عثمان' ولایت و امامت علی کو ترک کردینے کی وجہ سے مرتد قرار پائے۔ (معاذ اللہ)۔

قرآن مجید سورہ محمد کی آیت نمبر 25 ہے:۔

ان الذین ارتدوا علی ادبارهم من بعد ما تبین لهم الهدی۔

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو پلٹ کر مرتد ہوگئے بعد اس کے کہ ہدایت ان پر واضح ہوگئی تھی۔

اس آیت کی تفسیر میں اصول کافی کی مندرجہ بالا سے متصل روایت کے مطابق امام جعفر صادق نے فرمایا:۔

"فلان و فلان و فلان ارتدوا عن الایمان فی ترک ولایة امیرالمئومنین علیه السلام"۔ (اصول الکافی' ص 265)۔

ترجمہ:۔ فلاں اور فلاں اور فلاں (یعنی ابوبکر و عمر و عثمان) مراد ہیں جو امیرالمئومنین (علی) علیہ السلام کی ولایت و امامت ترک کردینے کی وجہ سے ایمان اسلام سے مرتد ہوگئے۔

دیگر روایات و احادیث شیعہ بسلسلہ امامت۔

آیات قرآن مجید کی شیعی تفسیر کے علاوہ بھی "کتاب الکافی" میں سینکڑوں دیگر احادیث بسلسلہ شیعی عقیدہ امامت موجود ہیں' جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:۔ (بحوالہ الکافی' مطبوعہ نو لکشور' لکھنؤ' 1302ھ)۔

11۔ اللہ کی حجت اس کی مخلوق پر امام کے بغیر قائم نہیں ہوسکتی۔

اصول الکافی کتاب الحجہ میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

ان الحجة لا تقوم لله عزوجل علی خلقه الا بامام حتی یعرف۔

(اصول الکافی' کتاب الحجۃ' باب ان الحجۃ لاتقوم للہ علی خلقہ الا بامام' ص 103)۔

ترجمہ:۔ بے شک اللہ عزوجل کی حجت اس کی مخلوق پر امام کے بغیر قائم نہیں ہوتی تاکہ اس کے ذریعہ خدا و دین کی معرفت حاصل ہوسکے۔

12۔ امام کے وجود کے بغیر دنیا قائم نہیں رہ سکتی

"عن ابی حمزة قال قلت لابی عبداللہ:۔ تبقی الارض بغیر امام قال:۔ لو بقیت الارض بغیر امام لساخت"۔

(اصول الکافی' کتاب الحجۃ' باب ان الارض لاتخلو من حجۃ' ص 104)۔

ترجمہ:۔ ابی حمزہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبداللہ (جعفر صادق) سے عرض کیا کہ کیا یہ زمین امام کے بغیر قائم رہ سکتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر زمین امام کے بغیر باقی رہے تو دھنس جائے (قائم نہ رہے)

13۔ امام کا وجود نہ ہو تو زمین اپنی آبادی کو سمندر کی لہروں کی طرح غرق کردے۔

"عن ابی جعفر قال:۔ لو ان الامام رفع من الارض ساعة لماجت بأهلها كما يموج البحر بأهله"۔

(اصول الکافی' کتاب الحجۃ' باب ان الارض لاتخلو من حجۃ' ص 104)۔

ترجمہ:۔ ابو جعفر (امام باقر) سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا! اگر امام کو زمین سے ایک گھڑی کے لئے بھی اوپر اٹھالیا جائے تو وہ اپنی آبادی کے ساتھ اسی طرح ڈوب جائے گی' جس طرح سمندر کی لہروں (کی طغیانی) میں آبادیاں غرق ہوجاتی ہیں۔

14۔ اماموں پر ایمان لانا اللہ رسول پر ایمان کی طرح شرط ایمان ہے

عن احدهما انه قال:۔ لايكون العبد مؤمنا حتى يعرف الله و رسوله والائمة كلهم و امام زمانه۔

(اصول الکافی' باب معرفۃ الامام والرد الیہ' ص 105)۔

ترجمہ:۔ امام باقر یا جعفر میں سے کسی ایک سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:۔ بندہ اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہوسکتا جب تک اللہ' اس کے رسول نیز تمام اماموں اور اپنے زمانہ کے (خاص) امام کی معرفت حاصل نہ کرلے۔

15۔ امامت ائمہ کا انکار اللہ رسول کو پہچاننے سے انکار کی مانند ہے۔

عن ذريح قال:۔ سئالت ابا عبدالله عن الائمة بعد النبى صلى الله عليه وسلم فقال:۔ كان امير المؤمنين عليه السلام اماما' ثم كان الحسن اماما' ثم كان الحسين اماما' ثم كان على بن الحسين اماما' ثم كان محمد بن على اماما' من انكر ذلك كان كمن انكر معرفة الله تبارك و تعالى و معرفة رسول الله..."۔

(اصول الکافی' باب معرفۃ الامام والرد الیہ' ص 106)۔

ترجمہ:۔ ذریح سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر) سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے اماموں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ امیرالمؤمنین (علی) علیہ السلام امام تھے' پھر حسن امام تھے۔ پھر حسین امام تھے' پھر علی بن حسین (زین العابدین) امام تھے پھر محمد (الباقر) بن علی امام تھے۔ جس نے اس بات کا انکار کیا تو اس منکر کی طرح ہے جو اللہ تبارک و تعالی اور رسول اللہ کی معرفت (پہچان) کا انکار کردے۔

16۔ تمام انبیاء کو ولایت ائمہ شیعہ کے حکم کے ہمراہ مبعوث کیا گیا۔

اصول کافی ہی میں امام جعفر صادق سے روایت ہے:۔

"قال:۔ ولايتنا ولاية الله التى لم يبعث نبى قط الابها"۔ (اصول کافی' ص 276)۔

ترجمہ:۔ آپ (امام جعفر) نے فرمایا کہ ہماری ولایت (یعنی بندوں اور مخلوق پر حاکمیت) و اقتدار بعینہ اللہ تعالی کی وہ ولایت و حاکمیت ہے جس کے حکم کے بغیر کبھی کوئی نبی مبعوث نہیں کیا گیا۔

17۔ ولایت و وصایت علی کا حکم تمام صحف انبیاء میں موجود ہے

ساتویں امام ابوالحسن موسی الکاظم سے روایت ہے:۔

"قال:۔ ولاية على مكتوبة فى جميع صحف الأنبياء ولن يبعث الله رسولا' الا بنبوة محمد صلى الله عليه و آله و وصية على عليه السلام"۔

(اصول کافی' ص 276)۔

ترجمہ:۔ آپ (موسی کاظم) نے فرمایا کہ علی کی ولایت (امامت و حاکمیت) انبیاء کے تمام

صحیفوں میں تحریر شدہ ہے' اور اللہ نے ہرگز کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور علی علیہ السلام کے وصی رسول ہونے پر ایمان لانے کا حکم نہ لایا ہو' اور اس نے اس کی تبلیغ نہ کی ہو۔

18۔ بارہ اماموں کی اطاعت اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہے۔

"عن ابی الصباح قال اشهد انی سمعت ابا عبدالله یقول:- اشهدان علیا امام فرض الله طاعته وان الحسن امام فرض الله طاعته وان الحسین امام فرض الله طاعته وان علی بن الحسین امام فرض الله طاعته وان محمدبن علی امام فرض الله طاعته"۔

(اصول الکافی' باب فرض طاعة الائمة' ص 109)۔

ترجمہ:- ابوالصباح سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) کو فرماتے سنا ہے کہ:- میں گواہی دیتا ہوں کہ علی ایسے امام ہیں جن کی اطاعت اللہ نے فرض قرار دی ہے اور حسن بھی ایسے امام ہیں جن کی اطاعت اللہ نے فرض قرار دی ہے اور حسین بھی ایسے امام ہیں جن کی اطاعت اللہ نے فرض قرار دی ہے اور علی بن حسین بھی ایسے امام ہیں جو اللہ کی طرف سے مفترض الطاعہ ہیں اور محمد بن علی بھی ایسے امام ہیں جن کی اطاعت اللہ نے فرض قرار دی ہے۔

19۔ امامت اللہ کی طرف سے ایک عہد ہے جو ایک امام سے دوسرے امام تک منتقل ہوتا ہے۔ بارہ اماموں میں سے کسی امام کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ اپنے بعد والے امام کے سوا کسی اور کی طرف امامت منتقل کردے۔

اصول کافی میں روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:-

"ان الامامة عهد من الله عزوجل معهود لرجال مسمیین علیهم السلام لیس للامام ان یزویها عن الذی یکون من بعده"۔

(اصول الکافی' باب ان الامامة عهد من الله عزوجل معهود من واحد الی واحد علیهم السلام' ص 170)۔

ترجمہ:- امامت اللہ عزوجل کی طرف سے ایک ایسا عہد ہے جو متعین و نامزد افراد کے

لئے مقرر شدہ ہے۔ کسی امام کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ امامت کو اپنے بعد والے متعین امام کے سوا کسی دوسرے کی طرف منتقل کردے۔

20۔ بارہ اماموں میں سے ہر امام کی آئندہ امام کے بارے میں وصیت' اللہ اور اس کے رسول (ص) کی طرف سے ایک حکم اور عہدوپیمان ہے' حتی کہ صاحب الامر (امام مہدی) پر یہ سلسلہ ختم ہے۔

اصول کافی میں روایت ہے کہ امام جعفر صادق نے اپنے خاص اصحاب سے فرمایا:-

"اتدرون الموصی منا یوصی الی من یرید؟ لا والله ولکن عهد من الله ورسوله صلی الله علیه وآله لرجل فرجل حتی ینتهی الامر الی صاحبه"۔

(اصول الکافی' باب ان الامامة عهدمن الله عزوجل معهود من واحد الی واحد علیهم السلام' ص 170)۔

ترجمہ:- کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم میں سے وصیت کرنے والا ہر امام اپنے بعد کے لئے جس کو چاہے وصی (امام) بنا سکتا ہے؟ بخدا ایسا نہیں بلکہ یہ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے یکے بعد دیگرے ان متعین اشخاص (ائمہ) کے لئے عہدوپیمان ہے۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ صاحب الامر (بارہویں امام مہدی) تک پہنچ کر ختم ہوگا۔

21۔ بارہ امام' نبیوں کی طرح منصوص من اللہ (اللہ کی طرف سے مقرر شدہ) ہیں اور ان پر ایمان لانا واجب ولازم ہے۔

اصول کافی میں روایت ہے کہ:-

"ان امیرالمئومنین علیه السلام قال لابی بکر یوما:- "لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا- بل احیاء عند ربهم یرزقون- واشهدان رسول الله صلی الله علیه وآله مات شهیدا- وانه لیأتینک فایقن اذا جاءک فان الشیطان غیر متخیل به- فاخذ علی بید ابی بکر فاراه النبی فقال یا ابابکر آمن بعلی وباحد عشر من ولده انهم مثلی الا النبوة وتب الی الله مما بیدک وانه لاحق لک فیه ثم ذهب فلم یر-

(اصول الکافی' باب ماجاء فی الاثنی عشر والنص علیهم' ص 348)۔

ترجمہ:- امیرالمئومنین (علی) علیہ السلام نے ایک دن ابوبکر سے کہا کہ:- "جو لوگ راہ

خدا میں شہید ہوئے ان کو مردہ نہ سمجھو' بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے" (الایہ)۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی وفات شہادت تھی۔ خدا کی قسم وہ تمہارے سامنے آئیں گے' پس جب وہ تشریف لائیں تو یقین کرلینا کہ یہ آپ (ص) ہی ہیں کیونکہ شیطان آپ کی شکل اختیار کرکے کسی کے خیال میں نہیں آسکتا۔

پھر علی نے ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور انہیں نبی (ص) کی زیارت کرادی پس آپ (ص) نے فرمایا:۔ اے ابوبکر' علی پر اور ان کی اولاد میں سے گیارہ (اماموں) پر ایمان لاؤ یقیناً" وہ سب میری مثل ہیں۔ مگر انہیں نبوت حاصل نہیں۔ اور (اے ابوبکر) تونے جس چیز (امامت و خلافت) پر قبضہ کررکھا ہے اس سے توبہ کرلے' کیونکہ تیرا اس میں کوئی حق نہیں۔ پھر آپ تشریف لے گئے اور نظرنہ آئے۔

22۔ اطاعت ائمہ واجب اور ائمہ کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

اصول کافی' باب فرض طاعہ الائمہ' ہی میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے:۔

"نحن الذین فرض اللہ طاعتنا لایسع الناس الا معرفتنا ولا یعذر الناس بجھالتنا۔ من عرفنا کان مومنا۔ و من انکرنا کان کافرا۔ ومن لم یعرفنا ولم ینکرنا کان ضالا۔ حتی یرجع الی الھدی الذی افترض اللہ علیہ من طاعتنا الواجبۃ:۔

(اصول الکافی' باب فرض طاعۃ الائمۃ' ص 110)۔

ترجمہ:۔ ہم وہ ہیں جن کی اطاعت اللہ نے فرض کی ہے۔ سب لوگوں کے لئے ہم کو پہچاننا اور ماننا لازم ہے۔ ہم سے بے خبر رہنے والے لوگوں کا عذر قبول نہ ہوگا' جس نے ہمیں پہچان لیا وہ صاحب ایمان ہے اور جس نے ہمارا انکار کردیا وہ کافر ہے' اور جس نے نہ تو ہمیں پہچانا اور نہ انکار کیا تو وہ گمراہ ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس راہ ہدایت پر آجائے جو اللہ نے ہماری لازمی اطاعت کے سلسلہ میں اس پر فرض قرار دی ہے۔

23۔ ائمہ کی اطاعت رسولوں کی اطاعت کی طرح فرض ہے۔

عن ابی الحسن العطار قال سمعت ابا عبداللہ یقول:۔

اشرک بین الاوصیاء والرسل فی الطاعۃ۔ (اصول الکافی' ص 110)۔

ترجمہ:۔ ابوالحسن عطار سے روایت ہے کہ میں نے ابوعبداللہ کو فرماتے سنا کہ:۔

وصیوں (یعنی مقرر کردہ ائمہ) کو اطاعت میں رسولوں کے ساتھ شریک کرو (اگر اشرک صیغہ مجہول مانا جائے تو ترجمہ ہوگا:۔ شریک کیا گیا ہے' یعنی رسولوں کی طرح ائمہ اوصیاء کی اطاعت بھی فرض ہے)۔

اصول کافی کے شارح علامہ قزوینی نے اس روایت کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اشرک" امر کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے اور ماضی مجہول واحد غائب کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ "شریک ٹھہراؤ" اور دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا "شریک ٹھہرایا گیا ہے"

دونوں صورتوں میں مفہوم وہی ہے جو ترجمہ میں لکھا گیا ہے۔

(الصافی شرح اصول الکافی' الجزء الثالث' حصہ اول' ص 58)۔

24۔ ائمہ انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم عن الخطاء ہیں۔

اصول کافی (باب نادر جامع فی فضل الامام و صفاتہ) میں آٹھویں امام علی رضا کا ایک طویل خطبہ ہے جس میں فضائل و خصائص ائمہ بیان کرتے ہوئے بار بار ان کے معصوم عن الخطاء ہونے کو صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا گیا ہے:۔

الامام المطھر من الذنوب والمبرء من العیوب۔

(اصول الکافی باب نادر جامع فی فضل الامام وصفاتہ' ص 121)۔

ترجمہ:۔ امام ہر طرح کے گناہوں اور عیوب سے پاک اور مبرا ہوتا ہے۔

آگے اسی خطبہ میں صفات امام کے سلسلے میں درج ہے۔

"فھو معصوم مئوید' موفق مسدد' قد امن من الخطاء والزلل والعثار' یخصہ اللہ بذلک لیکون حجۃ علی عبادہ و شاہدہ علی خلقہ"۔

(اصول الکافی' باب نادر جامع فی فضل الامام و صفاتہ' ص 121-122)۔

ترجمہ:۔ پس وہ (امام) معصوم ہوتا ہے۔ اللہ کی خاص توفیق و تائید اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اللہ اس کو سیدھا رکھتا ہے' وہ غلطی' بھول چوک اور لغزش سے محفوظ و مامون ہوتا ہے۔ اللہ تعالی معصومیت کی اس نعمت کے ساتھ اسے مخصوص کرتا ہے تاکہ وہ اس کے

بندوں پر اللہ کی حجت ہو اور اس کی مخلوق پر شاہد ہو۔

25۔ اللہ نے ائمہ کو معصوم و مطہر' اپنی مخلوق پر گواہ اور زمین میں اپنی حجت قرار دیا ہے۔

روایت ہے کہ امیرالمؤمنین (علی) نے فرمایا:۔

"ان الله تبارک وتعالی طهرنا وعصمنا وجعلنا شهداء علی خلقه وحجة فی ارضه"۔

(اصول الکافی' باب ان الائمة شهداء الله عزوجل علی خلقه' ص 113)۔

ترجمہ:۔ اللہ تبارک وتعالی نے ہمیں پاک اور معصوم بنایا ہے اور ہمیں اپنی مخلوق پر گواہ اور زمین میں اپنی حجت قرار دیا ہے۔

اسی بات میں روایت ہے کہ امام جعفر صادق سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا۔

فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید وجئنا بک علی هؤلاء شهیدا"۔

کیا حال ہو گا اس وقت جب ہم ہر امت پر گواہ لائیں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہ ٹھہرائیں گے۔

تو امام جعفر نے فرمایا:۔

نزلت فی امة محمد خاصة فی کل قرن منهم امام منا شاهد علیهم و محمد شاهد علینا۔

(اصول الکافی' باب ان الائمة شهداء الله عزوجل علی خلقه' ص 112)۔

ترجمہ:۔ یہ آیت بطور خاص امت محمد کے بارے میں نازل ہوئی جن کا ہر زمانہ میں ہم میں سے ایک امام مقرر ہے جو ان پر گواہ ہو گا اور محمد (ص) ہم پر گواہ ٹھہریں گے۔

26۔ امام علی سمیت بارہ اماموں کا درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر اور دیگر تمام انبیاء و مخلوقات سے اعلی و برتر ہے۔

اصول کافی' کتاب الحجہ میں امام علی و دیگر ائمہ کی فضیلت و مقام کے بارے میں امام جعفر صادق کے ایک طویل ارشاد کا ابتدائی حصہ یوں ہے:۔

"ماجاء به علی آخذ به ونهی عنه انتهی عنه' جری له من الفضل مثل ماجری لمحمد' ولمحمد الفضل علی جمیع خلق الله عزوجل' المتعقب

علیه فی شئی من احکامه کالمتعقب علی الله وعلی رسوله' والراد علیه فی صغیرة اوکبیرة علی حد الشرک بالله۔ کان امیر المؤمنین باب الله الذی لایؤتی الامنه۔ وسبیله الذی من سلک بغیره یهلک ۔ وکذلک جری لائمة الهدی واحدا بعد واحد"۔ (اصول الکافی' کتاب الحجة' ص' 117)۔

ترجمہ:۔ جو علی لے کر آئے ہیں میں اسے تھام لیتا ہوں اور جس سے انہوں نے منع فرمایا ہے اس سے باز رہتا ہوں۔ انہیں ویسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی محمد (ص) کو حاصل ہے' جبکہ محمد (ص) کو اللہ عزوجل کی تمام مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے۔ علی کے کسی حکم پر اعتراض کرنے والا گویا کہ اللہ اور اس کے رسول پر اعتراض کرنے والا ہے' اور علی کی بات کسی چھوٹے بڑے معاملے میں رد کرنے والا اللہ کے ساتھ شرک کرنے کی حد پر پہنچ جاتا ہے۔ امیرالمؤمنین وہ باب خدا ہیں جس کے بغیر کسی اور ذریعہ سے خدا تک نہیں پہنچا جاسکتا ہے اور علی اللہ کا وہ راستہ ہیں کہ جس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنے والا ہلاک ہوجاتا ہے' اور یہی صورت حال یکے بعد دیگرے تمام ائمہ ہدایت کی ہے۔

27۔ تمام پیغمبروں' فرشتوں نیز الروح نے (رسالت) محمد کے ساتھ (امامت) علی کا بھی اقرار کیا اور تقسیم جنت و جہنم کا خدائی اختیار علی کے پاس ہے۔ نیز ان کے پاس عصائے موسی و خاتم سلیمان ہے۔

اصول کافی' کتاب الحجہ میں امام جعفر صادق سے مروی طویل روایت مندرجہ بالا میں مزید یہ بھی درج ہے کہ:۔

"وکان امیر المؤمنین کثیرا مایقول:۔ انا قسیم الله بین الجنة والنار۔ وانا صاحب العصا والمیسم۔ ولقد اقرت لی جمیع الملائکة والروح والرسل مثل ما اقروا به لمحمد"۔

(اصول الکافی' کتاب الحجة' ص 117)۔

ترجمہ:۔ اور امیرالمؤمنین (علی) بکثرت فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ کی طرف [illegible] اور جہنم تقسیم کرنے والا ہوں۔ میرے پاس عصائے موسی اور خاتم سلیمان (انگوٹھی) ہے اور میری ذات کا تمام فرشتوں' پیغمبروں اور الروح (یعنی جبریل سے بھی اعلی تر خاص فرشتہ) نے

اسی طرح کا اقرار کیا جیسا اقرار انہوں نے محمد (ص) کے لئے کیا تھا۔

28۔ ائمہ کے پاس انبیاء سابقین کے معجزات بھی ہیں۔

اثنا عشریہ کے پانچویں امام محمد الباقر سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین (علی) ایک رات عشاء کے بعد باہر نکلے اور فرمانے لگے:۔

"خرج علیکم الامام علیه قمیص آدم و فی یده خاتم سلیمان و عصا موسی"۔

(اصول الکافی، باب ماعند الائمة من آیات الانبیاء، ص 142)۔

ترجمہ:۔ تمہارے سامنے ایسا امام آیا ہے جس کے بدن پر آدم کی قمیص ہے جس کے ہاتھ میں سلیمان کی انگشتری اور عصائے موسیٰ ہے۔

29۔ ائمہ کے پاس چمڑے کے تھیلے میں انبیاء و اوصیاء کا علم موجود ہے، نیز ان کے پاس قرآن مجید سے تین گنا بڑا مصحف فاطمہ بھی ہے۔

اصول کافی، باب فیہ ذکر الصحیفہ والجفر والجامعہ و مصحف فاطمہ علیہا السلام" میں رلوی ابو بصیر کی امام جعفر صادق سے ایک طویل روایت کے آخری حصہ میں امام جعفر کا یہ ارشاد بھی ہے:۔

"وان عندنا الجفر وما یدریهم ماالجفر قال قلت وما الجفر قال وعاء من ادم فیه علم النبیین والوصیین وعلم العلماء الذین مضوا من بنی اسرائیل ثم قال وان عندنا لمصحف فاطمة علیها السلام۔ ومایدریهم ما مصحف فاطمة قال:۔ فیه مثل قرآنکم هذا ثلاث مرات۔ والله مافیه من قرآنکم حرف واحد"۔

(اصول الکافی، باب فیه ذکر الصحیفة والجفر والجامعة و مصحف فاطمة، ص 146)۔

ترجمہ:۔ اور ہمارے پاس الجفر ہے اور لوگوں کو کیا معلوم کہ جفر کیا ہے۔ (راوی کہتا ہے) میں نے عرض کیا کہ جفر کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ چمڑے کا ایک تھیلا (یا بورا) ہے جس میں تمام انبیاء و اوصیاء اور سابقہ علماء بنی اسرائیل کا علم (بند) ہے۔

پھر فرمایا کہ ہمارے پاس مصحف فاطمہ علیہا السلام بھی ہے، اور ان لوگوں کو کیا معلوم کہ مصحف فاطمہ کیا ہے، فرمایا کہ اس میں تمہارے اس قرآن سے تین گنا (درج) ہے اور خدا کی قسم اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں۔

30۔ ائمہ کو نبیوں رسولوں اور فرشتوں کے تمام علوم کے علاوہ ان سے بڑھ کر بہت سے دیگر علوم بھی حاصل ہیں۔

"عن ابی عبدالله علیه السلام قال:۔ ان لله تبارک و تعالی علمین، علما اظهر علیه ملائکته وانبیائه ورسله۔ فما اظهر علیه ملائکته ورسله وانبیائه فقد علمناه وعلما استاثر الله۔ فاذا بداء الله بشئی منه اعلمنا ذلک وعرض علی الائمة الذین کانوا من قبلنا۔

(اصول الکافی، باب ان الائمة علیهم السلام یعلمون جمیع العلوم التی خرجت الی الملائکة والانبیاء والرسل علیهم السلام، ص 156)۔

ترجمہ:۔ ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تبارک تعالی کے پاس دو قسم کے علم ہے۔ ایک وہ علم جو اس نے اپنے فرشتوں، نبیوں اور رسولوں پر ظاہر کیا ہے، پس جو کچھ اس نے اپنے فرشتوں، رسولوں اور نبیوں پر ظاہر کیا ہے تو ہم بھی وہ جانتے ہیں، اور دوسری قسم کا علم وہ ہے جو اللہ نے اپنے لئے مخصوص رکھا ہے، پس جب اللہ اس میں سے کسی چیز کی ابتداء کرتا ہے تو ہمیں اس کا علم عطاء فرماتا ہے اور ہم سے پہلے جو آئمہ گزرے ہیں ان کے سامنے بھی اس علم کو پیش کرتا ہے۔

31۔ زبور و تورات و انجیل والواح کا تمام علم اماموں کے پاس ہے اور وہ ان کتب کو ان کی اصل زبانوں میں سمجھتے ہیں۔

اصول کافی میں ایک باب کا عنوان ہے:۔

"ان الائمة عندهم جمیع الکتب التی نزلت من عندالله عزوجل وانهم یعرفونها علی اختلاف السنتها۔ (ائمہ کے پاس وہ تمام کتابیں ہیں جو اللہ عزوجل کی طرف سے (انبیاء سابقین) پر نازل ہوئیں اور وہ ان کتب کی زبانیں مختلف ہونے کے باوجود انہیں جانتے اور پڑھتے ہیں۔

اس باب کی متعدد و متعلقہ روایات میں سے ایک میں امام جعفر نے فرمایا۔

"وانا عندنا علم التوراة والانجیل والزبور وتبیان مافی الالواح"

اصول الکافی' باب ان الائمة عندھم جمیع الکتب الخ' ص 137)۔

ترجمہ:۔ اور ہمارے پاس تورات و انجیل و زبور کا علم ہے' نیز جو کچھ الواح میں ہے اس کا واضح بیان ہمارے پاس ہے۔

32۔ ائمہ کو قیامت تک کے لئے ماضی' حال اور مستقبل کا علم حاصل ہے' کوئی شے ان سے پوشیدہ نہیں اور امام جعفر صادق موسیٰ و خضر علیہم السلام سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

اصول کافی میں ایک باب کا عنوان ہے:۔

"ان الائمة علیهم السلام یعلمون ماکان و مایکون وانه لایخفی علیهم شی صلوات الله علیهم"۔

(یعنی ائمہ کو جو ہو چکا اور جو ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے سب کا علم حاصل ہے اور کوئی چیز بھی ان کی نگاہ سے اوجھل نہیں)۔

اس باب کی پہلی روایت ہے کہ امام جعفر صادق نے اپنے خاص رازداروں کی ایک مجلس میں فرمایا:۔

"لوکنت بین موسی والخضر لاخبرتهما انی اعلم منهما ولانباتهما مالیس فی ایدیهما۔ لان موسی والخضر علیهما السلام اعطیا علم ماکان ولم یعطیا علم مایکون وماهو کائن حتی تقوم الساعة۔ وقد ورثناه من رسول الله صلی الله علیه وآله وراثة"۔

(اصول الکافی' باب ان الائمة علیهم السلام یعلمون ماکان ومایکون' وانه لایخفی علیهم شئی' صلوات الله علیهم' ص 160)۔

ترجمہ:۔ اگر میں موسیٰ اور خضر کے درمیان ہوتا تو انہیں بتلاتا کہ میں ان دونوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور انہیں ان باتوں کی خبر دیتا جن کا علم ان دونوں کے پاس نہیں' کیونکہ موسیٰ و خضر کو تو صرف ماکان (جو ہو چکا یعنی ماضی) کا علم دیا گیا تھا' مگر مایکون (جو ہو رہا ہے) اور جو قیامت برپا ہونے تک ہونے والا ہے اس کا علم انہیں نہیں دیا گیا' اور ہم نے یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے وراثت میں پایا ہے۔

33۔ ائمہ کو کسی بھی چیز کو حلال و حرام ٹھہرانے کا اختیار حاصل ہے

اصول کافی کتاب الحجہ' باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں محمد بن سنان سے روایت ہے کہ میں نے ابوجعفر ثانی (محمد بن علی تقی) سے حلال و حرام کے بارے میں شیعوں کے باہمی اختلاف کے متعلق دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ تو آپ نے فرمایا:۔

"یامحمد! ان الله تبارک وتعالی لم یزل منفردا بوحدانیته۔ ثم خلق محمدا وعلیا و فاطمة فمکثوا الف دهر۔ ثم خلق جمیع الاشیاء فاشهدهم خلقها واجری طاعتهم علیها و فوض امورها الیهم۔ فهم یحلون مایشائون ویحرمون مایشائون۔ ولن یشائوا الا ان یشاء الله تبارک و تعالی۔

(اصول الکافی' کتاب الحجة' باب مولد النبی صلی الله علیه وسلم' ص 278)

ترجمہ:۔ اے محمد اللہ تبارک وتعالیٰ ازل سے اپنی وحدانیت کے ساتھ منفرد رہا۔ پھر اس نے محمد و علی و فاطمہ کو تخلیق کیا۔ پھر یہ لوگ ہزاروں زمانوں تک ٹھہرے رہے۔ پھر اللہ نے تمام اشیاء کو پیدا کیا اور ان حضرات کو ان اشیاء کی تخلیق پر گواہ ٹھہرایا اور ان مخلوقات پر ان حضرات کی اطاعت لازم قرار دی' اور ان کے معاملات ان حضرات کے سپرد کردیئے' تو یہ حضرات جس چیز کو چاہیں حلال کردیتے ہیں اور جس چیز کو چاہیں حرام ٹھہرا دیتے ہیں اور یہ وہی چاہتے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ چاہتا ہے۔

علامہ قزوینی نے اس حدیث کی شرح میں تصریح کی ہے کہ یہاں محمد' علی اور فاطمہ سے مراد یہ تینوں حضرات اور ان کی نسل سے پیدا ہونے والے تمام ائمہ ہیں۔

(الصافی شرح اصول الکافی' جزء سوم' حصہ دوم' ص 149)۔

34۔ ائمہ کے پاس فرشتوں کی آمدورفت رہتی ہے۔

اصول کافی میں روایت ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا:۔

"نحن شجرة النبوة وبیت الرحمة ومفاتیح الحکمة ومعدن العلم وموضع الرسالة ومختلف الملائکة"۔

(اصول الکافی' باب ان الائمة معدن العلم و شجرة النبوة و مختلف

الملائکہ)

ترجمہ:۔ ہم لوگ نبوت کے درخت ہیں اور رحمت کا گھر ہیں اور حکمت کی کنجیاں ہیں اور علم کا خزانہ ہیں اور رسالت کی جگہ ہیں اور ہمارے پاس فرشتوں کی آمدورفت رہتی ہے۔

35۔ ائمہ کے سامنے ہر روز بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔

اصول کافی میں ایک باب ہے۔

باب عرض الاعمال علی النبی والائمۃ علیہم السلام۔

(باب اس بیان میں کہ بندوں کے اعمال نبی و ائمہ علیہم السلام کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں)۔

اس باب میں آٹھویں امام علی الرضا اپنے معتقد خاص عبداللہ بن ابان الزیات سے فرماتے ہیں:۔

"واللہ ان اعمالکم لتعرض علی فی کل یوم ولیلۃ"

(اصول الکافی' باب عرض الاعمال علی النبی والائمۃ علیہم السلام)

ترجمہ:۔ بخدا تمہارے اعمال ہر دن اور رات میں میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

36۔ ائمہ دنیا و آخرت کے مالک و مختار ہیں جسے چاہیں عطاء کردیں۔

اصول کافی کتاب الحجۃ میں باب ہے:۔ باب ان الارض کلھا للامام علیہ السلام۔ (یعنی ساری زمین امام علیہ السلام کی ملکیت ہے)۔ اس باب میں راوی ابوبصیر کے ایک سوال کے جواب میں امام جعفر صادق فرماتے ہیں:۔

"اما علمت ان الدنیا والآخرۃ للامام یضعھا حیث شاء ویدفعھا الی من یشاء"۔

(اصول الکافی' باب ان الارض کلھا للامام علیہ السلام' ص 259)۔

ترجمہ:۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ دنیا اور آخرت امام کی ملکیت ہیں۔ وہ انہیں جہاں چاہے رکھ دے اور جس کو چاہے عطاء کردے۔

37۔ ہر جمعہ کی رات ائمہ کو عرش الٰہی تک معراج ہوتی ہے' پھر ان کی روحیں دوبارہ ان کے جسموں میں لوٹادی جاتی ہیں اور

اس سے موجود امام کے علم میں بے مثال اضافہ ہوتا ہے۔

اصول کافی میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

"ان لنا فی لیالی الجمعۃ لشانا من الشان۔۔۔ یؤذن لارواح الانبیاء الموتی علیہم السلام وارواح الاوصیاء الموتی و روح الوصی الذی بین اظھرکم یعرج بھا الی السماء حتی توافی عرش ربھا فتطوف بہ اسبوعا۔ فتصلی عند کل قائمۃ من قوائم العرش رکعتین ثم ترد الی الابدان التی کانت فیھا فتصبح الانبیاء والاوصیاء قدملئوا سرورا ویصبح الوصی الذی بین ظھرانیکم و قد زید فی علمہ مثل الجم الغفیر"۔ (اصول الکافی' ص 155)۔

ترجمہ:۔ جمعہ کی راتوں میں ہماری ایک عجب شان ہوتی ہے۔ فوت شدہ انبیاء علیہم السلام اور فوت شدہ وصیوں کی ارواح نیز اس زندہ وصی کی روح کو جو تمہارے درمیان موجود ہوتا ہے اجازت دی جاتی ہے۔ ان کو آسمان کی طرف معراج دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ سب عرش الٰہی تک پہنچ جاتی ہیں۔ وہاں پہنچ کر وہ عرش کا سات دفعہ طواف کرتی ہیں۔ پھر عرش کے پایوں میں سے ہر پائے کے پاس دو رکعت نماز ادا کرتی ہیں۔ پھر انہیں ان کے جسموں میں لوٹا دیا جاتا ہے جن میں وہ پہلے موجود تھیں۔ پھر یہ تمام انبیاء واوصیاء اس حالت میں صبح کرتے ہیں کہ لذت و سرور سے لبریز ہوتے ہیں' اور وہ وصی بھی جو تمہارے درمیان ہے اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کے علم میں مثل جم غفیر کے اضافہ ہوجاتا ہے۔

38۔ ائمہ اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور ان کی موت ان کے اختیار میں ہوتی ہے۔

اصول کافی میں ایک باب کا عنوان ہے:۔

"ان الائمۃ علیہم السلام یعلمون متی یموتون وانھم لایموتون الا باختیار منھم"۔

(ائمہ علیہم السلام جانتے ہیں کہ کب ان کی وفات ہوگی اور ان کی وفات ان کے اپنے اختیار ہی سے ہوتی ہے)

اس باب کی متعدد عجیب و غریب روایات میں سے آخری روایت درج ذیل ہے:۔

"عن ابی جعفر علیہ السلام قال:۔ انزل اللہ عزوجل النصر علی

الحسین علیه السلام حتی کان بین السماء والارض ثم خیر النصر ولقاء الله فاختار لقاء الله عزوجل"۔

(اصول الکافی، باب ان الائمة یعلمون متی یموتون الخ، ص 159)۔

ترجمہ:۔ ابو جعفر (امام باقر) علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:۔
اللہ عزوجل نے حسین علیہ السلام کے لئے (کربلا میں) آسمان سے مدد (فرشتوں کی فوج) بھیجی وہ آسمان اور زمین کے درمیان آگئی تھی۔ پھر حسین کو اختیار دیا گیا کہ (آسمانی) مدد یا اللہ کی ملاقات (شہادت و وفات) میں سے کوئی ایک قبول کرلیں تو انہوں نے اللہ عزوجل سے ملاقات (شہادت) کو اختیار فرمالیا۔

39۔ عام انسانی فطرت کے خلاف اماموں کی دس خصوصیات ہیں۔

جناب زرارہ راوی ہیں کہ امام باقر نے فرمایا:۔

"للامام عشر علامات۔ یولد مطهرا، مختونا، واذا وقع علی الارض وقع علی راحتیه رافعا صوته بالشهادتین، ولا یجنب وتنام عینه ولا ینام قلبه، ولا یتثائوب، ولا یتمطی ویری من خلفه کمایری من امامه، ونجوه کرائحة المسک، والارض مامورة بستره وابتلاعه، واذا لبس درع رسول الله صلی الله علیه وآله کانت وفقا، واذا لبسها غیره من الناس طویلهم وقصیرهم زادت علیه شبرا"۔ (اصول الکافی، ص 246)۔

ترجمہ:۔ امام کی دس خاص نشانیاں ہیں۔ وہ بالکل پاک صاف اور ختنہ شدہ پیدا ہوتا ہے، اور جب بطن مادر سے زمین پر آتا ہے تو اس طرح آتا ہے کہ دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھے ہوتا ہے اور بلند آواز سے شہادت توحید و رسالت ادا کرتا ہے (کلمہ شہادت پڑھتا ہے) اور اس کو کبھی جنابت (ناپاکی کی وجہ سے غسل کی حاجت) نہیں ہوتی، اور نیند کی حالت میں اس کی آنکھ سورہی ہوتی ہے مگر دل بیدار رہتا ہے۔ اس کو کبھی جماہی نہیں آتی نہ کبھی وہ انگڑائی لیتا ہے، اور وہ جس طرح آگے کی جانب دیکھتا ہے اسی طرح پیچھے کی جانب سے بھی دیکھتا ہے، اور اس کے پاخانہ میں مشک کی سی خوشبو ہوتی ہے، اور زمین کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ اس کو ڈھانک لے اور نگل لے، اور جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی زرہ پہنتا ہے تو وہ اس کے بالکل فٹ آتی ہے جبکہ کوئی دوسرا آدمی وہی زرہ پہنے تو چاہے وہ آدمی طویل

القامت ہو یا پستہ قد، وہ زرہ اس پر ایک بالشت بڑی رہتی ہے۔

40۔ اللہ کی طرف سے مقرر شدہ (منصوص من اللہ) امام پر ایمان نہ رکھنے والا بے دین ہے۔

اصول الکافی میں عبداللہ بن یعفور سے ایک طویل روایت مروی ہے جس میں امام جعفر صادق نے فرمایا:۔

"لا دین لمن دان الله بولایة امام جائر لیس من الله، ولا عتب علی من دان بولایة امام عادل من الله"۔

(اصول الکافی، باب فیمن دان الله عزوجل بغیر امام من الله جل جلاله، ص 238)۔

ترجمہ:۔ اس (نیک) شخص کا دین قابل اعتبار نہیں جو ایسے غیر عادل امام کی ولایت و امامت کا قائل ہو جو اللہ کی طرف سے مقرر شدہ (منصوص من اللہ) نہیں اور ایسے شخص (کے فسق و فجور) پر کوئی عتاب و گرفت نہیں جو اللہ کی طرف سے مقرر شدہ امام عادل پر ایمان رکھتا ہو۔

41۔ بارہ اماموں پر ایمان لانے والے (شیعہ) اگر ظالم و بدکار ہوں تب بھی جنتی ہیں اور ان کی امامت منصوصہ و معصومہ پر ایمان نہ لانے والے مسلمان اگر متقی پرہیزگار ہوں تب بھی جہنمی ہیں۔

اصول کافی میں امام باقر سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

"ان الله لا یستحی ان یعذب امة دانت بامام لیس من الله وان کانت فی اعمالها برة تقیة۔ وان الله لیستحی ان یعذب امة دانت بامام من الله وان کانت فی اعمالها ظالمة مسیئة"۔

(اصول الکافی، باب فیمن دان الله عزوجل بغیر امام من الله جل جلاله، ص 238)

ترجمہ:۔ اللہ تعالی ایسی امت کو عذاب دینے سے نہیں شرماتا جو ایسے امام کی اطاعت کرے جو اللہ کی طرف سے مقرر شدہ نہیں (مثلاً ابوبکر و عمر و عثمان)۔ اگرچہ یہ امت اپنے اعمال میں نیکوکار اور متقی پرہیزگار ہی کیوں نہ ہو۔

اور اللہ ایسی امت کو عذاب دینے میں شرم محسوس کرتا ہے جو اللہ کی طرف سے مقرر شدہ (منصوص من اللہ) امام پر ایمان رکھتی ہو' اگرچہ وہ لوگ اپنی عملی زندگی میں ظالم و بدکار ہی کیوں نہ ہوں۔

شیعہ اثنا عشریہ کے بارہویں امام محمد المہدی۔

اثنا عشریہ کے نزدیک جو بارہ امام اللہ تعالی کی طرف سے نامزد ہیں اور جن پر ایمان لانا ضروری اور شرط نجات ہے ان میں گیارہویں امام حسن عسکری بن علی ہیں جو اصول کافی کے بیان کے مطابق رمضان سن 232ھ میں پیدا ہوئے اور قریباً صرف 28 سال کی عمر پاکر ربیع الاول سن 260ھ میں وفات پائی (اصول کافی' ص 324)۔

ان کے حقیقی بھائی جعفر بن علی اور خاندان کے دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ یہ حسن عسکری لاولد فوت ہوئے اور حکومت کے ذمہ داروں کو بھی تحقیق و تفتیش سے یہی ثابت ہوا۔ اسی بنیاد پر ان کا ترکہ شرعی قانون کے مطابق ان کے بھائی اور دوسرے موجود وارثوں میں تقسیم کردیا گیا۔ یہ بھی اصول کافی ہی کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ (اصول کافی' ص 206)۔

اثنا عشریہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ تیسرے امام' حسین کے بعد امام کا بیٹا ہی امام ہوتا ہے۔ اصول کافی میں ایک مستقل باب ہے۔ "باب اثبات الامامہ فی الاعقاب"۔ (ص 175)۔
اس میں آئمہ معصومین کی متعدد روایات ہیں۔ ان سب کا حاصل یہی ہے کہ امام کا بیٹا ہی امام ہوتا ہے' کوئی دوسرا عزیز قریب بھی نہیں ہوسکتا۔ انہیں روایات پر اس عقیدہ کی بنیاد ہے۔

اس عقیدہ کی وجہ سے عوام اثنا عشریہ کو یہ مشکل پیش آئی کہ گیارہویں امام حسن عسکری کے بعد "امامت" کا سلسلہ کیسے چلے اور بارہواں اور آخری امام کس کو قرار دیا جائے؟ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے یہ دعوی کیا گیا اور مشہور کیا گیا کہ امام حسن عسکری کی وفات سے چار یا پانچ سال پہلے (ایک روایت کے مطابق سن 255ھ میں اور دوسری روایت کے مطابق سن 256 ھ میں) ان کے ایک صاحبزادے ان کی ایک کنیز کے بطن سے پیدا ہوئے تھے' جن کو عام نظروں سے چھپاکر رکھا جاتا تھا۔ اس لئے کوئی ان کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔

وہ اپنے والد امام حسن عسکری کی وفات سے صرف دس دن پہلے غائب ہوگئے اور وہ تمام چیزیں اور سارے سامان جو حضرت علی سے منتقل ہوکر امام کے پاس رہتے تھے' اور آخر میں امام حسن عسکری کے پاس تھے۔ (مثلاً حضرت علی کا جمع کیا اور لکھا ہوا اصلی اور کامل قرآن اور اس کے علاوہ قدیم آسمانی کتابیں' تورات' انجیل' زبور اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے صحیفے اپنی اصل شکل میں' مصحف فاطمہ اور الجفر اور الجامعہ والابورا اور انبیاء سابقین کے معجزات' عصائے موسی' قمیص آدم اور سلیمان علیہ السلام کی انگشتری وغیرہ جن کے متعلق تفصیلی روایات اصول کافی کے حوالہ سے ناظرین کرام گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرماچکے ہیں) الغرض شیعی روایات کے مطابق چار یا پانچ سال کی عمر والے یہ صاحبزادے یہ سارے سامان تن تنہا اپنے ساتھ لے کر غائب اور اپنے شہر سر من رای ہی کے ایک غار میں روپوش ہوگئے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے' شیعہ صاحبان کا عقیدہ ہے کہ امام حسن عسکری کے یہی صاحبزادے امام آخرالزمان ہیں۔ ان پر امامت کا سلسلہ ختم ہوگیا اور چونکہ یہ ضروری ہے کہ جب تک یہ دنیا رہے ایک امام معصوم بھی دنیا میں موجود رہے' ورنہ دنیا قائم نہیں رہے گی' اس لئے یہ امام آخرالزمان قیامت تک زندہ رہیں گے اور اسی طرح غائب و روپوش رہیں گے اور جب وہ وقت آئے گا جو ان کے ظہور کے لئے مناسب ہوگا اس وقت وہ غار سے برآمد اور ظاہر ہوں گے اور پھر ساری دنیا میں ان کی حکومت ہوگی' اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔

ان بارہویں امام کی پیدائش اور پھر غیبت و روپوشی سے متعلق روایات اصول کافی کے متعدد ابواب میں درج کی گئی ہیں۔ "باب الاشارہ الی صاحب الدار علیہ السلام" اور "باب تسمیہ من راہ" (ص 202 تا 207) اور اس کے آگے "باب مولد صاحب الزمان علیہ السلام" (ص 233 تا 242)۔

(ملاحظہ ہو ایرانی انقلاب' امام خمینی اور شیعیت مؤلفہ مولانا منظور نعمانی' مکتبہ مدنیہ' لاہور' ص 169۔171)

شیعہ مجتہد و عالم ڈاکٹر موسی موسوی امام مہدی کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"امامیہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ جب ان کے گیارہویں امام سن 260 ہجری میں فوت ہوئے تو ان کا محمد نامی ایک پانچ سالہ بیٹا تھا۔ وہی مہدی منتظر ہے۔ جب کہ بعض دوسری روایات

کے مطابق مہدی اپنے والد امام حسن عسکری کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔ حقیقت کچھ بھی ہو مہدی نے منصب امامت اپنے والد کی وفات کے بعد اور ان کی تصریح کے مطابق پایا۔ وہ پورے پینسٹھ برس کی مدت تک نگاہوں سے پوشیدہ ہی رہے' اس دوران شیعہ ان نمائندوں کے ذریعہ ان سے رابطہ قائم کرتے تھے جنہیں خود امام نے اس مقصد کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔ یہ نمائندے عثمان بن سعید العمری' ان کے بیٹے محمد بن عثمان اور حسین بن روح اور آخر میں علی بن محمد السمری تھے۔

یہ چاروں النواب الخاص (خاص نمائندوں) کے لقب سے ملقب ہوئے اور اس مدت کو "غیبت صغریٰ" کا زمانہ کہا جاتا ہے۔

سن 329 ہجری میں علی بن محمد السمری کی وفات سے چند ہی مہینے پیشتر امام کے دستخط کے ساتھ ایک رقعہ انہیں ملا جس میں تحریر تھا:۔

لقد وقعت الغيبة الكبرى فلا ظهور الا بعد ان ياذن الله فمن ادعى رويتي فهو كذاب مفتر۔

غیبت واقع ہو گئی ہے' اب اللہ تعالیٰ کے حکم کے بعد ہی ظہور ہو گا۔ لہٰذا جو شخص مجھے دیکھنے کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا اور فریب خوردہ ہے۔

یہی سال غیبت کبریٰ کا آغاز تھا۔ اس وقت سے شیعہ کا امام کے ساتھ بلاواسطہ اور بالواسطہ رابطہ منقطع ہے۔ حتی کہ اگر کوئی اس کا دعویٰ بھی کرے تو شیعہ' امام مہدی کی جانب سے آنے والے آخری خط میں موجود تصریح کے بموجب اسے جھوٹا سمجھتے ہیں۔

امامیہ شیعہ کے امام مہدی کے متعلق عقیدہ کا یہ خلاصہ ہے' اور شیعہ ہر سال پندرہ شعبان کو امام مہدی کی ولادت کی مناسبت سے بہت بڑا جشن مناتے ہیں۔ صرف یہی امام ہیں جن کا شیعہ کے ہاں صرف یوم ولادت منایا جاتا ہے' ورنہ دوسرے ائمہ کا یوم ولادت اور یوم وفات دونوں منائے جاتے ہیں"۔

(ڈاکٹر موسیٰ موسوی' الشیعہ والتصحیح اردو ترجمہ از ابو مسعود آل امام بعنوان اصلاح شیعہ' ص 111-112' فصل امام مہدی' مطبوعہ پاکستان فروری 1990ء)

ظہور مہدی کے لئے تین سو تیرہ مخلص شیعوں کا میسر آنا شرط ہے

یہ امام مہدی جو 15 شعبان کی رات (شب برات) پیدا ہوئے اور جن کے سامنے شیعی

روایات کے مطابق ہر سال شب قدر کے موقع پر آئندہ سال بھر کے معاملات پیش ہوئے ہیں تب ظاہر ہوں گے جب انہیں تین سو تیرہ مخلص شیعہ میسر آجائیں گے۔

اہل تشیع کی معتبر ترین کتب میں شامل کتاب "الاحتجاج" للطبرسی میں نویں امام معصوم محمد تقی بن علی رضا ایک ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے "القائم" (امام مہدی آخرالزمان) کے بارے میں فرمایا:۔

هو الذي يخفى على الناس ولادته ويغيب عنهم شخصه....' يجتمع اليه من اصحابه عدة اهل بدر ثلاث مائة وثلاثة عشر رجلا من اقاصي الارض۔ فاذا اجتمعت له هذه العدة من اهل الاخلاص اظهر الله امره۔ (احتجاج طبرسی' طبع ایران' ص 220)۔

ترجمہ:۔ (نویں امام محمد تقی نے فرمایا) "ان (امام مہدی) کی ولادت لوگوں سے مخفی ہوگی اور ان کی شخصیت لوگوں کی نگاہوں سے غائب رہے گی اور دنیا کے کناروں سے اہل بدر کی تعداد کے مطابق ان کے تین سو تیرہ اصحاب ان کے پاس جمع ہوں گے۔

پس جب اہل اخلاص میں سے اتنی تعداد ان کے پاس جمع ہو جائے گی تو اللہ ان کے معاملہ کو ظاہر کردے گا۔ (یعنی وہ غار سے باہر آکر اپنا کام شروع کردیں گے)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک شیعہ (اثنا عشری) امام مہدی کو دنیا بھر میں تین سو تیرہ مخلص شیعہ کبھی میسر نہیں آئے جو ان کے ظہور کی بنیادی شرط ہے۔ اس سے ہر زمان و مکان کے کروڑوں اثنا عشری اہل تشیع کے ایمان و اخلاص کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ب۔ عقیدہ امامت اور شیعہ مجتہد اعظم، خاتم المحدثین علامہ باقر مجلسی۔

شیعہ مجتہد اعظم، خاتم المحدثین علامہ باقر مجلسی (1037-1111ھ) بیس سے زائد جلدوں میں شیعہ احادیث و روایات پر مشتمل "بحار الانوار" نامی انسائیکلوپیڈیا کے مؤلف ہیں، نیز عربی و فارسی میں دیگر متعدد کتب کے مصنف ہیں، اور صدیوں سے صف اول کے شیعہ علماء و مؤلفین اور مجتہدین و محدثین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ نے سینکڑوں کتب احادیث و روایات شیعہ کے جامع اپنے اس دائرۃ المعارف میں ائمہ شیعہ کے بے شمار معجزات بیان کرنے کے علاوہ خلفاء ثلاثہ سدنا ابوبکر و عمرو عثمان نیز دیگر صحابہ کرام کے بارے میں انتہائی زہریلا اور منفی ذخیرہ روایات شیعہ بھی جمع کردیا ہے، اور خمینی صاحب نے بھی اہل ایران کو دینی معلومات کے لئے ان کی کتب سے خصوصی استفادہ کا مشورہ دیا ہے (کشف اسرار، مطبوعہ ایران، 1363ھ، ص 152)۔

بہرحال علامہ باقر مجلسی نے شیعہ عقیدہ امامت کے حوالہ سے اپنی مختلف کتب میں جو کچھ فرمایا ہے اس میں سے چند روایات درج ذیل ہیں:۔

1۔ کمالات و شرائط و صفات میں پیغمبر اور امام برابر ہیں۔

علامہ مجلسی اپنی تصنیف "حیات القلوب" میں لکھتے ہیں:۔

"وحق این است کہ در کمالات و شرائط و صفات فرقے میان پیغمبر و امام نیست"۔

(باقر مجلسی، حیات القلوب، طبع لکھنؤ، جلد سوئم، ص 2)

ترجمہ:۔ اور حق بات یہ ہے کہ کمالات و شرائط و صفات میں پیغمبر اور امام کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔

2۔ مرتبہ امامت مرتبہ نبوت سے اعلی و برتر ہے۔

علامہ مجلسی شیعہ روایات کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:۔

"از بعضے اخبار معتبرہ کہ انشاء اللہ بعد ازیں مذکور خواہد شد معلوم می شود کہ مرتبہ امامت بالاتر از مرتبہ پیغمبری است، چنانچہ حق تعالی بعد از نبوت بحضرت ابراہیم خطاب فرمود کہ:۔ انی جاعلک للناس اماما"۔

(باقر مجلسی، حیات القلوب، طبع لکھنؤ، جلد سوئم، ص 2)۔

ترجمہ:۔ اور بعض معتبر حدیثوں سے جن کا انشاء اللہ بعد میں ذکر کیا جائے گا، معلوم ہوتا

ہے کہ امامت کا مرتبہ پیغمبری (نبوت و رسالت) کے مرتبہ سے بالاتر ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کو نبوت عطا کرنے کے بعد فرمایا تھا کہ میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

3۔ محمد (ص) کو خاتم الانبیاء قرار دیئے جانے نیز آپ کی تعظیم کی وجہ سے نبیوں سے برتر امام پر لفظ نبی یا اس کے ہم معنی لفظ کا اطلاق منع ہے۔

مجلسی اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اگرچہ مقام امامت مقام نبوت و رسالت سے اعلی و برتر ہے، مگر امام پر تمام صفات و کمالات نبوت کا حامل ہونے کے باوجود لفظ نبی یا رسول کا اطلاق نہ کرنا احترام رسول اللہ کا تقاضا ہے۔

"واز برائے تعظیم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آنکہ آنجناب خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشد منع اطلاق اسم نبی و آنچہ مرادف این است در آں آنحضرت کردہ اند"۔

(علامہ باقر مجلسی، حیات القلوب، جلد سوئم، ص 2)۔

ترجمہ:۔ اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نیز آپ کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے نبی یا اس کے ہم معنی کسی لفظ کا اطلاق آنحضرت (امام) پر کرنے سے منع کردیا گیا ہے۔

4۔ رسول اللہ (ص) شیعہ امام مہدی کے ظہور پر انکی بیعت کریں گے۔

علامہ باقر مجلسی نے اپنی کتاب "حق الیقین" میں پانچویں اثنا عشری امام محمد الباقرؑ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:۔

"چوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیرون آید خدا اورا یاری کند بملائکہ و اول کسے کہ با او بیعت کند محمد باشد و بعد ازاں علی"۔

(باقر مجلسی، حق الیقین، مطبوعہ ایران، ص 139)۔

ترجمہ:۔ جب قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یعنی بارہویں شیعہ امام مہدی) ظاہر ہوں گے تو خدا فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد فرمائے گا، اور سب سے پہلے ان کی بیعت کرنے والے محمد (ص) ہوں گے اور ان کے بعد علی ان کی بیعت کریں گے۔

5۔ شیعہ امام مہدی ام المؤمنین سیدہ عائشہ کو زندہ کرکے سزا دیں گے

علامہ مجلسی "حق الیقین" میں ابن بابویہ کی "علل الشرائع" کے حوالہ سے امام باقر سے

روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:۔

"چوں قائم ماظاہر شود عائشہ را زندہ کند تا براو حد بزند و انتقام فاطمہ ما ازو بکشد"۔

ترجمہ:۔ جب ہمارے قائم (بارہویں امام مہدی) ظہور فرمائیں گے تو عائشہ کو زندہ کریں گے تاکہ ان پر حد جاری کرکے انہیں سزا دیں اور وہ ہماری فاطمہ کا انتقام ان (عائشہ) سے لیں گے (معاذاللہ)۔

واضح رہے کہ یہ امام باقر جناب قاسم بن محمد بن ابی بکر کے داماد تھے اور سیدہ عائشہ ام المؤمنین امام باقر کی زوجہ اور جعفرالصادق کی والدہ ام فروہ (فاطمہ) کے والد (قاسم بن محمد بن ابی بکر) اور والدہ (اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر) دونوں کی پھوپھی تھیں۔ جن سے امام باقر سے منسوب غلط شیعہ روایات کے مطابق سیدہ فاطمہ کا انتقام لیا جائے گا۔

6۔ شیعہ امام مہدی، کفار سے پہلے سنی علماء و عوام کو قتل کریں گے۔

علامہ مجلسی کی "حق الیقین" میں اسی سلسلہ کی ایک اور روایت درج ذیل ہے۔

"وقتیکہ قائم علیہ السلام ظاہری شود پیش از کفار ابتداء بہ سنیان خواہد کرد باعلماء ایشاں و ایشاں را خواہد کشت"۔ (حق الیقین)

ترجمہ:۔ جس وقت قائم علیہ السلام (بارہویں اثنا عشری امام مہدی) ظاہر ہوں گے تو کفار سے پہلے اہل سنت سے ابتداء کریں گے، اور اہل سنت کے علماء اور خود ان (عوام اہل سنت) کو موت کے گھاٹ اتاریں گے۔

7۔ اماموں کا حمل ماؤں کے رحم میں نہیں بلکہ پہلو میں قائم ہوتا ہے اور وہ ان کی ران سے پیدا ہوتے ہیں۔

علامہ مجلسی نے حق الیقین میں گیارہویں امام حسن عسکری سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

"حمل ما اوصیائے پیغمبراں در شکم نمی باشد در پہلوی باشد و از رحم بیرون نمی آئیم بلکہ از ران مادراں فرود می آئیم۔ زیرا کہ ما نور خدائے تعالی ایم و چرک و کثافت و نجاست را از ما دور گردانیدہ است"۔

(باقر مجلسی، حق الیقین، طبع ایران، ص 126)۔

ترجمہ:۔ ہم پیغمبر کے وصیوں (یعنی ائمہ) کا حمل ماؤں کے پیٹ یعنی رحم میں قرار نہیں

پاتا بلکہ پہلو میں ہوتا ہے، اور ہم رحم مادر سے باہر نہیں آتے بلکہ ماؤں کی رانوں سے پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ ہم خدائے تعالی کا نور ہیں اور اس نے گندگی و غلاظت و نجاست کو ہم سے دور رکھا ہے۔

ج۔ عقیدہ امامت اور امام خمینی (م 1989ء)۔

عصر جدید میں شیعہ اثنا عشریہ کے عالمی شہرت یافتہ مذہبی و سیاسی قائد آیت اللہ العظمی، صاحب منصب ولایت فقیہ و قائد انقلاب ایران سید روح اللہ موسوی خمینی نے اپنی تصانیف "الحکومۃ الاسلامیہ" (عربی) اور "کشف الاسرار" (فارسی) میں شیعہ عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور شیعی روایات تفسیر و حدیث سے بارہ اماموں کی امامت ثابت کرنے کے لئے بہت سے اہم دلائل دیئے ہیں، نیز مخالفین کے اعتراضات کا رد کرتے ہوئے مسئلہ امامت پر تحریر شدہ چالیس سے زائد اہم تصانیف کے نام بھی کشف الاسرار (ص 197-204، مطبوعہ ایران، ربیع الثانی 1363ھ) میں درج فرمائے ہیں اور بعض سنی روایات سے بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے کہ شیعی عقیدہ امامت برحق ہے۔ اس سلسلہ میں وہ یہ بات نظر انداز فرماگئے ہیں کہ شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کے بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ کے ختم نبوت کے منافی عقیدہ کو امت کی نوے فیصد سے زائد سنی اکثریت سے قطع نظر خود غیر اثنا عشری شیعہ فرقے (کیسانیہ، زیدیہ، اسماعیلیہ، نور بخشیہ وغیرہ) بھی تسلیم نہیں کرتے، اور ان میں سے ہر شیعہ فرقے کا عقیدہ امامت اور تعداد ائمہ، شیعہ اثنا عشریہ سے مختلف و متصادم ہے۔ لہٰذا عقیدہ امامت کے حوالہ سے قرآن و حدیث سے ایسا استدلال جس پر سنی اکثریت تو کجا خود شیعہ فرقے بھی متفق نہیں، خود شیعی منطق کی رو سے باطل اور ناقابل اعتبار قرار پاتا ہے۔

بہرحال امام خمینی کے بارہ اماموں کی امامت کے سلسلہ میں عقیدہ و دلائل کا خلاصہ وہی ہے جو انہوں نے اپنی تصنیف "الحکومۃ الاسلامیہ" (ولایۃ الفقیہ) و "کشف الاسرار" وغیرہ میں بیان فرمایا ہے اور جو سراسر امت کے عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے۔

1۔ نبوت کی طرح امامت بھی جزو دین ہے

امام خمینی کی "کشف الاسرار" میں ایک عنوان ہے:۔

"نبوت و امامت جزو دین است"۔ (نبوت و امامت جزو دین ہیں)۔

اس عنوان کے تحت امام خمینی فرماتے ہیں کہ:۔

"مادلیل از قرآن وگفتہ ہای پیغمبر اسلام داریم کہ ایں ہا جزء دین است"۔

(امام خمینی، کشف اسرار، طبع ایران، 15 ربیع الثانی 1363ھ، ص 223)

ترجمہ:۔ ہم قرآن اور احادیث پیغمبر اسلام سے اس بات کی دلیل رکھتے ہیں کہ یہ (نبوت و امامت) جزو دین ہیں۔

2۔ قرآن میں "اولی الامر" سے مراد "امام" ہے۔

"خدا بحکم اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم) بر تمام بشر واجب کردہ کہ ہرچیز کہ پیغمبر و امام گفت باید اطاعت کنید"۔ (خمینی، کشف اسرار، ایران 1363ھ، ص 221)۔

ترجمہ:۔ اللہ نے یہ حکم دے کر کہ (اللہ کی اطاعت کرو اور پیغمبر کی، نیز اس صاحب امر کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہے) تمام انسانوں پر واجب قرار دے دیا ہے کہ جو کچھ پیغمبر اور امام فرمائے اس کی اطاعت کریں۔

3۔ قرآن میں "حبل اللہ" (اللہ کی رسی) سے مراد علی بن ابی طالب ہیں

قرآن مجید میں ایک آیت ہے:۔

"واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا"۔ (سورۃ آل عمران۔ آیت 98)۔

اس آیت کا مطلب ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ نہ ڈالو۔

مگر امام خمینی اللہ کی رسی سے عام سنی ترجیحی روایات کے مطابق قرآن مجید یا دین اسلام مراد لینے کے بجائے اصرار کرتے ہیں کہ اللہ کی رسی سے مراد علی بن ابی طالب ہیں۔

"حبل اللہ کہ باید مردم باو متمسک شوند علی بن ابی طالب است"۔

(امام خمینی، کشف اسرار، ص 225، مطبوعہ ایران، 15 ربیع الثانی 1363ھ)

ترجمہ:۔ اللہ کی وہ رسی جس سے لوگوں کو مضبوطی سے چمٹ جانا چاہئے، علی بن ابی طالب ہیں۔

ان چند مختصر اشارات کے بعد بارہ اماموں کی امامت کے بارے میں ان کا جامع بیان ملاحظہ ہو۔

4۔ اماموں کے مقام تک کوئی نبی مرسل اور مقرب فرشتہ بھی نہیں پہنچ سکتا

امام خمینی اپنی تصنیف الحکومۃ الاسلامیۃ میں شیعی عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"فان للامام مقاما محمودا و درجة سامية و خلافة تكوينية تخضع لولايتها و سيطرتها جميع ذرات هذا الكون۔ وان من ضروريات مذهبنا ان لائمتنا مقاما لايبلغه ملك مقرب' ولانبی مرسل۔

وبموجب مالدينا من الروايات والاحاديث فان الرسول الاعظم (ص) والائمة (ع) كانوا قبل هذا العالم انوارا فجعلهم الله بعرشه محدقين' وجعل لهم من المنزلة والزلفى مالا يعلمه الا الله۔ وقد قال جبرئيل كما ورد فی روايات المعراج:۔ لو دنوت انملة لاحترقت۔

وقد ورد عنهم (ع):۔ ان لنا مع الله حالات لايسعها ملك مقرب ولانبی مرسل۔

ومثل هذه المنزلة موجودة لفاطمة الزهراء عليها السلام"۔

(الخمينی' الحكومة الاسلامية' مطبوعة الحركة الاسلامية فی ايران' ص 52-53)۔

ترجمہ:۔ یقیناً امام کو قابل تعریف مقام' بلند درجہ اور ایسی تکوینی خلافت حاصل ہے جس کی ولایت و اقتدار کے سامنے کائنات کے تمام ذرے بھی سرنگوں ہیں۔ اور ہمارے مذہب کے ضروری عقائد میں سے یہ بھی ہے کہ ہمارے اماموں کو ایسا مقام حاصل ہے جس تک نہ تو کوئی مقرب فرشتہ پہنچ سکتا ہے اور نہ نبی مرسل۔

اور ہمارے پاس جو احادیث و روایات ہیں ان کے مطابق رسول اعظم (ص) اور ائمہ (ع) اس عالم کے وجود میں آنے سے پہلے نور کی صورت میں موجود تھے۔ پس اللہ نے انہیں اپنے عرش کے گرد جمع فرمالیا اس حال میں کہ ان کی نگاہیں عرش پر رہیں اور ان کے لئے وہ مرتبہ اور تقرب مخصوص کیا جس کی نوعیت صرف اللہ ہی جانتا ہے' اور جبرئیل نے بھی فرمایا ہے' جیساکہ شب معراج کی روایات میں ذکر آیا ہے کہ:۔ اگر میں ایک انگلی برابر بھی قریب جاتا تو جل جاتا۔

اور ان ائمہ سے یہ روایات بھی وارد ہوئی ہیں کہ ہماری اللہ کے ساتھ ایسی حالتیں ہوتی ہیں کہ جس کی گنجائش کسی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کے لئے بھی نہیں' اور اسی کے مثل (یعنی بارہ اماموں والا) مقام و مرتبہ فاطمہ زہراء علیہا السلام کے لئے بھی مخصوص ہے۔

5۔ امام نبیوں کی طرح اللہ کی طرف سے مقرر شدہ (منصوص من اللہ) ہیں

امام خمینی' ائمہ کے نبیوں کی طرح اللہ کی طرف سے مقرر کئے جانے کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"حجة الله تعنی ان الامام مرجع للناس فی جميع الامور والله قد عينه"۔

(روح الله الخمينی' الحكومة الاسلامية' ص 78)۔

ترجمہ:۔ اللہ کی حجت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ امام تمام امور میں ایسی ہستی ہے جس کی طرف لوگوں کے لئے رجوع کرنالازم ہے اور اسے اللہ نے مقرر کیا ہے۔

6۔ بارہ امام' نبیوں کی طرح معصوم عن الخطاء ہیں۔

امام خمینی بارہ اماموں کے نبیوں کی طرح معصوم عن الخطاء ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"لانتصور فيهم السهو والغفلة"۔ (الحكومة الاسلامية' ص)۔

ہم ان (ائمہ) کے بارے میں بھول چوک اور غفلت کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔

7۔ منصوص من اللہ و معصوم عن الخطاء ہونے کے باوجود امام علی اپنے زمانہ خلافت میں قاضی شریح کو برطرف نہ کرسکے۔

"بمن تناط مهمة القضاء"۔ (منصب قضا کس کے سپرد کیا جائے) کے زیر عنوان امام خمینی فرماتے ہیں:۔

"عن محمد بن يحی' عن محمد بن احمد' عن يعقوب بن يزيد' عن يحی بن مبارک' عن عبدالله بن جميلة' عن اسحاق بن عمار' عن ابی عبدالله عليه السلام قال' قال امير المومنين صلوات الله عليه لشريح:۔ يا شريح! قد جلست مجلسا لا يجلسه (ماجلسه) الا نبی او وصی نبی' اوشقی"۔

(خمينی' الحكومة الاسلامية' ص 73-74' مطبوعه' الحركة الاسلامية فی ايران بحواله وسائل الشيعة' كتاب القضاء' الباب 3' الحديث 2' ومن لايحضره الفقيه' الجزء 3' ص 4' رواه مرسلا")۔

ترجمہ:۔ محمد بن یحیی نے محمد بن احمد سے' انہوں نے یعقوب بن یزید سے' انہوں نے یحیی بن مبارک سے' انہوں نے عبداللہ بن جبیلہ سے' انہوں نے اسحاق بن عمار سے اور انہوں نے ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ امیرالمؤمنین (علی) صلوات اللہ علیہ نے قاضی شریح سے فرمایا کہ اے شریح تو ایسے مقام پر بیٹھا ہے جس پر یا تو نبی بیٹھتا ہے یا نبی کا وصی یا کوئی بدنصیب (یعنی اگر قاضی غلط فیصلے کرے تو بدبختی اس کا مقدر ہے)

ان قاضی شریح کے معاملے میں امام منصوص و معصوم کی بے بسی ظاہر کرتے ہوئے خمینی فرماتے ہیں:۔

"وکان شریح ھذا قد شغل منصب القضاء قرابة خمسین عاما۔ وکان متملقا۔ لمعاویة' یمدحه' ویثنی علیه' ویقول فیه مالیس له باھل۔ وکان موقفه ھذا ھدما۔ لماتبنیه حکومة امیرالمئومنین (ع) الا ان علیا۔ (ع) لم یستطع عزله' لان من قبله قد نصبه' ولم یکن عزله بسبب ذلک فی متناول امیرالمئومنین' الا انه (ع) اکتفی بمراقبته وردعه عن الوقوع فیما یخالف تعالیم الشرع۔ (الحکومة الاسلامیة' ص 74)۔

ترجمہ:۔ یہ قاضی شریح تقریباً پچاس سال تک منصب قضاء پر فائز رہے' اور وہ معاویہ کی خوشامد کرنے والے تھے' ان کی مدح و ثنا کرتے اور ان کی تعریف میں ایسی باتیں کہتے تھے جن کے معاویہ اہل نہ تھے۔ ان کا طرز عمل ان بنیادوں کو منہدم کرنے والا تھا جن پر امیرالمؤمنین کی حکومت قائم تھی' مگر علی انہیں معزول نہ کرسکے کیونکہ ان سے پہلے (خلیفہ) نے انہیں مقرر کیا تھا' اور اس وجہ سے انہیں معزول کرنا امیرالمؤمنین کے بس میں نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے اسی کو کافی سمجھا کہ ان پر نظر رکھی جائے اور انہیں شریعت کی تعلیمات کے برخلاف جانے سے روکا جائے۔

امام خمینی کے اس نقطہ نظر سے معاذ اللہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ منصوص من اللہ و معصوم عن الخطاء وافضل من الانبیاء امام نیز با اختیار خلیفہ اور شیر خدا ہونے کے باوجود سیدنا علی اتنے مجبور تھے کہ قاضی شریح کو محض اس لئے برطرف نہ کرسکے کہ ان سے پہلے (غیر منصوص و غیر معصوم امام و خلیفہ ثالث) سیدنا عثمان بن عفان انہیں برقرار رکھ چکے تھے جبکہ سیدنا عمر نے سیدنا خالد بن ولید جیسے عظیم سپہ سالار کو غیر منصوص و غیر معصوم امام و خلیفہ

امت ہونے کے باوجود معزول کردیا تھا۔ تاکہ جہاد میں قوت خالد کے بجائے قوت خدا کے فیصلہ کن ہونے کے یقین میں اضافہ ہو۔

پس امام خمینی کے بقول اہل تشیع کے امام منصوص و معصوم' خلیفہ بلافصل نے معاذاللہ ایسا قاضی برقرار رکھا جو سیدنا معاویہ کی تعریف میں مبالغہ آرائی اور جھوٹ سے کام لیتا تھا اور امامت و خلافت علی کے شرعی اصولوں کو مسمار کرنے والا تھا اور جس کو بااختیار امام و خلیفہ ہوتے ہوئے برطرف کرنا اس لئے ان کے بس میں نہ تھا کہ ان سے پہلے غیر منصوص و غیر معصوم خلفاء نے انہیں مقرر کیا تھا (یعنی چہ؟)۔

لہٰذا انہوں نے اس جھوٹے اور علوی حکومت کی بنیادیں منہدم کرنے والے قاضی عالم اسلام کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی نگرانی کی اور تعلیمات شریعت پر قائم رکھنے کی کوشش فرمائی۔ شاید امام خمینی نے اس بات پر غور نہیں فرمایا کہ ان کے اس بیان سے ایک غیر جانبدار غیر مسلم محقق' شیعہ عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوہ اور سیدنا علی کی بحیثیت امام و خلیفہ اہلیت و کارکردگی نیز ان کے خوشامدی اور جھوٹے قاضی کے حوالہ سے علوی خلافت میں عدل و انصاف کی صورت حال کے بارے میں کیا رائے قائم کرے گا۔

اور دوسری طرف ایک غیر جانبدار محقق اس بیان کی روشنی میں بااختیار امام و خلیفہ علی کے قاضی شریح کا کوفہ سے سینکڑوں میل دور دمشق میں مقیم امیر شام سیدنا معاویہ کی تعریف و توصیف کرنا یقیناً۔ سیدنا معاویہ کی عظمت کی دلیل قرار دے گا' کیونکہ قاضی شریح کا سیدنا علی کی خلافت میں ایسا خطرہ مول لینا خوشامد و مبالغہ آرائی کی بجائے مدح حقیقی اور سیدنا معاویہ کے سیاسی مخالفین کی ان کے حق میں سچی گواہی قرار پائے گا۔ پس امام خمینی کے اس قسم کے بیانات کے منطقی نتائج سے یہ بات بھی ثابت ہوجاتی ہے کہ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہوتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

8۔ دوسرے اور تیسرے امام منصوص و معصوم (حسن و حسین) نے جس معاویہ کی بیعت کی اس کی حکومت غیر اسلامی تھی۔

امام خمینی' صحابی رسول' کاتب وحی اور برادر ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ سیدنا معاویہ کے بیس سالہ عظیم الشان دور امامت و خلافت (41۔60ھ) پر تنقید کرتے ہوئے الزام تراشی کرتے ہیں کہ:۔

"وقد حدث مثل ذلک فی ایام معاویة، فقد کان یقتل الناس علی الظنة والتهمة، ویحبس طویلا- وینفی من البلاد، ویخرج کثیرا من دیارهم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا الله- ولم تکن حکومة معاویة تمثل الحکومة الاسلامیة اوتشبهها من قریب و لا بعید"-

(خمینی، الحکومة الاسلامیة، مطبوعة الحرکة الاسلامیة فی ایران، ص 71)-

ترجمہ:- (خوف و ہراس کی) یہ صورت حال معاویہ کے زمانہ میں پیدا ہوئی- وہ لوگوں کو ظن و تہمت کی بناء پر قتل کردیتے تھے- طویل قید میں ڈال دیتے، جلاوطن کردیتے اور بہت سوں کو ان کے گھروں سے ناحق محض اس جرم کی بناء پر نکال دیتے تھے کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے تھے- اور معاویہ کی حکومت نہ تو اسلامی حکومت کا نمونہ تھی اور نہ ہی اس سے دور و نزدیک کی کوئی مشابہت رکھتی تھی-

امام خمینی کے اس بیان کے برعکس غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی فرماتے ہیں:-

"واما خلافة معاویة فثابته صحیحة بعد موت علی وبعد خلع الحسن بن علی رضی الله تعالی عنهما نفسه عن الخلافة و تسلیمها الی معاویة"-

(غنیة الطالبین، ص 172)-

ترجمہ:- حضرت علی کی وفات اور حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہما کے خلافت سے دستبردار ہوکر اسے حضرت معاویہ کے سپرد کردینے کے بعد خلافت معاویہ درست و ثابت شدہ ہے-

سیدنا عبدالقادر جیلانی جیسے امام اہل سنت کا یہ بیان چونکہ اہل تشیع کے لئے حجت نہیں اس لئے خود اہل تشیع کے تسلیم شدہ دوسرے اور تیسرے امام منصوص و معصوم (سیدنا حسن و حسین) کا خلافت معاویہ کی بیعت کرنا اور امام حسن کا اپنی وفات تک دس سال (41-50ھ) نیز امام حسین کا وفات سیدنا معاویہ تک بیس سال (41-60ھ) اس بیعت پر قائم رہنا بذات خود اس بات کی دلیل اور حجت ہے کہ دوسرے اور تیسرے امام منصوص و معصوم (سیدنا حسن و حسین) کے نزدیک سیدنا معاویہ کی امامت و خلافت درست اور ان کی حکومت اسلامی

و منصفانہ تھی- بصورت دیگر امام خمینی اور اہل تشیع کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ دوسرے اور تیسرے امام منصوص و معصوم افضل من الانبیاء، غیر اسلامی حکومت کی بیعت کرنے والے نیز غیر شرعی حکومت اور ظلم و ناانصافی کے نظام کی تائید و تقویت کا باعث تھے (ونعوذ باللہ من ذلک)- اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے تقیہ کے طور پر ایسا کیا تو یہ بات اس لئے قابل قبول نہیں کہ شیعہ اثنا عشریہ کی اس رائے اور تصور تقیہ سے دیگر شیعہ فرقے (زیدیہ وغیرہ) متفق نہیں اور جس بات پر خود شیعہ فرقوں کا اتفاق نہیں اسے امت کی غالب اکثریت یعنی اہل سنت والجماعت کے سامنے بطور دلیل کیونکر پیش کیا جاسکتا ہے-

پس ان چند اقتباسات و اشارات سے شیعی عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوہ کی حقیقت و اصلیت اور اس کے گمراہ کن مضمرات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے- فمن شاء ذکرہ-

9- جس خدائی مشن میں انبیاء و مرسلین حتی کہ ختم المرسلین (ص) بھی کامیاب نہ ہوسکے امام مہدی اس میں کامیاب ہوں گے (معاذاللہ)-

امام خمینی بارہویں امام مہدی کے مقام و مرتبہ کے سلسلے میں فرماتے ہیں:-

"ان الانبیاء لم یوفقوا فی تنفیذ اغراضهم فیبعث الله شخصا- فی آخر الزمان لینفذ مواضیع الانبیاء"-

(مختارات من اقوال الامام الخمینی 113/2 مترجم محمد جواد المهری، وزارة الارشاد الاسلامی، تهران 1402ھ- ق)-

ترجمہ:- انبیاء کو اپنے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق نہ دی گئی- پس آخری زمانہ میں اللہ ایک شخص کو بھیجے گا تاکہ وہ انبیاء کے مقاصد کو عملی جامہ پہنادے-

شیعہ اپنے بارہ اماموں اور ان کے مقابلے میں انبیاء علیہم السلام کے مقام و مرتبہ کے بارے میں جو غلط عقیدہ رکھتے ہیں اس کی وضاحت انقلاب ایران کے بعد بارہویں امام محمد المہدی کے بارے میں امام خمینی کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے:-

"مہدویت پر اعتقاد:-

جو نبی بھی آئے وہ انصاف کے نفاذ کے لئے آئے- ان کا مقصد بھی یہی تھا کہ تمام دنیا میں انصاف کا نفاذ کریں لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے- یہاں تک کہ ختم المرسلین (ص) جو انسان

کی اصلاح کے لئے آئے تھے اور انصاف کا نفاذ کرنے کے لئے آئے تھے۔ انسان کی تربیت کے لئے آئے تھے لیکن وہ اپنے زمانے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ وہ آدمی جو اس معنی میں کامیاب ہوگا اور تمام دنیا میں انصاف کو نافذ کرے گا۔ وہ بھی اس انصاف کو نہیں جسے عام لوگ انصاف سمجھتے ہیں کہ زمین میں انصاف کا معاملہ صرف لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہو، بلکہ یہ انصاف انسانیت کے تمام مراتب میں ہو۔ وہ چیز جس میں انبیاء کامیاب نہیں ہوئے باوجود اس کے کہ وہ اس خدمت کے لئے آئے تھے، خدائے تبارک و تعالیٰ نے ان (حضرت ولی عصر ارواحنالہ الفداء) کا ذخیرہ کیا ہے۔ ان ہی معنی میں جس کی تمام نبیوں کو آرزو تھی، لیکن رکاوٹوں کی وجہ سے وہ ان کو نافذ نہ کرسکے۔ تمام اولیاء کی یہ آرزو تھی لیکن وہ بھی نافذ کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ وہ اس بزرگوار کے ہاتھوں نافذ ہوجائے۔ لہٰذا اس معنی میں (حضرت صاحب ارواحنالہ الفداء) کا جشن میلاد مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی عید ہے۔ صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ انسان کے لئے بھی سب سے بڑی عید ہے"۔

(15 شعبان 1400ھ کے موقع پر تقریر بحوالہ کتابچہ "اتحاد و یک جہتی امام خمینی کی نظر میں" شائع کردہ خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، ملتان، ص 15-16)۔

واضح رہے کہ اہل سنت کی کتب حدیث (ترمذی، مسند احمد وغیرہ) میں موجود روایات کے مطابق قیامت سے پہلے ایک عظیم قائد محمد المہدی پیدا ہوں گے اور دنیا بھر میں غلبہ اسلام کی قیادت کریں گے، مگر شیعہ اثنا عشریہ کے بارہویں امام محمد المہدی کو نہ اہل سنت مانتے ہیں اور نہ شیعہ فرقے زیدیہ، اسماعیلیہ، کیسانیہ، نوربخشیہ وغیرہ مانتے ہیں۔ یہ بارہویں امام غائب گیارہویں امام حسن عسکری کے بیٹے بتائے جاتے ہیں اور تقریباً پینسٹھ برس کی عمر میں بعض روایات کے مطابق بچپن ہی میں 329ھ میں غائب ہوگئے تھے، اور گیارہ سو سال سے زائد عرصہ سے غائب ہیں۔

د۔ ڈاکٹر علی شریعتی اور عقیدہ امامت۔

مفکر انقلاب ایران ڈاکٹر علی شریعتی (م 1977ء، لندن) اگرچہ بظاہر صفوی بادشاہوں سے منسوب ناخالص تشیع صفوی کے مقابلے میں سیدنا علی سے منسوب خالص و معتدل تشیع علوی کے علمبردار اور اعتدال پسند ہونے کے دعویدار ہیں اور تمام شیعی اثنا عشری اصطلاحات

(امامت و عصمت و ولایت و وصایت وغیرہ) کی روایتی تشریحات کے مقابلے میں جدید تشریحات اپنی مشہور تصنیف "تشیع علوی و تشیع صفوی" میں پیش کرتے ہیں۔ مگر وہ بھی اپنی تمام تر جدید تشریحات اعتدال پسندی اور دعوی وسیع المشربی کے باوجود اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ تشیع علوی و تشیع صفوی میں شیعی امامت منصوصہ و معصومہ سمیت تمام اصول و فروع دین مشترک اور یکساں ہیں:۔

"در ہردو تشیع اصول و فروع یکی است، باہم ہیچ اختلاف ندارند"۔

(دکتر علی شریعتی، تشیع علوی و تشیع صفوی، ص 205، پایہ ہای اعتقادی ہردو مذہب)۔

ترجمہ:۔ تشیع علوی و صفوی ہردو تشیع میں اصول و فروع ایک ہی ہیں، باہم ذرا بھی اختلاف نہیں رکھتے۔

سامراجیت اور صیہونیت وغیرہ کے مقابلے میں تمام مسلمانوں کے اتحاد کے خواہش مند ڈاکٹر علی شریعتی شیعیت اور سنی عقیدہ کے الگ الگ اور مستقل بالذات عقائد ہونے کے سختی سے قائل ہیں۔ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:۔

"اساساً" آدمی کہ ایں حرف۔ وحدت تشیع و تسنن۔ رامی زند، معلوم می شود کہ اصلاً" ہیچ چیز رانمی داند۔ نہ از تشیع و تسنن خبردارد، نہ از تاریخ، ونہ از مذہب و نہ ہم از مسائل علمی و عقلی۔

ہرگز، ہرگز نباید شیعہ ازمبانی اعتقادی خود صرف نظر کند"۔

(دکتر علی شریعتی، قاسطین مارقین ناکثین، تہران، انتشارات قلم، آبانماہ، 1358، چاپ دوم، ص 36)۔

ترجمہ:۔ بنیادی طور پر وہ شخص جو کہ "وحدت تشیع و تسنن" کا نعرہ لگاتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ کسی چیز کا علم نہیں رکھتا۔ نہ تو اسے تشیع و تسنن سے واقفیت حاصل ہے اور نہ وہ تاریخ و مذہب یا علمی و عقلی مسائل کی خبر رکھتا ہے۔

شیعوں کو ہرگز ہرگز اپنے بنیادی عقائد سے صرف نظر نہیں کرنا چاہئے۔

ھ۔ عقیدہ امامت اور جدید شیعہ علماء مجتہدین بطور مجموعی۔

عصر حاضر کی جدید شیعہ تفاسیر میں فارسی تفسیر نمونہ اس لحاظ سے خصوصی اہمیت کی حامل ہے کہ اسے ایران کے دس جلیل القدر شیعہ علماء مفسرین نے استاذ محقق آیت اللہ آقائے

ناصر مکارم شیرازی کے زیر نگرانی مشترکہ طور پر تصنیف کیا ہے اور یہ "حوزہ علمیہ قم" کے "مرکز مطالعات اسلامی و نجات نسل جوان" کی پیش کش ہے۔ تمام شیعہ علماء نے اسے ایک مستند و معتبر تفسیر کے طور پر قبول کیا ہے۔ لہٰذا شیعہ عقائد و افکار کے بیان و تشریح میں "تفسیر نمونہ" کو ایک درجہ سند اور امتیازی مقام حاصل ہے۔ اس تفسیر کا اردو ترجمہ پاکستان کے معروف شیعہ عالم اور مصنف علامہ سید صفدر حسین نجفی پرنسپل "جامعہ المنتظر" لاہور نے کیا تھا۔ دیگر علمی مسائل کے ساتھ اس میں مسئلہ امامت و خلافت پر شیعہ نقطہ نظر سے قیمتی اور تفصیلی مباحث درج ہیں جن میں سے چند نقل کرنا ناگزیر ہے۔ مؤلفین تفسیر نمونہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:۔

1۔ حجت الاسلام والمسلمین آقائے محمد رضا آشتیانی۔
2۔ حجت الاسلام والمسلمین آقائے محمد جعفر امامی۔
3۔ حجت الاسلام والمسلمین آقائے داؤد الہامی۔
4۔ حجت الاسلام والمسلمین آقائے اسد اللہ ایمانی۔
5۔ حجت الاسلام والمسلمین آقائے عبدالرسول حسنی۔
6۔ حجت الاسلام والمسلمین آقائے سید حسن شجاعی۔
7۔ حجت الاسلام والمسلمین آقائے سید نور اللہ طباطبائی۔
8۔ حجت الاسلام والمسلمین آقائے محمود عبداللہی۔
9۔ حجت الاسلام والمسلمین آقائے محسن قرائتی۔
10۔ حجت الاسلام والمسلمین آقائے محمد محمدی۔

1۔ ایمان بالغیب سے مراد اللہ سے امام مہدی تک سب پر ایمان لانا ہے

تفسیر نمونہ میں ایمان بالغیب کی تشریح یوں کی گئی ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ سے لے کر بارہویں امام غائب محمد المہدی تک ایمان لانا شامل ہے۔

"**والذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوۃ ومما رزقنھم ینفقون (البقرۃ: 3)**۔ پرہیزگار وہ ہیں جو غیب (جس کا حواس ادراک نہیں کرسکتے) پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ان تمام نعمتوں اور عطیوں میں سے جو ہم نے انہیں بطور روزی دیئے ہیں خرچ کرتے ہیں۔

کیا ایمان بالغیب سے مراد صرف ذات پاک پروردگار پر ایمان لانا ہے۔ یا غیب یہاں ایک وسیع معنی رکھتا ہے یعنی وحی، قیامت، فرشتے اور عالم حس سے ماورا سب کچھ اس کے مفہوم میں شامل ہے۔ مفسرین کے درمیان اس سلسلے میں اختلاف واقع ہے، لیکن ہم نے ابھی کہا ہے کہ جہاں ماورائے حس پر ایمان رکھنا مومنین اور کافرین میں نقطہ اختلاف اور علیحدگی کا سبب ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ غیب یہاں ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں آیت کی تفسیر بھی مطلق ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی قید موجود نہیں جو اسے کسی خاص معنی تک محدود کردے۔

اب اگر ہم اہل بیت کی بعض روایات میں دیکھتے ہیں کہ اس آیت میں غیب سے مراد امام غائب حضرت مہدی سلام اللہ علیہ لئے گئے ہیں تو یہ بات ہماری گزشتہ گفتگو سے اختلاف نہیں رکھتی۔ امام مہدی علیہ السلام ہمارے عقیدے کی بنا پر زندہ و سلامت ہیں اور نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ آیات کی تفسیر کے سلسلے میں کئی روایات جن کے بہت سے نمونے آپ ملاحظہ کریں گے۔ زیادہ تر مخصوص مصادیق کے لئے بیان ہوئی ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں ان مصادیق میں محدود کردیا گیا ہے، بلکہ مذکورہ روایات حقیقت میں ایمان بالغیب کی وسعت اور اس کے امام غائب تک کے شمول کو بیان کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ کہا جاسکتا ہے کہ ایمان بالغیب ممکن ہے زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ نئے مصداق بھی پیدا کرلے"۔

(تفسیر نمونہ جلد اول اردو ترجمہ سید صفدر حسین نجفی ص 89-90، مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، ایڈیشن پنجم، ذی قعد 1309ھ)۔

2۔ "صراط مستقیم" سے مراد علی و دیگر آئمہ ہیں۔

سورہ الفاتحہ کی آیت (اھدنا الصراط المستقیم ہمیں سیدھا راستہ دکھا) کی تفسیر میں یوں لکھا ہے:۔

"امام صادق کا ارشاد اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں یوں ہے:۔
الطریق و معرفۃ الامام۔ اس سے مراد امام کا راستہ اور اس کی معرفت ہے۔
ایک اور حدیث میں امام صادق ہی سے منقول ہے:۔
واللہ نحن الصراط المستقیم۔ بخدا ہم صراط مستقیم ہیں۔

ایک اور حدیث میں امام صادق نے فرمایا۔ صراط مستقیم امیرالمؤمنین علی ہیں۔

یہ مسلم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امیرالمؤمنین اور دیگر آئمہ اہل بیت سب کے سب اسی آئین توحید کی دعوت دیتے رہے ہیں۔ وہ دعوت جس میں اعتقاد بھی ہے اور عمل بھی"۔

(تفسیر نمونہ' اردو' جلد 1' ص 75۔ تینوں اقوال بحوالہ تفسیر نورالثقلین' جلد اول' ص 20-21)۔

3۔ حضرت ابراہیم کو اللہ نے پہلے نبی پھر رسول بنایا اور آخر میں بلند ترین مقام امامت پر فائز کیا۔

سورہ البقرہ کی آیت 124 کے حوالے سے اس تفسیر میں درج ذیل تفصیل ہے:۔

"واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمت فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما قال و من ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین۔

(وہ وقت یاد کرو) جب خدا نے ابراہیم (ع) کو مختلف طریقوں سے آزمایا اور وہ ان سے عمدگی سے عہدہ برا ہوئے تو خدا نے ان سے کہا میں نے تمہیں لوگوں کا امام و رہبر قرار دیا۔ ابراہیم نے کہا میری نسل اور خاندان میں سے (بھی آئمہ قرار دے) خدا نے فرمایا میرا عہد (مقام امامت) ظالموں کو نہیں پہنچتا (اور تمہاری اولاد میں سے جو پاک اور معصوم ہیں وہی اس مقام کے لائق ہیں"۔ (تفسیر نمونہ' اردو ترجمہ' جلد اول' ص 322)۔

4۔ منصب امامت' منصب رسالت و نبوت سے اعلی و برتر ہے۔

امامت کے بارے میں شیعہ نقطہ نظر پیش کرتے ہوئے اہل سنت کے نظریہ امامت کا بھی مختصر اور ناقص ذکر ہے تاہم اس پر تنقید کرنے کے بجائے شیعہ عقیدہ امامت کے حوالے سے درج ذیل بیان پیش کیا جاتا ہے۔

"امام کسے کہتے ہیں:۔ زیر بحث آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کو جو مقام امامت بخشا گیا وہ مقام نبوت اور رسالت سے بالاتر تھا۔ اس کی توضیح کے لئے امامت کے مختلف معانی بیان کئے جاتے ہیں۔

1۔ امامت کا معنی ہے صرف دنیاوی امور میں لوگوں کی قیادت و پیشوائی (جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں)

2۔ امامت کا معنی ہے امور دین و دنیا میں پیشوائی (اہل سنت ہی میں بعض اس کے قائل ہیں)

3۔ امامت کا معنی ہے دینی پروگراموں کا ثابت ہونا جس میں حدود' احکام الہی کے اجراء کے لئے حکومت کا وسیع مفہوم شامل ہے۔ اس طرح ظاہری اور باطنی پہلوؤں سے نفوس کی تربیت و پرورش بھی امامت کے مفہوم میں داخل ہے۔

تیسرے معنی کے لحاظ سے یہ مقام رسالت و نبوت سے بلند تر ہے' کیونکہ نبوت و رسالت خدا کی طرف سے خبر دینا' اس کا فرمان پہنچانا اور خوشخبری دینا اور تنبیہ کرنا ہے' لیکن منصب امامت میں ان امور کے ساتھ ساتھ اجرائے احکام اور نفوس کی ظاہری و باطنی تربیت بھی شامل ہے (البتہ واضح ہے کہ بہت سے پیغمبر مقام امامت پر بھی فائز تھے) درحقیقت مقام امامت دینی منصوبوں کو عملی شکل دینے کا نام ہے' یعنی ایصال الی المطلوب' مقصود تک پہنچانا' اجرائے قوانین الہی کے لحاظ سے اور تکوینی ہدایت کے اعتبار سے یعنی تاثیر باطنی اور نفوذ روحانی یہ وہ شعاع نور ہے جو انسانی دلوں کو روشنی بخشتی ہے اور انہیں ہدایت کرتی ہے"۔ (تفسیر نمونہ' اردو ترجمہ' جلد اول ص 323-324)۔

اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ عقیدہ شیعہ کی رو سے بہت سے نبی اور رسول امامت کے بلند و بالا مقام سے محروم تھے' اور بارہ اماموں کی طرح اس نبوت و رسالت سے برتر مقام پر فائز نہیں تھے (نعوذ باللہ من ذلک)۔

اسی عقیدہ امامت کے حوالے سے آیت مذکورہ کی تفسیر میں مزید یہ درج ہے:۔

"امام صادق فرماتے ہیں:۔

ان اللہ اتحذ ابراہیم عبدا قبل ان یتخذہ نبیا۔ و ان اللہ اتخذہ نبیا۔ قبل ان یتخذہ رسولا۔ و ان اللہ اتخذہ رسولا۔ قبل ان یتخذہ خلیلا۔ و ان اللہ اتخذہ خلیلا۔ قبل ان یتخذہ اماما۔ فلما جمع الاشیاء قال انی جاعلک للناس اماما۔ فمن عظمھا فی عین ابراہیم قال و من ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین قال لایکون السفیہ امام التقی۔

خداوند عالم نے نبی بنانے سے قبل ابراہیم کو عبد قرار دیا اور اللہ نے انہیں رسول بنانے سے پہلے نبی قرار دیا' اور انہیں خلیل بنانے سے قبل اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا اور اس

سے پہلے کہ امام بناتا انہیں اپنا خلیل بنایا۔ جب یہ تمام مقامات و مناصب انہیں حاصل ہو چکے تو اللہ نے فرمایا میں تمہیں انسانوں کے لئے امام بناتا ہوں۔ حضرت ابراہیم کو یہ مقام عظیم دیا تو انہوں نے عرض کیا۔ خدایا میری اولاد سے بھی امام قرار دے۔ ارشاد ہوا میرا عہد ظالموں تک نہ پہنچے گا۔ بے وقوف شخص متقی لوگوں کا امام نہیں ہو سکتا"۔

(تفسیر نمونہ' اردو ترجمہ' جلد 1' ص 325 بحوالہ اصول کافی' جلد اول' باب طبقات الانبیاء والرسل والائمہ ص 133)۔

5۔ رسول اللہ (ص) اور کئی دیگر انبیاء و مرسلین (ع) اعلیٰ منصب امامت پر بھی فائز تھے جبکہ بہت سے انبیاء و مرسلین منصب امامت سے محروم رکھے گئے۔

تفسیر نمونہ میں نبوت' رسالت اور امامت میں فرق کے سلسلے میں شیعہ عقیدہ کی وضاحت یوں کی گئی ہے:۔

"(iii) نبوت' رسالت اور امامت میں فرق:۔

آیات میں موجود اشارات اور احادیث میں وارد ہونے والی مختلف تعبیرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے مامور لوگ مختلف منصبوں پر فائز تھے۔

1۔ مقام نبوت یعنی خدا کی طرف سے وحی حاصل کرنا' لہٰذا نبی وہ ہے جس پر وحی نازل ہو اور جو کچھ وحی کے ذریعے معلوم ہو لوگ چاہیں تو انہیں بتادے۔

2۔ مقام رسالت۔ یعنی مقام ابلاغ وحی' تبلیغ و نشر احکام الٰہی اور تعلیم و آگہی سے نفوس کی تربیت۔ لہٰذا رسول وہ ہے جس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی ماموریت کے خطے میں جستجو اور کوشش کے لئے اٹھ کھڑا ہو' اور ہر ممکن ذریعے سے لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دے' اور لوگوں تک اس کا فرمان پہنچائے۔

3۔ مقام امامت۔ یعنی رہبری و پیشوائی اور امور مخلوق کی باگ دوڑ سنبھالنا درحقیقت امام وہ ہے جو حکومت الٰہی کی تشکیل کے لئے ضروری توانائیاں حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ احکام خدا کو عملاً جاری اور نافذ کرسکے' اور اگر فی الوقت باقاعدہ حکومت کی تشکیل ممکن نہ ہو تو جس قدر ہو سکے اجرائے احکام کی کوشش کرے۔

بہ الفاظ دیگر امام کا کام اور ذمہ داری احکام و قوانین الٰہی کا اجراء ہے جب کہ رسول کی ذمہ داری احکام الٰہی کا ابلاغ ہے۔ دو لفظوں میں یوں کہئے کہ رسول کا کام ارائۃ الطریق ہے

اور امام کی ذمہ داری ایصال الی المطلوب ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ رسول اسلام کی طرح بہت سے پیغمبر تینوں عہدوں پر فائز تھے۔ وحی وصول کرتے' فرامین خداوندی کی تبلیغ کرتے نیز تشکیل حکومت اور اجرائے احکام کی کوشش کرتے اور باطنی طور پر بھی نفوس کی تربیت کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ امامت ہر جہت سے مقام رہبری کا نام ہے وہ مادی ہو یا معنوی' جسمانی ہو یا روحانی اور ظاہری یا باطنی' امام حکومت کا سربراہ' لوگوں کا پیشوا و مذہبی رہنما' اخلاق کا مربی اور باطنی ہدایت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اپنی مخفی اور معنوی قوت سے امام اہل افراد کی "سیر تکامل" کے لئے باطنی رہبری کرتا ہے۔ اپنی علمی قدرت کے ذریعے نادان اور جاہل افراد کو تعلیم دیتا ہے' اور اپنی حکومت کی طاقت سے یا دیگر اجرائی طاقتوں سے اصول عدالت کا اجراء کرتا ہے۔ (تفسیر نمونہ' اردو ترجمہ' جلد 1' ص 325-326)۔

"سیر تکامل" کی تشریح کرتے ہوئے سید صفدر نجفی فرماتے ہیں:۔

"ہر چیز اپنے کمال کی طرف گامزن ہے اس سفر کو اصطلاح میں سیر تکامل کہتے ہیں"۔

(تفسیر نمونہ' اردو ترجمہ' ص 366' حاشیہ 1)۔

فلسفہ امامت کی تشریح میں سیدنا ابراہیم کے حوالے سے درج ہے:۔

"امامت یا حضرت ابراہیم کی آخری سیر تکامل

امامت کی حقیقت کے بارے میں ہم جو کچھ کہہ چکے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ممکن ہے کوئی شخصیت مقام تبلیغ و رسالت کی حامل ہو لیکن منصب امامت پر فائز نہ ہو کیونکہ اس منصب کے لئے ہر پہلو سے بہت زیادہ اہلیت و لیاقت کی ضرورت ہے اور یہ وہ مقام ہے جسے ابراہیم (ع) تمام امتحانات کے بعد حاصل کرسکے' اس سے ضمناً یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ امامت حضرت ابراہیم کے لئے سیر تکامل کی آخری منزل تھی"۔

(تفسیر نمونہ' اردو ترجمہ' جلد 1' ص 322)۔

اسی تفسیر میں چند سطریں آگے چل کر درج ہے:۔

"اس سے ظاہر ہوا کہ مقام امامت ان چیزوں سے کہیں بلند ہے۔ یہاں تک کہ نبوت و رسالت سے بھی بالاتر ہے اور یہ وہ مقام و منصب ہے جو حضرت ابراہیم نے اس کی اہلیت کا امتحان دینے کے بعد بارگاہ الٰہی سے حاصل کیا"۔ (تفسیر نمونہ' ص 326)۔

6۔ علی کے سوا دیگر صحابہ منصب امامت و خلافت کے اہل نہ تھے۔

"ظلم کسے کہتے ہیں؟" اس عنوان کے تحت تفسیر نمونہ میں درج ہے:۔

"لاینال عہدی الظالمین"۔ میں جس ظلم کا ذکر ہے وہ فقط دوسروں پر ظلم ڈھانا نہیں بلکہ ظلم کا تذکرہ عدل کے مقابلے میں ہے' یہاں یہ لفظ اپنے وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے۔
عدالت کا حقیقی معنی ہے ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا۔ اس بناء پر ظلم کا مفہوم یہ ہوگا:۔
کسی شخص یا چیز کو ایسے مقام پر رکھنا جس کے وہ اہل نہیں ہیں۔ لہٰذا ذمہ داری اور عظمت کے لحاظ سے امامت اور مخلوق کی ظاہری و باطنی رہبری ایک بہت بڑا مقام ہے۔ ایک لمحہ کا گناہ اور نافرمانی بلکہ سابقہ غلطی بھی اس مقام کی اہلیت چھن جانے کا باعث بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئمہ اہل بیت سے مروی احادیث میں حضرت علی کے لئے رسول علیہ السلام کے خلیفہ بلا فصل ہونے کے ثبوت میں محل بحث آیت سے استدلال کیا گیا ہے اور اس بات کی نشان دہی کی گئی ہے کہ دوسرے لوگ تو زمانہ جاہلیت میں بت پرست تھے مگر وہ شخص جس نے آن واحد کے لئے کسی بت کو سجدہ نہیں کیا وہ صرف حضرت علی تھے۔

(تفسیر نمونہ 'اردو ترجمہ از سید صفدر نجفی' جلد 1' ص 326-327)

سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی امامت و خلافت کو غلط ثابت کرنے کی نیت سے پیش کردہ اس غلط شیعی منطق کے جواب میں خارجی بھی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ شیعہ روایت کے مطابق جس بتوں بھرے کعبہ میں جناب ابو طالب عبد مناف کے بیٹے علی بعثت سے چند سال پہلے پیدا ہوئے اور جس کا طواف دیگر مشرکین قریش کے ہمراہ ان کی والدہ ماجدہ کررہی تھیں اس میں آپ کی ولادت کے وقت تین سو ساٹھ بت موجود تھے۔ لہٰذا اس نسبی و اعتقادی پس منظر میں علی بھی امامت و خلافت کے اہل کیونکر قرار دیئے جاسکتے ہیں؟ (ونعوذ باللہ من شرور الروافض والخوارج)۔

امام کے منصوص من اللہ ہونے کے بارے میں شیعہ علماء فرماتے ہیں۔

7۔ امام کا تعین خدا کی طرف سے ہونا چاہئے۔

زیر بحث آیت سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام (ہر لحاظ سے لوگوں کے رہبر کے مفہوم اعتبار سے) خدا کی طرف سے معین ہونا چاہئے' کیونکہ امامت ایک قسم کا خدائی عہد و پیمان ہے اور واضح ہے کہ جسے خدا معین کرے گا۔ اس پیمان کے ایک طرف خود خدا

ہوگا"۔ (تفسیر نمونہ 'اردو ترجمہ' جلد 1' ص 327-328)۔

8۔ امام معصوم عن الخطاء ہوتا ہے۔

"یہ بھی ظاہر ہوا کہ جن لوگوں کے ہاتھ ظلم و ستم سے رنگے ہوئے ہیں۔ ان کی زندگی میں کہیں ظلم کا نشان موجود ہے۔ چاہے اپنے اوپر ظلم ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں تک کہ ایک لمحے کے لئے بت پرستی کی ہو۔ وہ امامت کی اہلیت نہیں رکھتے۔ اصطلاح میں کہتے ہیں کہ امام کو اپنی تمام زندگی میں معصوم ہونا چاہئے۔ کیا خدا کے سوا کوئی صفت عصمت سے آگاہ ہوسکتا ہے۔ اگر اس معیار پر جانشین پیغمبر کا تعین کیا جائے تو حضرت علی کے علاوہ کوئی خلیفہ نہیں ہوسکتا"۔ (تفسیر نمونہ' جلد 1' ص 328)

9۔ بارہ امام نبی و رسول بنے بغیر ہی امامت کے برتر مقام پر فائز ہیں۔

اس سوال کے حوالہ سے کہ بارہ امام نبی و رسول بنے بغیر امامت کے برتر مقام پر کس طرح فائز ہوسکتے ہیں۔ شیعہ علماء فرماتے ہیں:۔

"دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا تفسیر امامت کا لازمی نتیجہ ہے کہ ہر امام پہلے نبی اور رسول ہو اس کے بعد مقام امامت پر فائز ہو جب کہ جناب رسالت کے معصوم جانشین تو ایسے نہ تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ امام پہلے نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہو بلکہ اگر امام سے پہلے کوئی شخصیت نبوت' رسالت اور امامت تمام مناصب کی حامل ہو (جیسا کہ پیغمبر اسلام تھے) تو اس کا جانشین منصب امامت میں اس کی ذمہ داریوں کی انجام دہی جاری رکھ سکتا ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ نئی رسالت کی ضرورت نہ ہو جیسا کہ پیغمبر اسلام کے بعد کیونکہ وہ خاتم الانبیاء ہیں۔ یہ الفاظ دیگر وحی الٰہی کے نزول کا مرحلہ اور تمام احکام کا ابلاغ انجام کو پہنچ چکا ہو اور صرف نفاذ کی منزل باقی ہو تو جانشین پیغمبر اجرائے احکام کا کام جاری رکھ سکتا ہے اور اس کی ضرورت نہیں کہ وہ خود نبی یا رسول ہو"۔ (تفسیر نمونہ جلد 1' ص 328-329)۔

امام کے نبوت و رسالت کے کمتر درجہ سے گزرے بغیر براہ راست بلند درجہ یعنی امامت پر فائز کئے جانے کے بارے میں صفدر نجفی حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

"بعض لوگ درجہ بدرجہ مراحل طے کرتے ہیں۔ مثلاً پہلے انہیں چھوٹے عہدوں پر

لگایا جاتا ہے' تاکہ تجربات اور امتحانات کے بعد وہ بڑے عہدوں تک پہنچیں لیکن کبھی ایسے ذی استعداد لوگ بھی ہوتے ہیں کہ ان کی صلاحیت و استعداد کو دیکھتے ہوئے انہیں بلند ترین منصب پر فائز کردیا جاتا ہے"۔

(تفسیر نمونہ' اردو ترجمہ از سید صفدر نجفی' جلد اول' ص 329' حاشیہ 1)

10۔ اولی الامر سے مراد آئمہ معصومین ہے۔

سورہ النساء آیت 59 کی تشریح میں شیعہ علماء فرماتے ہیں:۔

"یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔

اے ایمان والو خدا کی اطاعت کرو اور رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔

تمام شیعہ مفسرین اس سلسلے میں ایک متفق نظریہ رکھتے ہیں کہ اولوالامر سے مراد آئمہ معصومین ہیں جن کو تمام امور زندگی میں اسلامی معاشرے کی مادی اور روحانی رہنمائی خدا اور پیغمبر(ص) کی طرف سے سپرد کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ یہ لفظ کسی پر صادق نہیں آتا۔

(تفسیر نمونہ' اردو ترجمہ' جلد 3' ص 213 ایڈیشن سوئم ذی قعد 1409ھ)

مفسرین اہل سنت کے برعکس آیت کی درج ذیل شیعہ تشریح کے درست ہونے کے بارے میں لکھا ہے:۔

"اولوالامر سے مراد معصوم رہبر اور آئمہ ہیں' کیونکہ یہ تفسیر اس وجوب اطاعت کے اطلاق کے ساتھ ہے جس کا مندرجہ بالا آیت سے پتہ چلتا ہے اور یہ اس کے ساتھ سو فیصد موافقت رکھتی ہے' کیونکہ مقام "عصمت" ایسے امام کے ہر خطا' گناہ اور اشتباہ سے محفوظ ہونے کی گواہی دیتا ہے اس لئے اس کا ہر حکم فرمان پیغمبر(ص) کی طرح کسی قید و شرط کے بغیر واجب الاطاعت ہے اور یہ اس امر کی استعداد رکھتا ہے کہ رسول کی اطاعت کا ہم ردیف اور ہم پلہ قرار پائے' یہاں تک کہ "اطیعوا" کی تکرار کے بغیر اس کا عطف رسول پر ہو"۔

(تفسیر نمونہ' اردو ترجمہ' مطبوعہ لاہور' جلد سوئم' ص 315)۔

11۔ امام و خلیفہ کا منصوص من اللہ و معصوم عن الخطاء ہونا لازم ہے' لہذا ابوبکر و عمر و عثمان کی امامت و خلافت غیر شرعی ہے۔

سورہ النساء کی آیت 159' "وشاورھم فی الامر" (اور کاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں) کی تشریح میں تیسرے خلیفہ کے انتخاب کے لئے حضرت عثمان کو امام و خلیفہ ثالث

مقرر کرنے والی حضرت عمر کی چھ رکنی مجلس شوریٰ پر اعتراض کیا گیا ہے۔ امام کے منصوص و معصوم ہونے کے شیعی عقیدہ کو دہراتے ہوئے شورائیت کو شرعاً ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ نیز سیدنا عمر کو بھی مورد الزام ٹھہرایا گیا ہے۔

"حضرت عمر کی مجلس شوریٰ

اہل سنت کے مفسرین درج بالا آیت کے ذیل میں حضرت عمر کی اس چھ رکنی مشاورتی کمیٹی کا تذکرہ کرتے ہیں جو انہوں نے تیسرے خلیفہ کے انتخاب کے لئے تشکیل دی تھی۔ یہ لوگ مندرجہ بالا آیت اور مشورہ کی تمام روایات کو اسی واقعہ پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ اس موضوع کے متعلق عقائد کی کتابوں میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے لیکن یہاں چند ایک نکات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ امام اور جانشین پیغمبر کا انتخاب صرف اللہ کے حکم سے ہونا چاہئے' کیونکہ اسے بھی پیغمبر(ص) کی طرح عصمت اور ایسے دیگر کمالات کا حامل ہونا چاہئے کہ جن کا علم صرف خدا کے پاس ہے۔ دوسرے لفظوں میں جس طرح پیغمبر(ص) کو مشورے سے منتخب نہیں کیا جاسکتا' اسی طرح امام کا انتخاب بھی مشورے سے ناممکن ہے۔

دوسری بات یہ کہ مذکورہ افراد کی مجلس شوریٰ ہرگز مشورے کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتی' کیونکہ اگر مقصود تمام مسلمانوں سے مشورہ کرنا تھا تو ایسے چھ افراد میں منحصر کرنے کا کیا معنی ہے اور اگر مقصد امت کے صاحبان کے فکر و نظر سے مشورہ کرنا تھا تو وہ صرف چھ نہ تھے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ اس مجلس شوریٰ کے لئے بڑی سخت اور سنگین شرائط مقرر کی گئی تھیں اور مخالفین کو موت کی دھمکی تک دی گئی تھی' حالانکہ اسلام کے مشاورتی اصولوں اور طریقوں میں ایسی کسی چیز کی گنجائش نہیں ہے"۔ (تفسیر نمونہ' اردو 115/3)

اس تشریح سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ شیعہ عقیدہ کی رو سے خلیفہ یا امام اللہ کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے اور معصوم ہوتا ہے' چونکہ ابوبکر و عمر مشاورت کے اصول کے تحت امام و خلیفہ مقرر کئے گئے تھے۔ لہذا ان کی امامت و خلافت باطل قرار پائی ہے (معاذاللہ) مگر سیدنا علی کا ایسی شوریٰ کی رکنیت قبول کرنا جس کا ہر رکن منصب امامت و خلافت

کا مساوی حق دار تھا' بذات خود اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا علی خود کو امام منصوص و
معصوم قرار دینے کے بجائے شورائیت کی بنیاد پر انتخاب خلیفہ کے قائل تھے۔

تیسرے امام و خلیفہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے انتخاب کے حوالے سے چھ رکنی مجلس
شوری پر جو دوسرا اعتراض کیا گیا ہے۔ اس کے لئے صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ وفات ابوبکرو
عمر کے بعد مذکورہ چھ افراد اس وقت عشرہ مبشرہ میں شامل چھ اہم ترین اور سرفہرست افراد
تھے۔ لہٰذا وہ ایسی شوری میں نامزدگی کے سب سے بڑھ کر مستحق تھے' اور انہی چھ اکابر صحابہ
(سیدنا عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عبدالرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم) میں
سے کسی ایک کی امامت و خلافت پر اجماع امت کا امکان تھا جن میں تمام شیعہ فرقوں کے
امام اول سیدنا علی بھی شامل تھے' اور جہاں تک مجلس شوری کے لئے سخت و سنگین شرائط نیز
موت کی دھمکی جیسے شیعی الزامات کا تعلق ہے تو سیدنا علی جیسے جری و شجاع شیر خدا کا اس
مجلس شوری میں شمولیت اختیار کرنا اور سیدنا عثمان کے حق میں اس کے فیصلہ کو تسلیم کرکے
بیعت عثمان غنی کرنا بذات خود اس الزام کو باطل قرار دینے کے لئے کافی ہے۔

و۔ عقیدہ امامت اور برصغیر کے شیعہ علماء و مجتہدین۔

برصغیر پاک و ہند کے شیعہ علماء و مجتہدین بھی عقیدہ امامت و دیگر شیعی عقائد کی تائید و
تصدیق میں عرب و عجم کے قدیم و جدید اکابر اہل تشیع کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ بطور مثال
مختصراً برصغیر کے چند عظیم المرتبت اثنا عشری شیعہ علماء مجتہدین کے درج ذیل بیانات ملاحظہ
ہوں۔

1۔ مجتہد عصر علامہ سید علی نقی نقوی لکھنوی (م 1988ء)۔

برصغیر پاک و ہند کے عالمی شہرت یافتہ شیعہ عالم و مصنف مجتہد العصر علامہ سید علی نقی
نقوی المعروف بہ نقن میاں لکھنؤ والے (م 21 مئی 1988ء) امت مسلمہ کے متفق علیہ تین
اصول دین (توحید و رسالت و قیامت) کے مقابلے میں شیعہ اصول دین یوں بیان فرماتے
ہیں:۔

"اصول دین۔ (1) توحید (2) عدل (3) نبوت (4) امامت (5) معاد"۔

(علی نقی النقوی' مذہب شیعہ ایک نظر میں' ص 4' امامیہ مشن پاکستان ٹرسٹ' لاہور'
ضمیمہ پیام عمل' مارچ 1969ء)۔

اثنا عشری عقیدہ امامت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے علی نقی فرماتے ہیں:۔

"امامت:۔ چونکہ رسول (ع) کی زندگی دار دنیا میں محدود ہے اور وہ شریعت جس کی
تبلیغ رسول (ع) کی زبانی ہوئی ہے' اس کی حفاظت اور نیز افراد ملت کی عملی تربیت اور ان کو
احکام شریعت کی صحیح تعلیم دینے کی ضرورت ہے' اس لئے رسول (ع) کے بعد آپ کا ایک
جانشین ہونا ضروری ہے جو تمام افراد امت میں پورے طور پر اس رسول (ع) کی شریعت اور
تعلیم کی حفاظت کرنے کے قابل ہو۔ یہ جانشین امام ہوتا ہے۔ اور یہی رسول کا واقعی خلیفہ
ہوتا ہے۔ اس جانشین کا انتخاب خدا کی جانب سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
ارشاد پر ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ اگر رسول (ع) کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد عام افراد کو
ان کی رائے' خواہش اور مرضی پر چھوڑ دیا جائے' تو مطلق العنانی اور خودغرضی برسرکار
آجائے گی جس کا نتیجہ افتراق و انتشار و ابتری کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔ اور اس طرح جو
شیرازہ پیغمبر خدا کی اطاعت مطلقہ کی بناء پر جمع ہوا تھا' وہ بکھر جائے گا۔ امامت منصوصہ کا
عقیدہ اس اجتماعی انتشار کا سدباب ہے۔ اس کے تحت حسب ذیل امور ہیں:۔

1۔ رسول (ع) کے بعد بھی خداوندی قانون پر دنیا کو چلانے کے لئے مرکز موجود رہتا
ہے۔

2۔ یہ مرکز ایسا ہوگا جو خود قانون پر عمل کا بہترین نمونہ ہو۔ اس لئے اسے بھی گناہوں
اور خطاؤں سے بری ہونا ضروری ہے' ورنہ پھر اس کے ہاتھوں خلق خدا کی گمراہی کا امکان
ہوگا اور مفاد امامت ختم ہوجائے گا"۔

(علی نقی النقوی' مذہب شیعہ ایک نظر میں' ص 15-16)۔

امام کے منصوص من اللہ اور معصوم عن الخطاء ہونے کی تائید کرنے کے بعد اسی سلسلہ
کلام میں نمبر 4 پر لکھتے ہیں:۔

"4۔ امام کے مقابلہ میں کسی کو حکومت کا حق نہیں ہے' اور جو حکومت اس طرح کی
قائم ہو وہ حکومت غیر شرعی ہوگی"۔

(علی نقی نقوی' مذہب شیعہ ایک نظر میں' ص 16)۔

2۔ علامہ سید صفدر حسین نجفی (م 1989ء)۔

پاکستان میں شیعہ اثنا عشریہ کی معروف ترین درسگاہ "جامعۃ المنتظر" لاہور کے سابق

رئیس و ممتاز اثنا عشری عالم و مصنف و مترجم علامہ سید صفدر حسین نجفی (م 3 دسمبر 1989ء) برصغیر کے ممتاز شیعہ علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ شیعہ اثنا عشریہ کے بارہ اماموں کو نبوت و رسالت کے کمتر درجوں پر فائز کئے بغیر براہ راست امامت کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز کرنے کے خدائی فیصلہ حق میں دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"بعض لوگ درجہ بدرجہ مراحل طے کرتے ہیں۔ مثلاً پہلے انہیں چھوٹے عہدوں پر لگایا جاتا ہے تاکہ تجربات اور امتحانات کے بعد وہ بڑے عہدوں تک پہنچیں لیکن کبھی ایسے ذی استعداد لوگ بھی ہوتے ہیں کہ ان کی صلاحیت و استعداد کو دیکھتے ہوئے انہیں بلند ترین منصب پر فائز کردیا جاتا ہے"۔

(تفسیر نمونہ' اردو ترجمہ از سید صفدر حسین نجفی' جلد اول' ص 329' حاشیہ 1' بسلسلہ تفسیر سورہ البقرہ' آیت 124' و اذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمت فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما الخ)۔

3۔ شیعہ مجتہد جناب علامہ محمد حسین۔

پاکستان کے ممتاز شیعہ اثنا عشری مجتہد و مصنف جناب علامہ محمد حسین جنہوں نے شیخ صدوق کے رسالہ "العقائد" کی اردو زبان میں ایک ضخیم شرح لکھی ہے۔ مقام ائمہ شیعہ کے حوالہ سے صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں:۔

"آئمہ اطہار سوائے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر تمام انبیاء اولوالعزم وغیرھم سے افضل و اشرف ہیں"۔

(علامہ محمد حسین' احسن الفوائد فی شرح العقائد' مطبوعہ پاکستان' ص 406)۔

خلاصہ و نتیجہ کلام بسلسلہ عقیدہ امامت۔

بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوہ کا عقیدہ رکھنے والے شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کی گزشتہ صفحات میں نقل شدہ احادیث و روایات معصومین نیز اقوال و روایات اکابر و اعاظم محدثین و مجتہدین کا خلاصہ و نتیجہ کلام درج ذیل ہے۔ (بحوالہ خصوصی کتاب الکافی' نیز بحوالہ کتب طبرسی و باقر مجلسی و خمینی و شرحتی و مؤلفین تفسیر نمونہ وغیرھم):۔

1۔ بارہ امام نبیوں رسولوں کی طرح منصوص من اللہ (اللہ کی طرف سے مقرر و نامزد

شدہ ہیں)۔

2۔ بارہ امام نبیوں رسولوں کی طرح معصوم عن الخطاء ہیں۔

3۔ بارہ امام نبیوں رسولوں کی طرح مفترض الطاعہ (جن کی اطاعت فرض ہے) ہیں۔

4۔ بارہ امام مقام و مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر اور دیگر تمام انبیاء و مرسلین حتی کہ انبیاء اولوالعزم (مثلاً سیدنا آدم و ابراہیم و اسماعیل و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام) سے بھی افضل و برتر ہیں۔

5۔ مقام امامت مقام نبوت و رسالت سے اعلیٰ و برتر ہے' چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے پہلے کمتر منصب نبوت پھر اس سے برتر منصب رسالت اور آخر میں اعلیٰ ترین منصب امامت عطاء فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' ابراہیم علیہ السلام اور بعض دیگر انبیاء و مرسلین منصب نبوت و رسالت کے ساتھ ساتھ اللہ کی طرف سے دونوں مناصب سے اعلیٰ و برتر منصب امامت پر بھی فائز تھے جبکہ دیگر تمام انبیاء و مرسلین حائل نبوت و رسالت ہونے کے باوجود اعلیٰ ترین منصب امامت سے محروم رکھے گئے۔

6۔ بارہ اماموں کو منصب نبوت و رسالت عطاء کئے بغیر براہ راست اعلیٰ ترین منصب امامت عطاء کیا گیا' کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء قرار دے دیا گیا تھا اور وحی الٰہی کے نزول (نبوت) اور الہام الٰہی کے ابلاغ (رسالت) کا مرحلہ ان کے ذریعے انجام کو پہنچ چکا تھا۔ لہٰذا نفاذ و اجرائے احکام (امامت) کے اعلیٰ و برتر منصب کی ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لئے نبوت و رسالت کے نسبتاً کمتر مناصب پر فائز کئے بغیر بارہ اماموں کو امامت کا اعلیٰ ترین منصب اسی طرح براہ راست عطاء کردیا گیا جس طرح بعض حضرات کی غیر معمولی قابلیت و صلاحیت کو دیکھتے ہوئے انہیں درجہ بدرجہ ترقی دینے کے بجائے یکدم اور براہ راست اعلیٰ ترین منصب پر فائز کردیا جاتا ہے' اور چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نبوت و رسالت و امامت کے تینوں مناصب پر فائز تھے اللہ نے خاتم النبیین (خاتم الائمہ نہیں) قرار دے دیا ہے' لہٰذا اس وجہ سے نیز آپ کی تعظیم و احترام کی خاطر اماموں کے لئے لفظ نبی یا اس کے کسی ہم معنی لفظ کا استعمال ممنوع ہے۔ تاہم اس سے ان کے نبوت و رسالت سے اعلیٰ و برتر مقام امامت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی اور اس اعلیٰ ترین مقام امامت میں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابر کے شریک و سہیم ہیں۔ نیز بارہ اماموں کو انبیاء و مرسلین والے تمام

اختیارات و معجزات و صفات و کمالات بھی حاصل ہیں۔ نیز ان کے پاس قمیص آدم' عصائے موسیٰ' خاتم سلیمان' مصحف فاطمہ نیز تمام انبیاء و مرسلین کے جملہ علوم و معجزات و تبرکات موجود ہیں اور وہ تورات و زبور و انجیل و صحف کو ان کی اصل زبانوں میں پڑھتے اور سمجھتے ہیں۔ وغیرذلک من صفات الائمہ۔

عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ اور تمام شیعہ فرقے بحیثیت مجموعی۔

شیعہ اثنا عشریہ کے عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ کے حوالہ سے ضمنی طور پر یہ بھی واضح رہے کہ دیگر تمام شیعہ فرقے بھی تعداد ائمہ' مقام ائمہ و امور امامت میں اثنا عشریہ کے ساتھ اپنے تمام تر بنیادی اور شدید اختلافات کے باوجود بالعموم انہی کی طرح اپنے اپنے فرقوں کے ائمہ کے منصوص من اللہ و معصوم عن الخطا ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بعد بھی سلسلہ امامت منصوصہ و معصومہ کم و بیش تمام شیعہ فرقوں میں جاری و ساری ہے۔ بانی جماعت اسلامی مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلی مودودی اہل تشیع کے متفق علیہ عقائد کا تعارف کراتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:۔

"ان کے مخصوص نظریات یہ تھے:۔

1۔ امامت (جو خلافت کے بجائے ان کی مخصوص اصطلاح ہے) مصالح عامہ میں سے نہیں ہے کہ امت پر اس کا انتخاب چھوڑ دیا جائے اور امت کے بنانے سے کوئی شخص امام بن جائے' بلکہ وہ دین کا ایک رکن اور اسلام کا بنیادی پتھر ہے' اور نبی کے فرائض میں سے یہ ہے کہ امام کا انتخاب امت پر چھوڑنے کے بجائے خود بحکم صریح اس کو مقرر کرے"۔ (1)

2۔ امام کو معصوم ہونا چاہئے' یعنی وہ تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک اور محفوظ ہو' اس سے غلطی کا صدور جائز نہ ہو' اور ہر قول و فعل جو اس سے صادر ہو برحق ہو۔ (2)

3۔ حضرت علی (رض) وہ شخص ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد امام نامزد کیا تھا اور وہ بربنائے نص امام تھے۔ (3)

4۔ ہر امام کے بعد نیا امام لازماً اپنے سے پہلے امام کی نص پر مقرر ہوگا' کیونکہ اس منصب کا تقرر امت کے سپرد ہی نہیں کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے منتخب کرنے سے کوئی شخص امام ہو سکے۔ (4)

5۔ شیعوں کے تمام گروہوں کے درمیان اس بات پر بھی اتفاق تھا کہ امامت صرف

اولاد علی (رض) کا حق ہے۔ (5)

اس متفق علیہ نظریہ کے بعد شیعوں کے مختلف گروہوں کی آراء مختلف ہو گئیں"۔

(ابو الاعلی مودودی' خلافت و ملوکیت' 211-212' ادارہ ترجمان القرآن لاہور' اپریل 1980ء بحوالہ:۔

(1) مقدمہ ابن خلدون' ص 196' مطبعہ مصطفیٰ محمد' مصر' الشہرستانی' کتاب الملل والنحل' طبع لندن' ج 1' ص 108-109۔

(2) ابن خلدون' ص 196۔ الشہرستانی' ج 1' ص 109۔

(3) الشہرستانی' ج 1' ص 108۔ ابن خلدون' 196-197۔

(4) ابن خلدون' ص 197۔ الاشعری' مقالات الاسلامیین' مکتبہ النہضہ المصریہ' قاہرہ' طبع اول' ج 1' ص 87۔ الشہرستانی' ج 1' ص 109۔

(5) الشہرستانی' ج 1' ص 108)۔

برصغیر کے معروف عالم و مصنف ڈاکٹر اسرار احمد' امیر تنظیم اسلامی پاکستان' شیعہ اثنا عشریہ سمیت کم و بیش تمام شیعہ فرقوں کے اس متفق علیہ عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ کو ختم نبوت کے منافی قرار دیتے ہوئے یہ بھی واضح فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے تمام فقہی مسالک (حنفی دیوبندی و بریلوی' مالکی' شافعی' حنبلی' اہلحدیث) کے باہم اختلافات فقہی مسائل میں ترجیح و عدم ترجیح پر مبنی ہیں' جبکہ اعتقادی لحاظ سے یہ سب کے سب اہل سنت والجماعت اور قرآن و سنت' صحابہ کرام نیز تمام سنی فقہی مسالک (حنفی و مالکی و شافعی و حنبلی) کے برحق اور مبنی بر قرآن و سنت ہونے پر متفق ہیں:۔

"یہ بات ذہن میں رکھ لیجئے کہ اگرچہ امت میں اختلاف اور افتراق کے افسانے بہت ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہمارے باقی اختلافات فقہی اختلافات ہیں' عقائد کے اختلافات نہیں ہیں۔ عقائد کے اختلافات تو ہمارے ہاں کے کچھ نچلی سطح کے نام نہاد واعظین اور مولویوں نے بنا لئے ہیں کہ جن کی دکان چلتی ہی اختلافات کے بل پر ہے' ورنہ ذہن میں رکھئے کہ دیوبندی ہوں' بریلوی ہوں' ان کے عقائد ایک ہیں' عقائد کی مستند کتب ان کے ہاں ایک ہیں' ان کی فقہ بھی ایک ہے۔ پھر اہل سنت کے جو دوسرے گروہ ہیں' وہ مالکی ہوں' شافعی ہوں' حنبلی ہوں' اہل حدیث ہوں' ان میں فقہی معاملات میں اختلافات ہیں۔ عقائد ایک ہی ہیں۔ ہاں

عقائد میں جو اختلاف اور فرق واقع ہوا ہے تو وہ شیعوں اور سنیوں کے مابین ہوا ہے' اس اختلاف کو واقعتاً نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

تاریخی واقعات کے بارے میں رائے اور سیاسی اختلافات کو ایک طرف رکھا جاسکتا ہے۔ شخصیات کے بارے میں بھی اگر اختلاف ہو تو اسے بھی کسی حد تک نظرانداز کیا جاسکتا ہے۔ کسی کا ذاتی رجحان اگر یہ ہو کہ وہ حضرت علی(رض) کو حضرت ابوبکر(رض) سے افضل سمجھتا ہو تو یہ بھی ایسی بنیادی و اساسی بات نہیں ہے کہ جس کی بناء پر "من دیگرم تو دیگری" کا معاملہ ہو سکے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ پوری امت محمد' علی صاحبہا الصلوۃ والسلام' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کو افضل ترین شخصیت ہی نہیں سمجھتی بلکہ پوری نوع انسانی میں انبیاء کرام کے بعد افضل البشر سمجھتی ہے لیکن اسے بھی عقیدے کا بنیادی اختلاف قرار نہیں دیا جاسکتا"۔

(ڈاکٹر اسرار احمد' سانحہ کربلا' ص 25-26' مرکزی انجمن خدام القرآن' لاہور' بار ہفتم مئی 1993ء)۔

ڈاکٹر اسرار احمد بعد ازاں شیعہ عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:-

"اصل اہم مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک معصومیت ختم ہو چکی ہے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ ہمارے نزدیک آنحضور خاتم النبیین والمرسلین(ص) کے ساتھ ساتھ خاتم المعصومین بھی ہیں اور ہم اسے ایمان بالنبوت اور ایمان بالرسالت کا ایک لازمی جزو سمجھتے ہیں اور یہ بات یقیناً بنیادی عقیدے سے متعلق ہے۔ اس لئے کہ یہ عقیدہ ختم نبوت کا لازمی نتیجہ ہے' چونکہ عصمت و معصومیت خاصہ نبوت ہے' نبوت ختم ہوئی تو عصمت و معصومیت بھی ختم ہوئی۔ اب نبوت کے بعد اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔ وحی نبوت کا دروازہ بند ہے اور تاقیام قیامت بند رہے گا۔ تاریخ انسانی کا بقیہ سارا دور اجتہاد کا ہے۔ اجتہاد میں مجتہد اپنی امکانی حد تک کوشش کرتا ہے کہ اس کی رائے قرآن و سنت ہی سے ماخوذ و مستنبط ہو۔ لیکن وہ معصوم عن الخطاء نہیں ہے۔ اس اجتہاد میں خطا بھی ہو سکتی ہے' لیکن اگر نیک نیتی کے ساتھ خطا ہے تو ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ مجتہد مخطئی کو بھی اجروثواب ملے گا' اگرچہ اکہرا۔ اور مجتہد اگر مصیب ہو یعنی صحیح رائے تک پہنچ گیا ہو تو اسے دوہرا اجر ملے گا۔ جبکہ شیعہ مکتب

فکر کا عقیدہ امامت معصومہ کا ہے۔ ہمارے نزدیک جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا' معصومیت خاصہ نبوت ہے۔ وہ اپنے ائمہ کو بھی معصوم مانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان سے خطا کا صدور ممکن نہیں۔ ہمارے اعتبار سے تو اس نوع کی امامت ایک قسم کی نبوت بن جاتی ہے' اور ہر قسم کی نبوت کو ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھتے ہیں"۔

(ڈاکٹر اسرار احمد' سانحہ کربلا' ص 26-27' اقتباس از خطاب جمعہ 8 محرم 1402ھ)۔

مولانا سید ابوالاعلی مودودی اور ڈاکٹر اسرار احمد جیسے اکابر اہل سنت کے ان بیانات سے کم و بیش تمام شیعہ فرقوں کے متفق علیہ عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ کی نوعیت و حیثیت واضح ہو جاتی ہے مگر چونکہ شیعہ اثنا عشریہ کے علاوہ دیگر شیعہ فرقوں (کیسانیہ' زیدیہ' اسماعیلیہ' نوربخشیہ وغیرہ) کے عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ کی تفصیلات کا الگ الگ تحقیقی مطالعہ و تجزیہ نہ موضوع بحث ہے اور نہ ممکن۔ لہٰذا تحقیقی مطالعہ و تجزیہ نیز نقل فتاوی کا سلسلہ صرف شیعہ اثنا عشریہ تک محدود رکھنا ناگزیر ہے' چنانچہ شیعہ اثنا عشریہ کے عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ کا خلاصہ و نتیجہ درج کرنے کے بعد مختلف صدیوں اور فقہی مسالک سے تعلق رکھنے والے اکابر و مشائخ اہل سنت والجماعت کے بعض فتاوی نقل کئے جا رہے ہیں' فمن شاء ذکرہ۔

ائمہ اہل تشیع کی عملی صورت حال۔

اہل تشیع بالعموم اور شیعہ اثنا عشریہ بالخصوص اپنے ائمہ کے لئے جس مقام امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوہ نیز جن صفات و خواص نبوت و رسالت حتی کہ بعض صفات الوہیت تک کا عقیدہ رکھتے اور اسے توحید و رسالت و قیامت کی طرح اصول دین میں شمار کرتے ہیں' ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے جب ائمہ شیعہ کی عملی صورت حال اور طرز عمل کا مختصراً جائزہ لیا جائے تو درج ذیل نقاط سامنے آتے ہیں۔

1۔ اہل تشیع کے منصوص و معصوم امام اول و خلیفہ بلافصل' وصی رسول' ولی الامر سیدنا علی بن ابی طالب نے اپنی امامت و خلافت و ولایت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوہ قائم کرنے کے بجائے شورائیت و اجماع صحابہ کی بنیاد پر منتخب شدہ امام اول و دوم و سوئم سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی امامت و خلافت (11-35ھ) کی بیعت فرمائی اور شہادت

عثمان (18 ذوالحج' 35ھ) تک پچیس سال مسلسل ان ائمہ و خلفاء ثلاثہ کی یکے بعد دیگرے بیعت کرکے اس پر سختی سے قائم رہے' نیز ان ائمہ ثلاثہ کے مشیر و معاون رہے' اور ان کے ہمراہ اہل تشیع کے دوسرے اور تیسرے امام منصوص و معصوم افضل من الانبیاء سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما بھی سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی امامت و خلافت کی بیعت پر قائم رہے۔

2۔ اہل تشیع کے دوسرے امام منصوص و معصوم سیدنا حسن شہادت امام علی کے چند ماہ بعد (41ھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و برادر نسبتی کاتب وحی برادر سیدہ ام حبیبہ ام المومنین کے حق میں دستبردار ہوگئے اور سیدنا حسین کے ہمراہ سیدنا معاویہ کی امامت و خلافت کی بیعت کرلی۔ سیدنا حسن اس بیعت پر سن 50ھ میں اپنی وفات تک دس سال قائم رہے اور آپ کے بعد تیسرے امام منصوص و معصوم سیدنا حسین نے مزید دس برس وفات سیدنا معاویہ (رجب 60ھ) تک کل بیس برس اس بیعت معاویہ کو قائم رکھا اور ان کے مقابلے میں نہ سیدنا حسن نے اور نہ ہی بعد ازاں سیدنا حسین نے عملاً کوئی متوازی امامت و خلافت قائم فرمائی۔

3۔ تمام اہل تشیع کے متفق علیہ منصوص و معصوم امام اول و دوم و سوئم سیدنا علی و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے بعد شیعہ اثنا عشریہ کے چوتھے امام منصوص و معصوم علی زین العابدین کے مقابلے میں ان کے غیر فاطمی چچا امام محمد بن علی (ابن الحنفیہ) نے اپنی امامت کا دعوی فرمایا اور شیعہ فرقہ کیسانیہ وجود میں آیا۔

4۔ شیعہ اثنا عشریہ کے پانچویں امام منصوص و معصوم محمد الباقر کے مقابلے میں ان کے بھائی امام زید بن علی زین العابدین نے اپنی امامت کا دعوی کیا اور شیعہ فرقہ زیدیہ وجود میں آیا' جس کے پیروکار آج بھی یمن وغیرہ میں کئی ملین کی تعداد میں موجود ہیں۔

5۔ شیعہ اثنا عشریہ کے چھٹے امام جعفر الصادق نے جب اپنے بڑے بیٹے اسماعیل بن جعفر کی اچانک وفات پر امامت اپنے چھوٹے بیٹے موسی الکاظم کو منتقل فرمائی تو امام اسماعیل کے فرزند محمد نے اپنے چچا موسی الکاظم کے مقابلے میں اپنی امامت کا دعوی فرمایا جس سے شیعہ فرقہ اسماعیلیہ وجود میں آیا جس کے کروڑوں پیروکار برصغیر پاک و ہند' افریقہ و یورپ اور دیگر مقامات پر موجود ہیں۔

6۔ اثنا عشریہ کے ساتویں امام موسی الکاظم کی اولاد میں سے امام سید محمد نوربخش (795-869ھ) نے ایران میں اپنی امامت اور امام مہدی ہونے کا دعوی کیا جس کے بعد شیعہ فرقہ نوربخشیہ وجود میں آیا جس کے پیروکار آج بھی گلگت و بلتستان اور کشمیر و ایران میں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔

اس طرح مختلف شیعہ فرقے کیسانیہ' زیدیہ' اسماعیلیہ' نوربخشیہ وغیرہ شیعہ اثنا عشریہ کے ائمہ میں سے کئی ایک کی امامت کا انکار کرکے اپنے علیحدہ اماموں پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ سب اس بات سے بھی انکار کرتے ہیں کہ اماموں کی تعداد صرف بارہ ہے۔ حتی کہ اثنا عشریہ کے بارہویں امام محمد المہدی کو بھی یہ شیعہ فرقے تسلیم نہیں کرتے جن کے بارے میں اثنا عشریہ کا کہنا ہے کہ وہ تقریباً ساڑھے گیارہ سو سال پہلے عراق کے مقام "سرمن رای" میں غائب ہوگئے تھے اور قیامت کے قریب ظاہر ہوکر اپنے اثنا عشری فرقہ کی قیادت فرماتے ہوئے عالمگیر اسلامی (شیعہ اثنا عشری) حکومت قائم فرمائیں گے۔

اگر بارہ امام نبیوں کی طرح اللہ کی طرف سے مقرر شدہ (منصوص من اللہ) معصوم عن الخطاء و افضل من الانبیاء ہوتے تو کم از کم تمام شیعہ فرقوں کا ان کی امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوہ پر مکمل اتفاق رائے ہوتا اور مذکورہ فرقوں کے مختلف ائمہ کرام اپنے ہی بھائیوں' بھتیجوں کے مقابلے میں امامت کے دعویدار نہ بتلائے جاتے۔

جبکہ اہل سنت والجماعت شیعوں کے برعکس ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور لاکھوں تابعین و صالحین کے ساتھ ساتھ ان تمام شیعہ فرقوں کے آئمہ کرام کا بھی مکمل احترام کرتے ہیں' مگر ان میں سے نہ تو کسی کو اللہ کی طرف سے مقرر شدہ (منصوص من اللہ)' معصوم عن الخطاء' مفترض الطاعہ یا افضل من الانبیاء تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی ان صحیح العقیدہ بزرگان اسلام سے منسوب منفی شیعہ روایات و احادیث کو درست سمجھتے ہیں۔

ان شیعہ روایات و احادیث کی بھی صورت حال یہ ہے کہ مذکورہ شیعہ فرقے نہ تو ایک دوسرے کے اماموں کی روایات و احادیث قبول کرتے ہیں اور نہ ہی تفسیر و حدیث و فقہ وغیرہ کے سلسلہ میں ایک دوسرے کی کتابوں کو مستند تسلیم کرتے ہیں۔

اس کے برعکس دنیا بھر کے نوے فیصد سے زائد مسلمان جو صدیوں سے عقیدہ اہل سنت والجماعت سے وابستہ ہیں' قرآن و حدیث' اصول و عقائد' فقہ و تفسیر اور تاریخ و

تصوف وغیرہ کے سلسلہ میں مشترکہ سرمائے کے حامل ہیں۔ نیز اہل سنت بالاتفاق کسی ایسے امام مہدی کو بھی تسلیم نہیں کرتے جو ساڑھے گیارہ سو سال سے غائب بارہویں اثنا عشری امام ہیں' بلکہ روایات اہل سنت کے مطابق آخری زمانہ میں خاندان رسالت میں سے ایک عظیم شخصیت محمد المہدی پیدا ہوں گے اور دنیا میں غلبہ اسلام کی قیادت فرمائیں گے۔

فتاوی تکفیر شیعہ اثنا عشریہ بربنائے عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ۔

اہل تشیع بالخصوص اثنا عشریہ کے عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوہ کے حوالہ سے گزشتہ چودہ سو سال میں اکابر اہل سنت نے جو آراء و فتاوی دیئے ہیں ان میں سے چند ایک اہم افکار و فتاوی ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:۔

1۔ قاضی عیاض مالکی (رح) م 544ھ

"وکذالک نقطع بتکفیر غلاۃ الرافضۃ فی قولھم ان الائمۃ افضل من الأنبیاء"

(قاضی عیاض مالکی' کتاب الشفاء ج 2' ص 290)۔

ترجمہ:۔ اور اسی طرح ہم ان غالی شیعوں کو ان کے اس عقیدہ کی وجہ سے قطعی طور پر کافر قرار دیتے ہیں کہ ان کے اماموں کا درجہ نبیوں سے بالاتر ہے۔

2۔ شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی (رح) م 561ھ

غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی کی مشہور کتاب "غنیہ الطالبین" میں ایک باب ہے' "فصل فی الفرق الضالہ عن طریق الھدی" (ان فرقوں کے بیان میں فصل جو راہ ہدایت سے بھٹک گئے)۔ اس میں شیعوں کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"والذی اتفقت علیہ طوائف الرافضۃ و فرقھا اثبات الامامۃ عقلا و ان الامامۃ نص وان الائمۃ معصومون من الآفات والغلط والسھو والخطاء۔

..... ومن ذلک تفضیلھم علیا فی جمیع الصحابۃ و تنصیصھم علی امامتہ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و تبرھم عن ابی بکر و عمر و غیرھما من الصحابۃ الا نفرا منھم۔

..... ومن ذلک ان الامام یعلم کل شئی ماکان و مایکون من امر الدنیا والدین حتی عدد الحصی وقطر الامطار وورق الاشجار۔ وان الائمۃ تظھر علی ایدیھم المعجزات کالانبیاء علیھم السلام"۔

(شیخ عبدالقادر الجیلانی' غنیۃ الطالبین' ص 156-157)۔

ترجمہ:۔ اور روافض (شیعوں) کے تمام فرقوں اور گروہوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کا مسئلہ امامت از روئے عقل بھی ثابت ہے' اور امام کا تعین اللہ تعالی کے صریح حکم سے ہوتا ہے اور یہ کہ امام ہر طرح کی آفات سے اور غلطی اور بھول چوک سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔

اور ان شیعوں کے انہی عقائد میں سے یہ بھی ہے کہ وہ حضرت علی کو تمام صحابہ سے افضل مانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے لئے اللہ و رسول اللہ کی طرف سے صراحت کے ساتھ امام مقرر کیا گیا تھا۔ نیز وہ ابوبکر و عمر اور گنتی کے چند افراد کے سوا تمام صحابہ کرام سے بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔

اور ان کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ امام کو دنیا اور دین کی تمام چیزوں کا علم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ دنیا بھر کے سنگ ریزوں اور کنکریوں اور بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کی تعداد کا بھی ان کو علم ہوتا ہے اور اماموں کے ہاتھ پر انبیاء علیہم السلام کی طرح معجزات بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

پس شیخ عبدالقادر جیلانی نے اہل تشیع کو عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ کی بنا پر راہ ہدایت سے بھٹک جانے والے گمراہ فرقوں میں شمار کیا ہے۔

3۔ علامہ علی قاری حنفی (رح) م 1014ھ

علامہ علی قاری فرماتے ہیں:۔

"وکذلک نقطع بتکفیر غلاة الرافضة فی قولهم ان الائمة المعصومین افضل من الانبیاء والمرسلین۔ وهذا کفر صریح"۔

(علی قاری حنفی' شرح الشفاء' جلد 2' ص 526)۔

ترجمہ:۔ اور اسی طرح ہم غالی شیعوں کو اس عقیدہ کی بنیاد پر قطعی طور پر کافر قرار دیتے ہیں کہ ان کے آئمہ معصومین' انبیاء و مرسلین سے افضل ہیں۔ یہ بات صریحاً کفر ہے۔

4۔ امام الھند شاہ ولی اللہ محدث دھلوی (رح) م 1176ھ

امام الھند شاہ ولی اللہ محدث دھلوی (م 29 محرم 1176ھ / 1763ء) پہلے یہ واضح فرماتے ہیں کہ جو شخص اسلام پر بظاہر ایمان لانے کے باوجود بعض ایسی دینی حقیقتوں کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی و واضح طور پر ثابت ہیں ایسی تشریح و تاویل کرتا ہے جو صحابہ و

تابعین اور اجماع امت کے خلاف ہے تو ایسے شخص کو زندیق قرار دیا جائے گا۔ اسی سلسلہ کلام میں ختم نبوت کے حوالے سے موطا امام مالک کی عربی شرح "المسوی" میں فرماتے ہیں:۔

"اوقال ان النبی صلی الله علیه وسلم خاتم النبوة لکن معنی هذا الکلام انه لا یجوز ان یسمی بعده احد بالنبی۔ واما معنی النبوة وهو کون الانسان مبعوثا من الله تعالی الی الخلق' مفترض الطاعة معصوما من الذنوب و من البقاء علی الخطاء فیما یری فهو موجود فی الائمة بعده فذلک هوالزندیق۔ وقد اتفق جماهیر المتاخرین من الحنفیة والشافعیة علی قتل من یجری ذلک المجری"۔ ص ۱۱۵۔

(المسوی' شرح الموطا للامام مالک' جلد ثانی' طبع دهلی' 1293ھ)

ترجمہ:۔ یا جو شخص یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوہ اور خاتم النبیین ہیں۔ لیکن اس کا مطلب اور تقاضا بس یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی کا نام نہیں دیا جائے گا۔ البتہ نبوت کا جو معنی و مفہوم ہے یعنی کسی انسان کا اللہ تعالی کی طرف سے مخلوق کی طرف مبعوث و نامزد ہونا' اس کی اطاعت کا فرض ہونا' اس کا گناہوں سے اور رائے میں غلطی اور اس پر قائم رہنے سے محفوظ و معصوم ہونا' تو یہ سب صفات آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اماموں میں موجود ہیں۔ پس ایسے عقائد اور خیالات رکھنے والے زندیق ہیں' اور جمہور متاخرین حنفیہ و شافعیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ لوگ سزائے موت کے مستحق ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی فارسی تصنیف "تفہیمات الہیہ" میں شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کو ان کے عقیدہ امامت کی وجہ سے منکرین ختم نبوت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"امام باصطلاح ایشان معصوم' مفترض الطاعہ' منصوب للخلق است' ووحی باطنی درحق امام تجویز می نمایند۔ پس در حقیقت ختم نبوت را منکر اند گو بزبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را خاتم الانبیاء می گفتہ باشند"۔ (شاہ ولی اللہ' تفہیمات الہیہ' ص 244)

ترجمہ:۔ ان (شیعوں) کی اصطلاح کے مطابق امام معصوم' اس کی اطاعت فرض اور وہ مخلوق کے لئے (اللہ کی طرف سے) مقرر و نامزد ہوتا ہے۔ نیز وہ امام کے لئے وحی باطنی کے قائل ہیں۔ پس اگرچہ وہ زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں' مگر درحقیقت ختم نبوت کے منکر ہیں۔

شاہ ولی اللہ اپنی ایک اور تصنیف "وصیت نامہ" میں فرماتے ہیں:۔

"ایں فقیر از روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرد کہ حضرت چہ می فرمایند درباب شیعہ کہ مدعی محبت اھل بیت اند و صحابہ را بدی گویند؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنوعے ازکلام روحانی القاء فرمودند کہ مذہب ایشان باطل است و بطلان مذہب ایشان از لفظ "امام" معلوم می شود۔ چون ازان حالت افاقت دست داد درلفظ امام تأمل کردم۔ معلوم شد کہ "امام" باصطلاح ایشان معصوم، مفترض الطاعۃ، منصوب للخلق است، ووحی باطنی درحق امام تجویز می نمایند۔ پس درحقیقت ختم نبوت را منکراند گو بزبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را خاتم الانبیاء می گفتہ باشند۔

(شاہ ولی اللہ، وصیت نامہ ص 6۔7، مطبع مسیحی باہتمام محمد مسیح الزمان کانپور، 1273ھ)۔

ترجمہ:۔ اس فقیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے سوال کیا کہ حضور آپ شیعوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو اہل بیت کی محبت کے دعویدار ہیں اور صحابہ کو برا کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روحانی طور پر یہ کلام القاء فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور ان کے مذہب کا غلط و باطل ہونا "امام" کے لفظ سے معلوم ہوجاتا ہے۔

پس جب میں اس کیفیت سے باہر نکلا اور لفظ امام پر غور وفکر کیا تو معلوم ہوگیا کہ ان کی اصطلاح میں امام معصوم اس کی اطاعت فرض اور وہ مخلوق کے لئے (اللہ کی طرف سے) مقرر شدہ ہوتا ہے۔ نیز امام کے لئے وحی باطنی کا عقیدہ رکھتے ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زبان سے خاتم الانبیاء کہنے کے باوجود درحقیقت وہ منکرین ختم نبوت ہیں۔

5۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (رح) م 1239ھ / 1824ء

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جن کی تصنیف "تحفہ اثنا عشریہ" صدیوں سے شیعوں کے کافرانہ عقائد کی تفصیلات کے سلسلے میں ممتاز و منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے بارے میں درج ذیل فتوی دیتے ہیں:۔

"در مذہب حنفی موافق روایات مفتی بہ حکم فرقہ شیعہ (امامیہ) حکم مرتدان است۔ چنانچہ در فتاوی عالمگیری مرقوم است"۔

(فتاوی عزیزی، ج1، ص12، طبع مجتبائی، دہلی 1341ھ)۔

ترجمہ:۔ جن روایات پر فتوی کا دارومدار ہے ان کے مطابق فقہ حنفی کی رو سے شیعہ فرقہ (امامیہ) کے بارے میں فتوی یہ ہے کہ وہ مرتدین ہیں۔ چنانچہ یہ فیصلہ فتاوی عالمگیری میں درج ہے۔

6۔ اعلی حضرت مولانا احمد رضاخاں بریلوی (رح) م 1340ھ / 1921ء

امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی شیعوں کے عقیدہ امامت کی بنا پر انہیں کافر قرار دیتے ہوئے 1320ھ میں شائع شدہ اپنے مشہور فتوی میں فرماتے ہیں۔

"کفردوم۔ ان کا ہر متنفس سیدنا امیرالمؤمنین مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر آئمہ طاہرین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیہم الصلوات والتحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے بہ اجماع مسلمین کافر بے دین ہے"۔ (مولانا احمد رضا خان بریلوی، ردالرفضۃ، ص21، مطبوعہ 1320ھ)

7۔ مفتی اعظم پاکستان، مفتی ولی حسن (رح) م 1415ھ / 1995ء

مفتی اعظم پاکستان، مفتی ولی حسن ٹونکی، رئیس دارالافتاء، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی شیعوں کے بارے میں اپنے تفصیلی فتوی میں عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ کی بناء پر شیعہ اثنا عشریہ کو منکرین ختم نبوت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ج۔ قادیانیوں کی طرح وہ لفظی طور پر ختم نبوت کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں، لیکن انہوں نے نبوت محمدیہ کے مقابلہ میں ایک متوازی نظام عقیدہ امامت کے نام سے تصنیف کرلیا ہے۔ ان کے نزدیک امامت کا ٹھیک وہی تصور ہے جو اسلام میں نبوت کا تصور ہے۔ چنانچہ امام نبی کی طرح منصوص من اللہ ہوتا ہے، معصوم ہوتا ہے، مفترض الطاعہ ہوتا ہے، ان کو تحلیل و تحریم کے اختیار ہوتے ہیں، اور یہ کہ بارہ امام تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں۔ (اصول کافی، تفسیر مقدمہ مراۃ الانوار)۔

ان عقائد کے ہوتے ہوئے اس فرقہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا ہے"۔

(فتوی مفتی ولی حسن، درجواب استفتاء مولانا منظور نعمانی، بحوالہ خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی، مطبوعہ الفرقان، لکھنؤ (دسمبر

87۔ جولائی 88ء اشاعت خاص، مطبوعہ لاہور، ص 154)۔

واضح رہے کہ مفتی ولی حسن صاحب کے اس فتوی کی تصدیق پاکستان اور بنگلہ دیش وغیرہ کے سینکڑوں علماء کرام نے فرمائی ہے۔

8۔ امیر شریعت ہند، محدث جلیل، علامۃ العصر مولانا حبیب الرحمان الاعظمی

عالم اسلام کے جلیل القدر عالم و محدث امیر شریعت ہند مولانا حبیب الرحمان الاعظمی جن کے فتوی کی تصدیق و تائید برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش نیز دیگر ممالک کے کم و بیش ایک ہزار علماء و مفتیان نے فرمائی ہے۔ اپنے فتوی میں ختم نبوت کے حوالہ سے شیعہ عقیدہ امامت کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"اثنا عشری شیعوں کے وجوہ کفر میں سے ایک وجہ انکار ختم نبوت بھی ہے، اہل اسلام کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے سوا نبیوں رسولوں کی طرح کوئی معصوم اور مفترض الطاعہ (جس کی اطاعت فرض ہو) نہیں ہے، لیکن شیعوں کے عقیدہ میں امام بھی معصوم اور مفترض الطاعہ ہوتا ہے۔ اس پر وحی باطنی آتی ہے اور اس کو حلال و حرام کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ وہ تمام کمالات و شرائط و صفات میں انبیاء کا ہم پلہ ہوتا ہے۔ اس میں اور پیغمبر میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ بلکہ امامت کا مرتبہ پیغمبری سے بھی بالاتر ہے"۔

(فتوی مولانا حبیب الرحمن اعظمی، در جواب استفتاء مولانا منظور نعمانی، بحوالہ خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، حصہ اول، صفحہ 108، طبع لاہور)۔

بعد ازاں چند شیعی روایات امامت درج کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:۔

ان عبارتوں کے مطالعہ کے بعد اس میں شک شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اثنا عشری شیعہ "ختم نبوت" اور "خاتم النبیین" کے الفاظ کے تو قائل ہیں لیکن اس کی حقیقت کے قطعی منکر ہیں۔ اسی بناء پر حضرت شاہ ولی اللہ نے موطا امام مالک کی عربی شرح مسوی میں ان کو دائرہ اسلام سے خارج اور زندیق قرار دیا ہے"۔

(متفقہ فیصلہ، حصہ اول، ص 110، مطبوعہ لاہور)۔

9۔ محسن اہل سنت مولانا محمد منظور نعمانی

یکے از اکابر تبلیغی جماعت، سابق نائب امیر جماعت اسلامی ہند و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، مدیر مجلہ الفرقان لکھنؤ و رکن رابطہ عالم اسلامی مکہ، مولانا محمد منظور نعمانی کی شخصیت

محتاج تعارف نہیں۔ وہ نہ صرف "معارف الحدیث" اور "ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت" جیسی عظیم الشان تصانیف کے حوالہ سے عالمگیر شہرت کے حامل ہیں بلکہ ان کی تحریک پر برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش نیز دیگر ممالک کے تمام سنی مکاتب فکر کے ایک ہزار سے زائد علماء و مفتیان نے مختلف وجوہ کی بنا پر شیعوں کے کافر اور منکرین ختم نبوت ہونے کا فتوی دیا ہے۔ آپ اپنے استفتاء میں فرماتے ہیں:

"اثنا عشری مذہب کی بنیادی اور مستند کتابوں کے مطالعہ کے بعد ایک یہ حقیقت بھی اسی طرح آنکھوں کے سامنے آتی ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی، کہ اثنا عشریہ کا عقیدہ امامت جو اس مذہب کی اساس و بنیاد ہے، عقیدہ ختم نبوت کی قطعی نفی کرتا ہے اور اس بارہ میں ان کا عقیدہ جمہور امت مسلمہ سے بالکل مختلف ہے۔ وہ "ختم نبوت" اور خاتم "النبیین" کے الفاظ کے تو قائل ہیں (جس طرح کہ قادیانی بھی قائل ہیں) لیکن اس کی حقیقت کے منکر ہیں۔ شیعوں اور قادیانیوں کے علاوہ امت کے تمام فرقوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبوت و رسالت جس حقیقت اور جس مقام و منصب کا عنوان ہے اس کا سلسلہ اللہ تبارک وتعالی نے آپ پر ختم فرمادیا۔

ہر نبی اللہ تعالی کی طرف سے مبعوث و نامزد اور بندوں کے لئے اللہ کی حجت ہوتا تھا۔ اس پر ایمان لانا نجات کی شرط ہوتا تھا۔ اس کو وحی کے ذریعہ اللہ کے احکام ملتے تھے، وہ معصوم ہوتا تھا، بندوں پر اس کی اطاعت فرض ہوتی تھی۔ صرف وہی اور اس کی تعلیم امت کے لئے ہدایت کا سرچشمہ اور مرجع و ماخذ ہوتا تھا۔ اگر وہ صاحب کتاب ہے تو اس پر اللہ تعالی کی طرف سے کتاب بھی نازل ہوتی تھی۔ یہی نبوت کی حقیقت اور نبی کا مقام و منصب تھا اور جمہور امت محمدیہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے بعد یہ مقام و منصب کسی کو عطا نہ ہوگا۔

لیکن شیعہ اثنا عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ مقام و منصب اور یہ سب امتیازات بلکہ ان سے بھی بالاتر مقامات و درجات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے بارہ اماموں کو حاصل ہیں۔ وہ نبیوں کی طرح بندوں پر اللہ کی حجت ہیں۔ ان کے بغیر اللہ کی حجت بندوں پر قائم نہیں ہوتی، وہ نبیوں کی ہی طرح اللہ تعالی کی طرف سے نامزد، معصوم اور مفترض الطاعہ

ہیں۔ ان پر ایمان لانا اسی طرح نجات کی شرط ہے جس طرح نبیوں پر ایمان لانا شرط نجات ہے۔ ان پر فرشتوں کے ذریعے وحی بھی آتی ہے۔ اللہ کے احکام بھی آتے ہیں۔ ان کو معراج بھی ہوتی ہے' ان پر کتابیں بھی نازل ہوتی ہیں۔ یہ تو وہ صفات اور اللہ تعالیٰ کے وہ انعامات ہیں جن میں یہ "آئمہ معصومین" انبیاء علیہم السلام کے شریک اور ان کے برابر ہیں۔

لیکن اثنا عشریہ کے نزدیک ان کو ان کے علاوہ ایسے بلند مقامات اور کمالات بھی حاصل ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں۔ مثلاً یہ کہ دنیا ان ہی کے دم سے قائم ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی ہماری یہ دنیا امام کے وجود سے خالی ہوجائے تو سب نیست و نابود ہوجائے' اور مثلاً یہ کہ ان کی پیدائش اس عام طریقہ اور عام راستہ سے نہیں ہوتی جس طریقہ اور راستہ سے عام انسانوں کی پیدائش ہوتی ہے' بلکہ وہ اپنی ماؤں کی ران میں سے نکلتے ہیں' اور مثلاً یہ کہ کائنات کے ذرہ ذرہ پر ان کی تکوینی حکومت ہے یعنی ان کو کن فیکون کا اقتدار و اختیار حاصل ہے' اور یہ کہ ان کو اختیار ہے کہ وہ جس چیز یا جس عمل کو چاہیں حلال یا حرام قرار دے دیں۔ اور مثلاً یہ کہ تمام آئمہ عالم ماکان و مایکون ہیں' کوئی چیز ان سے مخفی نہیں۔ اور مثلاً یہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے وہ علوم بھی عطاء ہوئے جو نبیوں اور فرشتوں کو بھی نہیں دیئے گئے ہیں' اور مثلاً یہ کہ وہ دنیا اور آخرت کے مالک و مختار ہیں' جس کو چاہیں دے دیں' بخش دیں اور جس کو چاہیں محروم رکھیں' اور مثلاً یہ کہ وہ اپنی موت کا وقت بھی جانتے ہیں اور ان کی موت ان کے اختیار میں ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ جمہور امت محمدیہ کے نزدیک یہ شان انبیاء علیہم السلام کی بھی نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفات ہیں' لیکن اثنا عشریہ کے نزدیک ان کے آئمہ کی یہی شان ہے اور یہ سب صفات و مقامات ان کو حاصل ہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون۔

آئمہ کی صفات و امتیازات اور ان کے بلند مقامات و درجات کے بارے میں یہ جو کچھ لکھا گیا وہ ان کی اصح الکتب' اصول کافی کتاب الحجہ کی روایات اور ان کے آئمہ معصومین کے ارشادات کا حاصل اور خلاصہ ہے۔ ان روایات و ارشادات کا متن اصل کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے۔ راقم سطور کی کتاب "ایرانی انقلاب' امام خمینی اور شیعیت" میں بھی (ص 119

سے 165 تک) ان تمام روایات کا متن دیکھا جاسکتا ہے جو اصول کافی ہی سے بحوالہ صفحات نقل کیا گیا ہے۔

اپنے آئمہ کے ان ارشادات اور ان روایات ہی کے مطابق اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے' اسی کے ساتھ وہ مانتے ہیں کہ ان اماموں کے لئے نبی کا لفظ نہیں بولا جائے گا' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمادیا گیا ہے۔

ان سب چیزوں کے سامنے آجانے کے بعد کسی صاحب عقل و دانش کو اس میں شک و شبہ نہیں رہ سکتا کہ اثنا عشریہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کی حقیقت ختم نہیں ہوئی۔ وہ تو امامت کے عنوان سے ترقی کے ساتھ جاری ہے۔ البتہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں کہا جائے گا۔ بس یہی ان کے نزدیک ختم نبوت کی حقیقت ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیئے جانے کا تقاضا ہے"۔

(خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ' مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی' مطبوعہ لاہور' حصہ اول' ص 76-78' اقتباس از استفتاء)۔

امامت کے نبوت و رسالت سے برتر ہونے کے سلسلے میں علامہ باقر مجلسی' امام خمینی اور بعض دیگر علماء و مجتہدین کے حوالے سے اقوال نقل کرنے کے بعد مولانا نعمانی فرماتے ہیں:۔

"ان تصریحات کے بعد اس میں شک شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اثنا عشریہ کے نزدیک ان کے آئمہ کا مقام و مرتبہ انبیاء علیہم السلام سے بالاتر ہے' اور وہ ان اعلیٰ مقامات اور بلند تر درجات پر فائز ہیں جن تک کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کی بھی رسائی نہیں ہوسکتی' اور یہ کہ ان کے آئمہ پر نبی کے لفظ کا اطلاق اس وجہ سے نہیں کیا جاسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "خاتم النبیین" فرمایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ فی الحقیقت عقیدہ ختم نبوت کی قطعی نفی ہے"۔ (متفقہ فیصلہ' حصہ اول' ص 79)۔

10۔ علامہ مفتی خلیل احمد قادری بدایونی' خادم دارالافتاء بدایون۔

حضرت مولانا مفتی خلیل احمد قادری بدایونی اہل سنت کے حنفی بریلوی مکتب فکر کی ترجمانی کرتے ہوئے عقیدہ امامت اور بعض دیگر وجوہ کی بنا پر اہل تشیع کے کافر اور منکرین ختم نبوت ہونے کا فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"فرقہ روافض اثنا عشریہ کھلم کھلا ضروریات دین کا منکر ہے۔ مثلاً قرآن کریم میں

نقصان و کمی کا ماننا یا اس کا محتمل ہونا ہی ماننا' یا اپنے بارہ اماموں کو انبیاء علیہم السلام سے افضل ماننا' خلافت حقہ شیخین رضی اللہ عنہما کو خلافت مغصوبہ ناحق ماننا' بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ سوائے چار کے اسلام کو ترک کر کے کفر اختیار کرنا ماننا' (نعوذ باللہ منہ) جس کا تفصیلی بیان مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے استفتاء اور اپنی کتاب "ایرانی انقلاب" میں پوری وضاحت سے فرمایا ہے۔ اس واضح بیان کے بعد کوئی مسلمان اس گروہ کے کفر میں شک نہیں کر سکتا"۔

(متفقہ فیصلہ' حصہ اول' ص 116-117' مطبوعہ لاہور' فتوی مولانا مفتی خلیل احمد قادری' خادم دارالافتاء' بدایون' درجواب استفتاء مولانا منظور نعمانی)۔

اپنے اس فتوی میں امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی کے مشہور فتوی مطبوعہ 1320ھ بنام "ردالرفضہ" میں سے وہ عبارت نقل فرمانے کے بعد جس میں عقیدہ امامت کی بناء پر تکفیر شیعہ کی گئی ہے' اور جو گزشتہ صفحات میں نقل کیا جا چکا ہے۔ آپ مولانا حبیب الرحمان اعظمی کے تفصیلی فتوی کی مکمل تصدیق و تائید فرمانے کے ساتھ ساتھ اپنی طرف سے بھی فتوی صادر فرماتے ہیں۔

"آئمہ اہل بیت کرام کو انبیاء سابقین علیہم الصلوہ والسلام سے افضل ماننا بھی یقیناً کفر ہے"۔ (متفقہ فیصلہ' حصہ اول' ص 119)۔

آپ کے اس فتوی کی تصدیق مولانا خلیق الظفر خان' فاضل دارالعلوم منظر اسلام' بریلی نے فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں مولانا محمد اقبال قادری صدر مدرس مدرسہ قادریہ بدایون' مولانا فضل الظفر خان مہتمم مدرسہ ظفرالعلوم اور مولانا محمد ابراہیم قادری صدر مدرس مدرسہ ہذا بدایون وغیرہ متعدد علماء اہل سنت نے فرمائی ہے۔

11۔ مولانا شمس الدین قاسمی' مہتمم جامعہ حسینیہ عرض آباد' میرپور ڈھاکہ

بنگلہ دیش کے ممتاز عالم و مفتی مولانا شمس الدین قاسمی ناظم عمومی جمعیت علماء اسلام بنگلہ دیش و مہتمم جامعہ حسینیہ' ڈھاکہ نے مولانا منظور نعمانی کے استفتاء کے جواب میں جو تفصیلی فتوی سینکڑوں علماء بنگلہ دیش کی تصدیق کے ہمراہ صادر فرمایا ہے اس میں عقیدہ تحریف قرآن کے بعد شیعی عقیدہ امامت کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔

(2) دور صحابہ سے آجتک امت کا اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی

ہیں' آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہ ہوگا۔ لہٰذا خصوصیات نبوت' وحی' شریعت' عصمت وغیرہ بھی قیامت تک بند ہیں' مگر یہ شیعہ لوگ اگرچہ برملا عقیدہ ختم نبوت کے انکار کی جرات نہیں کرتے مگر درپردہ یہ لوگ اجراء نبوت کے قائل ہیں' کیونکہ ان کا عقیدہ امامت انکار ختم نبوت کو مستلزم ہے۔ لہٰذا یہ لوگ بطور تقیہ اپنے اماموں کے لئے لفظ نبی کے استعمال کرنے سے تو گریز کرتے ہیں مگر درحقیقت یہ لوگ اپنے آئمہ کے لئے خصوصیات نبوت ثابت کرتے ہیں۔ یعنی اپنے آئمہ کو منصوب از خدا' معصوم اور ان کے پاس وحی شریعت آنے کے قائل ہیں۔ نیز ان کو احکام شریعت کو منسوخ کرنے کا اختیار بھی دیتے ہیں' بلکہ روح اللہ خمینی کی تحریر کے مطابق ان کے آئمہ درجہ الوہیت تک پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ تو [illegible] شرک ہے۔

روح اللہ خمینی نے اپنی کتاب "الحکومہ الاسلامیہ" میں خامہ فرسائی کی ہے کہ:۔

"فان للامام مقاماً محموداً و درجة سامية و خلافة تكوينية تخضع لولايتها وسيطرتها جميع ذرات هذا الكون۔ وان من ضروريات مذهبنا ان لائمتنا مقاماً لايبلغه ملك مقرب ولانبي مرسل"۔ الى ان قال۔ "وقد ورد عنهم (ع) ان لنا مع الله حالات لايسعها ملك مقرب ولا نبي مرسل"۔ الى ان قال۔ "ومثل هذه المنزلة موجودة لفاطمة الزهراء عليها السلام الخ"۔ (الحكومة الاسلامية' ص 52)۔

اس کے کفر کے ثبوت کے لئے یہ حوالہ ہی کافی ہے"۔

(خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ' مطبوعہ لاہور' حصہ دوم' ص 95' مولانا شمس الدین قاسمی' اقتباس از فتوی جامعہ حسینیہ' عرض آباد' میرپور ڈھاکہ)۔

علاوہ ازیں کئی دیگر وجوہ تکفیر بھی گنوانے کے بعد آخر میں مولانا قاسمی تحریر فرماتے ہیں:۔

"بہرحال مذکورہ بالا کفریہ عقائد کی بناء پر فرقہ اثنا عشریہ اور ان کے قائد روح اللہ خمینی کے کفر و ارتداد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے میں کسی شک و شبہ و تاویل کی گنجائش نہیں ہے"۔

(خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ' حصہ دوم' ص 96)۔

12۔ مولانا یعقوب اسماعیل قاسمی۔ ڈیوزبری، برطانیہ

انگلستان کے ممتاز عالم و مفتی مولانا محمد یعقوب اسماعیل قاسمی نے مولانا منظور نعمانی کے استفتاء کے جواب میں جو تفصیلی فتوی تحریر فرمایا ہے اور جس کی تائید و تصدیق سو سے زائد علمائے انگلستان نے فرمائی ہے، اس میں سیدنا ابوبکر و عمر نیز تحریف قرآن کے حوالہ سے شیعی عقائد بیان کرنے کے بعد عقیدہ امامت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

(3) شیعہ اثنا عشریہ کے بنیادی عقیدوں میں ایک عقیدہ امامت ہے جو ان کی کتابوں میں واضح طور پر تفصیل سے مذکور ہے، بلکہ عقیدہ امامت اس فرقہ کی مذہبی اساس و بنیاد ہے۔ اس عقیدہ امامت کے بارے میں جو تفصیلات شیعوں کی مستند کتابوں میں ہیں (جو استفتاء میں پیش کردی گئی ہیں) ان کی بنیاد پر یہ عقیدہ بلاشبہ امت مسلمہ کے مسلمہ عقیدہ ختم نبوت کی نفی کرتا ہے جو ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا انکار بلاشبہ موجب کفر ہے"۔

(متفقہ فیصلہ، حصہ دوم، مطبوعہ لاہور، ص 118، اقتباس از فتوی مولانا یعقوب اسماعیل قاسمی، ڈیوزبری، یوکے)۔

ان چند اقوال و فتاوی سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اہل تشیع بالخصوص شیعہ اثنا عشریہ اپنے عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوہ کی بناء پر منکرین ختم نبوت قرار پاتے ہیں اور اس بنیاد پر ہر دور کے اکابر امت و علماء و مشائخ اہل سنت نے انہیں کافر، گمراہ اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے جن میں قاضی عیاض مالکی، غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی، علامہ علی قاری حنفی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، مولانا احمد رضا خان بریلوی اور عصر جدید کے سینکڑوں علماء و مشائخ اہل سنت والجماعت بھی شامل ہیں۔

(تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی، و مطبوعہ مجلہ "الفرقان" لکھنؤ، اشاعت خاص، دسمبر 1987ء تا جولائی 1988ء یا مطبوعہ لاہور، حصہ اول و دوئم مع ضمیمہ جات)۔

باب چہارم

صحابہ کرامؓ

4۔ صحابہ کرام (رض)

اہل تشیع سیدنا ابوبکر و عمر عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجماع امت کی رو سے بالترتیب پہلا' دوسرا' تیسرا اور چوتھا امام و خلیفہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ اپنی اذان' کلمہ اور عقیدہ میں بار بار حضرت علی کو پہلا امام اور خلیفہ بلافصل قرار دیتے ہیں' جو کہ اجماع صحابہ کے سراسر منافی اور کفر ہے' اسی حوالہ سے اورنگ زیب کے زمانہ میں برصغیر کے دو سو سے زائد جید علماء کرام کے مرتب کردہ "فتاوی عالمگیری" میں امامت ابوبکر صدیق اور خلافت عمر کے منکر کو کافر قرار دیا گیا ہے۔

اس کافرانہ عقیدہ کے علاوہ شیعوں کی کتب تفسیر و حدیث وغیرہ میں سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان' طلحہ و زبیر و امیر معاویہ' فاتح عراق سعد بن ابی وقاص' فاتح مصر سیدنا عمرو بن عاص' سیدنا عبدالرحمن بن عوف' سیدنا ابو عبیدہ ابن الجراح' سیف اللہ سیدنا خالد بن ولید' نیز ام المومنین سیدہ عائشہ و حفصہ و ام حبیبہ سمیت اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کفرونفاق اور آل علی سے دشمنی جیسے طرح طرح کے بے ہودہ الزامات لگائے گئے ہیں۔ لہٰذا تفسیر و حدیث اور دیگر علوم شرعیہ میں ننانوے فیصد صحابہ کرام کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کردہ روایات کو شیعہ نہ صرف ناقابل اعتبار اور غیر مستند قرار دیتے ہیں' بلکہ ان سے نفرت کی وجہ سے ان کے ناموں پر اپنے بچوں کے نام رکھنا بھی گناہ سمجھتے ہیں' حالانکہ حضرت علی کے تین بیٹوں کے نام ابوبکر و عمر و عثمان تھے اور امام حسن کے ایک بیٹے کا نام معاویہ تھا۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر و عمرو ابوسفیان کے داماد اور سیدنا معاویہ کے بہنوئی تھے۔ سیدنا عثمان آپ کے دہرے داماد تھے۔ نیز حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیوہ اسماء بنت عمیس سے اور حضرت عمر نے سیدہ ام کلثوم بنت علی سے نکاح فرمایا تھا۔ سیدنا جعفر الصادق کے نانا قاسم بن محمد بن ابوبکر اور نانی اسماء بنت عبدالرحمن بن ابوبکر دونوں سیدنا ابوبکر صدیق کے پوتا اور پوتی تھے۔ سیدنا زبیر' نبی و علی کے پھوپھی زاد اور سیدنا سعد بن ابی وقاص' سیدہ آمنہ کے چچا زاد بھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے۔

مگر ان سب رشتہ داریوں کے باوجود شیعہ نہ صرف ان جلیل القدر ہستیوں کا مقام و منصب نہیں پہنچاتے بلکہ ازواج مطہرات کی شان میں نازل شدہ آیت تطہیر (پارہ 22' پہلا رکوع۔ سورۃ الاحزاب' آیت 33) کے باوجود سیدہ عائشہ و حفصہ و ام حبیبہ سمیت تمام امہات

المومنین کو اہل بیت رسول سے خارج قرار دیتے ہیں۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تینوں بیٹوں قاسم و عبداللہ و ابراہیم اور تین بیٹیوں (سیدہ فاطمہ کی بڑی بہنوں) سیدہ زینب و رقیہ و ام کلثوم رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی اہل بیت رسول سے خارج قرار دیتے ہیں۔ شیعوں کے صحابہ کرام و اہل بیت کے بارے میں ایسے تمام عقائد و افکار کافرانہ اور گستاخانہ ہیں۔

علاوہ ازیں شیعہ حضرات اہل سنت سے تو توقع رکھتے ہیں کہ وہ عاشوراء محرم بلکہ پورے ماہ محرم میں سادگی سے نکاح بھی نہ کریں مگر خود شیعہ حضرات امام و خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یوم وفات (22 جمادی الثانی) پر دھوم دھام سے شادی بیاہ کرتے ہیں، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم داماد ابوبکر ہیں، اور سیدنا ابوبکر سب سے پہلے مسلمان مرد، مصدق رسول، یار غار، رفیق ہجرت، جامع قرآن اور مدفون روضہ رسول ہیں۔ بقول علامہ اقبال۔ ثانی اسلام و غار و بدر و قبر۔

چنانچہ قرآن نے سیدنا ابوبکر کو ثانی اثنین، صاحب رسول اور نبی کے ہمراہ معیت الٰہی کا حامل قرار دے کر ان کے افضل الناس بعد الانبیاء ہونے کی تصدیق کر دی، اور ان کی امامت و خلافت کا اشارہ دے دیا۔

ثانی اثنین اذھما فی الغار اذیقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا (التوبة:40)۔

دو میں سے دوسرے جب وہ دونوں غار ثور میں تھے جب آپ اپنے صاحب (ساتھی) سے کہہ رہے تھے فکر نہ کریں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف انہیں اپنی جگہ امام نماز مقرر فرمایا بلکہ آخر میں انہیں امامت نماز کے مصلی سے ہٹائے بغیر ان کے دوش بدوش نماز ادا فرمائی نیز ان کے بارے میں فرمایا۔

1۔ ابوبکر و عمر سیدا کھول الجنة من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین۔ (رواه الترمذی و ابن ماجة، مشکاة المصابیح، باب مناقب ابی بکر و عمر۔

ترجمہ: ابوبکر و عمر نبیوں اور رسولوں کے علاوہ اول و آخر تمام بزرگان جنت کے سردار ہیں۔

2۔ ان من امن الناس علی فی صحبته و ماله ابوبکر۔ (متفق علیه، مشکاة المصابیح، باب مناقب ابی بکر)۔

ترجمہ: مجھ پر جس شخص کی صحبت اور مال کا سب لوگوں سے زیادہ احسان ہے وہ ابوبکر ہیں۔

3۔ انت صاحبی فی الغار و صاحبی علی الحوض۔ (رواه الترمذی، مشکاة، باب مناقب ابی بکر)۔

ترجمہ: آپ غار ثور میں میرے ساتھی تھے، اور حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ ہوں گے۔

ب۔ یکم محرم کو امام و خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کی یاد بھی شیعہ حضرات نہیں مناتے اور نہ مجالس محرم میں شہادت عمر کا شہادت حسین کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، بلکہ سیدنا عمر کو مسجد نبوی میں امامت نماز فجر کے وقت وار کرکے شہید کرنے والے ایرانی مجوسی ابولؤلؤ فیروز پارسی کی قبر "مزار حضرت ابولؤلؤ" کے نام سے ایرانی صوبہ خوزستان میں موجود ہے اور ایران میں صدیوں سے "عید عمر کشان" (قاتلین عمر کا جشن) منایا جاتا رہا ہے۔ حتی کہ عمر فاروق کے قاتل فیروز کے نام پر شیعہ اپنے بچوں کے نام بڑی خوشی سے رکھتے ہیں، اور اسی نسبت سے فیروزہ پتھر کو بھی مبارک سمجھتے ہیں، حالانکہ سیدنا عمر فاروق کے اسلام لانے کی دعا خود نبی علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ لہٰذا حضرت عمر مراد رسول ہیں۔ نیز نبی علیہ السلام آپ کی بیٹی سیدہ حفصہ کے شوہر اور داماد عمر ہیں۔ قبول اسلام سے شہادت تک آپ کی عظیم الشان خدمات کا اعتراف غیر مسلم مؤرخین بھی کرتے ہیں۔ آپ مدفون روضہ رسول اور حدیث نبوی کے مطابق سیدنا ابوبکر کے ہمراہ بزرگان جنت کے سردار ہیں، اور آپ کے بارے میں نبی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا:-

لوکان بعدی نبیا لکان عمر۔ (الترمذی، مشکاة، باب مناقب عمر)۔

ترجمہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔

ج۔ 18 ذوالحج (35ھ) امام و خلیفہ سوئم، دوہرے داماد رسول، جامع قرآن، شہید مظلوم سیدنا عثمان غنی ذوالنورین کا یوم شہادت ہے، جن کا پچاس دن تک محاصرہ کرکے پانی کی رسد تک بند رکھی گئی اور مجوسی و سبائی سازشیوں نے جمعہ کے روز عصر کے وقت روزہ کی حالت

میں تلاوت قرآن کرتے ہوئے اسی سال سے زائد عمر میں اس بے دردی سے شہید کیا کہ ان کی زوجہ محترمہ سیدہ نائلہ کی انگلیاں کٹیں' سیدنا عثمان کا خون قرآن مجید پر گرتا رہا اور لاکھوں مربع میل کے حکمران خلیفہ راشد کی لاش تین دن تک بے گوروکفن پڑی رہی' جنھوں نے اپنی جان دے دی مگر مدینہ الرسول میں خونریزی گوارا نہ کی' جنہیں نبی علیہ السلام نے اس مصیبت کی پیشگی اطلاع دے کر صبر کرنے کی نصیحت فرمائی تھی' (مشکاۃ' باب مناقب عثمان)۔ اور جو یکے بعد دیگرے نبی علیہ السلام کی دو بیٹیوں سیدہ رقیہ و ام کلثوم کے شوہر اور نواسہ رسول سیدنا عبداللہ بن عثمان کے والد تھے۔ نیز نبی و علی کی پھوپھی زاد بہن کے فرزند تھے۔ مدینہ میں میٹھے پانی کا کنواں خریدنے سے غزوہ تبوک کا سازوسامان مہیا کرنے اور صلح حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان تک کئی موقعوں پر نبی علیہ السلام نے ان کو جنت کی بشارت دی۔ **(عثمان فی الجنۃ' مشکاۃ' باب مناقب العشرۃ۔)** اور یہ بھی فرمایا:۔

لکل نبی رفیق و رفیقی یعنی فی الجنۃ عثمان۔ (مشکاۃ' باب مناقب عثمان' رواہ الترمذی و ابن ماجۃ)۔

ترجمہ: ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرے رفیق عثمان ہوں گے۔

اس جلیل القدر امام امامت کے یوم شہادت پر شیعہ' ایران و پاکستان وغیرہ میں "جشن غدیر خم" مناتے ہیں' کیونکہ بقول شیعہ اس روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خم نامی تالاب کے مقام پر "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" فرماکر حضرت علی کی امامت و خلافت کا اعلان کیا تھا' حالانکہ اس حدیث کا علماء اہلسنّت کے نزدیک امامت و خلافت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ "جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں۔" چنانچہ "یوم شہادت عثمان" شیعوں کے نزدیک "یوم جشن غدیر خم" ہے۔

د۔ 22 رجب (60ھ) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یوم وفات ہے' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ کے بھائی' جلیل القدر صحابی رسول اور کاتب وحی ہیں۔ آپ کے بارے میں نبی علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ:

1۔ اللهم اجعله هاديا' و مهديا' و اهد به۔ (مشکاۃ' باب جامع المناقب)۔

ترجمہ: اے اللہ انہیں راستہ دکھانے والا مہدی بنا اور ان کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔

2۔ اللهم علمه الكتاب و الحساب و قه العذاب (کنز العمال' جلد 7' ص 87)۔

ترجمہ: اے اللہ انہیں حساب و کتاب کا علم دے اور عذاب سے محفوظ رکھ۔

3۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندری جنگ کرے گا اس کے لئے مغفرت واجب ہے۔

(اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا۔ صحیح البخاری' کتاب الجہاد)۔

اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ پہلا بحری بیڑہ سیدنا معاویہ نے تیار کروایا اور انہی کی قیادت میں قبرص کو بحری راستے سے حملہ کرکے بالآخر فتح کرلیا گیا۔

مگر شیعہ حضرات یوم وفات سیدنا معاویہ (بروایت 22 رجب) کو کونڈوں کے نام پر خوشی مناتے اور حلوہ و دیگر اشیاء کی نیاز دیتے ہیں' حالانکہ اس دن کا سیدنا جعفر صادق سے کوئی تعلق ثابت نہیں' بلکہ بعض شیعہ روایات کے مطابق یہ نیاز وفات امیر شام (امیر معاویہ) پر خوشی منانے کی قدیم شیعہ روایت ہے جو آج تک چلی آرہی ہے۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔

غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی' صحابی رسول سیدنا معاویہ کی بیس سالہ عظیم الشان خلافت کے بارے میں فرماتے ہیں:

واما خلافة معاوية فثابتة صحيحة بعد موت علی و بعد خلع الحسن بن علی رضی الله تعالی عنهما نفسه عن الخلافة و تسليمها الی معاوية۔ (غنیۃ الطالبین' ص 172)۔

ترجمہ: حضرت علی کی وفات اور حضرت حسن بن علی رضی عنہما کے خلافت سے دستبردار ہوکر اسے حضرت معاویہ کے سپرد کردینے کے بعد حضرت معاویہ کی خلافت درست اور ثابت شدہ ہے۔

ھ۔ سیدنا طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے یوم شہادت (15 جمادی الثانی 36ھ) پر بھی شیعہ بڑی دھوم دھام سے شادی بیاہ کرتے ہیں' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی

شہادت کی پیش گوئی فرمائی تھی اور (**طلحة فی الجنة والزبیر فی الجنة۔ مشکاۃ' باب مناقب العشرۃ**)۔ (طلحہ جنتی ہیں اور زبیر جنتی ہیں) کے علاوہ فرمایا۔ **قاتل الزبیر فی النار**۔ (زبیر کا قاتل جہنمی ہے)۔ سیدنا علی نے بھی جنگ جمل میں دونوں کو دھوکے سے شہید کرنے والے قاتلین طلحہ و زبیر پر لعنت بھیجی اور فرمایا۔ "**وددت انی مت قبل هذا الیوم بعشرین سنة**" (کاش میں آج کے دن سے بیس سال پہلے مرگیا ہوتا)۔ (علی شریعتی' قاسطین مارقین ناکثین' ص 112' تہران' انتشارات قلم آبانماہ 1358)۔

و۔ اسی طرح ام المومنین سیدہ عائشہ کے یوم وفات (17 رمضان 58ھ) کو بھی شیعہ اس حوالے سے قابل احترام نہیں سمجھتے' نہ ان کی وفات و خدمات کا تذکرہ کرتے ہیں' حالانکہ ان کی شان میں نہ صرف سورہ نور کی آیات نازل ہوئیں بلکہ انہی کے حجرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری ایام گزارے اور یہی حجرہ عائشہ روضہ رسول قرار پایا۔ سیدہ عائشہ نے وفات نبوی کے بعد سینتالیس برس تک (11-58ھ) ہزاروں صحابہ و تابعین کو قرآن و حدیث' فقہ و تفسیر اور دیگر علوم شریعت کی تعلیم دی' اور جس نبی نے سیدہ فاطمہ کو خاتون جنت قرار دیا' اسی نبی نے سیدہ عائشہ کے بارے میں فرمایا۔

1۔ **لاتئوذینی فی عائشة۔ (متفق علیه' مشکاۃ المصابیح' باب مناقب ازواج النبی)۔**

ترجمہ: عائشہ کے بارے میں مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ۔

2۔ **فضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔ (متفق علیه' مشکاۃ' باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء علیهم السلام)۔**

ترجمہ: عائشہ کو تمام عورتوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید (عربوں کا عمدہ ترین کھانا) کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

3۔ سیدہ فاطمہ سے سیدہ عائشہ کے بارے میں فرمایا:۔

"**یابنیة الاتحبین ما احب؟ قالت بلی' قال فاحبی هذه۔ (متفق علیه' مشکاۃ' باب مناقب ازواج النبی)۔**

ترجمہ: اے بیٹی کیا جس سے مجھے محبت ہے تو اس سے محبت نہیں رکھے گی۔ (سیدہ فاطمہ نے) فرمایا ہاں کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا پس اس خاتون (عائشہ) سے محبت رکھ۔

4۔ جبریل علیہ السلام نے سیدہ عائشہ کے بارے میں نبی علیہ السلام سے فرمایا:۔

"**هذه زوجتک فی الدنیا والآخرة۔ (مشکاۃ۔ باب مناقب ازواج النبی' رواہ الترمذی)۔**

ترجمہ: یہ دنیا اور آخرت میں آپ (ص) کی زوجہ ہیں۔

ز۔ حب اہل بیت کا دعوی کرنے والے شیعہ سب سے بڑے داماد رسول سیدنا ابوالعاص بن ربیع الاموی شوہر سیدہ زینب بنت رسول (ص) کی خدمات و شہادت کو بھی قابل احترام نہیں سمجھتے اور نہ ان کی یاد مناتے ہیں' حالانکہ وہ نواسہ رسول' سیدنا علی کے والد ہیں' جو فتح مکہ کے موقع پر اپنے نانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہو کر مکہ میں داخل ہوئے۔ (الاصابہ' الاستیعاب' وکتاب نسب قریش)۔ نیز آپ نواسی رسول سیدہ امامہ کے والد ہیں۔ سیدہ زینب کی وفات کے بعد انہوں نے دوسری شادی کرنے کی بجائے جہاد میں شرکت فرما کر شہادت پائی (م 13ھ) اور مکہ میں شعب ابی طالب میں بنوہاشم کے بائیکاٹ کے تین سالوں میں یہی ابوالعاص پابندیوں کے باوجود اپنے غلے سے لدے اونٹ شعب ابی طالب میں ہانک کر بنو ہاشم کے خورد و نوش کا انتظام فرماتے رہے' جس پر خوش ہو کر شیعہ روایات کے مطابق بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"ابوالعاص نے ہماری دامادی کا حق ادا کر دیا۔ (ناسخ التواریخ' جلد دوم' ص 518)۔

سیدنا ابوالعاص نہ صرف سیدہ خدیجہ کے بھانجے اور سیدہ فاطمہ کے بہنوئی و خالہ زاد تھے' بلکہ سیدہ فاطمہ کی وصیت کے مطابق سیدنا علی نے سیدہ فاطمہ کی بھانجی امامہ بنت ابی العاص سے شادی کی اور جس طرح سیدہ زینب نے اپنی والدہ سیدہ خدیجہ کی وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ بھال اور سیدہ فاطمہ کی پرورش کی تھی اسی طرح سیدہ امامہ بنت زینب نے اپنے خالہ زاد حسن و حسین کی پرورش فرمائی' چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بڑی بیٹی سیدہ زینب کے بارے میں ارشاد ہے۔

"**هی افضل بناتی**" (یہ میری زیادہ فضیلت والی بیٹی ہے)

انہی سیدہ امامہ کے بچپن کے بارے میں روایت ہے:۔

عن ابی قتادة الانصاری ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی و هو حامل امامة بنت زینب بنت رسول الله و لابی العاص ابن

التربیع۔ فاذا سجد وضعها و اذا قام حملها۔ (صحیح البخاری، جلد اول، ص 74)۔

ترجمہ: ابوقتادہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ، دختر ابوالعاص کو اٹھائے ہوئے جب سجدہ فرماتے تو انہیں نیچے اتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو وہ دوبارہ سوار ہو جاتیں۔

مگر ان تمام خدمات و احسانات کا بدلہ شیعوں نے یوں دیا کہ نہ کبھی شہادت ابوالعاص (13ھ) کو یاد رکھا اور نہ ہی نواسی رسول امامہ بنت ابی العاص زوجہ علی بن ابی طالب کی یاد منائی، نہ ہی ان کی والدہ سیدہ زینب اور ان کی بہنوں سیدہ رقیہ و ام کلثوم کو یاد رکھا، جبکہ سیدہ رقیہ کا مقام یہ ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر سیدنا عثمان کو اپنی زوجہ سیدہ رقیہ بنت رسول کی تیمارداری کا حکم دے کر نبی علیہ السلام نے اس تیمارداری کو غزوہ بدر میں شرکت کے برابر قرار دیا (صحیح البخاری، باب مناقب عثمان) اور بدر سے واپسی پر دو دفعہ ہجرت کی سختیاں برداشت کرنے والی اپنی اس پیاری بیٹی کی وفات و تدفین کی خبر سن کر آپ صدمے سے نڈھال ہوگئے۔ تیسری بیٹی سیدہ ام کلثوم زوجہ عثمان غنی کا مقام و خدمات بھی عظیم الشان ہیں۔

ان دختران پیغمبر کے ساتھ مزید ظلم شیعوں نے یہ کیا کہ اپنے ہی قدیم مؤرخین کے برعکس انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سوتیلی بیٹیاں قرار دے دیا، تاکہ سیدنا ابوالعاص کا اول داماد رسول اور ان کے بعد سیدنا عثمان کا دوہرا داماد رسول ہونا ثابت نہ ہو اور سیدنا علی تیسرے کی بجائے واحد داماد رسول قرار پائیں، (انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حالانکہ کسی معمولی سے معمولی شیعہ کی بیٹیوں کو بھی ان کے باپ کی بجائے کسی اور باپ کی طرف نسبت دی جائے تو اس کی غیرت گوارا نہیں کرتی مگر آقائے دو جہاں نبی آخرالزماں کے ساتھ اس گستاخی و توہین کی جسارت شیعوں نے بڑی بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ کی ہے۔

عمومی شیعی پروپیگنڈہ کے برعکس سیدہ زینب و رقیہ و ام کلثوم کے بھی سیدہ فاطمہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی بیٹیاں ہونے کے ثبوت و تائید میں ضمناً بعض ناقابل تردید شیعی روایات ملاحظہ ہوں:۔

1۔ تزوج خدیجة وهو ابن بضع و عشرین سنة۔ فولد له منها قبل مبعثه

القاسم و رقیة و زینب و ام کلثوم وولد له بعد المبعث فاطمة علیها السلام۔

وروی ایضا۔ انه لم یولد بعد المبعث الا فاطمة وان الطیب والطاهر ولدا قبل مبعثه۔ (صافی شرح اصول الکافی)۔

ترجمہ:۔ آپ(ص) نے خدیجہ سے شادی کی جبکہ آپ کی عمر بیس اور تیس برس کے درمیان تھی۔ پس ان کے بطن سے بعثت سے پہلے آپ کی اولاد میں سے قاسم و رقیہ و زینب و ام کلثوم اور بعثت کے بعد فاطمہ علیہا السلام پیدا ہوئے۔

اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ بعثت کے بعد صرف فاطمہ پیدا ہوئیں جبکہ طیب و طاہر دونوں بعثت سے پہلے پیدا ہوئے۔

2۔ درحدیث معتبر از امام جعفر صادق منقول است.....

خدیجہ اورا خدا رحمت کند.... از من طاہر و مطہر بہم رسانید کہ او عبداللہ بود و قاسم را آورد، و رقیہ و فاطمہ و زینب و ام کلثوم ازو بہم رسید۔

(باقر مجلسی، حیات القلوب، جلد دوم، باب 5، ص 82)۔

ترجمہ:۔ مستند حدیث میں امام جعفر صادق سے منقول ہے.....

خدیجہ پر اللہ کی رحمت ہو..... انہوں نے میرے طاہر و مطہر بیٹوں قاسم و عبداللہ کو جنم دیا۔ نیز میری رقیہ و فاطمہ و زینب و ام کلثوم بھی انہی کے بطن سے پیدا ہوئیں۔

3۔ سیدنا علی سیدنا عثمان کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:۔

وانت اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و شیجة رحم منهما۔ وقد نلت من صهره مالم ینالا۔ (نہج البلاغة، طبع مصر، جلد، 2، ص 85)۔

ترجمہ:۔ اور آپ ان دونوں (ابوبکر و عمر) کی نسبت خاندانی رشتہ کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب (پھوپھی زاد بہن کے بیٹے) ہیں۔ نیز آپ کو ان(ص) کی دامادی کا شرف حاصل ہے جو ان دونوں کو حاصل نہیں۔

4۔ شیعہ مفکر ایران ڈاکٹر علی شریعتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیوں اور دو بیٹوں کی ولادت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''ہمہ در انتظار اند تا ازیں خانہ پسرانی برومند بیرون آیند وبہ خاندان عبدالمطلب و خانوادہ

محمد قدرت و اعتبار و استحکام بخشند۔

فرزند نخستین دختر بود۔۔ زینب۔

امام خانوادہ در انتظار پسر است۔

دومی دختر بود۔۔۔ رقیہ۔

انتظار شدت یافت و نیاز شدید تر۔

سومی۔۔۔۔۔ ام کلثوم۔

دو پسر قاسم و عبداللہ آمدند۔ مژدہ بزرگی بود۔ امانہ درخشیدہ افول کردند۔

واکنون دریں خانہ سہ فرزند است و ہر سہ دختر....

اما.... باز ھم دختر۔ نامش را فاطمہ گزاشتند"۔

(دکتر علی شریعتی' فاطمہ فاطمہ است' تہران' سازمان انتشارات حسینیہ ارشاد' طبع دوم' تیر ماہ 1356)۔

ترجمہ:۔ سب لوگ انتظار میں ہیں کہ اس گھرانے سے آبرو مند فرزند نمودار ہوں اور خاندان عبدالمطلب و خانوادہ محمد(ص) کو قوت و استحکام و معتبر مقام بخشیں۔

پہلا بچہ پیدا ہوا تو وہ لڑکی تھی۔۔ زینب۔

مگر خاندان کو تو بیٹے کا انتظار ہے۔

دوسری مرتبہ بھی بیٹی پیدا ہوئی۔۔ رقیہ۔

انتظار شدید ہو گیا اور ضرورت شدید تر۔

تیسری مرتبہ۔۔۔۔۔ ام کلثوم۔

دو بیٹے قاسم و عبداللہ پیدا ہوئے' یہ بہت بڑی خوشخبری تھی مگر وہ پروان چڑھے بغیر ہی وفات پاگئے۔

اور اب اس گھر میں تین بچے ہیں اور تینوں ہی بیٹیاں....

.....ایک بار پھر لڑکی ہی پیدا ہوئی۔ جس کا نام فاطمہ رکھا گیا۔

ان تمام مستند شیعی حوالہ جات کی موجودگی میں عمومی شیعی پراپیگنڈہ کے تحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تین سگی بیٹیوں (سیدہ زینب و رقیہ و ام کلثوم) کو بالعموم سوتیلی قرار دینا اور سیدنا ابوالعاص و عثمان کو واجب الاحترام داماد رسول(ص) تسلیم نہ کرنا' اہل تشیع کے خبث

باطن اور ناانصافی کا بین ثبوت ہے۔

واضح رہے کہ اولاد و ازواج رسول (ص) اور ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام(رض) کے بارے میں شیعوں کا یہ رویہ شیعوں کی ان روایات پر مبنی ہے جو ان کی کتب حدیث و تفسیر میں اماموں سے غلط طور پر منسوب کی گئی ہیں۔ مثلاً شیعہ حدیث کی مستند ترین کتاب "الکافی" جس کے بارے میں شیعوں کا دعوی ہے کہ بارہویں امام مہدی نے یہ فرمایا:۔ (ھذا کاف لشیعتنا۔ یہ ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے) اس میں روایت ہے کہ سیدنا علی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلا امام و خلیفہ نہ ماننے کی وجہ سے بنو ہاشم سے باہر تین چار افراد کے سوا ایک لاکھ سے زائد تمام کے تمام صحابہ کرام مرتد اور خارج از ایمان و اسلام قرار پائے۔ لہٰذا نہ تو ان سے قرآن و حدیث و تفسیر وغیرہ شرعی علوم کی روایات قابل قبول ہیں اور نہ ہی وہ قابل احترام ہیں بلکہ معاذاللہ سب کے سب قابل مذمت اور دشمنان علی ہیں۔ بطور اشارہ یہاں صرف ایک شیعہ حدیث نقل کی جارہی ہے۔ کتاب الکافی دیکھیں تو اس میں ایسی بے شمار خرافات موجود ہیں جو کوئی محترم امام ہرگز نہیں کہہ سکتا۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال: کان الناس اہل ردۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ الا ثلاثۃ۔ فقلت و من الثلاثۃ؟ فقال المقداد بن الاسود و ابوذر الغفاری و سلمان الفارسی رحمۃ اللہ علیہم و برکاتہ۔ (فروع الکافی' جلد 3' کتاب الروضۃ' ص 115)۔

ترجمہ: ابو جعفر (یعنی امام باقر) علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تین کے سوا تمام لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ (راوی کہتا ہے) پس میں نے عرض کیا کہ وہ تین کون تھے تو آپ نے فرمایا۔ مقداد بن اسود' ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رحمتہ اللہ علیہم و برکاتہ۔

اہل بیت رسول (ص) بمطابق عقیدہ اہل سنت

ازواج نبی (ص) امہات المئومنین (رض)

1۔ ام المئومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ بنت خویلد، رضی اللہ عنہا

2۔ ام المئومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ، رضی اللہ عنہا

3۔ ام المئومنین سیدہ عائشہ الصدیقہ بنت ابی بکر الصدیق، رضی اللہ عنہا

4۔ ام المئومنین سیدہ حفصہ بنت عمر الفاروق، رضی اللہ عنہا

5۔ ام المئومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ، رضی اللہ عنہا

6۔ ام المئومنین سیدہ زینب بنت جحش، رضی اللہ عنہا

7۔ ام المئومنین سیدہ ام سلمہ بنت سہیل، رضی اللہ عنہا

8۔ ام المئومنین سیدہ جویریہ بنت الحارث، رضی اللہ عنہا

9۔ ام المئومنین سیدہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان ہمشیرہ سیدنا معاویہ، رضی اللہ عنہا

10۔ ام المئومنین سیدہ صفیہ بنت حی بن اخطب، رضی اللہ عنہا

11۔ ام المئومنین سیدہ میمونہ بنت الحارث، رضی اللہ عنہا

12۔ ام المئومنین سیدہ ماریہ القبطیہ ام ابراہیم، رضی اللہ عنہا

اولاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم

13۔ سیدنا قاسم (طاہر) رضی اللہ عنہ

14۔ سیدنا عبداللہ (طیب) رضی اللہ عنہ

15۔ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ

16۔ سیدہ زینب زوجہ سیدنا ابوالعاص بن ربیع الاموی القرشی، رضی اللہ عنہا

17۔ سیدہ رقیہ زوجہ سیدنا عثمان بن عفان الاموی القرشی، رضی اللہ عنہا

18۔ سیدہ ام کلثوم زوجہ سیدنا عثمان بن عفان الاموی القرشی، رضی اللہ عنہا

19۔ سیدہ فاطمہ زوجہ سیدنا علی ابن ابی طالب الھاشمی القرشی، رضی اللہ عنہا

نواسے اور نواسیاں

20۔ سیدنا علی بن ابی العاص و زینب، رضی اللہ عنہما

21۔ سیدنا عبداللہ بن عثمان و رقیہ، رضی اللہ عنہما

22۔ سیدنا حسن بن علی و فاطمہ، رضی اللہ عنہما

23۔ سیدنا حسین بن علی و فاطمہ، رضی اللہ عنہما

24۔ سیدہ امامہ بنت ابوالعاص و زینب زوجہ سیدنا علی بن ابی طالب، رضی اللہ عنہما

25۔ سیدہ ام کلثوم بنت علی و فاطمہ زوجہ سیدنا عمر فاروق، رضی اللہ عنہما

26۔ سیدہ زینب بنت علی و فاطمہ زوجہ سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار، رضی اللہ عنہما

27۔ سیدہ رقیہ بنت علی و فاطمہ (بچپن میں وفات پائی) رضی اللہ عنہما۔

1- شیعہ کتب حدیث اور صحابہ کرام (رض)

شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کی کتب حدیث میں ان کے نزدیک سب سے زیادہ مستند ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی (م 328ھ) کی کتاب "الجامع الکافی" ہے، جس کا نام رکھنے کے بارے میں اثنا عشری شیعوں کے بارہویں امام مہدی کا یہ قول روایت کیا جاتا ہے:

"قال امام العصر و حجة الله المنتظر عليه سلام الله الملك الاكبر فی حقه: هذا كاف لشيعتنا۔"

ترجمہ: امام زمانہ و حجت اللہ المنتظر' ان پر شہنشاہ عظیم اللہ تعالیٰ کا سلام ہو' نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا: یہ ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔"

اہل تشیع کی حدیث کی اس معتبر ترین کتاب میں جو تمام شیعہ کتب کا منبع و ماخذ اول ہے۔ سیدنا ابوبکر و عمر نیز دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین کے بارے میں بارہ اماموں سے منسوب بہت سی ایسی احادیث درج ہیں جن کے مطابق ننانوے فیصد صحابہ کرام کفر و نفاق و ارتداد اور ظلم و سرکشی کے مرتکب قرار پاتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)۔ ان میں سے بعض روایات شیعہ فرقہ کی جانب سے بغض صحابہ اور صحابہ کرام کی شان میں گستاخی و تبرا کے ثبوت کے طور پر بطور مثال پیش کی جارہی ہیں' تاکہ ناواقف اہل سنت ان کے لئے نرم گوشہ رکھنے سے پہلے حقیقت حال سے واقف ہو کر فیصلہ کرسکیں۔ (نقل کفر کفر نباشد)۔

1- ابوبکر کی خلافت کی بیعت سب سے پہلے شیطان ابلیس نے کی (معاذ اللہ)

ابو جعفر کلینی نے کتاب "الکافی" کے آخری حصہ کتاب الروضہ میں ایک طویل روایت درج کی ہے، جس کے مطابق سلمان فارسی نے ایک اجنبی بزرگ کو ابوبکر کی بیعت کرتے دیکھا تو حضرت علی کے پاس آکر ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا:

ذلك ابليس لعنه الله۔ (وہ ابلیس ملعون تھا)

پھر سلمان فارسی سے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ابوبکر کے بارے میں بتادیا تھا' کہ لوگ سقیفہ بنی ساعدہ میں علی کی امامت و خلافت قبول کرنے کے بجائے ابوبکر کو خلیفہ بنائیں گے' پھر سب لوگ مسجد نبوی میں آجائیں گے' اور وہاں بیعت کرنے والوں میں سب سے پہلا ابلیس ہو گا۔

"اول من يبايعه على منبری ابليس لعنه الله فی صورة شيخ"۔

(الکافی' کتاب الروضة)۔

ترجمہ: سب سے پہلے میرے منبر پر اس (ابوبکر) کی بیعت کرنے والا ابلیس ملعون ہو گا جو ایک بزرگ کی شکل میں آئے گا۔

2- شیخین (ابوبکر و عمر) پر خدا' فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

"کلینی کی کتاب" الروضہ میں روایت ہے کہ امام باقر کے ایک مخلص مرید نے شیخین (ابوبکر و عمر) کے بارے میں ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

"ما تسئالنی عنهما' مامات منا میت الا ساخطا علیهما یوصی بذلک الکبیر منا الصغیر' انهما ظلمنا حقنا' و کانا اول من رکب اعناقنا' والله ما من بلیة ولا قضیة تجری علینا الا هما اسسا اولهما فعلیهما لعنة الله و الملائکة و الناس اجمعین"۔ (الکافی' کتاب الروضة' ص 115)۔

ترجمہ: تم ان دونوں کے بارے میں مجھ سے کیا پوچھتے ہو ہم اہل بیت میں سے جو بھی دنیا سے گیا ان دونوں سے سخت ناراض گیا ہے۔ ہم میں سے ہر بڑے نے چھوٹے کو اس کی وصیت کی ہے۔ ان دونوں نے ظالمانہ طور پر ہمارا حق مارا۔ یہ دونوں سب سے پہلے ہم اہل بیت کی گردنوں پر سوار ہوئے۔ ہم اہل بیت پر جو بھی مصیبت اور آفت آتی ہے' اس کی بنیاد انہی دونوں نے ڈالی ہے۔ لہٰذا ان دونوں پر اللہ' فرشتوں اور تمام بنی نوع انسان کی لعنت ہے۔

3- ابوبکر و عمر' برادران یوسف علیہ السلام سے بھی بدتر ہیں (معاذ اللہ)

یعقوب علیہ السلام کے جن بیٹوں نے اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینکا تھا' ان کے بارے میں اسی مخلص مرید کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا وہ نبی تھے؟ امام باقر نے فرمایا:

لا ولكنهم كانوا اسباطا اولاد الانبياء' ولم يكن يفارق الدنيا الا سعداء تابوا و تذكروا ماصنعوا۔ وان الشيخين فارقا الدنيا ولم يتوبا ولم يتذكرا ماصنعا بامير المومنين عليه السلام۔ فعليهما لعنة الله و الملائكة و الناس اجمعين۔ (كتاب الروضة ص 115 طبع لكهنئو)۔

ترجمہ: (یعقوب علیہ السلام کے وہ بیٹے) نبی تو نہیں تھے البتہ اولاد انبیاء میں سے تھے'

لیکن ان میں سے ہر ایک دنیا سے خوش نصیبی کی حالت میں رخصت ہوا' کیونکہ انہوں نے (یوسف علیہ السلام کے ساتھ) جو ظلم کیا تھا' اس کو یاد رکھا اور توبہ کرلی۔

لیکن شیخین (ابوبکر و عمر) نے دنیا کو اس حال میں چھوڑا کہ انہوں نے جو ظلم امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا اس سے انہوں نے توبہ نہ کی اور اس کا خیال بھی نہیں کیا۔ لہٰذا ان پر اللہ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

4۔ ظہور مہدی تک تمام خون ناحق' کسب حرام اور زنا شیخین کی گردنوں پر

کتاب "رجال کشی" میں روایت نقل کی گئی ہے کہ امام باقر کے ایک مخلص مرید کیت بن زید نے امام موصوف سے عرض کیا کہ میں ان دونوں آدمیوں (ابوبکر و عمر) کے بارے میں آپ سے معلوم کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے فرمایا۔

"یاکمیت بن زید ما اهریق فی الاسلام محجمة دم ولا اکتسب مال من غیر حله' ولا نکح فرج حرام الا و ذلک فی اعناقهما الی یوم یقوم قائمنا۔" (رجال کشی' ص 135)۔

ترجمہ: اے کیت بن زید اسلام میں جن کا بھی ناحق خون بہایا گیا' جو بھی ناجائز مال کمایا گیا' اور جو بھی زنا ہوا یا ہوگا' ہمارے قائم (امام مہدی) کے ظاہر ہونے تک ان سب کا گناہ انہی دونوں (ابوبکر و عمر) کی گردنوں پر ہوگا۔

5۔ ابوبکر و عمر' منافق و کافر و ملعون ہیں (نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات)

کتاب الکافی کے آخری حصہ' "کتاب الروضہ" میں شیعوں کے ساتویں امام معصوم ابوالحسن موسی الکاظم کا ایک طویل مکتوب پوری سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔ اس میں شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنھما) کے بارے میں فرماتے ہیں:

"فلعمری لقد نافقا قبل ذلک' و ردا علی الله جل ذکره کلامه و هزیا برسول الله صلی الله علیه وآله' وهما الکافران علیهما لعنة الله والملائکة و الناس اجمعین۔" (الکافی' کتاب الروضة' ص 62' طبع لکھنئو)۔

ترجمہ: میں اپنی زندگی کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ وہ دونوں پہلے سے منافق تھے۔ انہوں نے اللہ جل ذکرہ کے کلام کو رد کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ تمسخر کیا۔ وہ

دونوں کافر ہیں' ان پر اللہ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

6۔ عمر فاروق نے اپنے زمانہ خلافت میں ام کلثوم بنت علی سے زبردستی نکاح کرلیا (معاذ اللہ)

شیعوں کے رئیس المحدثین ثقہ الاسلام ابوجعفر کلینی کی "فروع کافی" جلد دوم میں ایک مستقل باب ہے جس کا عنوان ہے۔ "باب فی تزویج ام کلثوم" (یعنی ام کلثوم کی شادی کا باب۔ اس باب میں امام جعفر صادق کے خاص شیعہ راوی جناب زرارہ سے روایت ہے اور یہ باب کی پہلی روایت ہے:

"عن زرارة عن ابی عبدالله علیه السلام فی تزویج ام کلثوم فقال: ان ذلک فرج غصبناه"۔ (فروع الکافی' باب فی تزویج ام کلثوم' روایت اولی)۔

ترجمہ: زرارہ نے ام کلثوم کی شادی کے بارے میں ابوعبداللہ (جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اس سلسلے میں فرمایا:

وہ ہماری عزت تھی جسے ہم سے زبردستی چھین لیا گیا۔

اصل عربی جملہ جسے زرارہ نے امام جعفر کا ارشاد بنا کر پیش کیا ہے۔ اس قدر شرمناک اور حیا سوز ہے کہ اس کا لفظی ترجمہ کرنا ممکن نہیں۔ اس شادی کے نتیجہ میں جو سیدنا علی اور سیدہ ام کلثوم کی رضامندی سے ہوئی' سیدنا عمر فاروق کا ایک بیٹا زید بھی پیدا ہوا۔ اگر اسے شیعہ روایت کے مطابق سیدہ ام کلثوم اور ان کے ولی سیدنا علی شیر خدا کی مرضی کے خلاف زبردستی کی شادی قرار دیا جائے تو اس سے سیدنا عمر کی شخصیت جس قدر مجروح ہوتی ہے اس کا تصور بھی محال ہے' لیکن اس روایت سے خود سیدنا علی شیر خدا اور ان کے اہل بیت کی بھی جس قدر توہین و تحقیر ہوتی ہے۔ اس کا کوئی مسلمان تو درکنار کوئی باغیرت انسان بھی تصور تک نہیں کرسکتا۔ اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا منظور نعمانی فرماتے ہیں:۔

"ناظرین کرام میں سے جو عربی داں ہیں انہوں نے تو سمجھ لیا ہوگا کہ یہ جملہ جو زرارہ صاحب نے امام جعفر صادق کا ارشاد بنا کر پیش کیا ہے' (ذلک فرج غصبناه) کس قدر شرمناک اور حیا سوز ہے' جو ہرگز کسی شریف آدمی کی زبان سے نہیں نکل سکتا۔ نیز یہ کہ اس سے خود

حضرت علی مرتضیٰ پر کتنا شدید الزام عائد ہوتا ہے' اور معاذ اللہ وہ کس قدر بزدل اور بے غیرت ثابت ہوتے ہیں۔" (ایرانی انقلاب' ص 211)۔

شیخ الاسلام علامہ محمد قمرالدین سیالوی سیدہ ام کلثوم کے سیدنا عمر سے نکاح کو ان کی باہمی محبت و الفت کی دلیل کے طور پر پیش فرماتے ہیں۔

"خلیفہ ثانی سیدنا امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو حضرت سیدنا امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کا رشتہ دینا اور ان کو شرف دامادی دینا کوئی کم مرتبہ دلیل نہیں" (مذہب شیعہ' ص 75)۔

شیعہ کتب حدیث میں جن شرمناک الفاظ میں اس شادی کا ذکر ہے' اس پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ سیالوی فرماتے ہیں۔

"اس نکاح کا ثبوت تقریباً اہل تشیع کی ہر کتاب میں موجود ہے' مگر جن الفاظ کے ساتھ اہل بیت کرام کی عقیدت کا دم بھرنے والوں نے اس نکاح کا اقرار کیا ہے' مجھے اللہ تعالی کی قسم ہے کوئی ذلیل سے ذلیل انسان بھی اپنے متعلق ان الفاظ کو برداشت نہیں کر سکتا' جن الفاظ کو اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان مدعیان تولی نے استعمال کیا ہے۔ کوئی شخص ان الفاظ کو دیکھ کر یہ بات تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کے الفاظ بدترین دشمن ہی منہ سے نکال سکتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اللہ کے مقبولوں کے متعلق یہ الفاظ استعمال کرنے والا اسی دنیا میں غرق کیوں نہیں ہو جاتا۔ (مذہب شیعہ' ص 72)۔

مذکورہ روایت کے شیعہ کتب میں موجود ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"اہل تشیع کی ام الکتاب یعنی "فروع الکافی" جلد 2' ص 141' سطر 7' مطبوعہ لکھنؤ' کسی بڑے مدعی تولی و معتقد اہل بیت سے سنئے۔ نیز ناسخ التواریخ' جلد 2' ص 363 اور صفحہ 364' سطر 1 ملاحظہ فرمائیں اور میری تمام تر معروضات کی تصدیق کریں کہ شان حیدری میں کس قدر بکواس اور سب و شتم شیعان علی نے کئے ہیں۔ کوئی بڑے سے بڑا بدبخت خارجی بھی ان کے حق میں اس قسم کے کلمات لکھنے کی جرات نہیں کرے گا۔ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ بکواس صرف اس لئے کئے ہیں کہ آپ نے سیدنا امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ کو رشتہ کیوں دیا ہے اور بس۔ کاش میرے بھولے بھالے برادران وطن شیعہ مذہب کی حقیقت سے واقف ہوتے۔" (مذہب شیعہ' ص 72)

اسی تسلسل میں مزید فرماتے ہیں۔

"اے سادات عظام خدا کے واسطے کچھ تو سوچو اور ضرور سوچو' جس مذہب کی اس قدر معتبر کتاب میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شان اقدس میں اس قسم کے بکواس ہوں جو آپ ذلیل سے ذلیل نوکر کو نہیں کہہ سکتے تو اس مذہب سے آپ نے کیا پھل پانا ہے۔ خدارا اپنی عاقبت تباہ نہ کرو"۔ (مذہب شیعہ' ص 72)۔

سیدنا عمر کے سیدہ ام کلثوم بنت علی سے نکاح کے بارے میں بعض اہل تشیع یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ عمر بن خطاب سیدہ فاطمہ کی سوتیلی والدہ (ام المومنین حفصہ بنت عمر) کے والد ہونے کی وجہ سے رشتہ کے لحاظ سے سیدہ فاطمہ کے نانا اور سیدہ ام کلثوم کے پرنانا لگتے تھے' لہٰذا شرعی طور پر اس شادی کی گنجائش نکل بھی آئے تو عقلی و معاشرتی لحاظ سے یہ روایت ناقابل قبول ہے۔ مگر یہی اہل تشیع سیدنا علی کے سیدنا ابوبکر کی بیوہ اسماء بنت عمیس سے نکاح کو شرعی و معاشرتی ہر لحاظ سے درست تسلیم کرتے ہیں' حالانکہ وہ سیدہ فاطمہ کی سوتیلی والدہ ام المومنین سیدہ عائشہ کی سوتیلی والدہ ہونے کی وجہ سے رشتے میں سیدہ فاطمہ کی نانی لگتی تھیں' مگر چونکہ شرعی لحاظ سے سیدنا علی کا ان سے نکاح حرام نہیں تھا' لہٰذا ان کا سیدہ اسماء سے نکاح شرعاً اسی طرح درست ہے جس طرح سیدنا عمر فاروق کا سیدہ ام کلثوم سے نکاح درست ہے اور عرب اسلامی معاشرے میں عجمی و ہندو معاشرے کے برعکس ایسی شادیاں قطعاً معیوب نہیں سمجھی جاتی تھیں۔

7۔ کفر و فسق و معصیت سے مراد خلیفہ اول و دوم و سوئم (ابوبکر و عمر و عثمان) ہیں۔

قرآن مجید کی ایک آیت مندرجہ ذیل ہے:۔

"وکرہ الیکم الکفر و الفسوق و العصیان"۔ (سورۃ الحجرات' الایہ 7)۔

ترجمہ: اور اس (اللہ) نے تمہارے لئے کفر' فسق اور گناہ و معصیت کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادق سے "اصول کافی" میں روایت ہے۔

"کرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان الاول و الثانی والثالث"۔

(صافی' شرح اصول الکافی' کتاب الحجۃ' جزء سوئم' حصہ ثانی' ص 110)۔

یعنی کفر سے مراد خلیفہ اول' فسوق سے خلیفہ دوم اور عصیان سے خلیفہ سوئم مراد ہیں۔
ملا خلیل قزوینی لکھتا ہے:۔ "مراد ابوبکر و عمر و عثمان است"۔
یعنی کفر' فسق اور گناہ و معصیت سے مراد ابوبکر و عمر و عثمان ہیں۔

8۔ جبت اور طاغوت سے ابوبکر و عمر مراد ہیں (معاذاللہ)

شیعوں کے خاتم المحدثین علامہ باقر مجلسی "کتاب الکافی" کے مؤلف علامہ کلینی نیز عیاشی صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ امام محمد الباقر نے درج ذیل آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "جبت" اور "طاغوت" (یعنی بت اور شیطان) سے مراد ابوبکر و عمر ہیں۔

"الم ترالی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یئومنون بالجبت و الطاغوت"۔

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب میں سے حصہ دیا گیا اور وہ بتوں اور طاغوت (شیطان) پر ایمان رکھتے ہیں۔
"حضرت فرمود کہ مراد بہ جبت و طاغوت دو بت منافقانند' ابوبکر و عمر"۔
ترجمہ: حضرت باقر نے فرمایا کہ جبت اور طاغوت سے مراد دو منافق بت ابوبکر و عمر ہیں۔
شیعہ روایت کے مطابق صحابہ کرام جن کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب تھی ان میں سے سیدنا علی اور ان کے اہل بیت کو چھوڑ کر تین کے علاوہ تمام کے تمام مرتد ہوگئے تھے۔ اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ چونکہ ان سب نے سیدنا علی کی اس امامت و خلافت کو جو اللہ و رسول کے حکم سے قائم ہوئی تھی ماننے سے انکار کردیا اور ان کے بجائے سیدنا ابوبکر کی شورائیت پر مبنی امامت و خلافت کی بیعت کرلی۔ لہٰذا وہ حکم خداوندی و نبوی کی خلاف ورزی اور اس کے خلاف بغاوت کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد قرار پائے۔
کتاب الکافی کے آخری حصہ "کتاب الروضہ" میں پانچویں امام باقر سے روایت ہے:

"قال: کان الناس اہل ردۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ الاثلاثۃ فقلت و من الثلاثۃ؟ فقال المقداد بن الاسود و ابوذر الغفاری و سلمان الفارسی رحمۃ اللہ علیہم و برکاتہ"۔ (الکافی' کتاب الروضۃ)۔

ترجمہ: امام باقر نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی وفات کے بعد تین کے سوا تمام لوگ مرتد ہوگئے تھے۔ (راوی کہتا ہے) میں نے عرض کیا کہ وہ تین کون تھے تو آپ نے فرمایا: مقداد بن اسود' ابوذر غفاری اور سلمان فارسی' ان پر اللہ کی رحمت اور برکات ہوں۔

10۔ تمام غیر شیعہ' بدکار عورتوں کی اولاد ہیں (لاحول ولا قوۃ)۔

ابوحمزہ ثمالی امام باقر سے روایت کرتا ہے:۔

"عن ابی جعفر علیہ السلام قال: قلت لہ: ان بعض اصحابنا یفترون و یقذفون من خالفہم۔ فقال لی: الکف عنہم اجمل۔ ثم قال: واللہ یا ابا حمزۃ: ان الناس کلہم اولاد البغایا ما خلا شیعتنا"۔ (الکافی' کتاب الروضۃ' طبع ایران' ص 285)۔

ترجمہ: راوی' ابوجعفر سے روایت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ میں نے ان سے عرض کیا کہ ہمارے بعض ساتھی مخالفین پر بدکاری کی تہمت اور بہتان لگاتے ہیں' تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے بارے میں زبان بند رکھنا بہتر ہے' پھر فرمایا:
اے ابوحمزہ' خدا کی قسم ہمارے شیعوں کے سوا تمام کے تمام لوگ بدکار عورتوں کی اولاد ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ان خرافات کا پڑھنا اور لکھنا بڑا اذیت ناک اور تکلیف دہ کام ہے لیکن ناواقف اہل سنت کو شیعیت کی حقیقت اور شیعی عقائد و نظریات سے واقف کرانا اپنا فرض سمجھ کر یہ تکلیف برداشت کی جارہی ہے۔
اس قسم کی سینکڑوں منفی شیعہ روایات و اقوال کے حوالہ سے یہ بات بھی واضح رہے کہ علماء اہل سنت کے نزدیک امام باقر' سیدنا جعفر الصادق اور دیگر ائمہ سے منسوب یہ تمام شیعہ روایات درحقیقت ان مقدس ہستیوں پر الزام اور بہتان ہیں' ورنہ مدینہ کے رہنے والے امام محمد الباقر و جعفر الصادق (م 148ھ) نیز دیگر ائمہ بھی امام ابو حنیفہ (م 150ھ) امام مالک (م 179ھ) امام شافعی (م 204ھ) اور امام احمد بن حنبل (م 241ھ) اور دیگر ائمہ اہل سنت کی طرح محبان صحابہ و صحیح العقیدہ بزرگان دین تھے' جن کے ساتھ شیعہ نادان دوست یا درپردہ دشمن کا کردار ادا کرتے ہوئے ان کی شخصیات کو مسخ کرنے کی جسارت کررہے ہیں' اور ساتھ

ہی اس قسم کی سینکڑوں زہریلی روایات کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی توہین و تذلیل اور تفسیق و تکفیر کے مرتکب قرار پاکر اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں' جبکہ سیدنا جعفر الصادق کا یہ قول بھی انہیں معلوم ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ولدنی ابو بکر مرتین" (ابو بکر نے مجھے دو مرتبہ جنم دیا)۔

اس قول سے آپ کا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ آپ کے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر اور نانی اسماء بنت عبد الرحمن بن ابی بکر دونوں سیدنا ابو بکر کے پوتا اور پوتی تھے' جبکہ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ (ام فروہ) انہی دو ہستیوں کی صاحبزادی اور سیدنا محمد الباقر کی زوجہ تھیں۔ لہٰذا سیدنا محمد الباقر کے اپنی اہلیہ محترمہ کے جد امجد اور سیدنا جعفر الصادق کے اپنے ننھیالی جد امجد سیدنا ابو بکر کے بارے میں منفی اقوال بیان کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اور اسی طرح سیدنا عمر و عثمان سمیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیز سیدنا علی و فاطمہ کے دیگر قریبی رشتہ داروں کے بارے میں اہل تشیع کا اپنے ائمہ سے منفی اقوال و روایات منسوب کرنا بھی قابل قبول نہیں کیونکہ یہ بات نہ صرف شرف قرابت' اخلاق اسلامی اور شرف انسانیت ہر لحاظ سے ناقابل یقین ہے بلکہ اس سے خود ائمہ شیعہ کا آباؤ اجداد کے حوالہ سے نام و نسب اور خاندانی عزت و وقار بھی مجروح قرار پاتا ہے' مگر اس عقلی و منطقی اور مذہبی و معاشرتی استدلال کو نظرانداز کر کے اہل تشیع کا خلفائے راشدین' امہات المومنین' نیز دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے بارے میں ائمہ سے منسوب سینکڑوں ہزاروں منفی اور زہریلی روایات و اقوال کو درست قرار دینا اور ان پر شیعی مذہب کی بنیاد رکھنا انتہائی افسوس ناک' قابل مذمت اور حیرت انگیز ہے۔ واللہ عزیز ذوانتقام۔

کتاب الکافی وغیرہ میں اس قسم کی سینکڑوں روایات ہیں جن کے مطابق سیدنا علی کے خاندان اور بنو ہاشم کے چند لوگوں کے علاوہ باقی ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام میں سے صرف گنتی کے چند صحابی ایمان و اسلام پر مستقیم رہے۔ باقی سب نے چونکہ سیدنا ابو بکر کا ساتھ دیتے ہوئے سیدنا علی کے مقابلے میں برضا و رغبت ان کی بیعت کر لی' لہٰذا وہ امام منصوص و معصوم علی مرتضیٰ کو ان کے حق امامت و خلافت سے محروم کرنے کی وجہ سے کافر مرتد اور دائرہ ایمان و اسلام سے خارج قرار پائے' اور اس کتاب "الکافی" کی اہمیت کے سلسلہ میں امام خمینی بھی فرماتے ہیں:۔

"کافی کہ یکی از چہار کتاب معتبراست" (کشف اسرار' ص 93' مطبوعہ ایران' 15 ربیع الثانی 1363ھ)۔

ترجمہ: کافی چار معتبر کتب (حدیث) میں سے ایک ہے۔

2۔ علامہ باقر مجلسی اور صحابہ کرام (رض)

قدیم شیعہ کتب حدیث و تفسیر وغیرہ کے علاوہ متاخر ادوار کے شیعہ علماء و مجتہدین کی تصانیف میں بھی خلفائے راشدین، امہات المومنین اور بطور مجموعی ننانوے فیصد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف انتہائی منفی اور زہریلا مواد شامل ہے۔ اس حوالہ سے بطور اشارہ شیعوں کے خاتم المحدثین اور مجتہد اعظم علامہ باقر مجلسی اور ان کی تصانیف کا مختصر تذکرہ ناگزیر ہے۔

شیعہ اثنا عشریہ کے تمام منفی عقائد و افکار سے اعلان برائت کرنے والے عصر جدید کے عراقی عالم ڈاکٹر موسی موسوی، فاضل نجف اشرف، باقر مجلسی کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"مجلسی جو 1037ھ میں پیدا ہوا اور 1111ھ میں وفات پائی، صفویوں میں سے شاہ سلیمان اور شاہ حسین کا ہمعصر تھا اور اسے شیخ الاسلام کا مرتبہ دیا گیا، اور صفوی سلطنت کے بہترین زمانے میں حکمرانی کرنے والے بادشاہوں کے حکم سے ایران کے دینی امور اس کے سپرد کیئے گئے۔"

(ڈاکٹر موسی موسوی، الشیعہ والتصحیح، اردو ترجمہ، بعنوان اصلاح شیعہ، ص 156)

مجلسی کی کتب پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر موسوی لکھتے ہیں:

"بہتر ہے کہ ہم (خاص طور پر) "بحار الانوار" نامی بڑے انسائیکلوپیڈیا کا ذکر کریں۔ جسے عربی زبان میں بیس سے بھی زیادہ جلدوں میں ملا باقر مجلسی نے ترتیب دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ انسائیکلوپیڈیا فائدہ اور نقصان ہر دو اعتبار سے تمام دوائر معارف سے بڑھ کر ہے۔ یہ کتاب جہاں اپنے صفحات میں وہ عظیم ورثہ لئے ہوئے ہے جو علماء و محققین کا مددگار ہے تو ساتھ ہی اس میں ایسے مضر اقوال اور رکیک موضوعات ہیں کہ جنہوں نے شیعہ اور امت اسلامیہ کی وحدت کو شدید ترین و عظیم ترین نقصان پہنچایا ہے۔" (اصلاح شیعہ۔ ص 154-155)

مزید لکھتے ہیں:

"مئولف نے اپنے دائرۃ المعارف کا بڑا حصہ شیعہ اماموں کے معجزات بیان کرنے کے لئے خاص کیا ہے، یہ دائرۃ المعارف ائمہ شیعہ کی طرف منسوب معجزات و کرامات پر مشتمل غالیانہ افکار سے بھرا ہوا ہے، سچی بات تو یہ ہے کہ یہ حکایات بچوں کو بہلانے کے کام ہی

آسکتی ہیں۔

اس انسائیکلوپیڈیا کا دوسرا تباہ کن پہلو طعن و تشنیع کو خلفاء پر مرکوز کردینا ہے، جو بسا اوقات تو ناقابل برداشت صورت اختیار کرلیتی ہے، یہی وہ بات ہے جس نے مذموم فرقہ پرستی کے تاجروں کو شیعہ اور اہل سنت کے درمیان دشمنی کو ہوا دینے کے لئے مناسب موقع بہم پہنچایا ہے، اور شیعہ کے خلاف لکھی جانے والی کتابیں مجلسی کی کتابوں کو براہ راست نشانہ بناتی ہیں۔

مجلسی نے فارسی زبان میں بھی کتابیں لکھی ہیں جو اپنے مضامین کے اعتبار سے اس کے عربی دائرۃ المعارف سے کم نہیں"۔ (ڈاکٹر موسی موسوی، اصلاح شیعہ، ص 155)۔

شیعوں کے یہ عظیم الشان مجتہد اعظم اور بے مثال مئولف اپنی تصانیف میں امام و خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق کا ذکر انتہائی توہین آمیز الفاظ میں فرماتے ہیں، اور آپ کا نام جابجا یوں درج کرتے ہیں۔

1۔ عمر بن الخطاب علیه اللعنة والعذاب۔ (معاذاللہ)

(عمر بن خطاب پر لعنت اور عذاب ہو)

اس سلسلہ میں محسن اہل سنت مولانا منظور نعمانی لکھتے ہیں:

"ملا باقر مجلسی جو دسویں گیارہویں صدی کے بہت بڑے شیعہ محدث، مجتہد اور مصنف ہیں، اور علمائے شیعہ ان کو "خاتم المحدثین" کہتے اور لکھتے ہیں اور ان کی تصانیف شیعوں میں (جہاں تک ہمارا اندازہ ہے) غالباً دوسرے تمام مصنفوں سے زیادہ مقبول ہیں (اور جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جاچکا ہے جناب آیت اللہ روح اللہ خمینی صاحب نے بھی ان کی تصنیفات کی تعریف کی ہے، اور ان کے مطالعہ کا مشورہ دیا ہے) اور افسوس ہے کہ ان کے تعارف میں یہ بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ یہ ملا صاحب شیعوں کے بڑے مجتہد اور بڑے محدث ہونے کے باوجود انتہائی درجہ کے بد زبان ہیں۔ اپنی کتابوں میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہیں تو لکھتے ہیں کہ:-

عمر بن الخطاب علیه اللعنة والعذاب۔ (معاذ اللہ)۔

(مولانا محمد منظور نعمانی، ایرانی انقلاب، ص 197)۔

2۔ ابوبکر و عمر و عائشہ و حفصہ منافق تھے جنہوں نے

آنحضرت کو زہر دینے کی سازش کی (معاذ اللہ)۔

ملا مجلسی صاحب کی فارسی تصانیف حیات القلوب، حق الیقین زاد المعاد، جلاء العیون وغیرہ بھی ان کی عربی تصانیف کی طرح خلفاء و صحابہ کے بارے میں توہین آمیز اور زہریلے کلمات و روایات سے پر ہیں، چنانچہ سیدنا ابوبکر و عمر و ام المومنین سیدہ عائشہ و حفصہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آں دو منافق و آں دو منافقہ بایکدیگر اتفاق کردند کہ آنحضرت را بزہر شہید کنند"۔ (ملا باقر مجلسی، حیات القلوب، جلد دوم، ص 745)

ترجمہ: ان دو منافقوں (ابوبکر و عمر) اور ان دو منافق عورتوں (عائشہ و حفصہ) نے آپس میں اس بات پر اتفاق کرلیا کہ آنحضرت کو زہر دے کر شہید کردیں۔

3۔ عائشہ و حفصہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیکر شہید کردیا۔ (معاذ اللہ)

اس سلسلہ میں ملا مجلسی نے ایک روایت یوں درج کی ہے۔

"وعیاشی بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ عائشہ و حفصہ آنحضرت را بزہر شہید کردند۔" (مجلسی، حیات القلوب، جلد دوم، ص 870)۔

ترجمہ: عیاشی نے قابل اعتبار سند کے ساتھ حضرت (جعفر) صادق سے روایت کیا ہے کہ عائشہ و حفصہ نے آنحضرت کو زہر دے کر شہید کردیا۔

4۔ مہدی ظاہر ہوکہ عائشہ کو زندہ کرینگے اور سزا دیکر فاطمہ کا انتقام لیں گے۔

"چوں قائم ما ظاہر شود عائشہ را زندہ کند تابراو حد بزند و انتقام فاطمہ ما ازو بکشد"۔ (باقر مجلسی، حق الیقین، ص 139)۔

ترجمہ: جب ہمارے قائم (یعنی مہدی) ظاہر ہوں گے تو وہ (معاذاللہ) عائشہ کو زندہ کر کے ان پر حد جاری کریں گے اور ہماری فاطمہ کا انتقام ان سے لیں گے۔ (یعنی شیعہ روایات کے مطابق جو بدسلوکی ابوبکر و عمر نے سیدہ فاطمہ سے کی تھی اسی کا بدلہ سیدہ عائشہ کو سزا دے کر لیں گے۔

5۔ امام مہدی ظاہر ہوکر کفار سے پہلے اہل سنت کو قتل کریں گے۔

ملا مجلسی حق الیقین میں روایت کرتے ہیں کہ:۔

وقتیکہ قائم علیہ السلام ظاہری شود پیش از کفار ابتداء بہ سنیاں خواہد کرد و علماء ایشاں و

ایشاں را خواہد کشت۔ (حق الیقین، ص)

ترجمہ: جس وقت قائم علیہ السلام (امام مہدی) ظاہر ہوں گے، وہ کافروں سے پہلے اہل سنت سے کارروائی شروع کریں گے اور علماء اہل سنت نیز عام سنیوں کو قتل کردیں گے۔

سیدنا ابوبکر و عمر و سیدہ عائشہ و حفصہ نیز تمام اہل سنت کے بارے میں ان کلمات سے ملا باقر مجلسی کی فارسی کتب کی زہرناکی کا بھی بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے، مگر امام خمینی، مجلسی کی ان تصانیف کی تعریف کرتے ہوئے عربی نہ جاننے والے فارسی دان ایرانیوں کو ان کی فارسی تصانیف کے مطالعہ کا بطور خاص مشورہ دیتے ہیں تاکہ شیعہ مذہب پر معترضین کے اعتراضات پر لاجواب ہونے سے بچ سکیں۔

"کتاب ہای فارسی را کہ مرحوم مجلسی برای مردم پارسی زبان نوشتہ، بخوانید تا خود را مبتلا بیک ہچو رسوائی بیخردانہ نکنید۔"

(امام خمینی، کشف اسرار، ص 152، مطبوعہ ایران 15 ربیع الثانی 1363ھ)۔

ترجمہ: مرحوم مجلسی نے فارسی زبان بولنے والے لوگوں کے لئے جو فارسی کتابیں لکھی ہیں ان کا مطالعہ کرو تاکہ اپنے آپ کو اس قسم کی احمقانہ رسوائی میں مبتلا کرنے سے بچ سکو۔

امام خمینی نے صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ مشہور ایرانی شیعہ عالم قاضی نوراللہ شوستری کی بھی بڑی تعریف کی ہے جنہوں نے اپنے آپ کو تقیہ کرکے سنی ظاہر کرتے ہوئے شہنشاہ اکبر و جہانگیر کے زمانہ میں قاضی القضاۃ کا منصب حاصل کیا اور لاہور میں اس منصب پر کافی عرصہ فائز رہے، مگر جب ان کی خلفاء و صحابہ کی توہین پر مبنی کتاب "مجالس المومنین" شہنشاہ جہانگیر تک پہنچی تو جہانگیر نے آگرہ بلواکر کوڑوں کی سزا دی۔ روایت کیا جاتا ہے کہ ملکہ نورجہاں نے ایرانی اور شیعہ ہونے کے ناطے قاضی نوراللہ کی جاں بخشی کی سفارش کی تو جہانگیر نے جو اس وقت امام ربانی مجدد الف ثانی کی کوششوں سے دین الٰہی اور باطل عقائد سے تائب ہوچکا تھا۔ نورجہاں کی سفارش مسترد کرتے ہوئے یہ تاریخی جملہ کہا:۔ "جان من جان دادہ ام ایماں نہ دادہ ام"۔ (اے میری جان میں نے تجھے اپنا دل دیا ہے لیکن اپنا ایمان تمہارے سپرد نہیں کیا)۔

اس اثنا عشری رافضی تبرائی قاضی نوراللہ شوستری کی تعریف کرتے ہوئے امام خمینی فرماتے ہیں:

"یکی از کتابہائے کہ در امامت نوشتہ شدہ است و از کتب نفیسہ پر قیمت است کتاب "احقاق الحق" قاضی نور اللہ است۔ او چندیں کتاب غیر از احقاق الحق دربارہ امامت و رد اہل سنت نوشتہ۔ ایں بزرگ مرد معاصر شیخ بہائی و معاصر صفویہ است ولی در اکبر آباد ھند می زیستہ و باکمال تقیہ رفتار میکردہ تا آنکہ سلطان اکبر شاہ عقیدہ مند باو شد۔ و او را از سنیان پنداشت۔ و قاضی القضاۃ کرد۔ او در خفیہ و پنہانی مشغول تصنیف شد' تا آنکہ اکبر شاہ مرد و پسرش جہانگیر شاہ سلطان شد۔ و قاضی شغل قضاوت را داشت تا مخالفین پی بردند کہ او شیعہ است و او را بحکم قضات و اجازہ سلطان آنقدر تازیانہ زدند تا مرد"۔

(روح اللہ خمینی' کشف اسرار' ص 197۔198' مطبوعہ ایران' 15 ربیع الثانی 1363ھ)۔

ترجمہ: ان نفیس اور قیمتی کتابوں میں سے جو امامت کے بارے میں لکھی گئی ہیں ایک قاضی نور اللہ کی کتاب "احقاق الحق" ہے۔ انہوں نے "احقاق الحق" کے علاوہ بھی چند کتابیں امامت اور رد اہل سنت کے سلسلہ میں لکھی ہیں۔ یہ مرد بزرگ شیخ بہائی اور صفویوں کے ہمعصر ہیں' مگر وہ ہندوستان میں اکبر آباد (آگرہ) میں زندگی گزارتے رہے اور کمال تقیہ سے سرگرم عمل رہے۔ یہاں تک کہ سلطان اکبر شاہ ان کا عقیدت مند ہوگیا اور انہیں اہل سنت میں سے سمجھتا رہا' اور قاضی القضاۃ بنادیا۔ وہ خفیہ و پنہاں طور پر تصنیف و تالیف میں مشغول رہے تا آنکہ اکبر بادشاہ کا انتقال ہوگیا اور اس کا بیٹا شاہ جہانگیر سلطان بن گیا۔ قاضی صاحب منصب قضاء پر فائز رہے' یہاں تک کہ مخالفین کو پتہ چل گیا کہ وہ شیعہ ہیں' چنانچہ انہوں نے بادشاہ کی اجازت اور قاضیوں کے فیصلہ کے مطابق انہیں اتنے کوڑے مارے کہ وہ وفات پاگئے۔

3۔ امام خمینی اور صحابہ کرام (رض)

ایرانی انقلاب کے بانی اور قائد آیت اللہ العظمیٰ روح اللہ الموسوی الخمینی عصر جدید میں شیعہ اثنا عشریہ کے عظیم ترین مذہبی و سیاسی رہنما تسلیم کئے گئے ہیں بلکہ اہل تشیع کی چودہ سو سالہ تاریخ میں غالباً کوئی دوسرا قائد و مذہبی رہنما ایسا نہیں گزرا جسے امام خمینی جیسی عالمی شہرت اور ایران جیسے شیعہ انقلاب کی منفرد و بے مثال قیادت حاصل ہوئی ہو۔ لہٰذا امام خمینی کے افکار و خیالات نہ صرف دستور ایران کی اساس ہیں' بلکہ شیعہ اثنا عشریہ کی غالب اکثریت کی بھی ترجمانی کرتے ہیں' کیونکہ کم و بیش تمام اثنا عشری علماء و مجتہدین' ایران کی شیعہ اکثریت اور دیگر ممالک کی اثنا عشری شیعہ اقلیتوں نے بالعموم امام خمینی کو اپنا قائد و مذہبی پیشوا تسلیم کیا ہے۔

اس منفرد و ممتاز عالمگیر مقام و حیثیت کے باوجود امام خمینی نے خلفاء راشدین و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اسی تعصب اور تنگ نظری کا مظاہرہ کیا ہے جو ایک روایتی اثنا عشری شیعہ اور تبرا باز رافضی کا شعار ہے۔ امام خمینی کو وسیع المشرب اور شیعہ سنی فرقہ واریت سے بلند تر تمام اکابر اسلام کا احترام کرنے والی غیر متنازعہ شخصیت ثابت کرنے کے تمام تر ایرانی و شیعی پروپیگنڈہ کے باوجود ان کی اپنی تصانیف صحابہ کرام کے بارے میں منفی اور انتہائی افسوس ناک بلکہ قابل مذمت افکار کی حامل ہیں۔ اس سلسلہ میں بطور مثال ان کی مشہور فارسی تصنیف "کشف اسرار" اور عربی تصنیف "الحکومۃ الاسلامیہ" سے بعض اقتباسات نقل کئے جارہے ہیں تاکہ اہل سنت والجماعت کے تمام فقہی و فروعی مسالک (حنفی' مالکی' شافعی' حنبلی اور اہلحدیث) سے تعلق رکھنے والے علماء و عوام' امام خمینی اور ان کے اثنا عشری فرقہ کے زہریلے افکار سے واقف ہوکر ان کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم کرسکیں اور برصغیر و عالم اسلام کی غالب سنی اکثریت کو اس فرقہ کے زہریلے اور کافرانہ پروپیگنڈہ سے محفوظ رکھنے کی سعی کرسکیں۔ عربی و فارسی دان علمائے کرام کے لئے لازم ہے کہ وہ براہ راست بھی تصانیف خمینی بالخصوص کشف اسرار کا مطالعہ کرکے مندرجہ ذیل اقتباسات کے ساتھ ساتھ جملہ تفصیلات سے کماحقہ واقفیت حاصل کریں' اور احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے خود کو خلفاء راشدین' امہات المومنین اور جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ناموس و عظمت کا محافظ ثابت کرکے کامل اتحاد و اتفاق

کے ساتھ اس ضمن میں اپنی علمی و دینی ذمہ داریاں کماحقہ پوری فرمائیں۔ واللہ الموفق۔

1۔ پیغمبر(ص) حکم امامت علی پہنچانے میں لوگوں (صحابہ) سے خوفزدہ تھے اور "منافقین" سے ڈر رہے تھے' بالآخر حکم پہنچایا مگر امام (علی) کی مخالف پارٹی نے (علی کے امام و خلیفہ اول بننے میں) رکاوٹیں ڈال دیں۔

سورہ مائدہ کی آیت 67 میں اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ وحی کا فریضہ بلاخوف و خطر ادا کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ کفار کی طرف سے اللہ آپ کی حفاظت فرمائے گا نیز آیت کے آخر میں کافروں کے گمراہ ہونے کی صراحت ہے۔

یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فمابلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لایھدی القوم الکافرین۔
(المائدۃ: 67)۔

اے پیغمبر جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا وہ پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا۔ اور اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت فرمائے گا۔ یقیناً اللہ قوم کفار کو ہدایت نہیں دیتا۔

"آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا"۔ کی تفسیر میں مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں۔

چنانچہ یہ وعدہ اس طرح صادق ہوا کہ بعض غزوات میں آپ زخمی ہوئے اور یہود نے نامردوں کی طرح آپ کو زہر دیا مگر مجتمع مدمقابل ہو کر کوئی قتل و ہلاک نہ کر سکا اور اس پیش گوئی کا واقع ہونا آپ کا معجزہ و دلیل نبوت ہے۔

(القرآن مع اردو ترجمہ از شاہ رفیع الدین و مولانا تھانوی' ص 133' حاشیہ 2' مطبوعہ تاج آرٹ پریس' کراچی)

اس آیت کو تبلیغ حکم امامت علی کے ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہوئے امام خمینی "نظری دیگر بامامت" کے زیر عنوان فرماتے ہیں:۔

"ما در اوائل این گفتار ثابت کردیم کہ پیغمبر از اینکہ امام را باسم و رسم در قرآن ذکر کند میترسید کہ مبادا پس از خودش قرآن را دست بزنند یا اختلاف بین مسلمانہا شدید شود و یکسرہ کار اسلام تمام شود۔ و اینجا گواہی از قرآن می آوریم کہ در اظہار امامت باسم و رسم محافظہ کاری

میکردہ و از منافقان ترس داشتہ"۔ (کشف اسرار' ص 164' طبع ایران' 1363ھ)۔

ترجمہ: ہم نے اس گفتگو کے آغاز میں ثابت کیا ہے کہ پیغمبر' امام کا نام و نشان' قرآن میں ذکر کرنے سے اس لئے ڈر رہے تھے کہ مبادا آپ کی وفات کے بعد لوگ قرآن کو ہی ہاتھ سے نہ پھینک دیں یا مسلمانوں کے درمیان اختلاف شدید ہو کر اسلام کا کام یکسر تمام نہ ہو جائے' اور یہاں ہم قرآن سے اس بات کی گواہی لاتے ہیں کہ امامت کو نام اور علامت کے ساتھ ظاہر کرنے میں انہوں نے محافظہ کاری کی اور منافقوں سے ڈرتے رہے۔ (اس کے بعد مذکورہ آیت پیش کی ہے)

آگے چل کر مزید فرماتے ہیں:۔

"جملہ کلام آنکہ از این آیہ بواسطہ این قرائن و نقل احادیث کثیرہ معلوم شود کہ پیغمبر در تبلیغ امامت خوف از مردم داشتہ و اگر کسی رجوع بتواریخ و اخبار کند میفہمد کہ ترس پیغمبر بجا بودہ۔ ولی خداوند او را امر کرد کہ باید تبلیغ کنی و وعدہ کرد کہ او را حفظ کند' او نیز تبلیغ کرد و دربارہ آن کوششہا کرد تا آخرین نفس۔ ولی حزب مخالف نگذاشت کار انجام گیرد"۔ (کشف اسرار' ص 165)۔

ترجمہ: خلاصہ کلام یہ کہ اس آیت سے ان قرائن کے ذریعے اور بہت سی احادیث کے منقول ہونے سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر امامت کا حکم پہنچانے میں لوگوں (صحابہ) سے خوف رکھتے تھے' اور اگر کوئی تواریخ و روایات سے رجوع کرے تو وہ سمجھ جائے گا کہ پیغمبر کا خوف بجا تھا' لیکن خدا نے انہیں حکم دیا کہ تبلیغ حکم امامت لازم ہے اور وعدہ فرمایا کہ وہ ان کی حفاظت کرے گا۔ آپ (ص) نے بھی حکم پہنچا دیا اور اس سلسلہ (امامت علی) میں کوششیں بھی کیں مگر حزب مخالف یعنی (حامیان ابوبکر' صحابہ کرام) نے معاملہ کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچنے دیا۔

2۔ مصائب حسین مصائب پیغمبر سے زیادہ ہیں عصرنبوی کے افراد (صحابہ) سے پوچھو کہ انہوں نے پیغمبر پر حسین کی طرح ظلم کرکے انہیں قتل کیوں نہ کیا؟

اس اعتراض کے جواب میں کہ شیعوں کے ہاں فضائل ائمہ و سادات کی مجالس و تصانیف بہت زیادہ ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مجالس برپا نہیں کی جاتیں۔ امام خمینی یہ فرماتے ہوئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سینوں کی طرح شیعوں کے بھی نبی ہیں اور ان کے فضائل و معجزات و غزوات سمیت تمام پہلوؤں پر شیعہ تصانیف موجود ہیں' یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اعتراض یوں کرو کہ شیعہ' ابوبکر و عمر کے فضائل و مناقب کیوں نہیں بیان کرتے اور ان کی مجالس کیوں برپا نہیں کرتے؟ پھر یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ مصائب حسین کے سلسلہ میں تصنیف شدہ کتب اور برپاشدہ مجالس کے مقابلہ میں مصائب پیغمبر کے سلسلہ میں تصانیف و مجالس نہ ہونے کے برابر ہیں فرماتے ہیں۔

"آری کتابہای در مصیبت نوشتہ شدہ و آں بیشترش در مصیبت امام حسین است۔ خوبست ایں اشکال را بکسانی کہ در صدر اول بودند بکنید کہ چرا پیغمبر را مثل امام حسین نکشتند و آں ہمہ ظلم باو نکردند تاکتاب دربارہ او نوشتہ شود۔"

(امام خمینی کشف اسرار' مطبوعہ ایران' 15 ربیع الثانی 1363 ھ' ص 155)

ترجمہ: ہاں مصائب کے سلسلے میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ زیادہ تر امام حسین کے بارے میں ہیں۔ بہتر ہوگا کہ اس بارے میں سوال ان لوگوں (صحابہ) سے کرو جو اسلام کے ابتدائی دور میں تھے۔ کہ انہوں نے پیغمبر کو امام حسین کی طرح کیوں قتل نہ کیا اور ان پر وہ تمام ظلم کیوں نہ کئے جو حسین پر کئے تاکہ ان کے بارے میں بھی کتابیں لکھی جاتیں۔

چونکہ یہاں خمینی صاحب اور اثنا عشریہ کے افکار پر تنقید اور جواب دینا مقصود نہیں' لہٰذا مختصراً اتنا اشارہ کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے تیرہ سال' اعلان نبوت سے شعب ابی طالب تک طائف کے بازاروں میں پتھر کھانے سے کفار قریش کی ایذا رسانیوں تک اور ابولہب کے دختران پیغمبر (سیدہ رقیہ و ام کلثوم) کو رخصتی سے پہلے اپنے بیٹوں سے طلاق دلوانے سے وفات سیدہ خدیجہ تک مختلف حوالوں سے مصائب و آلام سے پر ہیں۔ نیز ہجرت مدینہ کے بعد یہود کی سازشیں' دعوت میں پیغمبر کو زہر آلود گوشت کھلانے' احد میں چہرہ و دندان و جسد نبوی کے زخموں سے چور ہونے' حرم نبوی سیدہ عائشہ پر جھوٹی

بہتان تراشی کی اذیت اور دختران پیغمبر سیدہ زینب و رقیہ و ام کلثوم کی جوانمرگی' خندق و تبوک کی مشقتیں' غرض مکی و مدنی زندگی کا ہر ہر لمحہ راہ حق میں مصائب و آلام و آزمائش سے پر ہے۔ نیز سیدالشہداء حمزہ سمیت ستر شہدائے احد اور سیدنا عمر و عثمان و طلحہ و زبیر و علی وغیرھم کی مظلومانہ شہادت کے واقعات و مصائب بھی دل دہلا دینے والے ہیں' مگر مصائب عشرہ مبشرہ و جملہ صحابہ کرام سے قطع نظر تیئس سالہ مصائب پیغمبر کو محرم 61 ہجری کے یک روزہ یا سہ روزہ مصائب حسین کی نسبت کمتر قرار دے کر امام خمینی کہاں تک انصاف سے کام لے رہے ہیں اور کس کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں' اہل بصیرت اس کا فیصلہ بخوبی کرسکتے ہیں۔ **ونعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔**

3۔ حضرت علی' ابوبکر و عمر و عثمان کی خلافت کو غاصبانہ قبضہ اور ان خلفاء کو باطل و ناحق سمجھتے تھے۔ محض مہاجرین و انصار کے ابوبکر و عمر و عثمان کو امام قرار دینے سے یہ ثابت نہیں ہوجاتا کہ خدا کی رضا بھی انہی کی خلافت میں ہے۔

نہج البلاغہ میں شامل سیدنا علی کے سیدنا معاویہ کے نام مکتوب میں سیدنا علی ان سے اپنی بیعت کا مطالبہ کرتے ہوئے دلیل دیتے ہیں کہ جس طرح ابوبکر و عمر و عثمان کو مہاجرین و انصار کی شوریٰ نے امام و خلیفہ مقرر کیا تھا مجھے بھی کیا ہے' لہٰذا میری اطاعت لازم ہے۔ اس حوالہ سے ایک مصنف کی دلیل کو رد کرتے ہوئے امام خمینی اصرار کرتے ہیں کہ اس جملہ سے ابوبکر و عمر و عثمان کی امامت و خلافت کی شرعی حیثیت ثابت نہیں کی جاسکتی۔

"ایں نویسندہ بازبی تناسب یک کلمہ ازکتاب نہج البلاغہ را آوردہ و برخ دین داران میکشد میگوید: اگر کتاب نہج البلاغہ راھم مدرک قرار دھیم خود امام علی بن ابی طالب در نامہ کہ می نویسد میگوید: شورای مہاجر و انصار اگر کسی را امام گردانید ھماں رضای خدا است۔

ما اینجا باید چند جملہ از ھماں کتاب نہج البلاغہ بیاوریم تا معلوم شود کہ علی بن ابی طالب کہ ایں سخن را بہ معاویہ نوشتہ برای احتجاج باو است بطوریکہ خود آنہا قبول داشتہ و مدتہا باآں در زمان خلفاء عمل کردند نہ آنکہ میخواہد واقعاً بگوید رضای خدا ھماں است۔

ایک ماچشم پوشی میکنیم از آں ہمہ روایات و آیات و احتجاجات علی و حسن و حسین و زہرا و سلمان و مقداد و ابن عباس و ابوذر و عمار و بریدہ الاسلمی و ابی الھیثم ابن التیمان و سہل و عثمان پسران حنیف و ذوالشہادتین خزیمہ بن ثابت و ابی بن کعب و ابو ایوب انصاری و غیر آنہا

کہ در کتاب احتجاج موجود و از طرق عامہ و خاصہ ثابت شدہ است۔ ایک جملاتی از نہج البلاغہ می آوریم تا بدانید علی بن ابی طالب حق خود را مغصوب میدانستہ و خلفاء را باطل و ناحق میدانستہ۔"

(خمینی 'کشف اسرار' مطبوعہ ایران' 15 ربیع الثانی 1363ھ 'ص 207-208)۔

ترجمہ: یہ مصنف ایک بار پھر بغیر کسی مناسبت کے نہج البلاغہ سے ایک جملہ نکال کر اہل دین کے سامنے رکھتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ اگر نہج البلاغہ کو بنیاد قرار دیں تب بھی خود امام علی بن ابی طالب اپنے تحریر کردہ مکتوب (بنام معاویہ) میں فرماتے ہیں کہ مہاجرین و انصار کی شوریٰ اگر کسی کو امام قرار دیدے تو اسی پر خدا بھی راضی ہے۔

ہم یہاں چند جملے اسی کتاب نہج البلاغہ سے پیش کر رہے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ علی بن ابی طالب نے جو یہ بات معاویہ کو لکھ کر بھیجی تھی تو ان پر ایسے طریقے سے حجت تمام کرنے کے لئے تھی کہ جسے خود ان جیسے لوگ بھی تسلیم کر چکے تھے اور اس پر خلفاء (ابوبکرو عمرو عثمان) کے زمانہ میں عمل کرتے رہے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ علی واقعی یہ فرمانا چاہ رہے تھے کہ خدا کی رضا اسی (شورائیت سے مقررہ شدہ خلفاء کی خلافت) میں ہے۔

یہاں ہم فی الحال ان تمام روایات و آیات و احتجاجات (دلائل) کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں جو علی و حسن و حسین و زہراء و سلمان و مقداد و ابن عباس و ابوذر و عمار و بریدہ اسلمی و ابی الھیثم و ابن الیتمان و سھل و عثمان (فرزندان حنیف) و ذوالشہادتین خزیمہ بن ثابت و ابی بن کعب و ابوایوب انصاری و دیگر حضرات سے مروی اور کتاب احتجاج میں موجود ہیں' نیز جو طرق عامہ و خاصہ سے ثابت شدہ ہیں۔ بلکہ ان کے بجائے خود نہج البلاغہ سے چند جملے پیش کرتے ہیں تاکہ آپ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ علی بن ابی طالب اپنے حق (امامت و خلافت) کو غصب شدہ سمجھتے تھے اور خلفاء (ابوبکرو عمرو عثمان) کو باطل و غیر مستحق جانتے تھے۔

امام خمینی کی جانب سے شیعہ کتب حدیث کے حوالہ سے روایت شدہ مذکورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کی صحت و عدم صحت سے قطع نظر ان تمام صحابہ کا دیگر ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام کے ہمراہ بالترتیب سیدنا ابوبکرو عمرو عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کر لینا اور خود سیدنا علی کا علی الفور یا قدرے تاخیر سے سیدنا ابوبکر نیز بعد ازاں سیدنا عمرو عثمان کی

امامت و خلافت کی بیعت کرنا' خلفائے ثلاثہ کی امامت و خلافت کے شرعاً درست ہونے کا واضح اور ناقابل تردید ثبوت ہے جس کے بارے میں شیعہ اثنا عشریہ کا کہنا ہے کہ علی شیر خدا نے تقیہ سے کام لیا یعنی دل میں ان کی امامت و خلافت کو شرعاً غلط سمجھتے ہوئے ظاہری طور پر ان کی دنیاوی خلافت کی بیعت کر لی۔ مگر خود شیعوں میں سے زیدیہ اور بعض دیگر شیعہ فرقے فضیلت علی کا عقیدہ رکھنے کے باوجود تقیہ والے اثنا عشری موقف کو غلط قرار دیتے ہیں' اور سیدنا ابوبکرو عمر نیز بعض سیدنا عثمان کی بھی امامت و خلافت اور سیدنا علی کے ان کی بیعت کرنے کو شرعاً درست قرار دیتے ہوئے شیعہ اثنا عشریہ کے موقف کو غلط قرار دیتے ہیں۔

بہرحال امام خمینی خطبات نہج البلاغہ سے بعض مفید مطلب اقتباسات نکال کر بزعم خویش یہ ثابت کرتے ہیں کہ مہاجرین و انصار کی شوریٰ کو امام و خلیفہ مقرر کرنے کا شرعاً کوئی حق نہیں۔ پھر آخر میں خلاصہ کلام کے طور پر فرماتے ہیں۔

"این ہا شمہ ایست از کلمات امیرالمومنین در نہج البلاغہ راجع بغصب حق او۔ اکنون خوانندگان از کسی کہ ایں ہمہ از بردن حقش تظلم میکند آں کلام را کہ بمعاویہ نوشتہ بہ بینند جز ایں میتوانند حمل کنند کہ یا بفرض تسلیم و احتجاج از روی عقیدہ خود آنہا گفتہ یا آنکہ خوف ایزا داشتہ کہ معاویہ کاغذ او را اسباب دست قرار دھد' و آلت اغراض فاسدہ خود کند' و مردم را بادبدبین کند۔ ایں ہا ھمانہا بودند کہ چونک خواست یکی از بدعت ہای آنہارا بردارد صدای وعمراہ! واعمراہ! بلند کردند تاعاقبت علی علیہ السلام از حرف خود برگشت"۔ (امام خمینی' کشف اسرار' ص 210)۔

ترجمہ: نہج البلاغہ میں امیرالمومنین کے اپنے غصب شدہ حق (امامت و خلافت) کے حوالہ سے موجود ارشادات میں سے یہ محض چند مثالیں ہیں۔ اب قارئین خود دیکھ لیں کہ اس شخص کی جانب سے' جس کے حق (امامت و خلافت) کو چھین لینے کے لئے یہ ظلم و زیادتی کی جارہی ہے' اس کلام کو جو معاویہ کو لکھا اس کے سوا کس بات پر محمول ٹھہرا سکتے ہیں کہ یا تو علی نے خود ان لوگوں کے عقیدہ (شورائیت) کے مطابق دلیل دینے اور تسلیم کروانے کے لئے یوں فرمایا یا اس لئے کہ انہیں یہ خوف تھا کہ ایسا نہ لکھنے کی صورت میں معاویہ ان کی تحریر کو اپنے ہاتھ آئی دلیل قرار دیں گے (کہ علی شورائیت پر مبنی خلافت ابوبکرو

عمرو عثمان کو نہیں مانتے) اور اپنی فاسد اغراض پورا کرنے کا آلہ کار بنالیں گے اور لوگوں کو علی سے بدگمان کردیں گے'، کیونکہ یہی سب لوگ تھے کہ جب علی نے ان لوگوں کی ایک بدعت (انفرادی کے بجائے باجماعت نماز تراویح) کو (اپنے دور خلافت میں) منسوخ کرنا چاہا تو انہوں نے ہائے عمرہائے عمر کی فریاد بلند کی۔ حتی کہ آخر کار علی علیہ السلام کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑا۔

ان اقتباسات سے یہ بات بخوبی ثابت ہوجاتی ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ کے عظیم الشان قائد امام خمینی اور ان کے پیروکار تمام اثنا عشری شیعہ سیدنا ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہم کی شرعی امامت و خلافت کو حق علی پر غاصبانہ قبضہ اور ان خلفائے راشدین کو باطل و ناحق قرار دیتے ہیں۔ نیز ان کے شیعہ عقیدہ کی رو سے انصار و مہاجرین کے شورائیت کی بنا پر ابوبکرو عمرو عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کو شرعی امام و خلیفہ منتخب کرنے سے ان تینوں ائمہ و خلفاء کی امامت و خلافت شرعاً درست قرار نہیں دی جاسکتی کیونکہ امامت و خلافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد برنبائے نص الٰہی امام منصوص و معصوم علی بن ابی طالب کا آسمانی حق ہے۔ جسے صحابہ کرام کی شورائیت اور انتخاب سے منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔

اور جہاں تک سیدنا عمر کی جانب سے اجماع صحابہ کے ساتھ باجماعت نماز تراویح کا مستقل نظام قائم کرنے کا تعلق ہے (کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز مسجد میں تراویح ادا فرمائیں، مگر پھر اس خدشہ کی بنا پر گھر میں ادا فرمائیں کہ کہیں فرض نہ ہوجائیں اور بعد کی امت کے لئے دقت کا باعث بنیں۔ جب کہ وفات نبوی کے بعد سلسلہ وحی ختم ہوجانے کی وجہ سے اس سنت نماز کے فرض قرار دیئے جانے کا امکان نہ رہا تھا) تو اس نظام کو بقول خمینی خلافت علی میں مجبوراً قائم رکھے جانے کی دلیل اس بناء پر بھی ناقابل قبول ہے کہ امام زین العابدین کے فرزند امام زید شہید سے منسوب کئی ملین افراد پر مشتمل شیعہ فرقہ زیدیہ، سیدنا علی زین العابدین و حسین کی روایت کردہ حدیث کے مطابق بیس رکعت باجماعت نماز تراویح کو سنت امیرالمومنین علی قرار دیتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مسند الامام زید، کتاب الصوم، مطبوعہ بیروت)۔

4۔ شیعہ عقیدہ کے مطابق امام و خلیفہ منصوص من اللہ (خدا کی طرف سے مقرر شدہ) معصوم عن الخطاء ہوتا ہے۔ علی بن ابی طالب کو پیغمبر اسلام نے منصب امامت و خلافت پر مقرر فرمایا اور علی و معصومین اولاد علی ہی اولوالامر ہیں۔

اس حوالہ سے امام خمینی فرماتے ہیں:

"شیعیان ازبعد از گزشتن پیمبر اسلام بانسیان دراین دو موضوع کہ حکم ھردورا از خرد گرفتیم مخالفت داشتند۔ در روزہای اول بزرگان از اصحاب پیغمبر کہ تمام اسلامیان آنہارا ببزرگی یاد کردند و احدی دربارہ آنہا چیزی نگفتہ کہ دامن پاک آنہارا آلودہ کند چون امیرالمومنین علی بن ابی طالب و حسن و حسین و سلمان و ابی ذر و مقداد و عمار و عباس و ابن عباس و امثال آنہا برخلاف برخاستند و خواستند گفتہ خدا و پیغمبر دربارۂ اولوالامر اجراء کنند لکن دستہ بندیہا کہ از اول پیدائش بشر تاکنون حکم خردمندان رافلج کردہ وطمع وھوساکہ درعرزمان حق و حقیقت راپایمال کردہ آنروز نیز کار خودرا کرد۔ وبشہادت تواریخ معتبر اینان بکار دفن پیغمبر مشغول بودند کہ جلسہ سقیفہ ابوبکررا بحکومت انتخاب کرد۔ و این خشت کج بناء نمادہ شد پس از دورۂ اول اسلام۔ باز این گفتگو دربین این دو دستہ بودہ۔ شیعیان کہ پیروان علی ہستند میگویند کہ امامت رابابد خدا تعیین کند بحکم خرد، و خلفاء و سلاطین لائق آں نیستند۔ وعلی و اولاد معصومین اولوالامر اند کہ خلاف گفتہ ھای خدا ہیچگاہ نگفتہ و نگویند و این نیز بتعیین پیغمبر اسلام است، چنانچہ پس از این ذکر آں میشود و ثابت میکنم کہ پیغمبر اسلام تعیین امام کردہ و آں علی بن ابی طالب است"۔ (امام خمینی، کشف اسرار، ص 140-141)۔

ترجمہ: شیعہ پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد سینوں سے ان دو موضوعات (امام و اولوالامر) میں اختلاف رکھتے ہیں جن میں سے ہر ایک کا حکم ہم نے عقل کی رو سے حاصل کیا ہے۔

ابتدائی ایام میں ہی اصحاب پیغمبر میں سے بزرگ ہستیوں نے جن کو تمام مسلمان بزرگی و عظمت سے یاد کرتے رہے ہیں اور کوئی شخص ان کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں کہہ پایا جو ان کے پاکیزہ دامن کو آلودہ کردے۔ مثلاً امیرالمومنین علی بن ابی طالب و حسن و حسین و سلمان و ابی ذر و مقداد و عمار و عباس و ابن عباس اور اس قسم کے دیگر حضرات۔ ان سب نے اختلاف کیا اور چاہا کہ اولوالامر کے سلسلہ میں اللہ اور رسول کے فرمان کو عملی جامہ پہنائیں مگر ان جتھہ بندیوں نے جو انسان کی پیدائش کے روز اول سے آج تک اہل عقل و خرد کے فیصلہ کو مفلوج بناتی آئی ہیں، اور اس ہوس و لالچ نے جس نے ہر زمانہ میں حق و حقیقت کو پائمال کیا ہے۔ اس روز بھی اپنا کام دکھایا، اور معتبر تاریخوں کی گواہی کے مطابق یہ حضرات جب تدفین پیغمبر کے کام میں مصروف تھے، سقیفہ بنی ساعدہ کے اجلاس نے ابوبکر کو

حکومت کے لئے منتخب کرلیا' اور اسلام کے ابتدائی دور (عصر نبوی) کے معاً بعد ہی یہ اینٹ ٹیڑھی لگادی گئی۔

ایک بار پھر یہ بحث ان دو دوستوں کے مابین ہے۔ شیعہ جو علی کے پیروکار ہیں کہتے ہیں کہ امامت کا تعین عقل کے تقاضے کے مطابق خدا کرتا ہے' اور خلفاء و سلاطین اس منصب کے لائق نہیں۔ علی اور ان کی معصوم عن الخطاء اولاد ہی اولوالامر (صاحبان امر امامت و خلافت) ہیں جنہوں نے کلمات خداوند کے برخلاف نہ کبھی کچھ کہا ہے اور نہ کہتے ہیں' اور یہ بھی پیغمبر اسلام کے مقرر کرنے سے اولوالامر ہیں' چنانچہ اس کے بعد اس بات کا ذکر ہوگا اور میں ثابت کروں گا کہ پیغمبر نے امام کا تقرر کردیا تھا اور وہ علی بن ابی طالب ہیں۔

اس اقتباس سے یہ بھی واضح اور ثابت ہوجاتا ہے کہ امام خمینی اور اہل تشیع کے نزدیک سیدنا علی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ اور رسول کے حکم سے مقرر شدہ پہلے شرعی امام و خلیفہ اور صاحب ولایت امر ہیں اور ان کے بعد ان کی اولاد میں سے ائمہ معصومین اس منصب کے حامل ہیں۔ لہٰذا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی امامت و خلافت و ولایت امر باطل اور ناحق ہے جو حق علی کو غصب کرنے کا نتیجہ ہے۔ (معاذ اللہ)

اس کے بعد بھی اگر کوئی سنی العقیدہ مسلمان بقائمی ہوش و حواس یہ سمجھتا ہے کہ امام خمینی اور شیعہ اثنا عشریہ سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو اجماع صحابہ کی رو سے شورائیت کی بنا پر منتخب شدہ شرعی ائمہ و خلفاء و اولوالامر تسلیم کرتے ہیں تو اس پر اظہار تاسف کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔ بہرحال اہل تشیع کے تمام الزامات کی تردید کے لئے صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ سیدنا علی اور مذکورہ چند صحابہ کرام سمیت تمام صحابہ کرام نے سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان کی بیعت کی تھی جسے اثنا عشریہ سیدنا علی و حامیان علی کی جانب سے تقیہ کے طور پر بیعت کا نام دیتے ہیں۔ مگر شیعہ زیدیہ وغیرہ بلا تقیہ حقیقی شرعی بیعت تسلیم کرتے ہیں۔

اور جہاں تک دفن پیغمبر سے پہلے خلافت ابوبکر کا معاملہ طے کرنے کا تعلق ہے تو حالات کی نزاکت کے پیش نظر امامت و خلافت کے اختلاف و انتشار کو فوری طور پر حل کرنا جس عجلت کا متقاضی تھا' اس پر اعتراض کرنے والے امام خمینی اور اہل تشیع نے خود امام خمینی کی تدفین سے بھی پہلے سنی اصول شورائیت کی بناء پر سید علی خامنائی کو منصب ولایت فقیہ پر فائز

کردیا۔ جبکہ خمینی صاحب اس سے پہلے حسین علی منتظری کو نامزد کرکے علماء کی مخالفت کے پیش نظر چند سال بعد اس نامزدگی کو منسوخ کرچکے تھے اور پھر جانتے بوجھتے اپنے جانشین کا تقرر کئے بغیر ہی باقی ایام زندگی گزار کر وفات پاگئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

5۔ اسلامی ریاست کے تمام اختلافات' جنگیں اور خونریزیاں حتی کہ شیعہ مجتہدین کے باہم اختلافات بھی سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر کو امام و خلیفہ منتخب کرنے کا نتیجہ ہیں۔

خمینی صاحب فرماتے ہیں:۔

"و پر روشن و واضح است کہ اگر امر امامت باآں طور کہ خدا دستور دادہ بود و پیغمبر تبلیغ کردہ بود و کوشش دربارہ آں کردہ بود جریاں پیدا کردہ بود' ایں ہمہ اختلافات در مملکت اسلامی و جنگہا و خونریزی ہا اتفاق نمی افتاد۔ و ایں ہمہ اختلافات در دین خدا از اصول گرفتہ تا فروع پیدا نمیشد' حتی اختلاف بین مجتہدین شیعہ را باید از روز سقیفہ دانست زیرا اختلاف آراء از اختلاف اخبار است و اختلاف آں بیشتر از صدور اخبار تقیہ است کہ پیشتر ذکری از آں شد۔ و اگر امامت با اہلش رسیدہ بود تقیہ پیش نمی آمد پس آنچہ تاکنون بمسلمان ہا رسیدہ آثار روز سقیفہ باید شمرد"۔ (امام خمینی' کشف اسرار' 15 ربیع الثانی 1363ھ' ص 171)۔

ترجمہ: اور یہ بات بالکل واضح اور روشن ہے کہ اگر امامت کے معاملہ کو اسی طرح عملی جامہ پہنایا جاتا جس طرح کہ خدا نے حکم دیا تھا اور پیغمبر نے حکم پہنچاکر اس کے سلسلے میں کوشش کی تھی تو اسلامی مملکت کے یہ تمام اختلافات جنگیں اور خونریزیاں جنم نہ لیتیں اور اصول دین سے فروع دین تک خدا کے دین کے سلسلہ میں اختلافات پیدا نہ ہوتے۔ حتی کہ شیعہ مجتہدین کے باہمی اختلافات کو بھی سقیفہ (بنی ساعدہ میں انتخاب ابوبکر) کے روز سے شمار کرنا چاہئے' کیونکہ فقہی آراء کا اختلاف اخبار و روایات کے اختلاف کی وجہ سے ہے اور ان اخبار و روایات کا اختلاف زیادہ تر ان اخبار و روایات کی وجہ سے ہے جو تقیہ کی بناء پر صادر ہوئی ہیں اور جن میں سے کچھ کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ اگر امامت اس کے حق دار تک پہنچ جاتی (یعنی علی کو بحیثیت امام و خلیفہ اول قبول کرلیا جاتا) تو تقیہ کی ضرورت پیش نہ آتی۔ پس جو کچھ آج تک مسلمانوں پر تباہی آئی ہے اسے سقیفہ بنی ساعدہ کے آثار و باقیات میں شمار کرنا چاہئے۔

6- حدیث غدیر خم کے بعد علی کو امام و خلیفہ اول تسلیم نہ کرنا بے ہودگی، بے عقلی اور لغو پن ہے۔ وغیر ذلک من الخرافات۔

"نبوت و امامت جزو دین است" کے زیر عنوان امام خمینی فرماتے ہیں:

"ما دلیل از قرآن و گفتہ ہائے پیغمبر اسلام داریم کہ ایں ہا جزو دین است۔
(خمینی "کشف اسرار" ص 223)۔

ترجمہ: ہم قرآن اور احادیث پیغمبر اسلام سے اس بات کے دلائل رکھتے ہیں کہ یہ (نبوت و امامت) جزو دین ہیں۔

پھر امام خمینی بہت سی تفصیلات بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"و اما اینکہ معرفت امام و محبت آں از ایمانست پس آیاتی از قرآن دلالت بر آں دارد۔ وما در اینجا بذکر بعضی اکتفاء میکنیم۔ از آں جملہ سورہ مائدہ (آیہ 67):۔

یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔

باتفاق شیعہ و در کتب معتبرۂ اہل سنت و جماعت از طرق کثیرہ از ابی ھریرہ و ابو سعید خدری و ابو رافع و دیگران وارد است کہ ایں آیہ در روز غدیر خم دربارۂ علی بن ابی طالب وارد است و در کتاب غایہ المرام نہ حدیث از طرق اھل سنت آوردہ کہ ایں آیہ دربارۂ علی بن ابی طالب است۔ اکنون بیگوئید معرفی علی بن ابی طالب بحکم خدا برای شناختن مردم اورا از دین است و مردم مامور باں معرفت و اطاعت بودند یا کار بے ہودۂ بیخردانہ و مقصود بازی و شوخی بودہ؟

(امام خمینی "کشف اسرار" 15 ربیع الثانی 1363ھ "مطبوعہ ایران" ص 224-225)۔

ترجمہ: جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ امام کو پہچاننا اور اس سے محبت رکھنا جزو ایمان ہے اس پر قرآن کی کئی آیات دلالت کرتی ہیں اور ہم یہاں چند آیات کے ذکر پر اکتفا کر رہے ہیں، ان میں سے ایک سورہ مائدہ کی آیت 67 ہے کہ (اے پیغمبر جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا اسے پہنچا دیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کی پیغام رسانی نہیں فرمائی اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔

شیعوں کے ہاں یہ متفق علیہ ہے اور اہل سنت و الجماعت کی کتابوں میں بھی کثیر طرق

اسناد سے ابو ہریرہ، ابو سعید خدری، ابو رافع اور دیگر حضرات سے روایت ہے کہ یہ آیت غدیر خم (یعنی خم نامی تالاب پر بیان کردہ حدیث۔ من کنت مولاہ) کے روز علی بن ابی طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور کتاب "غایہ المرام" میں اھل سنت کی طرف سے نو حدیثیں نقل کی گئی ہیں کہ یہ آیت علی بن ابی طالب کے بارے میں ہے۔ اب بتلاؤ کہ اللہ کے حکم سے علی بن ابی طالب کی شناخت کروانا تاکہ لوگ انہیں پہچان جائیں، کیا جزو دین ہے اور لوگ (صحابہ) اس شناخت اور اطاعت کے حکماً پابند کئے گئے تھے یا یہ محض ایک بے ہودہ، احمقانہ کام تھا جس کا مقصد شوخی و دل لگی تھا؟

امام خمینی حدیث غدیر خم (من کنت مولاہ فعلی مولاہ... الخ) کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"تواتر حدیث غدیر پیش اہل سنت و جماعت تا چہ رسد .شیعہ جای ہیچ شک و تردید نیست"۔ (کشف اسرار، ص 182)۔

ترجمہ: غدیر خم والی حدیث شیعہ تو شیعہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک بھی متواتر ہے جس میں شک و تردید کی قطعاً گنجائش نہیں۔

حدیث غدیر خم جس سے اہل تشیع امامت و خلافت بلا فصل سیدنا علی کے لئے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے بارے میں اہل سنت کی ترجمانی کرتے ہوئے شیخ الاسلام محمد قمر الدین سیالوی فرماتے ہیں:

"یہ بھی ابلہ فریبی ہے کہ حضرت علی کی خلافت بلا فصل کی دلیل میں غدیر خم کی روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ:۔ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" (یعنی جن کا میں دوست ہوں علی بھی ان کے دوست ہیں)۔

ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں مولی بمعنی دوست ہے۔ دیکھو اب آیہ کریمہ۔ **فان اللہ مولاہ و جبریل و صالح المئومنین**۔ یعنی اللہ کے محبوب کا دوست اللہ جل شانہ ہے اور جبریل ہیں اور نیک بندے ہیں)۔ **والملائکۃ بعد ذلک ظھیر**۔ اس کے بعد فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امداد کنندہ ہیں۔ القرآن۔

اب مولی کا معنی حاکم یا امام یا امیر کرنا صراحتہ قرآن کریم کی مخالفت ہے اور تفسیر

بالرائے ہے۔ اور کون مسلمان نہیں جانتا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کے دوست ہیں' جن کو اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گھر میں' ہجرت میں' نماز میں' سفر میں' حتی کہ قبر میں اپنا ساتھی اور رفیق منتخب فرمایا' حضرت علی ان کے دوست ہیں۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا صاف صاف ارشاد گرامی نہ بھولئے' حضرت تو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں فرماتے ہیں کہ:۔

"هما حبيباي" یعنی وہ میرے دوست ہیں"۔ (مذہب شیعہ' ص 80)۔

اس سلسلہ میں محسن اہلسنت مولانا منظور نعمانی فرماتے ہیں۔

"اہل سنت کی بعض کتب حدیث میں بھی حجۃ الوداع کے سفر کے اس خطبہ نبوی کا ذکر کیا گیا ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا:۔ (من کنت مولاہ فعلی مولاہ الخ...) لیکن اس کا مسئلہ امامت و خلافت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

اصل واقعہ یہ تھا کہ حجۃ الوداع سے سات آٹھ مہینے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو قریباً تین سو افراد کی جمعیت کے ساتھ یمن بھیج دیا تھا' وہ حجۃ الوداع میں یمن سے آکر ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو یمن کے زمانہ قیام میں ان کے بعض ساتھیوں کو ان کے بعض اقدامات سے اختلاف ہوا تھا۔

وہ لوگ بھی حجۃ الوداع میں شرکت کے لئے ان کے ساتھ میں آئے تھے۔ انہوں نے آکر دوسرے لوگوں سے بھی حضرت علی کے ان اقدامات کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کیا۔ بلاشبہ یہ ان لوگوں کی غلطی تھی۔ شیطان ایسے موقعوں سے فائدہ اٹھاکر دلوں میں میل اور افتراق پیدا کردیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس صورت حال کا علم ہوا تو آپ نے ضرورت محسوس فرمائی کہ حضرت علی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقبولیت و محبوبیت کا جو مقام حاصل ہے اس سے لوگوں کو آگاہ فرمائیں اور اس کے اظہار و اعلان کا اہتمام فرمائیں۔ اسی مقصد سے آپ نے وہ خطبہ دیا جس میں فرمایا:

"من كنت مولاه فعلى مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه"۔

عربی زبان میں مولیٰ کے معنی آقا کے بھی ہیں' غلام کے بھی ہیں' آزاد کردہ غلام کے بھی ہیں۔ حلیف کے بھی ہیں' مددگار کے بھی ہیں۔ دوست اور محبوب کے بھی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں وہ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے اور اس حدیث میں

آخری دعائیہ جملہ اس کا واضح قرینہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ میں جس کا محبوب ہوں علی بھی اس کے محبوب ہیں' لہٰذا جو مجھ سے محبت کرے اس کو چاہئے کہ وہ علی سے بھی محبت کرے۔ آگے آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ جو بندہ علی سے محبت و موالات کا تعلق رکھے تو اس سے محبت و موالات کا معاملہ فرما اور جو کوئی علی سے عداوت رکھے تو اس کے ساتھ عداوت کا معاملہ فرما۔ جیسا کہ عرض کیا گیا یہ دعائیہ جملہ اس کا واضح قرینہ ہے کہ اس حدیث میں مولی کا لفظ محبوب اور دوست کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مسئلہ امامت و خلافت سے کوئی تعلق نہیں"۔

(مولانا محمد منظور نعمانی' ایرانی انقلاب' امام خمینی اور شیعیت' مطبوعہ مکتبہ مدنیہ' لاہور' ص 188-189)۔

شیخ الاسلام سیالوی اور مولانا نعمانی کی یہ توضیحات دنیا بھر کے علمائے اہل سنت والجماعت کی ترجمان ہیں کہ "مولی" کا لفظ اس حدیث میں "دوست" کے معنی میں استعمال ہوا ہے' امامت و خلافت سے اس کا قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ پس اس کے دونوں بیان کردہ مفہوم و معنی درست ہیں کہ جن سے نبی دوستی رکھتے ہیں (یعنی سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان و جملہ صحابہ کرام) علی بھی ان سے دوستی رکھتے ہیں۔ نیز جو نبی سے دوستی رکھتا ہے وہ علی سے بھی دوستی رکھے۔ اس طرح دوستان علی (صحابہ کرام) سے دشمنی رکھنے والے (روافض) اور دوست نبی و صحابہ (یعنی علی) سے دشمنی رکھنے والے (خوارج) دونوں عداوت خداوندی کے مستحق ازروئے دعائے نبوی قرار پائے۔ اس کے برعکس سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان و علی و جملہ صحابہ کرام سے بیک وقت دوستی و محبت رکھنے والے اہل سنت والجماعت اللہ رسول کے دوست قرار پائے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

ب۔ حدیث منزلت اور امامت علی (رض)

قرآن و حدیث کی غلط تاویلات سے سیدنا علی کو سیدنا ابوبکر کے بجائے امام اول و خلیفہ بلافصل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے امام خمینی اور تمام اہل تشیع "حدیث منزلت" بھی زور و شور سے پیش کرتے ہیں' چنانچہ امام خمینی اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

"ذکر حدیث منزلت در امامت علی (ع)

یکی از احادیثی کہ در بارۂ امامت امیرالمومنین از پیغمبر اسلام وارد شدہ حدیث منزلت است۔ و آں حدیثی است کہ بطور تواتر از سنی و شیعہ نقل شدہ کہ پیغمبر، علی گفت:۔

(انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی)۔

یعنی نسبت تو بمن مثل نسبت ہارون بموسی است مگر در پیغمبری کہ کسی بعد از من پیغمبر نیست۔ و ہارون تمام شئون خلافت و وراثت را نسبت بموسی داشت۔ سید بزرگوار سید ہاشم بحرانی ایں حدیث را با یکصد سند از طریق اہل سنت نقل میکند کہ بسیاری از آں از صحاح ستہ سنیان است کہ بزرگ ترین کتب آنہا است۔"

(امام خمینی، کشف اسرار، 15 ربیع الثانی، 1363ھ، طبع ایران، ص 182)۔

ترجمہ: پیغمبر اسلام سے امیرالمومنین کی امامت کے سلسلہ میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک حدیث منزلت ہے جو اہل سنت و شیعہ سے متواتر سند کے ساتھ منقول ہے کہ پیغمبر نے علی سے فرمایا:۔ **(انت منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی)** یعنی تیری مجھ سے نسبت ویسی ہی ہے جیسی ہارون کی موسی سے ہے، سوائے پیغمبری کے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور ہارون موسی کی نسبت سے تمام امور خلافت و وراثت کے حامل تھے۔ سید بزرگوار سید ہاشم بحرانی نے اس حدیث کو ایک سو اسناد کے ساتھ اہل سنت کے طرق حدیث سے نقل کیا ہے جن میں سے زیادہ تر سنیوں کی صحاح ستہ میں سے ہیں جو کہ اہل سنت کی عظیم ترین کتب حدیث ہیں۔

اہل تشیع چونکہ حدیث غدیر کے بعد اس "حدیث منزلت" سے سیدنا علی کو خلیفہ بلافصل ثابت کر کے اہل سنت کو لاجواب کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لہٰذا اس حوالہ سے شیخ الاسلام سیالوی فرماتے ہیں:

"علی ہذا القیاس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل پر غزوہ تبوک کی روایت کو دلیل میں پیش کرنا سخت ناواقفی اور بے خبری کی دلیل ہے۔ یعنی غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کا حضرت علی کو ارشاد فرمانا۔

"اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی" یعنی اے علی آپ اس بات پر راضی نہیں کہ جو نسبت ہارون کو موسی سے تھی وہی منزلت آپ کو مجھ سے ہوئی۔

اب اس روایت سے یہ ثابت کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کو خلیفہ بلا فصل مقرر فرمارہے ہیں، کس قدر بے محل ہے۔ اولاً اس لئے کہ حضرت ہارون حضرت موسی کی عین حیات میں فوت ہوگئے تھے اور حضرت موسی کے خلیفہ نہ بلا فصل بنے اور نہ بالفصل۔ دیکھو شیعوں کے مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی کی کتاب حیات القلوب، ص 368 اور ناسخ التواریخ وغیرہ اور اولڈ ٹسٹامنٹ (بائبل وغیرہ) جہاں صراحتاً موجود ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسی کی عین حیات میں فوت ہوئے اور یہود نے حضرت موسی پر یہ اتہام لگایا کہ انہوں نے اس کو قتل کیا ہے جس پر اللہ تعالی نے حضرت موسی کی برات نازل فرمائی، جس کا ذکر قرآن کریم میں ان کلمات طیبات کے ساتھ ہے۔

فبرأہ اللہ مما قالوا وکان عنداللہ وجیھا۔

(پس اللہ تعالی نے حضرت موسی کو اس اتہام سے بری فرمایا جو کچھ کہ یہود نے ان کے متعلق باندھا تھا اور وہ اللہ کے نزدیک ایک معزز و محترم تھے۔)

اور تفسیر صافی میں جو اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب ہے، بحوالہ تفسیر "مجمع البیان" جو شیعوں کے مجتہد اعظم کی تصنیف ہے، حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت تصدیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں:۔

(عن علی علیہ السلام ان موسی و ھارون صعدا الجبل فمات ھارون فقالت بنو اسرائیل انت قتلتہ...الخ)۔

یعنی حضرت موسی اور حضرت ہارون ایک پہاڑ پر چڑھے۔ پس حضرت ہارون فوت ہوگئے تو بنی اسرائیل نے کہا کہ اے حضرت موسی! آپ نے ان کو قتل کیا ہے الخ۔

"حیرت القلوب" میں یہ واقعہ مفصل موجود ہے۔

تو یہ مشابہت خلافت کے ساتھ قرار دینا کہ جیسے حضرت ہارون، حضرت موسی کے خلیفے تھے، ویسے ہی حضرت علی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفے تھے، انتہا درجہ تعجب انگیز ہے۔ دلیل تو خلافت بلا فصل اس مشابہت کے ذریعے سے لائی گئی، مگر اس مشابہت کی وجہ سے مطلقاً خلافت نہ بلا فصل اور نہ بالفصل ثابت ہو سکی۔ خدا کا شکر ہے کہ کسی خارجی منحوس کے کانوں تک اہل تشیع کی خلافت بلا فصل کے متعلق یہ دلیل نہیں پہنچی ورنہ اہل تشیع حضرات کو لینے کے دینے پڑ جاتے

ہٹ دھرمی کی بھی انتہا ہے۔ جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کے متعلق ائمہ طاہرین کی سند کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح اور غیر مبہم ارشاد خود اہل تشیع کی معتبر کتابوں سے دکھایا جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ان ابا بکر یلی الخلافۃ من بعدی۔ یعنی میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہیں۔

اور اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب تفسیر امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ اور تفسیر صافی وغیرہ کی تصریحات پیش کی جائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہیں، ان کے بعد عمر ہیں۔ اور اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب نہج البلاغہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ان کی خلافت کو تسلیم فرمانا، ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا، ان کے ساتھ مشوروں میں شریک ہونا ثابت کیا جائے اور شیعوں کی معتبر ترین کتاب "شافی" اور "تلخیص الشافی" سے ائمہ طاہرین کی روایات کے ساتھ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا یہ ارشاد گرامی موجود ہو کہ۔ ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) میرے پیارے ہیں۔ امام الھدیٰ ہیں، پیشوائے وقت ہیں، ہدایت کے امام ہیں، شیخ الاسلام ہیں، اور مولا علی کا یہ ارشاد خود ائمہ طاہرین کی سند کے ساتھ پیش کیا جائے کہ حضور کی تمام امت سے افضل ابوبکر ہیں، اور کتاب "کافی" سے یہ تصریح پیش کی جائے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ تمام صحابہ سے افضل ہے، اور اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب "تفسیر حسن عسکری" اور "معانی الاخبار" وغیرہ میں یہ تصریحات موجود ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر بمنزلہ میری آنکھ کے ہیں اور عمر بمنزلہ میرے گوش مبارک کے ہیں اور عثمان بمنزلہ میرے دل کے ہیں، تو ان روایات کو دیکھ کر اہل تشیع کو خلافت کا یقین نہیں ہوتا، نہ ہی ائمہ طاہرین کی روایات پر ایمان لاتے نظر آتے ہیں اور حضرت ہارون کی مشابہت سے خلافت بلا فصل ثابت کرنے کی بڑی دور کی سوجھتی ہے۔

اگر حضرت علی کی خلافت ثابت کرنے کا اس قدر شوق ہے تو پہلے ان کو سچا بھی مانو، ان کے ارشادات پر ایمان بھی لاؤ، اور ان کی حدیثوں کو صحیح تسلیم کرو۔ ان معصومین کو جھوٹ، مکر اور فریب سے پاک اور منزہ یقین کرو، تو ہم جانیں کہ اہل تشیع کو ائمہ طاہرین معصومین کے ساتھ دلی الفت اور محبت ہے۔ حضرت ہارون کے ساتھ مشابہت ایک وقتی طور پر بہت

مناسب ہے، جیسے حضرت موسیٰ، حضرت ہارون علیہما السلام کو طور سیناء پر جاتے وقت اپنے گھر چھوڑ گئے تھے، اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں تشریف لے جاتے وقت حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو مدینہ شریف کی حفاظت کے لئے افسر مقرر کر گئے تھے۔

مگر حسب روایت باقر مجلسی کی "حیات القلوب" میں حضرت علی نے مدینہ شریف میں رہنا پسند نہ فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ساتھ جانا اختیار کیا اور شامل سفر باظفر ہوئے۔

مگر سوال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشابہت حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے متعلق موجود ہے یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد زندہ نہ تھے، بلکہ ان کے عین حیات میں ہی فوت ہوئے، لہٰذا حضرت موسیٰ کے بعد خلیفہ نہ بنے۔ فذلک کذالک۔ البتہ ہم اہل السنت و الجماعت کے اصول کے مطابق حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے خلیفہ ہیں"۔

(شیخ الاسلام محمد قمرالدین سیالوی، مذہب شیعہ، ص 80-83، مطبوعہ اردو پریس میکلوڈ ڈلاہور، مکتبہ ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف، 1377ھ)۔

ج۔ حدیث سفینہ نوح (ع)

امام خمینی اور تمام اہل تشیع امامت اور شیعیت کے اثبات کے سلسلہ میں حدیث غدیر و منزلت کی طرح بہت سی ایسی احادیث کا بھی حوالہ دیتے ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اہل بیت سے وابستہ رہنے کی تلقین فرمائی ہے، اس سلسلہ میں امام خمینی فرماتے ہیں:۔

"حدیث سفینہ درباره امامت

و از احادیث مسلمہ متواترہ حدیث تشبیہ اہل بیت بکشتی نوح است کہ از طریق اہل سنت یازدہ حدیث در این موضوع وارد شدہ است کہ ما یک حدیث آنرا ذکر میکنیم۔

ابوالحسن علی بن محمد خطیب فقیہ شافعی متوفی در سال 483 در کتاب مناقب بسند خود از ابن عباس نقل میکند:۔ **(قال قال رسول اللہ: مثل اہل بیتی مثل سفینۃ نوح**

من رکبها نجا و من تأخر منها هلک)۔ یعنی پیغمبر گفت مثل اہل بیت من مثل کشتی نوح است کہ ہر کس سوار آں کشتی شد نجات پیدا کرد و ہر کس تاخیر انداخت ہلاک شد"۔
(امام خمینی' کشف اسرار' مطبوعہ ایران 1363ھ' ص 189)۔

ترجمہ:۔۔ امامت کے بارے میں حدیث سفینہ

ان تسلیم شدہ متواتر احادیث میں سے اہل بیت کو کشتی نوح سے تشبیہ دینے والی حدیث بھی ہے' اس موضوع پر اہل سنت کے طرق اسناد سے گیارہ احادیث مروی ہیں جن میں سے ہم ایک حدیث کا ذکر کریں گے۔

شافعی فقیہ ابوالحسن علی بن محمد خطیب متوفی 483ھ اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ:۔ (**قال قال رسول الله: مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا و من تأخر عنها هلک**)۔ یعنی پیغمبر نے فرمایا کہ میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح جیسی ہے کہ جو کوئی اس کشتی میں سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جس کسی نے دیر کردی (سوار نہ ہو پایا) ہلاک ہو گیا۔

د۔ حدیث ثقلین بسلسلہ اہل بیت

اسی سلسلہ میں حدیث ثقلین بھی اہل تشیع کے نزدیک بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ امام خمینی فرماتے ہیں:

"حدیث ثقلین در امامت ائمہ

ازجملہ احادیثی کہ از طرق سنی و شیعہ متواتر است نص بر امامت علی و فرزندان معصومین اوست حدیث ثقلین است۔ و آں حدیثی است کہ از بیست و چند نفر از اصحاب پیغمبر نقل و بسی۔ و نہ حدیث از طریق اہل سنت منقول است کہ از جملہ آں ہا است صحیح مسلم و صحیح ابی داؤد و صحیح ترمذی و مسند احمد بن حنبل و مستدرک حاکم و دیگر از اجلہ اثبات و مہرۂ ثقات اہل سنت و جماعت۔

و ما یک حدیث از صحیح ترمذی و ابی داؤد در اینجا ذکر میکنیم۔ ہر کس تفصیل ایں دو مطلب را بخواہد بکتاب "غایہ المرام" و کتاب "عبقات" رجوع کند۔ ایں دو کتاب کہ از شش کتب صحیح سنیان است، سند خود از زید بن ارقم نقل کنند۔

قال قال رسول الله صلی الله علیه و آله: انی تارک فیکم ما ان

تمسکتم به لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الاخر و هو کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اهل بیتی لن یفترقا حتی یردوا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فی عترتی)۔

زید بن ارقم گفت پیغمبر گفت من در پیش شما چیزہائی میگزارم کہ اگر تمسک بہ آں کنید ضلالت و گمراہی ہرگز نمی افتید بعد از من۔ و آں دو چیز است کہ یکی از آنہا از دیگری بالاتر است و آں کتاب خدا است کہ ریسمانی است کہ از آسمانی بزمین کشیدہ شدہ و دیگر عترت من کہ اہل بیت من ہستند۔ و ایں دو از ہم جدا نمی شوند تا روز قیامت۔ ببینید چہ طور سلوک میکنید بعد از من با اہل بیت من۔

وایں حدیث امامت را در اہل بیت رسول خدا قرار دادہ تا روز قیامت۔"
(امام خمینی' کشف اسرار' طبع ایران' 1363ھ' ص 187۔188)۔

ترجمہ: امامت کے سلسلہ میں حدیث ثقلین

ان احادیث میں سے جو سنی و شیعہ طرق اسناد سے متواتر اور امامت علی و فرزندان معصومین علی پر نص ہیں' حدیث ثقلین بھی ہے۔ یہ حدیث بیس سے کچھ زائد اصحاب پیغمبر سے منقول ہے اور کافی ہے۔ نیز نو احادیث طریق اہل سنت سے منقول ہیں' جن میں سے صحیح مسلم و صحیح ابی داؤد و صحیح ترمذی و مسند احمد بن حنبل و مستدرک حاکم وغیرہ میں اہل سنت والجماعت کے عظیم معتبر و مستند حضرات سے مروی ہیں۔

اور ہم یہاں ایک حدیث صحیح ترمذی و (سنن) ابی داؤد سے ذکر کر رہے ہیں' پس جو کوئی ان ہر دو مطالب کی تفصیل چاہتا ہے وہ کتاب "غایتہ المرام" اور کتاب "عبقات" کی طرف رجوع فرمائے۔ ان دو کتابوں (ترمذی و ابوداؤد) میں جو سینوں کی صحاح ستہ (چھ صحیح ترین کتب حدیث) میں شامل ہیں' زید بن ارقم سے منقول ہے۔ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ انی تارک فیکم الثقلین الخ)۔

زید بن ارقم نے فرمایا کہ پیغمبر نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھام لوگے تو ہرگز گمراہی و ضلالت میں مبتلا نہ ہو پاؤ گے' اور وہ دو چیزیں ہیں جن میں سے ایک دوسری سے بالاتر ہے اور وہ ہے اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی اللہ کی رسی ہے اور دوسری میری عترت جو کہ میرے اہل

بیت ہیں اور یہ دونوں روز قیامت تک ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے' پس دیکھ لو کہ تم میرے بعد میرے اہل بیت کے ساتھ کیسا سلوک کرو گے۔

اور اس حدیث نے امامت کو روز قیامت تک کے لئے اہل بیت رسول خدا میں (منحصر) قرار دے دیا ہے۔

امام خمینی نے مذکورہ "حدیث سفینہ" و "حدیث ثقلین" سمیت اس قسم کی تمام احادیث کو کتب اہل سنت سے بھی نقل کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امامت و خلافت صرف اہل بیت رسول(ص) کا حق ہے' وہی مانند کشتی نوح باعث نجات ہیں اور یہی عترت رسول (خاندان' کنبہ) یعنی اہل بیت' قرآن کے ہمراہ وہ دوسری وزنی چیز ہے جس سے وابستگی گمراہی سے بچنے کی ضمانت ہے۔ لیکن ان سنی روایات و احادیث سے اپنے حق میں دلائل دینے والے امام خمینی اور ان کے دیگر ہمنوا' اہل بیت سے صرف اور صرف سیدنا علی و فاطمہ و حسن و حسین نیز وفات نبوی کے بعد پیدا ہونے والے حسینی ائمہ شیعہ مراد لے کر اس بلند و بالاتر قرآن مجید کی نص صریح کے منکر قرار پاتے ہیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ ازواج مطہرات کو امہات المومنین اور اہل بیت رسول(ص) ہونے کی مستقل سند عطاء فرمائی گئی ہے' اور ان کے ساتھ ساتھ اضافی طور پر بعض احادیث نبویہ کی رو سے اولاد و اقارب رسول(ص) بھی اہل بیت نبوت میں شامل قرار پاتے ہیں۔ لہٰذا اہل بیت رسول کے کشتی نوح کی مانند باعث نجات قرار پانے اور بلند وبرتر قرآن مجید کے ہمراہ اہل بیت سے تمسک و وابستگی کے حکم میں سب سے پہلے بارہ امہات المومنین سے تمسک و وابستگی واجب و لازم ہے۔ یعنی سیدہ خدیجہ' سودہ' عائشہ' حفصہ' ام حبیبہ' زینب بنت جحش' زینب بن خزیمہ' جویریہ' میمونہ' صفیہ' ام سلمہ اور ماریہ قبطیہ (رضی اللہ عنھن)۔

اور ان کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بیٹوں (سیدنا قاسم و عبداللہ و ابراہیم رضی اللہ عنھم) اور چاروں بیٹیوں (سیدہ زینب و رقیہ و ام کلثوم و فاطمہ رضی اللہ عنھن) سے تمسک و وابستگی لازم ہے۔ نیز بعدازاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں نواسوں (سیدنا علی بن ابوالعاص' عبداللہ بن عثمان' حسن و حسین بن علی) اور چاروں نواسیوں (سیدہ امامہ دختر سیدہ زینب و ابی العاص' سیدہ ام کلثوم و زینب و رقیہ دختران علی و فاطمہ) کا سلسلہ ہے۔

علاوہ ازیں اکابر قریش و بنی ہاشم سیدنا ابوبکر و عمر و ابوسفیان جو اہل بیت رسول سیدہ

عائشہ و حفصہ و ام حبیبہ کے والد ہیں' نیز سیدنا ابوالعاص و عثمان و علی جو دختران رسول' سیدہ زینب و رقیہ و ام کلثوم و فاطمہ کے شوہر ہیں' اہل بیت رسول سیدہ ام حبیبہ کے بھائی سیدنا معاویہ جن کے بہنوئی جناب رسالت ماب ہیں' ان سب کا اہل بیت رسول سے براہ راست رشتہ و تعلق ہے' اور حدیث "الائمہ من قریش" (امام و خلیفہ قریش میں سے ہوں گے) نیز دیگر احادیث اہل سنت (مثلاً غزوہ بدر میں نبی علیہ السلام کے چچازاد بھائی کے فرزند کے بارے میں حدیث "ھو اول شھید من اھل بیتی" و "سلمان منا اھل البیت" و "العباس منی وانا من العباس" وغیرہ) کی رو سے مستحقین امامت و خلافت اور اہل بیت نبوت کا دائرہ اولاد علی و فاطمہ تک محدود نہیں رہتا بلکہ تمام ازواج و اولاد ثم خویش و اقارب رسول(ص) سمیت درجہ بدرجہ مختلف اکابر قریش و بنو ہاشم تک وسیع تر ہے۔

لہٰذا ان احادیث اہل سنت سے سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنھم کے مقابلے میں سیدنا علی کو اہل بیت میں سے ہونے کے باوجود بطور خاص امام اول و خلیفہ بلافصل ثابت کرنا عبث و محال ہے۔ البتہ اس قرآن مجید میں جس کو خمینی صاحب کی بیان کردہ سنی حدیث میں اہل بیت سے زیادہ وزنی و بالاتر' آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی رسی قرار دیا گیا ہے۔ ازواج رسول کو اہل بیت قرار دینے کے ساتھ ساتھ امامت و خلافت ابوبکر کا اشارہ دیتی ہوئی یہ نص قرآنی بھی موجود ہے۔

"فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا" (التوبۃ:40)

اللہ نے ان (پیغمبر) کی مدد اس وقت بھی کی جب کافروں نے انہیں نکال دیا تھا اور وہ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ غار (ثور) میں تھے اور اپنے صاحب و ساتھی (ابوبکر) سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر کو (1) ثانی اثنین (نبی کے ہمراہ دوسرا) (2) صاحب رسول یعنی صحابی و ساتھی اور (3) نبی (ص) کے ہمراہ معیت الٰہی کا حامل قرار دیا ہے۔ (آیت میں "ان اللہ معی" یعنی اللہ میرے ساتھ ہے کے بجائے ان اللہ معنا۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ کے الفاظ ہیں)۔

پس اس آیت کی رو سے (1) سیدنا ابوبکر صدیق کا مقام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصلاً

بعد تمام صحابہ و اہل بیت سے بلند تر ہے۔ (2) انہیں بلا شرکت غیرے منفرد صحبت رسول (ص) حاصل ہے اور (3) وہ نبی کے ہمراہ معیت الٰہی کے حامل ہیں۔ سیدنا ابوبکر کے حق میں اس نص صریح کے ساتھ ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے وفات سے پہلے سیدنا ابوبکر کو اپنے قائم مقام کے طور پر امامت نماز کے حکم نبوی اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کے پہلو میں بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی حدیث و سنت رسول کو بھی خمینی صاحب ملاحظہ فرمالیتے تو دوسروں کو گمراہ کرنے کے بجائے ان کی ذات و فرقہ کے لئے شاید قرآن و سنت و سیرت کی روشنی میں گمراہی سے بچنے اور نصوص قرآن و سنت کو قبول کرنے کا راستہ نکل آتا۔ واللہ لایھدی القوم الظالمین۔

بہرحال ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو امہات المومنین قرار دے کر ان کی شان میں نازل شدہ آیت تطہیر اور ان کو اہل بیت قرار دینے والی متصلہ آیات درج ذیل ہیں۔

1۔ **"النبی اولی بالمومنین من انفسهم وازواجه امهاتهم۔** (الاحزاب: 6)

نبی (ص) مومنین سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں۔

2۔ **ومن یقنت منکن لله و رسوله وتعمل صالحا نوتها اجرها مرتین واعتدنا لها رزقا کریما۔ ینساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولا معروفا۔ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی واقمن الصلوة وآتین الزکوة واطعن الله و رسوله انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا۔ واذکرن مایتلی فی بیوتکن من آیات الله والحکمة ان الله کان لطیفا خبیرا۔** (الاحزاب: 31-34)

ترجمہ:۔ تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور نیک عمل کرے گی تو ہم اسے اس کا دہرا اجر دیں گے اور ہم نے اس کے لئے عمدہ رزق تیار کر رکھا ہے۔

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تقویٰ اختیار کئے رکھو۔ پس دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی میں مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑجائے بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔

اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار مت دکھاؤ۔ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت سے آلودگی کو دور رکھے اور تمہیں پوری طرح پاک و صاف رکھے۔

اور یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں بے شک اللہ باریک بین اور پوری طرح باخبر ہے۔

بارہ ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو امہات المومنین، مصداق آیہ تطہیر ازواج مطہرات اور اہل بیت رسول (ص) قرار دینے والی ان آیات کے بعد امام خمینی اور اہل تشیع کا ازواج رسول (ص) کو اہل بیت رسول (ص) سے خارج قرار دینا نص قرآنی کی صریح خلاف ورزی اور انکار ہے، اور حدیث سفینہ و ثقلین وغیرہ میں مذکور باعث نجات اہل بیت یعنی ازواج و اولاد رسول (ص) سے تمسک و وابستگی سے صریحاً انکار کرکے اہل بیت سے محض سیدنا علی و فاطمہ و حسنین و ائمہ اہل تشیع مراد لینا نصوص قرآن و احادیث رسول (ص) سے متصادم ہے۔

علاوہ ازیں سیدنا ابوبکر کے حق میں آیہ ثانی اثنین کی طرح اہل بیت رسول (ص) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کے بارے میں نازل شدہ آیات سورہ نور بھی سیدہ عائشہ کی خصوصی شان و عظمت و برات کے حوالہ سے نص صریح ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ امام خمینی و اہل تشیع کے نزدیک نہ صرف اہل بیت سے خارج ہیں، بلکہ مبغوض و معتوب بھی قرار دی جاتی ہیں (معاذاللہ ثم معاذاللہ)۔

اگر امام خمینی و اہل تشیع کتب اہل سنت سے حدیث سفینہ و ثقلین کے ساتھ ساتھ مذکورہ آیات قرآن کے مطابق تمام ازواج مطہرات کو اہل بیت رسول تسلیم کرلیتے اور سورہ نور کی آیات کی نص صریح کے مطابق عظمت عائشہ صدیقہ کا اعتراف کرکے بخاری و مسلم کی متفق علیہ درج ذیل حدیث بھی کتب اہل سنت سے پیش نظر رکھ لیتے تو شاید تشریح اہل بیت کے حوالہ سے اہل اسلام کو گمراہ کرنا ان کے لئے مشکل تر ہوجاتا۔

"عن ابی موسی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: کمل من الرجال کثیر و لم یکمل من النساء الا مریم بنت عمران و آسیة امرأة فرعون وفضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام"۔

(متفق علیہ' مشکاۃ المصابیح' باب مناقب ازواج النبی)۔

ترجمہ :۔ ابوموسیٰ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مردوں میں سے بہت سے کامل گزرے ہیں مگر عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کاملہ نہیں گزری اور عائشہ کو تمام عورتوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید (عربوں کا عمدہ و نفیس ترین طعام) کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

الختصر امام خمینی نے سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان کی امامت و خلافت کو غلط و باطل ثابت کرنے اور امامت و خلافت علی کے ثبوت میں کتب اہل سنت سے جو احادیث نقل فرمائی ہیں وہ تمام احادیث (من کنت مولاہ' حدیث منزلت وسفینہ و ثقلین وغیرہ) متن کے لحاظ سے درست ہونے کے باوجود خمینی و اہل تشیع کی غلط و باطل تشریحات کی قطعاً حامل نہیں۔ جیسا کہ سابقہ تفصیلات میں بیان ہو چکا ہے' بلکہ درحقیقت یہ شیعی تشریحات اہل تشیع کے اس خبث باطن کا مظہر ہیں جو بغض و عناد صحابہ و اہل بیت کی اساس ہے' واللہ من ورائہم محیط۔

7۔ ابوبکر' قرآنی احکام کی خلافت ورزیاں کرتے تھے (معاذاللہ)

امام خمینی نے اپنی فارسی تصنیف "کشف الاسرار" میں ایک عنوان قائم کیا ہے۔

"مخالفت ہای ابوبکر بانص قرآن۔"

(امام خمینی' کشف اسرار' طبع ایران' ربیع الثانی 1363ھ' ص 144)

ترجمہ :۔ ابوبکر کی جانب سے نص قرآنی کی خلاف ورزیاں۔

اس عنوان کے تحت خمینی صاحب نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کئی الزامات عائد کئے ہیں جن میں سے اختصار کے پیش نظر صرف اول و اہم تر الزام نقل کیا جارہا ہے جس سے دیگر الزامات کی بے بنیاد حیثیت کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ خمینی صاحب فرماتے ہیں :۔

"شاید بگوئید کہ اگر در قرآن امامت تصریح می شد شیخین مخالفت نمیکردند و فرضا آنہا مخالف میخواستند بکنند مسلمان از آنہا نمی پذیرفتند۔ ناچار ما در این مختصر چند مادہ از مخالفت ہای آنہارا باصریح قرآن ذکر میکنیم تا روشن شود کہ آنہا مخالفت میکردند و مردم ہم می پذیرفتند۔ اینک مخالفت ہای ابوبکر باصریح قرآن بحسب نقل تواریخ معتبرہ و اخبار کثیرہ بلکہ متواترہ از اہل

سنت۔

1۔ در تواریخ معتبرہ و کتابہای صحیح سنیان نقل شدہ کہ فاطمہ دختر پیغمبر آمد پیش ابوبکر و مطالبہ ارث پدرش را کرد۔ ابوبکر گفت پیغمبر گفت:۔ **(انا معشر الانبیاء لانورث ما ترکناہ صدقہ)**۔ یعنی از ما گروہ پیمبران کسی ارث نمی برد و ہرچہ ما بجا گذاریم صدقہ باید دادہ شود۔"

(امام خمینی' کشف اسرار' طبع ایران' 15 ربیع الثانی 1363ھ' ص 144)

ترجمہ :۔ شاید آپ لوگ کہیں کہ اگر قرآن میں امامت (علی) کا ذکر صراحت کے ساتھ آجاتا تو شیخین (ابوبکر و عمر) مخالفت نہ کرپاتے اور بالفرض اگر وہ مخالفت کرنا چاہتے تو کرلیتے' مگر مسلمان (صحابہ) ان کا اثر قبول نہ کرتے۔ پس مجبوراً ہم اس مختصر مقالہ میں ان حضرات کی جانب سے قرآن کے صریح احکام کی خلاف ورزیوں میں سے چند باتوں کا ذکر کررہے ہیں تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ وہ دونوں (امامت کا واضح حکم قرآن میں آنے کی صورت میں) پھر بھی مخالفت کرتے اور لوگ (صحابہ) ان کی پذیرائی بھی کرتے۔

ابوبکر کی جانب سے قرآن کے صریح احکام کی خلاف ورزیاں معتبر تواریخ و روایات کثیرہ بلکہ اہل سنت کی درجہ تواتر تک پہنچی ہوئی روایات میں بھی موجود ہے۔

1۔ معتبر تاریخوں اور سنیوں کی صحیح کتابوں (بخاری وغیرہ) میں نقل ہوا ہے کہ پیغمبر کی بیٹی فاطمہ ابوبکر کے پاس آئیں اور اپنے والد کی وراثت کا مطالبہ کیا۔ ابوبکر کہنے لگے کہ پیغمبر نے فرمایا ہے کہ (ہم گروہ انبیاء سے کوئی وراثت نہیں پاتا جو کچھ ہم چھوڑجائیں وہ صدقہ ہے)۔

چند سطریں آگے چل کر امام خمینی فرماتے ہیں :۔

"این کلام ابوبکر کہ بہ پیغمبر اسلام نسبت دادہ مخالف آیات صریحہ ایست کہ پیغمبران ارث می برند و ما بعض آنہارا ذکر میکنیم۔

سورہ نمل (آیہ :16) وورث سلیمان داؤد۔ یعنی ارث برد سلیمان از داؤد کہ پدرش بود۔

سورہ مریم (آیہ 5) فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب واجعلہ رب رضیا۔ زکریای پیغمبر می گوید خدایا من یک فرزند بدہ کہ از من و از آل یعقوب ارث ببرد۔

اینک شما میگوئید خدا را تکذیب کنیم' یا بگوئیم پیغمبر اسلام برخلاف گفتہ ہای خدا سخن گفتہ

یا بگوئیم ایں حدیث از پیغمبر نیست و برای استیصال اولاد پیغمبر پیدا شدہ؟"

(خمینی، کشف اسرار، طبع ایران، ربیع الثانی 1363ھ، ص 145)

ترجمہ:۔ ابوبکر کا یہ کلام جسے انہوں نے پیغمبر اسلام کی طرف منسوب کیا ہے ان صریح آیات کے برخلاف ہے جن میں ذکر ہے کہ پیغمبروں سے وراثت ملتی ہے، اور ہم ان میں سے چند آیات کا ذکر کر رہے ہیں۔

سورہ نمل (آیت 16) میں ہے۔ وورث سلیمان داؤد یعنی سلیمان نے داؤد سے جو ان کے والد تھے وراثت پائی۔

سورہ مریم (آیت: 5) میں ہے (فھب لی من لدنک ولیا" یرثنی و یرث من آل یعقوب واجعلہ رب رضیا")۔ زکریا پیغمبر فرماتے ہیں کہ اے خدا مجھے ایک فرزند عطا فرما جو مجھ سے اور آل یعقوب سے وراثت پائے۔

اب آپ ہی بتلائیں کہ کیا ہم خدا کو جھوٹا قرار دیں یا کہہ دیں کہ پیغمبر اسلام نے ارشادات خداوندی کے برخلاف کلام فرمایا ہے یا یہ کہیں کہ یہ حدیث پیغمبر سے روایت نہیں بلکہ اولاد پیغمبر کے استیصال کے لئے گھڑی گئی ہے؟

چونکہ اس وقت موضوع کلام امام خمینی کی جانب سے صحابہ کرام کی توہین و تنقیص اور انہیں دشمنان خدا و پیغمبر(ص) ثابت کرنے کے لئے کی گئی زہر افشانی کی نشاندہی ہے، لہٰذا امام خمینی کے صحابہ دشمن اس بیان اور دیگر بیانات کا تفصیلی جواب دینا نہ ممکن ہے نہ مقصود۔ تاہم عام اہل سنت کی واقفیت کے لئے اشارتاً امام خمینی کے قرآنی آیات سے غلط استدلال کے جواب میں اہل سنت کی چند آراء کا خلاصہ درج ذیل ہے، جبکہ علاوہ ازیں متعدد دیگر دلائل بھی موجود ہیں۔

1۔ سیدنا ابوبکر کی بیان کردہ حدیث میں مذکور ہے کہ "ہم گروہ انبیاء سے کوئی وراثت نہیں پاتا" جبکہ سلیمان علیہ السلام کا داؤد علیہ السلام سے وراثت پانا گروہ انبیاء میں سے ایک نبی کے دوسرے نبی سے وراثت پانے کا اندرونی معاملہ ہے جس بناء پر آخری نبی کے بعد گروہ انبیاء سے باہر کسی غیر نبی کو نبی کا وارث قرار دینے کا جواز فراہم نہیں ہوتا۔

2۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے سیدنا داؤد علیہ السلام سے جو وراثت پائی وہ بطور نبی جملہ امور نبوت کی وراثت تھی جس میں بطور صاحب نبوت سیدنا داؤد کے تسلسل میں پوری

سلطنت جن و انس کی حکمرانی بھی شامل تھی، کسی مخصوص مال و جائیداد کا ترکہ مقصود نہ تھا۔

3۔ سیدنا زکریا علیہ السلام اپنی وراثت اور آل یعقوب کی وراثت سنبھالنے کے لئے فرزند (یحیی علیہ السلام) کی ولادت کی دعا مانگ رہے ہیں تو وہ بنیادی طور پر مال و جائیداد کے بجائے وراثت نبوت ہے جس کے لئے ایک مقام نبوت کا حامل فرزند مطلوب ہے۔ جب ایک عام دینی و روحانی شخصیت بھی بنیادی طور پر اپنے دینی و روحانی سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے اللہ سے فرزند کی طلب گار ہوتی ہے اور مال و جائیداد کی وراثت اس کا مقصود اصلی نہیں ہوتا تو انبیاء کے بارے میں یہ تصور رکھنا کہ وہ معاذاللہ اپنے مال و جائیداد کی حفاظت کے لئے فرزند کے طلب گار تھے، انتہائی نامناسب و ناقابل قبول ہے۔

4۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ وراثت جو قابل انتقال ہے وہ علم و حکمت و دین ہے نہ کہ مال و جائیداد۔ جس کی دلیل وہ شیعہ سنی متفق علیہ حدیث بھی ہے کہ "العلماء ورثۃ الانبیاء" یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اگر اس قسم کی احادیث سے خمینی صاحب کے استدلال کی روشنی میں علم کے ساتھ مال و جائیداد کی وراثت بھی مراد لی جائے تو تمام علماء امت انبیاء سابقین کے ترکہ میں نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مالی ترکہ میں بھی حصہ دار قرار پاتے ہیں جو کہ قطعاً ناقابل عمل و محال ہے۔

5۔ اہل تشیع کے پہلے امام منصوص و معصوم سیدنا علی نے اپنے پانچ سالہ بااختیار دور امامت و خلافت میں نہ تو خمینی صاحب کے بیان کردہ حضرت ابوبکر کے معاذاللہ خلاف قرآن حکم کو منسوخ کر کے باغ فدک، آل فاطمہ و وارثان پیمبر کو واپس دیا اور نہ ہی قرآن مجید کی مذکورہ آیات بیان کر کے سیدنا ابوبکر کی بیان کردہ اور صحابہ کرام کی تسلیم کردہ مذکورہ حدیث کے من گھڑت ہونے کا سرکاری اعلان کروایا، اور نہ ہی اہل تشیع کے دوسرے امام منصوص و معصوم سیدنا حسن نے اپنے ششماہی دور امامت و خلافت میں ایسا کیا۔ جو سیدنا علی کی طرف سے سیدنا ابوبکر نیز سیدنا عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے اس سلسلہ میں طرز عمل کو شرعی جواز فراہم کرنے کا باعث ہے، اور دلچسپ بات یہ ہے کہ امام خمینی نے بھی وفات سے پہلے اپنے ترکہ کے عظیم تر حصہ سے اپنی اولاد کو محروم کر کے دینی اداروں کو دے دینے کی وصیت فرمائی۔ وعلی ھذا القیاس

6۔ اسی سلسلہ کلام میں محسن اہل سنت مولانا منظور نعمانی کا یہ ارشاد بھی قابل توجہ

ہے۔

"خمینی صاحب نے ابوبکر صدیق کی مخالفت قرآن کی پہلی مثال پیش فرمائی ہے' جیسا کہ پہلے بھی ہم عرض کرچکے ہیں' خمینی صاحب کی باتوں کا جواب دینا اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہے۔ تاہم یہاں اتنا اشارہ کردینا ہم نامناسب نہیں سمجھتے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے یہ حدیث بیان فرماکر خود اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عمر کی صاحبزادی حضرت حفصہ کو بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہونے کی حیثیت سے آپ کی وارث تھیں' آپ کے ترکہ سے ان کا حصہ نہیں دیا۔ (اس مسئلہ کی پوری بحث نواب محسن الملک مرحوم کی آیات بینات میں دیکھی جاسکتی ہے۔"

(مولانا منظور نعمانی' ایرانی انقلاب' امام خمینی اور شیعیت' مکتبہ مدنیہ لاہور' ص 62)

8۔ عمراللہ کے قرآن کی مخالفت کرتے تھے (معاذ اللہ)

امام خمینی نے "مخالفت ہای ابوبکر بانص قرآنی" کے بعد دوسرا عنوان باندھا ہے۔

"مخالفت عمر با قرآن خدا"

(کشف اسرار' مطبوعہ ایران' 15 ربیع الثانی 1363ھ' ص 147)

ترجمہ:۔ عمر کی جانب سے خدا کے قرآن کی مخالفت۔

اس عنوان کے تحت امام خمینی فرماتے ہیں۔

"اینجا بعضی از مخالفت ہای عمر را با قرآن ذکر میکنیم تا معلوم شود مخالفت با قرآن پیش آنہا چیزی مہمی نبود۔ واگر فرضاً در قرآن تصریح باسم امام ہم شدہ بود مخالفت میکردند۔"

(کشف اسرار' ص 147)

ترجمہ:۔ یہاں ہم عمر کی جانب سے قرآنی احکام کی خلاف ورزیوں میں سے بعض کا ذکر کریں گے' تاکہ معلوم ہوجائے کہ ان لوگوں کے نزدیک قرآن کی مخالفت کرنا کوئی بڑی بات نہ تھی' اور اگر بالفرض امام (علی) کا نام صراحت کے ساتھ قرآن میں آجاتا تب بھی یہ لوگ (حکم قرآنی کی) مخالفت ہی کرتے۔

اس سلسلہ میں خمینی صاحب نے خلافت فاروقی میں قرآن و سنت کی روشنی میں اجماع صحابہ کے ساتھ (جن میں سیدنا علی بھی شامل تھے) کئے گئے بعض اجتہادی اقدامات کو خلاف قرآن قرار دیتے ہوئے بعض آیات سے استدلال فرمایا ہے۔ ان تمام غلط استدلالات کی

نوعیت و حیثیت کم و بیش ویسی ہی ہے جیسی سیدنا ابوبکر پر حدیث وراثت کے حوالہ سے حکم قرآنی کی خلاف ورزی کے لغو و باطل الزام کی ہے' خمینی صاحب کے ذکر کردہ اجتہادی اقدامات نیز دیگر اولیات و اجتہادات خلافت فاروقی جنہیں امام خمینی اور ان کا فرقہ بطور الزام پیش کرتے ہیں۔ وہ تمام اجتہادات قرآن و سنت سے ماخوذ تھے اور انہیں اجماع صحابہ کی سند حاصل تھی اور خود سیدنا علی کے پانچ سالہ بااختیار دور امامت و خلافت نیز سیدنا حسن کے مختصر دور امامت و خلافت میں خلافت فاروقی کے ان تمام اجتہادات و اقدامات کو من و عن برقرار رکھا گیا جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ خلافت فاروقی کے تمام اقدامات و اجتہادات قرآن و سنت پر مبنی تھے' ورنہ سیدنا علی و حسن جیسے اہل تشیع کے امام معصوم و منصوص اپنے بااختیار دور امامت و خلافت میں ان احکام و اجتہادات پر عمل جاری رکھنے کے بجائے انہیں منسوخ قرار دے کر خمینی صاحب جیسی قرآن فہمی و استدلال آیات کے مطابق اصل احکام قرآن و شریعت کو نافذ کردیتے' لہٰذا اہل تشیع کے اول و دوم امام منصوص و معصوم سیدنا علی و حسن کا سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان کے دور امامت و خلافت کے اقدامات و اجتہادات کو اپنے بااختیار دور امامت و خلافت میں برقرار رکھنا ان پر خمینی صاحب سمیت تمام معترضین کے اعتراضات کو لغو اور باطل قرار دیتا ہے۔

بہرحال سیدنا عمر پر ان فقہی اجتہادات کے حوالہ سے بے بنیاد الزام تراشیوں کے بعد' جن میں سے بعض کو سیدنا عمر کی امکانی اجتہادی غلطیاں قرار دینے کی گنجائش بھی اہل تشیع کے ہاں ہوسکتی تھی بشرطیکہ انہیں شیعہ کے پہلے اور دوسرے امام منصوص و معصوم سیدنا علی و حسن کی امامت و خلافت کے پانچ سالہ بااختیار دور میں منسوخ کردیا جاتا' آخر میں خمینی صاحب نے سیدنا عمر بن خطاب کو "حدیث قرطاس" کے حوالہ سے انتہائی بے ہودہ و زہریلے انداز میں کافر و زندیق قرار دے کر توہین و تکفیر صحابہ کا حق ادا کردیا ہے' ولعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

"مخالفت عمر با قرآن خدا" کے مذکورہ سابقہ عنوان کے تحت آخر میں سیدنا عمر پر آخری اور سنگین ترین الزام لگاتے ہوئے خمینی صاحب فرماتے ہیں۔ (ونقل کفر کفر نباشد)۔

4۔ "در آن موقع کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ درحال احتضار و مرض موت بود جمع کثیری در محضر مبارکش حاضر بودند۔ پیغمبر فرمود بیائید برائے شما یک چیزی بنویسم کہ ہرگز

ضلالت نیفتید۔ عمر بن الخطاب گفت (ھجر رسول اللہ)۔

وایں روایت را مورخین و اصحاب حدیث از قبیل بخاری و مسلم و احمد با اختلافاتی در لفظ نقل کردند۔

و جملہ کلام آنکہ ایں کلام یاوہ کہ از ابن خطاب یاوہ سرا صادر شدہ است و تاقیامت برائے مسلم غیور کفایت میکند۔ الحق خوب قدر دانی کردند از پیغمبر خدا کہ برای ارشاد و ہدایت آنہا ھم خون دل خورد و زحمت کشید۔

انسان باشرف دیندار غیور میداند روح مقدس ایں نور پاک باچہ حالی پس از شنیدن ایں کلام از ابن خطاب از ایں دنیا رفت۔

وایں کلام یاوہ کہ از اصل کفر و زندقہ ظاہر شدہ مخالفت است با آیاتی از قرآن کریم۔ .
سورہ نجم (آیہ 3) وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی علمہ شدید القوی الخ"۔
(خمینی 'کشف اسرار' ایران' 15 ربیع الثانی 1363ھ 'ص 149۔150)

ترجمہ:۔ اس موقع پر جبکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ مرض وفات اور جانکنی کے عالم میں تھے اور آپ کی جناب مبارک میں بہت سے لوگ حاضر تھے۔ پیغمبر نے فرمایا: آؤ میں تمہارے لئے ایک ایسی چیز لکھ دوں کہ جس کی وجہ سے تم کبھی بھی گمراہی میں مبتلا نہ ہوپاؤ گے۔ عمر بن خطاب کہنے لگے: ھجر رسول اللہ (رسول اللہ دنیا سے ہجرت فرمارہے ہیں)۔

یہ روایت مورخین و اصحاب حدیث مثلاً بخاری و مسلم واحمد نے لفظی اختلاف کے ساتھ نقل کی ہے۔

اور خلاصہ کلام یہ کہ یہ بے ہودہ کلام ابن خطاب جیسے یاوہ گو کی زبان سے صادر ہوا اور تاقیامت غیرت مند مسلمان کے لئے کفایت کرتا ہے۔ ان لوگوں نے اس پیغمبر خدا کی خوب قدر دانی کی ہے جس نے ان کی رہنمائی و ہدایت کے لئے اس قدر خون جگر صرف کیا اور تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ ایک شرف و عزت والا دیندار غیرت مند شخص ہی جان سکتا ہے کہ اس نور پاک کی روح مقدس ابن خطاب کے اس کلام کو سننے کے بعد کس حال میں اس دنیا سے رخصت ہوئی ہوگی۔

اور یہ بے ہودہ کلام جو دراصل (عمر کے) کفر و زندقہ کی بنیاد پر ظاہر ہوا۔ قرآن کریم کی آیات کے برخلاف ہے۔

سورہ نجم (آیہ: 3) میں ہے کہ وہ (پیغمبر) خواہش نفسانی کی بنا پر کوئی بات نہیں فرماتے۔ بلکہ وہ تو وحی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے اور شدید قوی والے نے انہیں اس کی تعلیم دی ہے الخ۔

خمینی صاحب کی بیان کردہ سنی روایت کے مطابق سیدنا عمر کے الفاظ "ھجر رسول اللہ" کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ (ص) ہجرت فرمارہے ہیں۔ یعنی آپ کی اس بات سے لگتا ہے کہ آپ کا دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب ہے۔ مگر خمینی اور ان کا شیعہ فرقہ اس صاف اور مثبت معنی کے بجائے "ھجر" کا دور از کار مطلب "بڑ بڑانا" یا "بکواس کرنا" (معاذ اللہ) نکال کر سیدنا عمر کو کافر و زندیق قرار دے رہے ہیں۔ مگر انہوں نے یہ نہ سوچا کہ اس غلط معنی و مفہوم پر اصرار کرکے خود سیدنا علی شیر خدا کو بھی وہ معاذاللہ کس قدر بے غیرت ثابت کررہے ہیں کہ نص قرآنی (وما ینطق عن الھوی وغیرہ) کے منافی نیز توہین رسالت پر مبنی اس کلام کو سن کر بھی انہوں نے خاموشی اختیار فرمائی' اور ان کی تلوار حرکت میں نہ آئی' جبکہ چودھویں صدی کے غازی علم الدین جیسے عام مسلمان بھی گستاخ رسول کا سر قلم کردیتے ہیں' اور پھر انہی عمر کی بیعت خلافت کرکے انہی کے مشیر بنے رہے' اور ساتھ ہی ان کے دور خلافت میں اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم کا نکاح بھی ان کے ساتھ فرمادیا جو شہادت عمر تک ان کے عقد میں رہیں' اور انہی عمر کی وفات پر نھج البلاغہ میں درج خطبہ کے مطابق مدح و توصیف کے کلمات ارشاد فرماتے رہے۔ ونعوذ باللہ من شرور الشیعۃ و خرافاتھم)۔

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی (رح) حدیث قرطاس کے حوالے سے شیعہ علماء کی خرافات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بے خبر اور ناواقف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کبھی تو قرطاس کی روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات طیبہ کے آخری خمیس کو اپنے حرم سرا میں اہل بیت کے مرد و زن سے کہا کہ لکھنے کے لئے کوئی چیز لاؤ (دوات' قلم' کاغذ) میں تمہارے لئے کچھ وصیت لکھوں تاکہ میرے بعد تم صراط مستقیم پر ثابت قدم رہو۔ جب حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ نے مسجد شریف جاکر دوات' قلم طلب فرمائی تو امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ ہمیں قرآن کریم کافی ہے اور کیا آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم ہمیں داغ مفارقت تو نہیں دینا چاہتے؟ اس بات کو سمجھو۔

یہ روایت اہل السنت کی کتابوں میں ہو یا اہل تشیع کی کتابوں میں بہرصورت قرآن کریم کی آیہ کریمہ ولا تخطوہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون (یعنی آپ اپنے ہاتھ مبارک سے کبھی اس کو نہ لکھنا تاکہ گمراہ کرنے والے لوگ شک پیدا نہ کرسکیں) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود لکھ سکتے تھے اور قرآن کریم بھی خود لکھا ہے۔ خدا کی طرف سے نہیں۔

اب یہ نفی ہو یا نہی بہرصورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ہاتھ مبارک سے لکھنا ممنوع اور محال ہے اور روایت میں ہے کہ میں لکھوں۔

دوسرا بالفرض تسلیم اس روایت میں خلافت کا ذکر تک نہیں۔ حضرت علی کی خلافت اور وہ بھی بلا فصل اس سے کیسے ثابت ہوگئی ہے۔

تیسرا اہل بیت کے مرد و زن میں حضرت علی موجود تھے تو ان کو دوات قلم پیش کرنے کا حکم ہوا۔ جیسا کہ "ائتونی" کا صیغہ جمع مذکر اسی امر پر دلالت کرتا ہے۔ فرض کرو کہ حضرت عمر نے "حسبنا کتاب اللہ" (یعنی ہمیں قرآن کریم کافی ہے) فرمایا ہو تو سوال یہ ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمر کے کہنے پر عمل کرنا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر؟ پھر حضرت علی نے کس کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے دوات و قلم و کاغذ پیش نہ کیا"۔

(علامہ محمد قمرالدین سیالوی، مذہب شیعہ، مطبوعہ لاہور، 1377ھ، ص 78-79)

9۔ ہم ایسے خدا کی پرستش نہیں کرتے جو عثمان و معاویہ جیسے غارت گروں، لٹیروں کو امارت و حکومت عطا کرتا ہے (معاذ اللہ)

سیدنا ابوبکر و عمر کی طرح دوہرے داماد رسول سیدنا عثمان اور برادر سیدہ ام حبیبہ ام المومنین، سیدنا معاویہ کی شان میں بھی انتہائی خوفناک گستاخی کرتے ہوئے خمینی صاحب "کشف الاسرار" میں لکھتے ہیں۔

"ماخدائے راپرستش میکنیم ومیشناسیم کہ کارھایش براساس عقل پائیدار و بخلاف گفتہ عقل ہیچ کاری نکند۔ نہ آن خدائے کہ بنائی مرتفع از خداپرستی و عدالت و دینداری بناء کند و خود بخرابی آن بکوشد۔ و یزید و معاویہ و عثمان و ازیں قبیل چپاولچی ہائے دیگر رابمردم امارت دھد"۔ (امام خمینی، کشف اسرار، مطبوعہ ایران، 15 ربیع الثانی، 1363ھ، ص 135)۔

ترجمہ:۔ ہم ایسے خدا کی پرستش کرتے اور اسی کو جانتے ہیں جس کے سارے کام عقل

و حکمت کی بنیاد پر پائیدار ہیں۔ ہم ایسے خدا کی پرستش نہیں کرتے جو خدا پرستی، و، عدالت و دینداری کی ایک عالی شان عمارت تیار کرائے اور پھر خود ہی اس کی بربادی کی کوشش کرنے لگے، اور لوگوں کی امارت و حکومت یزید و معاویہ و عثمان جیسے غارت گروں، لٹیروں کے سپرد کردے۔

خمینی صاحب کے اس گستاخانہ بیان پر محض اتنا کہنا کافی ہے کہ سیدنا عثمان کی بیعت امامت و خلافت اہل تشیع کے تین ائمہ معصومین سیدنا علی و حسن و حسین نے فرمائی، اور سیدنا معاویہ کی امامت و خلافت کی بیعت دوسرے اور تیسرے امام منصوص و معصوم سیدنا حسن و حسین نے بیک وقت فرمائی۔ نیز ان سے وظائف بھی قبول فرمائے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ سیدنا علی و حسن و حسین اسی خدا کی پرستش کرتے تھے جس نے سیدنا عثمان و معاویہ کو شرعی امارت و حکومت و خلافت نیز قرابت رسول خدا کا اعزاز بخشا، جبکہ امام خمینی ایسے خدا کی پرستش سے انکار کرکے حجت عمل امام کے بھی منکر قرار پاتے ہیں۔

10۔ ابوبکر و عمر، مخالفین قرآن و سنت، صحابہ کرام ان کے حمایتی و بزدل نیز تمام اہل سنت بھی انہی کے پیروکار ہیں، (معاذ اللہ)

امام خمینی نے اپنی مشہور فارسی تصنیف "کشف الاسرار" میں سیدنا ابوبکر و عمر کی جانب سے قرآنی احکام کی خلاف ورزیوں کی بہت سی مثالیں دے کر جن کا مختصر تذکرہ گزشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ اس تفصیلی بحث کے آخر میں ایک عنوان قائم فرمایا ہے۔

"نتیجہ سخن مادرین بارہ" (اس سلسلے میں ہماری گفتگو کا نتیجہ)

(امام خمینی، کشف اسرار، ص 150، مطبوعہ ایران، 15 ربیع الثانی 1363ھ)

اس عنوان کے تحت خمینی صاحب نے سیدنا ابوبکر و عمر نیز تمام صحابہ کرام اور اہل سنت والجماعت کی توہین و تذلیل کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا ہے اس میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ اگر امامت علی کے بارے میں واضح آیات آجاتیں، تب بھی ابوبکر و عمر اور ان کے حامی انہیں نہ مانتے، بلکہ من گھڑت تاویلات کے ذریعے انہیں تسلیم کرنے سے انکار کردیتے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"ازیں مجموع ایں مادہ ھا معلوم شد مخالفت کردن شیخین از قرآن در حضور مسلمانان یک امر خیلے مہم نبودہ و مسلمانان نیز یا داخل در حزب خود آنہا بودہ و در مقصود باآنہا ہمراہ

بودند' ویا اگر همراه نبودند جرات حرفزدن در مقابل آنها که باپیغمبر خدا و دختر او این طور سلوک میکردند نداشتند۔ ویا اگر گاهی یکی از آنها یک حرفی میزد سخن او ارجے نمیگذاشتند۔

وجملہ کلام آنکہ اگر در قرآن هم ایں امر باصراحت لہجہ ذکر می شد باز آنها دست از مقصود خود بر نمیداشتند۔ و ترک ریاست برائے گفتہ خدا نمی کردند۔

منتها چون ابوبکر ظاهر سازیش بیشتر بود بایک حدیث ساختگی کار را تمام میکرد۔ چنانچہ راجع بایات ارث دیدید۔

واز عمر هم استبعادی نداشت کہ آخر امر بگوید خدا یا جبرئیل یا پیغمبر در فرستادن یا آوردن ایں آیت اشتباہ کردند و مہجور شدند۔

آنگاہ سنیان نیز از جای برمیخاستند و متابعت او را میکردند۔ چنانچہ در این همہ تغییرات کہ در دین اسلام داد متابعت از او کردند۔ و قول اورا بایات قرآنی وگفتہ ہائے پیغمبر اسلام مقدم داشتند"۔

(خمینی 'کشف اسرار' ص 150-151' مطبوعہ ایران' 15 ربیع الثانی' 1363ھ)

ترجمہ :۔ ان مذکورہ تفصیلات سے یہ معلوم ہوگیا کہ شیخین کے لئے مسلمانوں کی موجودگی میں اور اعلانیہ ان کے سامنے قرآنی احکام کے خلاف رویہ اختیار کرنا کوئی اہم اور غیر معمولی بات نہیں تھی۔

اس وقت کے مسلمانوں (صحابہ) کا بھی یہ حال تھا کہ یا تو وہ بھی ان دونوں کی پارٹی میں شامل اور ان کے مقاصد میں ان کے ساتھ تھے۔ یا اگر ان کے ساتھ نہیں تھے تو بھی ان حضرات کے مقابلے میں جنھوں نے پیغمبر خدا اور ان کی بیٹی کے ساتھ ایسا برا سلوک کیا تھا' ایک حرف بھی زبان سے نکالنے کی جرات نہیں رکھتے تھے یا اگر ان میں سے کوئی ایک آدھ کبھی کوئی بات کہنے کی جرات کرلیتا تھا تو وہ حضرات اس کی پرواہ نہ کرتے تھے' اور فرمان خدا کی خاطر حکومت طلبی کے مقصد سے دستبرداری پر تیار نہ ہوتے تھے۔

سچ یہ کہ ابوبکر جو بڑے ظاہر ساز تھے "ایک ہی حدیث گھڑ کر قرآنی حکم کا قصہ تمام کردیتے" چنانچہ اس سلسلے میں آیات میراث کو دیکھئے۔

اور عمر سے بالکل بعید نہیں تھا کہ وہ اس آیت کے بارے میں (جس میں صراحت کے ساتھ امامت کے منصب پر علی کی نامزدگی کا ذکر ہوتا) یہ کہہ کر معاملہ ختم کردیتے کہ یا تو خود

خدا سے اس آیت کے نازل کرنے میں یا جبرئیل سے اس کے لانے میں یا پھر پیغمبر کو اس آیت کے سلسلے میں اشتباہ ہوا ہے۔

اس موقع پر اہل سنت بھی ان کی تائید میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوتے اور ان ہی کی پیروی کرتے' اور ان کے قول کو قرآن کی آیات اور پیغمبر اسلام کی احادیث کے مقابلے میں ترجیح دیتے۔ جیسا کہ ان تمام خلاف اسلام تبدیلیوں کے بارے میں ان کا طرز عمل رہا ہے جو عمر نے دین اسلام میں کی تھیں۔

ان تفصیلات کے مطالعہ کے بعد اس بات میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ امام خمینی اور ان کا فرقہ اثناعشریہ جعفریہ نہ صرف سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنھم کی امامت و خلافت کی شرعی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ خلفاء ثلاثہ سمیت ننانوے فیصد صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو مخالفین قرآن و حدیث نبوی اور دشمنان اسلام و ایمان قرار دیتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی اہل تشیع کے بارے میں نرم گوشہ رکھتا اور انہیں مسلمان سمجھتا ہو تو اس کی عقل کا ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔

سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان و سیدہ عائشہ و حفصہ و ام حبیبہ سمیت ننانوے فیصد صحابہ کرام و اھل بیت عظام (رض) کی توہین و تکفیر کے علاوہ اھل تشیع خود اپنے مخصوص تصور اھل بیت کے مطابق محترم ائمہ اھل تشیع کے بارے میں جو عجیب و غریب نقطہ نظر رکھتے ہیں اس کی ایک افسوس ناک مثال امام خمینی کا درج ذیل بیان ہے:

11۔ سیدنا علی کے دور خلافت کا قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) جھوٹا' خوشامدی اور خلافت علی کی بنیادیں منہدم کرنے والا تھا مگر امیرالمؤمنین علی اسے معزول کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے (معاذاللہ)۔

"من تناط بہم القضاء" (منصب قضاء کن لوگوں کے سپرد کیا جائے؟)

اس عنوان کے تحت امام خمینی فرماتے ہیں:۔

"عن محمد بن یحیی عن محمد بن احمد' عن یعقوب بن یزید عن یحیی بن مبارک ' عن عبداللہ بن جمیلۃ عن اسحاق بن عمار' عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال' قال امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ لشریح: یا شریح: قد جلست مجلسا لا یجلسہ (ماجلسہ) الا نبی او وصی نبی او شقی"۔

(روح الله الخمینی' الحکومة الاسلامیة' مطبوعة الحرکة الاسلامیة فی ایران' ص 73-74' بحواله وسائل الشیعة' کتاب القضاء' الباب 3' الحدیث 9' ومن لایحضره الفقیه' الجزء 3' ص 4' مرسلا)۔

ترجمہ:۔ محمد بن یحیی نے محمد بن احمد سے' انہوں نے یعقوب بن یزید سے' انہوں نے یحیی بن مبارک سے' انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے' انہوں نے اسحاق بن عمار سے اور انہوں نے ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ امیرالمومنین (علی) صلوات اللہ علیہ نے قاضی شریح سے فرمایا: اے شریح تو ایسی مجلس میں بیٹھا ہے جس میں یا تو کوئی نبی یا وصی بیٹھ پاتا ہے یا کوئی بد نصیب۔

قاضی شریح کا تعارف کراتے ہوئے امام خمینی اسے جھوٹا اور خوشامدی قرار دیتے ہیں:

"وکان شریح هذا قد شغل منصب القضاء قرابة خمسین عاما۔ وکان متملقا۔ لمعاویة' یمدحه و یثنی علیه' ویقول فیه مالیس له باهل' وکان موقفه هدما۔ لما تبنیه حکومة امیرالمنومنین (ع) الا ان علیا۔ لم یستطع عزله لان من قبله قدنصبه' ولم یکن عزله بسبب ذلک فی متناول امیرالمنومنین الا انه اکتفی بمراقبته وردعه عن الوقوع فیما یخالف تعالیم الشرع"۔

(روح الله الخمینی' الحکومة الاسلامیة' ص 74)۔

ترجمہ:۔ اور یہ (قاضی) شریح تقریباً پچاس سال تک منصب قضاء پر فائز رہے اور وہ معاویہ کی خوشامد کرنے والے تھے' ان کی مدح و ثناء کرتے رہتے تھے' اور ان کی تعریف میں ایسی باتیں کہتے تھے جن کے وہ اہل نہ تھے۔ ان کا طرز عمل ان بنیادوں کو منہدم کرنے والا تھا جن پر امیرالمؤمنین (ع) کی حکومت قائم تھی' مگر علی انہیں معزول نہ کرسکے کیونکہ ان سے پہلے والے (خلیفہ) انہیں مقرر کرگئے تھے اور اس وجہ سے انہیں معزول کرنا امیرالمؤمنین کی طاقت سے باہر تھا' چنانچہ انہوں نے اسی بات پر اکتفاء کرلیا کہ اس پر نظر رکھیں اور اسے شریعت کی تعلیمات کے خلاف جانے سے روکتے رہیں۔

اگرچہ اس وقت امام خمینی کے اس بیان پر تبصرہ مقصود نہیں مگر قارئین کے غور و فکر کے لئے اتنا اشارہ ناگزیر ہے کہ عصر جدید میں شیعہ فرقہ اثنا عشریہ کے عظیم ترین قائد امام

خمینی کے اس بیان کے مطابق اھل تشیع کے امام اول و خلیفہ بلا فصل' پیکر علم و شجاعت' علی شیر خدا نے بااختیار امام و خلیفہ ہوتے ہوئے لاکھوں مربع میل پر محیط عالم اسلام کے لئے ایسا چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) برقرار رکھا جو خوشامدی' جھوٹی تعریف کرنے والا اور سیدنا علی کی امامت و خلافت کی بنیادیں منہدم کرنے والا تھا۔ اور اس کی تمام تر خرابیوں کے باوجود وہ اسے مجبوراً برداشت کرتے رہے کیونکہ پہلے خلفاء انہیں مقرر کرگئے تھے (یعنی چہ؟) چنانچہ علی نے پورے عالم اسلام کو انصاف مہیا کرنے کے ذمہ دار اس جھوٹے اور خوشامدی قاضی پر نظر رکھنے اور اسے تعلیمات شریعت کے خلاف جانے سے روکنے پر اکتفاء فرمایا۔ امام خمینی کے اس بیان کی رو سے غیر مسلم محققین و مؤرخین کے نزدیک سیدنا علی شیر خدا کے پانچ سالہ بااختیار دور امامت و خلافت' ان کی بحیثیت امام و خلیفہ اہلبیت و کارکردگی اور جھوٹے' خوشامدی قاضی القضاہ کے تحت عدل و انصاف کی صورت حال نیز شیعہ تصور امامت و خلافت و حکومت اسلامیہ کی جو مایوس کن صورت حال سامنے آتی ہے اور اکابر اہل تشیع کے ہاتھوں سیدنا علی کی حیثیت جس قدر مجروح قرار پاتی ہے اس کا تصور بھی محال ہے۔ اور سیدنا علی اور ان کے قاضی کی شان میں اس قسم کی گستاخی کا تصور بھی علماء و مشائخ اہل سنت و الجماعت پر لرزہ طاری کردیتا ہے جس کو امام خمینی بلا تکلف بیان فرما رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نیز شاید اس بات پر خمینی صاحب نے غور نہیں فرمایا کہ خلافت علوی میں بحیثیت قاضی القضاۃ' ہزاروں شیعان کوفہ کے درمیان رہتے ہوئے سینکڑوں میل دور دمشق میں مقیم امیر شام سیدنا معاویہ کی تعریف کی جسارت کرنا تو الٹا قاضی شریح کی جرات و انصاف پسندی اور سیدنا معاویہ کی عظمت کی دلیل قرار پاتا ہے۔ والفضل ماشہدت بہ الاعداء۔

اس سلسلہ کلام میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ امام خمینی' قاضی شریح کو جس معاویہ (رض) کی خوشامد اور جھوٹی تعریف کا مجرم قرار دے رہے ہیں' انہی معاویہ (رض) کے ساتھ اہل تشیع کے دوسرے امام حسن (رض) نے صلح کرکے خلافت ان کے سپرد کردی جس پر امام خمینی سے صدیوں پہلے (41ھ) شیعان علی میں سے ایک عظیم قائد سلیمان بن صرد نے شیعان کوفہ کے ایک بہت بڑے گروہ کی ترجمانی کرتے ہوئے سیدنا حسن کی شان میں ایسی گستاخی کی جس کا تصور بھی اہل سنت کے لئے محال ہے۔ اس حوالہ سے ڈاکٹر موسی موسوی لکھتے ہیں۔

"امام کو اپنے والد کے بہت سے ساتھیوں کی جانب سے جو صلح نہیں چاہتے تھے، کھلی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ یہاں تک کہ سلیمان بن صرد نے جو کہ امام علی کے بڑے حامیوں میں سے تھے، امام حسن کو یہ کہہ کر مخاطب کیا۔

السلام علیک یا مذل المؤمنین! (السلام علیک اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے!)۔

اس صلح کے مخالفین متشدد اور طاقتور تھے۔ امام کو ان کی جانب سے بہت کچھ برداشت کرنا پڑا لیکن اس سب کچھ نے امام کو کمزوری دکھانے پر مائل نہیں کیا، بلکہ انہوں نے اس مخالفت کا بہادروں کی طرح مقابلہ کیا"۔

(ڈاکٹر موسیٰ موسوی، الشیعہ والتصحیح، اردو ترجمہ بعنوان اصلاح شیعہ، از ابو مسعود آل امام، مطبوعہ پاکستان، فروری 1990ء، ص 99، باب تقیہ)۔

قرن اول کے عظیم شیعہ قائد سلیمان بن صرد کے امام حسن کی شان میں اس گستاخانہ کلام، نیز نہج البلاغہ میں درج خطبات علی در مذمت شیعان کوفہ اور بعد ازاں سیدنا حسین سے شیعان کوفہ کی غداری و بے وفائی سے قرون اولیٰ کے اہل تشیع کی جو افسوس ناک تصویر سامنے آتی ہے، اس سے عصر جدید میں بھی امام خمینی جیسے اکابر اہل تشیع کا سیدنا علی کے بارے میں مذکورہ منفی رویہ سمجھنا آسان تر ہو جاتا ہے۔ فمن شاء ذکرہ۔

4۔ ڈاکٹر علی شریعتی اور صحابہ کرام (رض)

مفکر ایران ڈاکٹر علی شریعتی (1933۔1977ء) ایران کے جدید تعلیم یافتہ قائدین میں سرفہرست شمار کئے جاتے ہیں۔ فرانس سے علم الاجتماع (سوشیالوجی) میں پی ایچ ڈی نیز تاریخ سے خصوصی دلچسپی کے حامل اور بیک وقت عربی فارسی و فرانسیسی میں مہارت رکھتے تھے۔ الجزائر کی تحریک آزادی کے قائدین سے روابط، فرانسیسی و دیگر مغربی مفکرین کے مطالعہ اور عالم عرب و اسلام و یورپ کے قدیم و جدید رجحانات نیز اسلام اشتراکیت اور مغربی تہذیب سے وسیع تر واقفیت نے ان کی شخصیت اور افکار کی تشکیل میں عظیم الشان کردار ادا کیا۔ وہ سید جمال الدین افغانی، شیخ محمد عبدہ، سید قطب اور علامہ اقبال کے افکار و شخصیات کے مداح تھے اور تہران میں ان کا جدید امام باڑہ "حسینیہ ارشاد" کے نام سے علمی و مذہبی سرگرمیوں کا طویل عرصہ تک مرکز رہا۔ وہ ایران کی مشہد یونیورسٹی اور بعض دیگر تعلیمی اداروں میں بحیثیت استاذ بھی تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ مختلف موضوعات پر ان کی دو سو سے زائد تصانیف و رسائل و مطبوعہ خطبات و تقاریر موجود ہیں جنہوں نے ایران کے لاکھوں جدید تعلیم یافتہ افراد کو وسیع پیمانے پر متاثر کیا اور ایران میں مذہبی و ثقافتی انقلاب برپا کرنے میں مؤثر کردار ادا کیا ہے۔ آخر کار جلاوطنی کی حالت میں 1977ء میں لندن میں یہ خوبصورت اور ذہین ایرانی مفکر و رہبر انقلاب اپنے کمرے میں مردہ پائے گئے اور ان کے ساتھیوں کے خیال کے مطابق ایرانی خفیہ ایجنسی ساواک کے ایجنٹوں نے انہیں شہید کر دیا۔

اس پس منظر کے حامل جدید تعلیم یافتہ ڈاکٹر علی شریعتی نے تمام اثنا عشری افکار و اصطلاحات کو جدید انداز میں اپنی اہم ترین کتاب "تشیع علوی و تشیع صفوی" میں پیش کیا ہے اور نہ صرف بہت سے صفوی دور سے وابستہ انتہاپسندانہ خیالات کی نفی کی ہے بلکہ اپنی بہت سی تصانیف و تقاریر میں روایتی علماء پر شدید تنقیدیں بھی کی ہیں اور موقع و محل کی مناسبت سے مختلف تصانیف میں شیعیت کے دائرہ سے باہر کے اکابر اسلام کی تعریف و توصیف بھی فرمائی ہے مگر اس تمام علمی و ثقافتی پس منظر کے باوجود ان کی تصانیف سے وسیع تر واقفیت رکھنے والا عقائد اہل سنت اور صحابہ کرام کے بارے میں ان کے افکار و خیالات کو بطور مجموعی روایتی شیعہ نقطہ نظر سے ماخوذ پاتا ہے اور ان کے تمام تر جدید لب و لہجہ کے با
بنیادی طور پر روایتی شیعہ علماء کے طرز فکر سے مختلف نہیں پاتا۔ اس سلسلہ میں یہ بھی وا

رہے کہ جہاں جہاں انہوں نے اپنی تصانیف و تقاریر میں مختلف صحابہ کرام کی تعریف و توصیف میں کلمات و اقتباسات پیش کئے ہیں وہ بالعموم وفات نبوی سے پہلے کی خدمات صحابہ کے حوالہ سے ہیں جبکہ بعدازاں حق امامت و خلافت علی کو غصب کرنے اور جنگ جمل و صفین وغیرہ میں علی کے مدمقابل آنے کی وجہ سے وہ شریعتی کے نزدیک بھی قابل مذمت ہیں اور اس سلسلہ میں جلی و خفی ہر دو طریقوں سے شریعتی نے سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان و عائشہ و طلحہ و زبیر و معاویہ و دیگر صحابہ کرام کو نشانہ بنایا ہے۔ اس حوالہ سے مختصراً چند اقتباسات اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے درج ہیں کہ علی شریعتی جیسے جدید تعلیم یافتہ شیعہ مفکرین' خمینی جیسے روایتی و متشدد علماء کے مقابلے میں شیعہ سنی تفریق کے قائل نہیں اور سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی امامت و خلافت کو شرعاً درست مانتے ہوئے فضیلت علی کے ہمراہ تمام صحابہ کرام کو واجب الاحترام سمجھتے ہیں' و ایں خیال است و محال است و جنوں۔

1۔ سنی عقیدہ اور شیعہ مذہب میں اتحاد کو ممکن سمجھنے والے تاریخ و مذہب اور علمی و عقلی مسائل سے بے خبر ہیں۔

"مقصودم از "وحدت" ہمانطوریکہ بارہا گفتہ ام وحدت صف مسلمانان شیعی و غیر شیعی در برابر امپریالزم و صہیونیسم است۔ نہ وحدت مذہب شیعہ و مذہب سنت است۔ نہ اینکہ "تشیع" و "تسنن" باہم یکی بشوند۔ اساساً آدمی کہ ایں حرف' وحدت تشیع و تسنن را می زند' معلوم می شود کہ اصلاً ہیچ چیز را نمی داند' نہ از تشیع و تسنن خبردار د نہ از تاریخ و نہ از مذہب و نہ ہم مسائل علمی و عقلی۔"

(دکتر علی شریعتی' قاسطین مارقین ناکثین' ص 36' تہران' انتشارات قلم' آبانماہ 1358' چاپ دوم)

ترجمہ:۔ وحدت سے میری مراد جس طرح کہ میں نے کئی بار بیان کیا ہے شیعہ اور غیر شیعہ مسلمانوں کا سامراجیت اور صیہونیت کے مقابلہ میں متحد ہونا ہے۔ شیعہ اور سنی مذہب کو ملا کر ایک بنا دینا مراد نہیں۔ نہ یہ کہ تشیع و تسنن بحکم یکجا ہو جائیں۔ جو شخص وحدت تشیع و تسنن کی بات کرتا ہے' معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر وہ شخص کچھ بھی نہیں جانتا۔ نہ شیعیت اور سنی عقیدہ کی کچھ خبر ہے اور نہ وہ تاریخ و مذہب اور علمی و عقلی مسائل سے واقفیت رکھتا ہے۔

2۔ ابوبکر و عمر و عثمان نے علی کا حق خلافت غصب کر لیا تھا۔

"تمام زندگی علی' از سہ فصل تشکیل شدہ است: بیست و سہ سال با پیغمبر بود و جہاد می کرد' بیست و پنج سال در دورہ خلافت ابوبکر و عمر و عثمان بود کہ حقش غصب شد' و خودش خانہ نشین گردید' ولی ہیچگونہ مسئولیت سیاسی و اجتماعی سکوت کرد و تحمل' نزدیک پنج سال رہبری کرد۔ (علی شریعتی' قاسطین مارقین ناکثین' ص 30)

ترجمہ:۔ علی کی تمام زندگی تین ادوار سے تشکیل شدہ ہے۔ تیئس برس وہ پیغمبر کے ساتھ رہے اور جہاد کرتے رہے۔ پھر پچیس سال ابوبکر و عمر و عثمان کی خلافت میں گزارے' جب ان کا حق (امامت و خلافت) غصب کر لیا گیا اور وہ بغیر کسی سیاسی و اجتماعی ذمہ داری کے صبر و برداشت اور خاموشی کے ساتھ خانہ نشین رہے۔ بعدازاں پانچ سال تک (بطور خلیفہ) قیادت و رہبری فرمائی۔

3۔ ابوبکر و عمر کی خلافت حق و باطل کا آمیزہ' خلافت عثمان سراسر باطل اور خلافت علی سراسر حق تھی۔

"از امام صادق می پرسند۔ علت چہ بود کہ نہ علی (ع) در خلافت موفق بود و نہ عثمان' در حالیکہ ابوبکر و عمر ہر دو دریں کار توفیق بدست آوردند۔

امام پاسخی داد کہ از نظر تحلیل اجتماعی بسیار عمیق است:

علی یکسرہ بر حق می رفت و حق صریح و قاطع' و عثمان یکسرہ بر باطل می رفت و باطل صریح و قطعی' اما شیخین ایں دو بہم در آمیختند و پیش رفتند"۔

(علی شریعتی' قاسطین مارقین ناکثین' ص 83)۔

ترجمہ:۔ امام (جعفر) صادق سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ نہ علی (ع) بحیثیت خلیفہ کامیاب رہے نہ عثمان' جبکہ ابوبکر و عمر دونوں اس کار خلافت میں پوری طرح کامیاب رہے؟

امام نے ایسا جواب دیا جو معاشرتی تجزیہ کے لحاظ سے بہت گہرائی کا حامل ہے:۔

علی قطعی اور صریح حق کی راہ پر گامزن رہے۔ عثمان قطعی اور صریح باطل کی راہ پر گامزن رہے۔ جبکہ شیخین (ابوبکر و عمر) نے ان دونوں (حق و باطل) کو ملا جلا کر کام چلایا اور کامیاب رہے۔

4۔ عمر حضرت ابوبکر کی برائیوں میں سے ایک برائی تھے (معاذ اللہ)

صفوی بادشاہوں سے منسوب شیعی افکار و رسومات کو تشیع صفوی کے نام سے ناخالص اور غلط قرار دیتے ہوئے علی شریعتی سیدنا علی کے خالص اور عقل و منطق پر مبنی تشیع کو تشیع علوی کا نام دیتے ہیں اور یہ بتانے کے بعد کہ تشیع صفوی میں ابوبکر کی نسبت عمر سے زیادہ دشمنی رکھی جاتی ہے کیونکہ ان کے دور میں ایرانی ساسانی سلطنت کا خاتمہ ہوا' پھر وضاحت کرتے ہیں کہ امامت کے مقابلے میں اصل فساد کی جڑ خلافت کو سب سے پہلے غصب کرنے والا ہے۔ (معاذ اللہ)

"تشیع علوی ابوبکر را شخص اول خلافت می داند و عمر را سیئہ من سیئات ابی بکری شمارد"۔

(دکتر علی شریعتی' تشیع علوی و تشیع صفوی' حاشیہ 1' ص 101)

ترجمہ:۔ علوی تشیع ابوبکر کو (غصب) خلافت کے سلسلہ کا شخص اول سمجھتا ہے اور عمر کو ابوبکر کی برائیوں میں سے ایک برائی شمار کرتا ہے۔

5۔ ابوبکر نے سقیفہ بنی ساعدہ میں انتخابی بغاوت کرکے (وصایت کے مقابلے میں) شورائیت کے ذریعے خلافت غصب کرلی اور پھر اپنے بعد کے لئے اپنی پارٹی کے آدمی عمر کو ایک تحریر لکھ کر خلیفہ مقرر کردیا۔

"ابوبکر را دیدیم کہ در سقیفہ یک کودتای "انتخاباتی" کرد۔ او در مورد خلافت خویش' بیعت و شوری یا اجماع آراء مردم (دموکریسی) رادست آور قرار داد۔ امادر مورد خلیفہ بعدی یعنی جانشین خود نامہ ای نوشت و عمر را کہ بہ ایں گروہ پیوستہ بود' انتصاب کرد"۔

(علی شریعتی' قاسطین مارقین ناکثین' ص 158)۔

ترجمہ:۔ ہم نے ابوبکر کو سقیفہ بنی ساعدہ میں ایک انتخابی سازش و بغاوت کرتے دیکھا ہے۔ انہوں نے اپنی خلافت کے موقع پر بیعت' شوری یا لوگوں کے اتفاق رائے (جمہوریت) کو (خلافت کے سلسلہ میں) فیصلہ کن قرار دیا' مگر اپنے بعد خلیفہ یا جانشین کے تقرر کے موقع پر بذات خود ایک تحریر لکھی اور عمر کو جو ان کی پارٹی سے وابستہ تھے خلیفہ مقرر کردیا۔

6۔ عمر نے سیاسی چال اور ہوشیاری سے چھ آدمیوں کی ایسی شوری بنائی جس میں علی اقلیت میں رہیں اور عمر کی پارٹی (عثمان' طلحہ' زبیر' عبدالرحمن بن عوف' سعد بن ابی وقاص) سے وابستہ عثمان خلیفہ منتخب ہوجائیں۔

"و اماخود عمر درعین حالیکہ اعتراف می کند کہ علی شایستہ ترین ھمہ آنہا است' واگر

خلافت را بہ او بسازیم (لیحملنکم علی الطریق) شمارا بہ راہ راست خواھد برد' مع ایں' گروھی مرکب از شش نفرانتصاب می کند و شورائی را باچناں ترکیبی سیاسی و ھوشیارانہ می سازد کہ ھمہ صورتی انتخابی داشتہ باشد و بی دخالت عمر۔ و ھم علی در اقلیت ماند و عثمان کہ "عضو گروہ" است رای آورد۔"

(علی شریعتی' قاسطین' مارقین' ناکثین' ص 158)

ترجمہ:۔ اور خود عمر نے یہ اعتراف کرنے کے باوجود کہ علی ان سب (صحابہ) میں اہل و لائق ترین ہیں اور اگر خلافت ان کے سپرد کردیں تو وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائیں گے' چھ آدمیوں پر مشتمل گروہ کو مقرر کردیا۔ اور اس (چھ رکنی مجلس) شوری کو ایسی سیاسی و ہوشیارانہ چال سے ترتیب دیا کہ بظاہر عمر کی مداخلت کے بغیر انتخاب کی صورت بھی نظر آئے اور ساتھ ہی علی اقلیت میں رہیں اور عثمان کے حق میں جو اس (علی مخالف) پارٹی کے رکن ہیں (کثرت) رائے حاصل ہوجائے۔

7۔ عائشہ فتنہ جنگ جمل کی اصل محرک تھیں

"واماعائشہ کہ عامل اصلی ایں ھمہ فتنہ بود"۔

(علی شریعتی' قاسطین مارقین ناکثین' ص 163)۔

ترجمہ:۔ عائشہ جو کہ اس فتنہ (جنگ جمل) کی اصل محرک تھیں۔

8۔ طلحہ و زبیر و عائشہ نے علی سے ذاتی بغض و عناد اور حسد و کینہ کی تسکین کے لئے جنگ جمل میں خونریزی کی۔

علی شریعتی نے سیدنا طلحہ و زبیر و سیدہ عائشہ کی وفات نبوی سے پہلے کی اعلی خدمات و مقام کا اعتراف کرتے ہوئے وفات نبوی کے بعد ان حضرات کو یوں قابل مذمت ٹھہرایا ہے:۔

"واکنون کیست کہ باور کند' ایں دو صحابی بزرگ و سالخوردہ و خوشنام و رہبر شان ام المومنین را کینہ ھای شخصی و عقدہ ھای روانی بی کہ از درخشش ھای خیرہ کنندہ عظمت و محبوبیت علی' در چشم پیامبرو در چشم روزگار' برجانشان ریختہ و بیمار شان کردہ است' برفیل نشاندہ و بیتابشان کردہ۔ وحقد و حسد چنانچہ آزار شان می دھد کہ جز باخون تسکین نمی یابد۔"

(علی شریعتی' قاسطین مارقین ناکثین' ص 154۔155)۔

ترجمہ :۔ اور اب کون یقین کرے گا کہ یہ دو بزرگ عمر رسیدہ' نیک نام صحابی (طلحہ و زبیر) جن کی قائد ام المومنین (عائشہ) ہیں اور جنہیں پیغمبر اور زمانہ کی نگاہ میں علی کی عظمت و محبوبیت کی خیرہ کن چمک دمک کے نتیجہ میں پیدا شدہ بغض و کینہ اور نفسیاتی کشمکش نے متاثر و بیمار اور بے قرار و آمادہ پیکار کردیا ہے۔ ان کا بغض و حسد انہیں اس طرح مبتلائے اذیت کئے ہوئے ہے کہ جس کی تسکین خوں بہائے بغیر نہ ہوپائے گی۔

9۔ طلحہ و زبیر دنیاوی اغراض اور سیاسی اقتدار کی خاطر اہل ایمان اور امت اسلام سے ٹکرا رہے تھے' اور مشرک بنی امیہ (سیدنا ابوسفیان و معاویہ وغیرہ) کا کفر' جو بزور شمشیر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے' کسی سے مخفی نہیں۔

واقعہ تحکیم کے بعد خوارج نے سیدنا علی کو دین سے منحرف قرار دیدیا تھا' لہٰذا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے شریعتی' طلحہ و زبیر (اصحاب جمل) اور بنی امیہ (اصحاب صفین) کا ذکر کرتے ہیں کہ خوارج جیسی بے ہودہ جسارت تو ان مفاد پرستوں اور مسلم نما کافروں نے بھی نہیں کی تھی۔

"طلحہ و زبیر' رجال سیاسی پول پرست قدرت طلبی را کہ بہ خاطر دنیا حکومت حق و امت مسلمان و جبہہ ایمان را متلاشی می کنند و ہمہ مقدسات دینی را ابزار بازیہای سیاسی شان می سازند' اتہام ضد دینی نمی زند۔
بنی امیہ مشرکی را کہ بہ زور شمشیر تسلیم شدہ اند و کفرشان آشکار است اتہام ضد دینی نمی زند۔"

(علی شریعتی' قاسطین مارقین ناکثین' ص 184)۔

ترجمہ :۔ طلحہ و زبیر جیسے زر پرست' اقتدار کے طالب سیاستدان جو کہ دنیاوی مفاد کی خاطر (علی کی) حکومت حق' امت مسلمہ اور اہل ایمان کی پارٹی کو منتشر کر رہے ہیں اور دینی تقدس کی حامل تمام اشیاء کو اپنے سیاسی کھیل کے مہرے بنا رہے ہیں' وہ بھی (علی پر) بے دینی کا الزام نہیں لگا رہے۔
مشرک بنو امیہ جنہوں نے بزور شمشیر مجبوراً اطاعت اسلام قبول کی ہے اور جن کا کفر واضح و ظاہر ہے وہ بھی علی پر بے دینی کی تہمت نہیں لگا پا رہے۔

10۔ سیدہ عائشہ و طلحہ و زبیر وغیرہ عہد شکن پشت میں خنجر گھونپنے والے ہیں

علی شریعتی سیدہ عائشہ و طلحہ و زبیر نیز ان کے ساتھی تمام شرکائے جنگ جمل کو عہد شکن قرار دیتے ہوئے مزید وضاحت کرتے ہیں کہ:

"ناکثین' تمام دوستان و ہمرزمان و ہم ایمانان نیمہ راہی ہستند کہ --- در وسط "راہ" ازپشت خنجری زنند"۔ (شریعتی' قاسطین مارقین ناکثین' ص 44)۔

ترجمہ :۔ ناکثین (عہد توڑنے والے اصحاب جمل) سے مراد آدھے راستے تک ساتھ دینے والے وہ تمام دوست' ہم ایمان اور ساتھی ہیں جو آدھے راستے میں پشت میں خنجر گھونپ دیتے ہیں۔

11۔ معاویہ اور جنگ صفین میں ان کے تمام ساتھی (صحابہ و تابعین) ظالم' جلاد اور دشمن انصاف حقکش ہیں

سیدنا معاویہ اور ان کے اہل لشکر کو قاسطین قرار دیتے ہوئے علی شریعتی وضاحت کرتے ہیں کہ:۔

"در اینجا ہم کلمہ "قاسط" بمعنای "ضد قسط" یعنی ستمگر استثمارگر' حقکش' دشمن قسط و دشمن عدل است۔ بنابریں منظور از "قاسطین" ہماں "ظلمہ" ہستند۔ یعنی کسانی کہ آشکارا ستمکار' جبار' جلاد' دشمن آزادی و حقوق مردم' زرپرست' زور پرست' قدرت طلب' منفعت طلب و متجاوز و مستبد ہستند وجبہہ شان' چہرہ شان' جہت شان' روششان' گزشتہ شان' شعارشان' و وجمگی کاملا" معلوم و مشخص است و مردم ہم بدون شک و تردیدی ہمہ آنہارا می شناسند۔" (علی شریعتی' قاسطین مارقین ناکثین' ص 42-43)۔

ترجمہ :۔ یہاں لفظ قاسط "انصاف مخالف" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی ستمگر' سرمایہ دار' حق مارنے والا' عدل و انصاف کا دشمن وغیرہ وغیرہ۔ اس بناء پر قاسطین سے مراد تمام "ظالمین" ہیں یعنی وہ لوگ جو کھلم کھلا ظلم کرنے والے' سرکش' جلاد' انسانوں کی آزادی اور حقوق کے دشمن' زرپرست' طاقت کے پجاری' اقتدار کے بھوکے' منفعت طلب' حد سے تجاوز کرنے والے ظلم و استبداد کے حامل وغیرہ وغیرہ ہیں' اور ان کی پارٹی' ان کے چہرے' ان کا رخ' ان کی روش' ان کا ماضی' ان کا نشان و نصب العین وغیرہ وغیرہ سب کچھ بتمام و کمال معلوم و متعین ہے' اور لوگ بھی بلاشبک و شبہ اور بلاخوف تردید ان سب کو پہچانتے ہیں۔

12- محمد و علی و حسین کے مدمقابل ابوسفیان و معاویہ و یزید کی اصلیت پہچاننا مشکل نہیں۔

"شناختن محمد و ابوسفیان، علی و معاویہ، حسین و یزید آسان است"۔
شریعتی، قاسطین مارقین ناکثین، ص 154)۔
ترجمہ:۔ محمد (ص) اور ابوسفیان، علی اور معاویہ، حسین اور یزید کو پہچاننا آسان ہے۔

13- صحابی رسول مروان بن حکم ملعون ہیں (معاذ اللہ)

علی شریعتی، صحابی رسول مروان بن حکم کے بارے میں لکھتے ہیں:
مروان حکم، ملعون بن ملعون)۔
(شریعتی، قاسطین، مارقین، ناکثین، ص 118)
ترجمہ:۔ مروان بن حکم جو ملعون بن ملعون ہیں۔
ڈاکٹر علی شریعتی نے اپنی کتاب (قاسطین، ناکثین، مارقین) میں یہ وضاحت بھی فرمائی ہے کہ:۔

قاسطین۔ جبہہ صفین (ص 45)
ناکثین۔ جبہہ جمل (ص 111) اور
مارقین۔ جبہہ نہروان (ص 175)

یعنی قاسطین (ظلم و ناانصافی کرنے والے) سے مراد گروہ صفین (سیدنا معاویہ کا لشکر صفین) ہے

ناکثین (عہد توڑنے والے) سے مراد گروہ جمل (سیدہ عائشہ و طلحہ و زبیر کا لشکر جمل) ہے۔

اور مارقین (دین سے باہر نکل جانے والے) سے مراد گروہ نہروان (خوارج) ہے۔

(5-15)- شیعہ مؤلفین "تفسیر نمونہ" اور صحابہ کرام (رض)

"تفسیر نمونہ" عصر جدید کے دس جلیل القدر ایرانی شیعہ علمائے مجتہدین نے آقائے ناصر مکارم شیرازی کے زیر نگرانی تصنیف کی ہے، اور "حوزہ علمیہ" قم، ایران کی پیشکش ہے۔ ان دس علماء مفسرین کے نام یہ ہیں۔

1- حجۃ الاسلام والمسلمین محمد رضا آشتیانی، 2- حجت الاسلام والمسلمین محمد جعفر امامی،
3- حجت الاسلام والمسلمین داؤد الہامی، 4- حجت الاسلام والمسلمین اسد اللہ ایمانی،
5- حجت الاسلام والمسلمین عبدالرسول حسنی، 6- حجت الاسلام والمسلمین سید حسن شجاعی،
7- حجت الاسلام والمسلمین نور اللہ طباطبائی، 8- حجت الاسلام والمسلمین محمود عبداللہی،
9- حجت الاسلام والمسلمین محسن قرائتی، 10- حجت الاسلام والمسلمین محمد محمدی۔

اس جدید اور مقبول عام فارسی شیعہ تفسیر میں جو انقلاب ایران کے بعد ایران کے ممتاز و معتبر اثنا عشری علمائے مفسرین و مجتہدین کی مشترکہ مساعی کا نتیجہ ہے اور جس کا ترجمہ پاکستان کے ممتاز شیعہ عالم و مصنف مولانا سید صفدر حسین نجفی نے فرمایا ہے۔ خلفاء راشدین و صحابہ کرام کے بارے میں انہی منفی خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو اثنا عشریہ کا طرہ امتیاز ہے۔ اس سلسلہ میں سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان کی امامت و خلافت کو غلط و باطل قرار دینے اور صحابہ کرام کی توہین و تنقیص کے سلسلہ میں جو کچھ مرقوم ہے اس میں سے بطور اشارہ چند اقتباسات مختصراً درج کئے جا رہے ہیں۔

1- اصول شورائیت کی بناء پر ابوبکر و عمر و عثمان کو امام و خلیفہ منتخب کرنا شرعاً غلط و باطل ہے، کیونکہ امام کا منصوص و معصوم اور ایسے کمالات کا حامل ہونا لازم ہے جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

سورہ النساء کی آیت 159 "و شاورھم فی الامر" (اور معاملات میں ان سے مشورہ کیا کریں) کی تفسیر میں یہ مفسرین و مجتہدین بیک زبان فرماتے ہیں۔
"اہل سنت کے مفسرین درج بالا آیت کے ذیل میں حضرت عمر کی اس چھ رکنی مشاورتی کمیٹی کا تذکرہ کرتے ہیں جو انہوں نے تیسرے خلیفہ کے انتخاب کے لئے تشکیل دی تھی۔ یہ لوگ مندرجہ بالا آیت اور مشورہ کی تمام روایات کو اس واقعہ پر منطبق کرنے کی کوشش

کرتے ہیں۔ اگرچہ اس موضوع پر عقائد کی کتابوں میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے لیکن یہاں چند ایک نکات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ امام اور جانشین پیغمبر کا انتخاب صرف اللہ کے حکم سے ہونا چاہئے' کیونکہ اسے بھی پیغمبر (ص) کی طرح عصمت اور ایسے دیگر کمالات کا حامل ہونا چاہئے کہ جن کا علم صرف خدا کے پاس ہے۔ دوسرے لفظوں میں جس طرح پیغمبر (ص) کو مشورے سے منتخب نہیں کیا جاسکتا' اسی طرح امام کا انتخاب بھی مشورے سے ناممکن ہے۔"

(تفسیر نمونہ' اردو ترجمہ از مولانا سید صفدر حسین نجفی' مصباح القرآن ٹرسٹ' لاہور جلد سوئم' ص 115' ایڈیشن سوم' ذی قعد 1409ھ)

پس شیعہ عقیدہ کے مطابق سیدنا علی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ رسول کی طرف سے مقرر کردہ پہلے امام اور خلیفہ اول (خلیفہ بلا فصل) ہیں۔ ان کی بجائے صحابہ کا ابوبکر و عمرو عثمان رضی اللہ عنھم کو بالترتیب باہمی مشورے سے منتخب کرنا شیعہ عقیدہ کی رو سے مداخلت فی الدین ہے۔ لہٰذا ان تینوں کی امامت و خلافت شرعاً ناقابل قبول ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جسے شیعہ کلمہ کے علاوہ ہر روز اذان میں شیعہ مساجد میں علی الاعلان دہرایا جاتا ہے' اور ساتھ ہی علماء شیعہ کا یہ بھی فتوی ہے کہ یہ جملہ جزو اذان و اقامت نہیں بلکہ جزو عقیدہ ہے۔ البتہ اذان میں اس کا پڑھنا مستحب ہے۔

اشھد ان امیرالمومنین و امام المتقین علیاً ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل

میں گواہی دیتا ہوں کہ امیرالمومنین اور متقین کے امام علی' اللہ کی ولایت و سلطنت کے مالک' رسول اللہ کے وصی اور ان کے بلا فاصلہ خلیفہ و جانشین ہیں۔

2۔ دنیاوی معیارات کے اعتبار سے بھی عمر کی چھ رکنی مجلس شوری نیز انتخاب خلیفہ عثمان غلط و باطل ہے۔

اس کے بعد تفسیر نمونہ میں دنیاوی نقطہ نظر سے بھی غیر شرعی حاکم وقت یا دنیاوی خلیفہ کے تقرر کے حوالے سے بھی حضرت عمر کی مقرر کردہ شوری کو غلط قرار دیا گیا ہے' جس میں سیدنا عثمان' علی' طلحہ' زبیر' سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنھم شامل تھے۔

"دوسری بات یہ کہ مذکورہ افراد کی مجلس شوری ہرگز مشورے کے تقاضوں کو پورا نہیں

کرتی' کیونکہ اگر مقصود تمام مسلمانوں سے مشورہ کرنا تھا تو اسے چھ افراد میں منحصر کرنے کا کیا معنی ہے' اور اگر مقصد امامت کے صاحبان فکرو نظر سے مشورہ کرنا تھا تو وہ صرف چھ نہ تھے۔" (تفسیر نمونہ' اردو' جلد 3' ص 115)

یہاں شیعہ اقلیت کے علماء یہ بھول جاتے ہیں کہ سیدنا عمر نے عشرہ مبشرہ میں شامل چوٹی کے چھ افراد کو اس لئے نامزد کیا تھا تاکہ وہ اپنے میں سے کسی ایک پر بطور خلیفہ متفق ہو جائیں' کیونکہ مسلمانوں کا انہی میں سے کسی نہ کسی کی خلافت پر اتفاق ہو سکتا تھا۔ حضرت علی کے جن حامیان کو شیعہ علماء اس شوری میں شامل دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ سب بھی علی کے مقابلے میں خلافت کے حق دار نہیں ہو سکتے تھے۔ لہٰذا علی کو شامل کر کے ان کی نمائندگی کر دی گئی تھی۔

چونکہ حضرت عمر حضرت علی کی صاحبزادی ام کلثوم سے نکاح فرما چکے تھے۔ لہٰذا سیدنا عمر کا صرف علی کو براہ راست اپنا جانشین نامزد کرنا اعتراض کا باعث ہو سکتا تھا' چنانچہ اس سے پہلے بھی اہل سنت کے نقطہ نظر کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اپنے خسر ابوبکر یا عمر کو اپنا خلیفہ نامزد کیا اور نہ اپنے داماد عثمان' یا علی کو' بلکہ معاملہ سیدنا ابوبکر کو امام صلوہ مقرر کرنے کے بعد مسلمانوں کی مشاورت پر چھوڑ دیا' جنہوں نے سیدنا ابوبکر کو امام و خلیفہ اول منتخب فرمالیا۔

ج۔ وصیت عمر کے مطابق چھ رکنی مجلس شوری میں اسلامی مشاورتی اصولوں کے برعکس اختلاف کرنے والوں (علی) کو سزائے موت کی دھمکی دی گئی تھی

تفسیر نمونہ میں حضرت عمر کی مزید توہین و تحقیر کرتے ہوئے درج ہے۔

"تیسری بات یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ اس مجلس شوری کے لئے بڑی سخت اور سنگین شرائط مقرر کی گئی تھیں' اور مخالفین کو موت کی دھمکی تک دی گئی تھی' حالانکہ اسلام کے مشاورتی اصولوں اور طریقوں میں ایسی کسی چیز کی گنجائش نہیں ہے"۔

(تفسیر نمونہ' اردو ترجمہ' جلد 3' ص 115)۔

اس بیان پر تفصیلی تبصرہ کی یہاں گنجائش نہیں۔ بس اتنا اشارہ کر دینا کافی ہے کہ حضرت عمر کی مذکورہ شوری (جس میں سیدنا علی بھی شامل تھے) کے خلاف تو ان شیعہ الزامات کا کوئی

واضح ثبوت موجود نہیں کیونکہ علی شیر خدا نے نہ صرف اس شوری کے فیصلہ میں شرکت فرماکر اسے قبول کیا بلکہ شہادت عثمان تک بیعت امامت و خلافت عثمان کو برقرار رکھا۔ البتہ انقلاب ایران کے بعد امام خمینی کی قیادت میں سیاسی طور پر ان کے دیرینہ محسن و مرجع تقلید آیت اللہ العظمی سید محمد کاظم شریعت مدار' مفکر ایران ڈاکٹر علی شریعتی کے پیروان نیز ان کے والد محترم تقی الدین شریعتی' سیدابوالحسن بنی صدر اور ڈاکٹر صادق قطب زادہ جیسے ہم مذہب و ملت قائدین کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک روا رکھا گیا وہ اہل ایران اور ارباب انصاف و سیاست سے پوشیدہ نہیں۔ نیز منصب ولایت فقیہ کے حوالہ سے امام خمینی کے مقابلے میں آیت اللہ العظمی شریعت مدار جیسے مراجع تقلید کے ساتھ جو سلوک سرکاری طور پر روا رکھا گیا وہ خلفاء راشدین پر سیدنا علی کے حوالہ سے جھوٹی الزام تراشیاں کرنے والے امام خمینی کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ نیز ان کے لئے یہ بھی تازیانہ عبرت ہے کہ انہوں نے وصایت و نامزدگی کے اصول کے مطابق آقائے حسین علی منتظری کو اپنا جانشین مقرر کیا' مگر بعد ازاں ان کی بہت سے قائدین کی طرف سے مخالفت کے پیش نظر یہ اعلان واپس لینا پڑا۔ اور شیعی اصول وصایت کے مطابق اپنا جانشین نامزد کرنے کے بجائے امام خمینی اپنے خلیفہ اور جانشین کا تقرر کئے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہوگئے اور معاملہ شیعہ اصول وصایت کے بجائے سنی اصول شورائیت پر چھوڑنا پڑا۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔

(16-22)۔ پاک و ہند کے شیعہ علماء اور صحابہ کرام (رض)

کتاب الکافی' علامہ باقر مجلسی' امام خمینی' ڈاکٹر علی شریعتی اور دیگر مستند کتب و اکابر اہل تشیع کے اقتباسات و روایات و اقوال کے بعد برصغیر کے بعض نمایاں شیعہ علماء کے افکار بھی مختصراً بطور نمونہ نقل کئے جارہے ہیں تاکہ یہ بات واضح اور ثابت ہوسکے کہ برصغیر کے شیعہ علماء بھی خلفاء راشدین' امہات المومنین اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں انہی عقائد و افکار کے حامل ہیں جو مذکورہ سابقہ شیعہ تصانیف و اکابر کے حوالہ سے نقل کئے جاچکے ہیں۔

16۔ مفتی جعفر حسین۔ قائد تحریک نفاذ فقہ جعفریہ' پاکستان

مفتی جعفر حسین (م 29 اگست 1983ء) جو کہ پاکستان کے چوٹی کے شیعہ عالم تھے' اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے صدر کی حیثیت سے حکومت سے شیعہ مطالبات منوانے میں نمایاں طور پر کامیاب ہوئے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں "نہج البلاغہ" کے ایک خطبہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

الف۔ عثمان پہلے اموی خلیفہ ہیں جو بارہ برس مسلمانوں کے سیاہ و سفید کے مالک بنے رہنے کے بعد انہی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

"حضرت عثمان اسلامی دور کے پہلے اموی خلیفہ ہیں جو یکم محرم 24ھ میں ستر برس کی عمر میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور بارہ برس تک مسلمانوں کے سیاہ و سفید کے مالک بنے رہنے کے بعد انہی کے ہاتھوں سے 18 ذی الحجہ 35ھ میں قتل ہوکر حش کوکب میں دفن ہوئے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت عثمان کا قتل ان کی کمزوریوں اور ان کے عمال کے سیاہ کارناموں کا نتیجہ تھا' ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمان متفقہ طور پر ان کے قتل پر آمادہ اور ان کی جان لینے کے درپے ہوجاتے ہیں اور ان کے گھر کے چند آدمیوں کے علاوہ کوئی ان کی حمایت و مدافعت کے لئے کھڑا نہ ہوتا"۔

(نہج البلاغہ' ترجمہ و حواشی علامہ مفتی جعفر حسین' خطبہ 30' حاشیہ 1' ص 174' امامیہ پبلی کیشنز' ناصر پرنٹرز' لاہور' اکتوبر 1988ء)۔

ب۔ صحابہ' خلیفہ عثمان سے بددل ہوچکے تھے اور ان کے قتل

کے لئے زمین ہموار کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔

تیسرے خلیفہ راشد اور امام امت کو پہلا اموی خلیفہ قرار دینے اور مسلمانوں کے متفقہ طور پر ان کے قتل کا ذمہ دار ہونے کے توہین آمیز الزامات لگاکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی قتل عثمان کی ذمہ داری میں شریک بتاتے ہیں۔

"صحابہ بھی ان سے بددل ہوچکے تھے' کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ امن عالم تباہ' نظم و نسق تہ و بالا اور اسلامی خدوخال مسخ کیے جارہے ہیں۔ نادار و فاقہ کش سوکھے ٹکڑوں کو ترس رہے ہیں اور بنی امیہ کے ہاں دھن برس رہا ہے۔ خلافت شکم پری کا ذریعہ اور سرمایہ اندوزی کا وسیلہ بن کر رہ گئی ہے' لہٰذا وہ بھی ان کے قتل کے لئے زمین ہموار کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے' بلکہ انہی کے خطوط و پیغامات کی بناء پر کوفہ' بصرہ اور مصر کے لوگ مدینہ میں آجمع ہوئے تھے۔"

(نہج البلاغہ مترجمہ مفتی جعفر حسین' خطبہ 30' حاشیہ 1' ص 175)۔

ج۔ قاتلین عثمان کا مقصد اصلاح احوال تھا۔

مذکورہ بالا اشتعال انگیز اور توہین صحابہ پر مبنی کلمات کے بعد کئی ایک واقعات کی غلط تصویر کشی کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"ان واقعات کے پیش نظر حضرت عثمان کے قتل کو وقتی جوش اور ہنگامی جذبہ کا نتیجہ قرار دے کر چند بلوائیوں کے سر تھوپ دینا حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے' جبکہ ان کی مخالفت کے تمام عناصر' مدینہ ہی میں موجود تھے' اور باہر سے آنے والے تو ان کی آواز پر اپنے دکھ درد کی چارہ جوئی کے لئے جمع ہوئے تھے جن کا مقصد صرف اصلاح احوال تھا' نہ قتل و خونریزی"۔

(نہج البلاغہ مترجم' خطبہ 30 حاشیہ 1' ص 175)۔

ان عبارتوں سے نہ صرف سیدنا عثمان اور تمام صحابہ کرام کی توہین ہوتی ہے بلکہ اگر ان خرافات کو تسلیم کرلیا جائے تو حضرت علی اور ان کے قریبی ساتھی قتل عثمان کے ذمہ دار قرار پاتے ہیں' حالانکہ خود حضرت علی بار بار اسی نہج البلاغہ کے خطبوں میں قتل عثمان سے بری الذمہ ہونے کا دعوی فرماتے ہیں اور اہل سنت کا یہی موقف ہے۔ مگر مفتی صاحب توہین عثمان کے جوش میں حضرت علی سمیت تمام صحابہ کو قتل عثمان کا ذمہ دار قرار دے رہے ہیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

د۔ حضرت عائشہ نے پہلے قتل عثمان کا فتوی دیا'
پھر قصاص عثمان کا سہارا لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

ایک اور خطبہ کی من گھڑت تشریح کرتے ہوئے مفتی جعفر حسین نہ صرف ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی توہین کرتے ہیں بلکہ ان پر یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ انہوں نے معاذاللہ قتل عثمان کا فتوی دیا تھااور خلافت علی سے نفرت ظاہر کی تھی۔

"دور ثالث کے بعد حالات نے اس طرح کروٹ لی کہ لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے مجبور ہوگئے۔ حضرت عائشہ اس موقع پر مکہ میں تشریف فرما تھیں' انہیں جب حضرت کی بیعت کا علم ہوا تو ان کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے' غیظ و غضب نے مزاج میں برہمی پیدا کردی اور نفرت نے ایسی شدت اختیار کرلی کہ جس خون کے بہانے کا فتوی دے چکی تھیں' اسی کے قصاص کا سہارا لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں"۔

(نہج البلاغہ مترجم' خطبہ 154' حاشیہ 1' ص 424)۔

ھ۔ حضرت عمر' فنون حرب و ضرب میں ماہر نہ تھے بلکہ ناتجربہ کار تھے'
ان کے جنگ فلسطین میں جانے سے شکست و عزیمت کے آثار نظر آرہے تھے'
لہٰذا حضرت علی نے انہیں جنگ میں شرکت سے روک دیا۔

جب حضرت عمر نے رومیوں سے جنگ کے لئے خود جنگ میں شرکت کا ارادہ ظاہر فرمایا تو حضرت علی نے خلیفہ وقت کا بنفس نفیس جنگ میں شریک ہونا مناسب خیال نہ فرمایا تاکہ فتح و شکست ہر دو صورتوں میں خلیفہ اسلام اور مرکز خلافت محفوظ رہے مگر مفتی جعفر صاحب اس کی وجہ حضرت عمر کا معاذاللہ فنون جنگ سے ناواقف اور ناتجربہ کار ہونا قرار دیتے ہیں۔

"جنگ فلسطین کے موقع پر حضرت عمر نے اپنی شرکت کے بارے میں ان سے مشورہ لیا تو قطع نظر اس سے کہ آپ کی رائے ان کے جذبات کے موافق ہو یا مخالف' آپ اسلام کی عزت و بقاء کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں اپنی جگہ پر کھڑے رہنے کا مشورہ دیتے ہیں اور محاذ جنگ میں ایسے شخص کو بھیجنے کی رائے دیتے ہیں کہ جو آزمودہ کار اور فنون حرب و ضرب میں ماہر ہو' کیونکہ ناتجربہ کار آدمی کے چلے جانے سے اسلام کی بندھی ہوئی ہوا اکھڑ جاتی [illegible] پیغمبر کے زمانہ سے جو مسلمانوں کی دھاک بیٹھ چکی تھی ختم ہوجاتی اور ان کے چلے [illegible] فتح و

کامرانی کے بجائے شکست و ہزیمت کے آثار آپ کو نظر آ رہے تھے۔ اس لئے انہیں روک دینے ہی میں اسلامی مفاد نظر آیا' چنانچہ اس کا اظہار ان لفظوں میں فرمایا ہے کہ اگر تمہیں میدان چھوڑ کر پلٹنا پڑے تو صرف تمہاری شکست نہ ہوگی بلکہ اس سے مسلمان بددل ہو کر حوصلہ چھوڑ بیٹھیں گے اور میدان جنگ سے روگردان ہو کر تتر بتر ہو جائیں گے' کیونکہ رئیس لشکر کے میدان چھوڑ دینے سے لشکر کے قدم جم نہ سکیں گے اور ادھر مرکز کے خالی ہو جانے کی وجہ سے یہ توقع بھی نہ کی جاسکے گی کہ عقب سے مزید فوجی کمک آجائے گی' کہ جس سے لڑنے بھڑنے والوں کی ڈھارس بندھی رہے"۔

(نہج البلاغہ' ترجمہ مفتی جعفر' خطبہ 132' حاشیہ 1' ص 382)۔

و۔ طلحہ و زبیر و معاویہ سازشی تھے اور "شیطان" سے مراد معاویہ ہو سکتا ہے۔

مفتی جعفر حسین' حضرت علی کے ایک خطبہ میں وارد جملہ "شیطان نے اپنے گروہ کو جمع کرلیا ہے" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب طلحہ و زبیر بیعت توڑ کر الگ ہو گئے اور حضرت عائشہ کی ہمرہی میں بصرہ کو روانہ ہوئے تو حضرت نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جو ایک طویل خطبہ کے اجزاء ہیں۔

(ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ اس خطبہ میں شیطان سے مراد شیطان حقیقی بھی لیا جاسکتا ہے' اور معاویہ بھی مراد ہو سکتا ہے' کیونکہ درپردہ معاویہ ہی طلحہ و زبیر سے ساز باز کرکے امیرالمومنین سے لڑنے کے لئے آمادہ کررہا تھا' لیکن شیطان حقیقی مراد لینا موقع و محل کے اعتبار سے مناسب اور زیادہ واضح ہے۔"

(نہج البلاغہ' ترجمہ مفتی جعفر حسین' خطبہ 10' حاشیہ 1' ص 127)۔

ز۔ عمرو بن عاص ذلیل حرکت کرتے ہوئے میدان جنگ میں عریاں ہو گئے۔

سیدنا طلحہ و زبیر اور ام المومنین ام حبیبہ کے بھائی کاتب وحی سیدنا معاویہ کی شان میں اس گستاخی کے بعد مفتی جعفر حسین صحابی رسول' فاتح مصر سیدنا عمرو بن عاص کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے ایک خطبہ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"فاتح مصر عمرو بن عاص نے اپنی عریانی کو پردہ بنا کر جو جواں مردی دکھائی تھی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب میدان صفین میں امیرالمومنین علیہ السلام سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی تو اس نے تلوار کی زد سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو برہنہ کردیا۔

امیرالمومنین نے اس کی اس ذلیل حرکت کو دیکھا تو منہ پھیر لیا اور اس کی جان بخش دی۔"

(نہج البلاغہ' ترجمہ مفتی جعفر حسین' خطبہ 82' حاشیہ 1' ص 253)۔

ح۔ معاویہ نے عمرو بن عاص کی عریانی کی حوصلہ افزائی کی (معاذاللہ)۔

"عمرو کے علاوہ بسر بن ابی ارطاۃ نے بھی حضرت کی تلوار کی زد میں آکر یہی حرکت کی' اور جب یہ کار نمایاں دکھانے کے بعد معاویہ کے پاس گیا تو اس نے عمرو بن عاص کے کارنامے کو بطور سند پیش کرکے اس کی خجالت مٹانے کو کہا۔ "**لاعلیک یا بسر ارفع طرفک فلا تستحی فلک بعمرو اسوۃ**"۔ اے بسر کوئی مضائقہ نہیں' اب یہ لجانے شرمانے کی بات کیا رہی جبکہ تمہارے سامنے عمرو کا نمونہ موجود ہے"۔

(نہج البلاغہ' ترجمہ مفتی جعفر' خطبہ 82' حاشیہ 1' ص 254)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایسی ہی بے ہودہ خرافات کی بناء پر امام دارالہجرۃ' امام مالک نے سیدنا معاویہ اور عمرو بن عاص کی شان میں گستاخی کرنے والے کو واجب القتل اور کافر قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فتاوی میں مذکور ہے۔

17۔ مجتہد العصر' حجت الاسلام سید علی نقی نقوی لکھنوی (بھارت)۔

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بے ہودہ خرافات پر مشتمل مفتی جعفر حسین کے حواشی نہج البلاغہ کی تائید و تحسین میں برصغیر کے عالمی شہرت یافتہ شیعہ مجتہد حجت الاسلام سید علی نقی نقوی المعروف بہ نقن میاں لکھنؤ والے (م 21 مئی 1988ء) فرماتے ہیں:۔

"حواشی میں بھی ضروری مطالب کے بیان میں کمی نہیں کی گئی اور زوائد کے درج کرنے سے احتراز کیا ہے۔ بلاشبہ "نہج البلاغہ" کے ضروری مندرجات اور اہم نکات پر مطلع کرنے کے لئے اس تالیف نے ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے' جس پر مصنف ممدوح قابل مبارک باد ہیں"۔

(مقدمہ نہج البلاغہ' مترجمہ مفتی جعفر حسین' ص 65' امامیہ پبلی کیشنز' لاہور)۔

خود نہج البلاغہ کی کیا حیثیت ہے۔ اس بارے میں علامہ سید علی نقی کا تفصیلی بیان قابل غور و فکر ہے۔

"نہج البلاغہ امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ الصلاۃ والسلام کے کلام کا وہ مشہور ترین مجموعہ ہے جسے جناب سید رضی برادر شریف مرتضیٰ علم الہدی نے چوتھی صدی ہجری کے

اواخر میں مرتب فرمایا تھا۔ اس کے بعد پانچویں صدی کے پہلے عشرہ میں آپ کا انتقال ہوگیا' اور نہج البلاغہ کے انداز تحریر سے پتہ یہ چلتا ہے کہ انہوں نے طویل جستجو کے ساتھ درمیان میں خالی اوراق چھوڑ کر امیرالمومنین کے کلام کو متفرق مقامات سے یکجا کیا تھا' جس میں ایک طویل مدت انہیں صرف ہوئی ہوگی' اور اس میں اضافہ کا سلسلہ ان کے آخر عمر تک قائم رہا ہوگا۔ یہاں تک کہ بعض کلام جو کتاب کے یکجا ہونے کے بعد ملا ہے' اس کو تعجیل میں انہوں نے اس مقام کی تلاش کئے بغیر جہاں اسے درج ہونا چاہئے تھا' کسی اور مقام پر شامل کردیا ہے' اور وہاں پر یہ لکھ دیا ہے کہ یہ کلام کسی اور روایت کے مطابق اس سے پہلے کہیں درج ہوا ہے"۔

(نہج البلاغہ' مترجمہ مفتی جعفر' مقدمہ بقلم سید علی نقی' ص 32)۔

مذکورہ نہج البلاغہ کو مستند ثابت کرنے کے لئے جو بارہویں امام محمد المہدی کے 329ھ میں تقریباً پینسٹھ برس کی عمر میں غائب ہوجانے کے بھی کافی عرصہ بعد سید شریف رضی نے ن ی' علامہ نقی صاحب نے طویل دلائل دیئے ہیں۔ پھر بیہقی (م 565ھ) امام فخرالدین (م 606ھ) ابن ابی الحدید (م 655ھ) اور سعدالدین تفتازانی کا ذکر بطور سنی شارحین نہج البلاغہ کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

"غالباً انہیں علمائے اہل سنت کے شروح وغیرہ لکھنے کا نتیجہ یہ تھا کہ عوام میں نہج البلاغہ کا چرچا پھیلا' اور اس کے ان مضامین کے بارے میں جو خلفاء ثلاثہ کے بارے میں ہیں اہل سنت میں بے چینی پیدا ہوئی اور اب آپس میں بحثیں شروع ہوگئیں اور اس کی وجہ سے علماء کو اپنے اصول عقائد سنبھالنے کے لئے اور عوام کو تسلی دینے کے لئے نہج البلاغہ کے بارے میں شکوک و شبہات اور رفتہ رفتہ انکار کی ضرورت پڑی' چنانچہ سب سے پہلی ابن خلکان متوفی (681ھ) نے اس کو مشکوک بنانے کی کوشش کی"۔

(نہج البلاغہ' مترجمہ مفتی جعفر حسین' مقدمہ از سید علی نقی' ص 43)۔

علامہ نقی اس کی تفصیل بیان فرماکر علامہ ذہبی کی خبر لیتے ہیں۔

"اس کے ایک صدی کے بعد ذہبی نے جو اپنے دور کے انتہائی متعصب شخص تھے۔ یہ ات کی کہ وہ اس شک کو یقین کا درجہ دیں اور انہوں نے سید مرتضیٰ کے حالات میں لکھ دیا کہ:۔ **من طالع کتابه نهج البلاغة جزم بانه مکذوب علی امیر المومنین**

ففیه السب الصریح بل حط علی السیدین ابی بکر و عمر۔

جو شخص ان کی کتاب نہج البلاغہ کو دیکھے وہ یقین کرسکتا ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی کی طرف اس کی نسبت بالکل جھوٹ ہے اس لئے کہ اس میں کھلا سب وشتم اور ہمارے دونوں سرداروں ابوبکر و عمر کی تنقیص ہے۔"

(نہج البلاغہ' مترجمہ مفتی جعفر' مقدمہ علی نقی' ص 45)۔

نہج البلاغہ کو مستند ثابت کرنے کی کوشش میں علامہ نقی اتنا تو تسلیم کرلیتے ہیں کہ "دیوان علی" شیعہ علماء کے نزدیک جعلی اور من گھڑت ہے۔ حتیٰ کہ گیارہویں امام سے منسوب معروف شیعہ "تفسیر عسکری" بھی اکثر علماء کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔

"محققین علمائے شیعہ کا رویہ دیکھا جائے تو ہر اس کتاب یا مجموعہ کو جو معصومین میں سے کسی کی طرف منسوب ہو بلاچون چرا صرف اس لئے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوجاتے کہ وہ معصومین کی طرف منسوب ہے' بلکہ وہ پوری فراخ حوصلگی کے ساتھ محققانہ فریضہ کو انجام دیتے ہوئے اگر وہ قابل انکار ہوتا ہے تو کھل کر اس کا انکار کردیتے ہیں اور اگر مشکوک ہوتا ہے تو شک و شبہ کا اظہار کردیا کرتے ہیں۔

اور اس طرح بہت سے وہ ذخیرے جو کلام معصومین کے نام سے موجود ہیں' مقام اعتبار میں مختلف درجے اختیار کرچکے ہیں۔ مثلاً دیوان امیرالمومنین بھی تو بطور کلام علی رائج ہے مگر علماء شیعہ بلا رو رعایت اسے غلط سمجھتے ہیں۔ اس سے بالاتر ذرا درجہ تفسیر امام حسن عسکری کا ہے حالانکہ وہ شہرت میں تقریباً نہج البلاغہ سے کم نہیں ہے' اور شیخ صدوق ایسے بلند مرتبہ قدیم محدث نے اس پر اعتماد کیا ہے مگر اکثر علمائے شیعہ اسے تسلیم نہیں کرتے' یہاں تک کہ ہمارے قریبی دور کے محقق علامہ شیخ محمد جواد بلاغی نے ایک پورا رسالہ اس کے غلط ہونے کے اثبات میں لکھ دیا ہے۔

فقہ الرضا امام رضا علیہ السلام کی طرف منسوب ہے مگر اس کے اعتبار اور عدم اعتبار کی بحث ایک مہتمم بالشان علمی مسئلہ بن گئی ہے' جس پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح جعفریات اور امام رضا علیہ السلام کا رسالہ ذھبیہ وغیرہ کوئی نقد و بحث سے نہیں بچا ہے"۔

(نہج البلاغہ' مترجمہ مفتی جعفر' مقدمہ از سید علی نقی ص 43)۔

ان تفصیلات سے برصغیر کے عالمی شہرت یافتہ شیعہ مجتہد اعظم علامہ سید علی نقی نے اپنی

اہم ترین کتب کو مسترد کردیا ہے مگر علمائے اہل سنت کو اس حق سے محروم رکھنا چاہتے ہیں کہ نہج البلاغہ کو مشکوک قرار دیں یا کم از کم ان خطبات و اقتباسات کو غلط اور الحاقی قرار دیں جو خلفاء و صحابہ کی تنقیص پر مبنی ہیں اور خود جو خطبات خلفاء ثلاثہ کی امامت و خلافت کی بیعت و تائید نیز صحابہ کی تعریف میں عظیم الشان ہیں ان کی غلط تاویلات جو مفتی جعفر حسین صاحب جیسے شیعہ شارحین کرتے ہیں ان کی علامہ صاحب تائید و تحسین فرما رہے ہیں۔

اس نہج البلاغہ کا بارہویں امام محمد المھدی کی غیبت کبریٰ (329ھ) تک کہیں وجود نہ تھا' بلکہ بقول علامہ نقی اس کو چوتھی صدی کے آخر میں سید رضی نے مرتب فرمایا' اور وہ بھی خالی صفحات چھوڑ چھوڑ کر' پھر بعد میں رفتہ رفتہ خالی جگہ پر فرماتے رہے۔ دیوان علی کے بارے میں جب بعض ناقدین (احمد تیمور مستقیم زادہ وغیرہ) نے کہا تھا کہ حضرت علی سے منسوب اس دیوان کے اشعار اگر اصل مالکان کو واپس کردیئے جائیں تو اس میں باقی کچھ نہیں بچے گا' تو اہل تشیع نے طوفان کھڑا کردیا تھا' حالانکہ اس دیوان کے اشعار کی زبان سیدنا علی کی شاندار فصاحت و بلاغت اور صدر اسلام کی فصیح عربی کے مقابلہ میں بالعموم کمزور ہے۔ مگر آج علامہ نقی مجتھد العصر بھی اس کے جعلی ہونے پر شیعہ علماء کا اتفاق بتارہے ہیں۔ دیکھئے نہج البلاغہ کے بارے میں علماء شیعہ آئندہ کیا آراء ظاہر فرمائیں گے' کیونکہ علامہ نقی صاحب اپنے سلسلہ کلام کے آخر میں یہ بھی فرماتے ہیں:-

”مقام اعتقاد و عمل میں ہم نہج البلاغہ کے مندرجات کو اور ادلہ کے ساتھ جو اس باب میں موجود ہوں' اصول تعادل و تراجیح کے معیار پر جانچیں گے اور بعض موقعوں پر ممکن ہے جو مسند حدیث اس موضوع پر موجود ہو اس پر نہج البلاغہ کی روایت کو ترجیح ہوجائے اور بعض مقاموں پر ممکن ہے تکافو ہوجائے اور بعض جگہ شاید ان دوسرے ادلہ کو ترجیح ہوجائے' لیکن اس سے نہج البلاغہ کی مجموعی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(نہج البلاغہ' مترجمہ مفتی جعفر' مقدمہ سید علی نقی' ص 64-65)۔

نہج البلاغہ کے مندرجات پر دوسرے ادلہ کو بعض جگہ ترجیح دینے اور بعض جگہ تکافو (برابری) کی گنجائش غالباً اس لئے رکھنی پڑرہی ہے کہ خلفاء ثلاثہ کی امامت و خلافت کی بیعت اور خلفاء و صحابہ کرام کی تعریف میں جو کچھ نہج البلاغہ میں موجود ہے اس پر دیگر کتب شیعہ میں موجود منفی روایات کو ترجیح دی جاسکے' یا ایسی غلط تشریحات کی جائیں جو خلفاء و

صحابہ کو مطعون کرنے کا وہ کام کرسکیں جو سیدنا علی نے ہرگز ہرگز نہیں فرمایا' اور یہ کام مفتی جعفر صاحب نے نہج البلاغہ کے حواشی میں بخیروخوبی سرانجام دیا ہے' جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بطور اشارہ نقل شدہ بعض اقتباسات سے ثابت ہے' اور علامہ نقی صاحب نے ان حواشی پر مشتمل مفتی صاحب کے کام کی تائید و تحسین فرمائی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ثم انا للہ و انا الیہ راجعون۔

18۔ مولوی محمد حسین ڈھکو' فاضل نجف اشرف (مقیم سرگودھا)۔

پاکستان کے علاقائی سطح کے شیعہ علماء و مصنفین بھی مذکورہ سابقہ بین الاقوامی شہرت یافتہ شیعہ علماء و قائدین سے بغض صحابہ میں پیچھے نہیں۔ پاکستان کے اثنا عشری عالم مولوی محمد حسین ڈھکو فرماتے ہیں:-

(ا)۔ جناب امیر (علی) خلافت ثلاثہ کو غاصبانہ' جابرانہ اور خلفاء ثلاثہ کو گناہ گار' کذاب' غدار' خیانت کار اور ظالم و غاصب اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ خلافت نبوت کا حق دار سمجھتے تھے“۔

(ب)۔ دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے اور ہمارے برادران اسلامی میں اس سلسلے میں جو کچھ نزاع ہے وہ صرف اصحاب ثلاثہ کے بارے میں ہے۔ اہل سنت ان کو بعد از نبی (ص) تمام اصحاب و امت سے افضل جانتے ہیں' اور ہم ان کو دولت ایمان' ایقان اور اخلاص سے تہی دامن جانتے ہیں۔ (تجلیات صداقت' ص 201)

(ج)۔ مذہب شیعہ جناب ابوبکر و عمرو عثمان کو کافر سمجھتا ہے اور نہ ہی ان کے پیروکاروں کو۔ ہاں یہ درست ہے کہ وہ ان کو مومن بھی نہیں سمجھتا۔ (تجلیات صداقت' ص 430)۔

(د)۔ ”اس میں شک نہیں کہ شیعان حیدر کرار' ابوبکر کو سچا مسلمان اور مخلص باایمان نہیں جانتے بلکہ..... جانتے ہیں۔ (تجلیات صداقت' ص 430)۔

(ھ)۔ اصحاب ثلاثہ کا جناب امیر خیبر گیر سے بجائے شیروشکر و مشیر ہونے کے ان کا دشمن ازلی ہونا بجائے تابعدار اور قرابت دار رسول ہونے کے ان کا دنیا دار اور عصیان کار ہونا اور بجائے مقبول بارگاہ ہونے کے ان کا مردود بارگاہ خدا اور رسول خدا ہونا کتب فریقین سے کچھ ایسے ناقابل انکار دلائل جاندار سے واضح و آشکارا کریں گے کہ نہ صرف پرستاران ثلاثہ بلکہ ثلاثہ کی روحیں بھی یوم القرار تک بے قرار ہوجائیں گی۔ (تجلیات صداقت' ص

478)۔

(و)۔ "اصحاب ثلاثہ اور ان کے تابعین ہرگز اس میں شامل نہیں کیونکہ یہ نہ مومن ہیں نہ مخلص مہاجر۔" (ایضاً ص 49)۔

(ز)۔ "ثلاثہ کی فتوحات نے اسلام کو بدنام کیا" (ایضاً ص 65)۔

(ح)۔ "عائشہ صاحبہ نے خچر پر سوار ہو کر امام حسن کے جنازہ کو روکا اور حجرہ میں اس سے مانع ہوئیں۔ اس پر شیعان علی نے شور مچایا کہ تو کبھی اونٹ پر سوار ہوتی ہے اور کبھی خچر پر اگر زندہ رہی تو اب ہاتھی پر سوار ہوگی۔" (ایضاً ص 478)۔

19۔ مولوی حسین بخش جاڑا' مصنف تفسیر "انوار النجف"
فاضل نجف اشرف (دریا خان' میانوالی)۔

خلفاء ثلاثہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنھم کے بارے میں مولوی حسین بخش جاڑا لکھتے ہیں:۔

(ا) یہ لوگ (ثلاثہ) دل و جان سے مومن نہیں تھے البتہ ظاہراً زبانی طور پر وہ اسلام کا اظہار کرتے تھے۔ (مناظرہ بغداد' ص 58)۔

اسلام کے جرنیل اعظم سیف اللہ سیدنا خالد بن ولید کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

(ب) انہوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کرکے اسی رات اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا' اور اس ظالم خالد نے مالک اور اس کی قوم کے دو سرداروں کے سرچولہے کی اینٹوں کی جگہ پر رکھ کر اوپر دیگ چڑھادی اور اس زنا کا ولیمہ تیار کیا' اور خود بھی کھایا اور فوج کو بھی کھلایا۔ (مناظرہ بغداد' ص 199)۔

(ج) "خالد سیف اللہ نہیں سیف الشیطان تھا"۔ (مناظرہ بغداد' ص 100)۔

20۔ مولوی غلام حسین نجفی' فاضل نجف اشرف (مقیم لاہور)۔

انہوں نے اپنی کتاب "سہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم" میں بعنوان "جناب عمر کے متعلق قرطاس ابیض" میں ایک سو الزامات سیدنا عمر فاروق اعظم پر لگائے ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ:

"جناب عمر کا موجودہ قرآن پر ایمان نہ تھا۔"

"جناب عمر کو لقب فاروق یہودیوں نے دیا تھا۔"

"جناب عمر نبی کی بیویوں پر آوازے کستا تھا' جب وہ رات کے وقت رفع حاجت کے لئے مدینہ سے باہر جاتی تھیں۔

"جناب عمر شراب حرام ہونے کے بعد بھی شراب پیتے رہے۔"

"جناب عمر جہنم کا تالا ہے اور بہتر تو یہ تھا کہ جہنم کا گیٹ ہوتا۔"

(نعوذ اللہ من ھذہ الخرافات)

یہی غلام حسین نجفی اپنی ایک دوسری تصنیف "قول مقبول فی اثبات وحدت بنت رسول" (ص 432) میں داماد رسول سیدنا عثمان ذوالنورین خلیفہ سوئم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جناب عثمان نے پہلی بیوی رقیہ کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ دوسری بیوی ام کلثوم کو اذیت جماع سے مار ڈالا تھا' اور پھر خلیفہ ولید کی طرح اس کے مردہ سے ہم بستری کرتا رہا' اور پوری دنیا میں یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے شرم و حیاء کا بارڈر توڑ کر اپنی بیوی کے مردہ سے ہم بستری کی ہے اور نبی کریم کو اذیت دینے والا رحمت خداوندی کا حقدار نہیں ہے۔ پس شیعوں کے امام نے اس لئے فرمایا ہے کہ جس نے نبی کریم کو اذیت دی اے خدا تو اس پر لعنت بھیج"۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت رسول' ص 432)۔

21۔ آیت اللہ مرزا حسن الحائری الاحقاقی

ایک شیعہ آیت اللہ مرزا حسن الحائری الاحقاقی جو عراق سے نکل کر کویت میں پناہ گزین تھے' ان کی عربی تصنیف "مصباح العقائد" کا اردو ترجمہ "مبلغ اعظم اکیڈمی" پاکستان نے شائع کیا ہے۔ اس میں بھی خلفائے راشدین کے خلاف زہر افشانی کی گئی ہے' اور حضرت خالد بن ولید پر بہتان تراشی کے علاوہ ایک اور صحابی رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے۔

"خلیفہ ثانی کی خلافت میں مغیرہ بن شعبہ نے زنا کیا اور زناکار کے بجائے اس کے چشم دید گواہوں کو کوڑے لگائے گئے۔ حضرت علی کے اعتراض کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ یہ خلافت عمر کا زمانہ تھا کہ معاویہ جیسا طالب دنیا امیر شام بن گیا۔" (اردو ترجمہ مصباح العقائد' ص 169)۔

قارئین کرام اندازہ کرسکتے ہیں کہ شیعہ مصنفین کفرونفاق کے زہر آلود تیر ان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر برسا رہے ہیں جن کو حق تعالی نے یہ سند عطاء فرمائی ہے کہ:۔

"رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ و اعدلھم جنات تجری تحتھا الانھار"۔

اور یہ شیعہ علماء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پاکیزہ بیویوں (ازواج مطہرات) کی عظمت کو بھی مجروح کر رہے ہیں، جن کو رب العالمین نے امہات المؤمنین (مومنوں کی مائیں) اور اہل بیت رسول (ص) قرار دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ثم انا للہ وانا الیہ راجعون۔

22۔ علامہ مرید عباس یزدانی، سالار اعلیٰ، سپاہ محمد، پاکستان۔

پاکستان میں تحریک جعفریہ کے ہمراہ شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کی دوسری اہم اور مجاہدانہ تنظیم "سپاہ محمد پاکستان" بھی سن 1995ء میں فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام کے لئے تشکیل شدہ سنی و شیعہ اثنا عشری جماعتوں کے مشترکہ پلیٹ فارم "ملی یکجہتی کونسل" کی تاسیسی رکن ہے۔ اس کونسل نے جس کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اور سیکرٹری مولانا سمیع الحق مقرر ہوئے اور جمیعت علمائے پاکستان، جمیعت علمائے اسلام، جماعت اسلامی، جمیعت اہل حدیث سمیت اہل سنت والجماعت کی تمام اہم جماعتیں تحریک جعفریہ و سپاہ محمد جیسی شیعہ جماعتوں کے ہمراہ شریک ہوئیں، ایک متفقہ ضابطہ اخلاق منظور کیا، جس کی شق 4 (ب) خلفائے راشدین سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنھم کے بارے میں تھی۔ سپاہ محمد کے قائد علامہ یزدانی نے اس شق کے بارے میں جرات رندانہ سے کام لیتے ہوئے درج ذیل بیان دے کر خلفائے راشدین کے بارے میں اثنا عشری عقیدہ کو واضح فرمادیا:۔

"(خلفائے راشدین ایمان کا جزو ہیں، ان کی تکفیر کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے) کو ہم نہیں مانتے اور نہ ہی اس پر ہم نے دستخط کئے ہیں، اس شق کو بعد میں شامل کیا گیا ہے اس لئے اس سے بالکل اتفاق نہیں کرتے، باقی پورے ضابطہ اخلاق سے ہم متفق ہیں"۔

(بحوالہ روزنامہ جنگ، لاہور، 7 جون 1995ء / 8 محرم 1416ھ، ص 4 بحوالہ مضمون جناب ارشاد احمد حقانی بعنوان "ملی یکجہتی کونسل۔ نئی دراڑ")۔

شیعوں کی خلفاء و صحابہ (رض) کی شان میں ان خوفناک گستاخیوں کو دیکھتے ہوئے اکابر امت و علماء اہل سنت نے انہیں یہود و نصاریٰ سے بدتر قرار دیا ہے، اس لحاظ سے کہ یہودی اور عیسائی، حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے صحابہ کو اپنی ملت کے بہترین لوگ قرار دیتے ہیں، اور شیعہ، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ کافر و منافق و مرتد قرار دیتے ہیں۔ عقیدہ طحاویہ کی شرح میں اس حوالے سے یہ عبارت درج ہے۔

"قیل للیهود من خیر اهل ملتکم؟ قالوا: اصحاب موسیٰ۔ و قیل للنصاری من خیر ملتکم؟ قالوا: اصحاب عیسیٰ۔ و قیل للرافضة من شر اهل ملتکم؟ قالوا: اصحاب محمد الخ"۔

(ابن ابی العز الحنفی، شرح العقیدۃ الطحاویہ، لاہور، المکتبۃ السلفیۃ 1399ھ / 1979ء، ص 531-532)۔

ترجمہ:۔ یہودیوں سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت کے بہترین لوگ کون ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ اصحاب موسیٰ۔ اور عیسائیوں سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت کے بہترین لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: اصحاب عیسیٰ۔ اور رافضیوں (شیعوں) سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت کے بدترین لوگ کون ہیں تو انہوں نے جواب دیا: اصحاب محمد۔ (معاذ اللہ)۔

شیعوں کی مستند ترین کتاب احادیث "الکافی" نیز علامہ باقر مجلسی، امام خمینی، ڈاکٹر علی شریعتی، مؤلفین تفسیر نمونہ، مفتی جعفر حسین، سید علی نقی نیز دیگر شیعہ علماء و مصنفین کے حوالہ سے سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان، طلحہ و زبیر و امیر معاویہ اور ام المومنین سیدہ عائشہ و حفصہ سمیت صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے بارے میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس سے اہل تشیع کا امامت و خلافت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنھم سے انکار نہ صرف کسی مزید ثبوت کا محتاج نہیں رہتا بلکہ ان پر خلفاء راشدین، امہات المومنین، انصار و مہاجرین اور دیگر تمام صحابہ کرام کی توہین و تکفیر کا الزام بھی ثابت ہوجاتا ہے۔ ان خرافات کے حوالہ سے امام خمینی کا وہ اقتباس بھی نقل کیا جاچکا ہے، جس کے ذریعہ انہوں نے خلفاء و صحابہ کرام کے بارے میں رہی سہی کسر بھی پوری کردی ہے، اور ساتھ ہی تمام اہل سنت و الجماعت کو بھی خدا اور رسول کی نافرمانی اور قرآن و سنت کی خلاف ورزیوں کا مرتکب ہونے کی سند عطاء فرمائی ہے۔ اس طرح اہل تشیع کے نزدیک ننانوے فیصد صحابہ کرام اور صدیوں سے دنیا بھر میں پھیلی ہوئی امت مسلمہ کی نوے فیصد سے زائد اکثریت پر مشتمل اہل سنت و الجماعت، قرآن و سنت کے مخالفین اور اسلام دشمن قرار پاتے ہیں، اور صرف چند فیصد شیعہ اقلیت ہی اسلام کی علمبردار قرار پاتی ہے۔ وایں خیال است و محال است و جنوں۔

آراء و فتاوی اهل سنت بسلسلہ تضلیل و تکفیر شیعہ بحوالہ صحابہ کرام (رض)

شیعوں کے بارے میں گزشتہ چودہ صدیوں میں علمائے امت نے دیگر وجوہ کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے بارے میں شیعہ عقائد و افکار کے حوالے سے بھی بہت سے فتاوی دیئے ہیں۔ جن میں سے بعض اہم آراء و فتاوی بطور مثال درج ہیں۔ ان سے اہل تشیع کا سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان کی امامت و خلافت شرعیہ کے انکار نیز تکفیر و تفسیق اور بغض و عداوت صحابہ رضی اللہ عنھم کی بناء پر کافر و مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونا قطعی طور پر ثابت ہوجاتا ہے۔

اس سلسلے میں یہ بھی پیش نظر رہے کہ بہت سے فتاوی میں "شیعہ" کے بجائے رافضی (جمع روافض/ رافضہ) کا لفظ استعمال ہوا ہے' جن کا لفظی معنی ہے منکر یا انکار کرنے والا' اور اصطلاحی لحاظ سے یہ لفظ امیرالمومنین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنھما کی شرعی امامت و خلافت کا انکار کرنے والوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے' جو حکم نبوی کے مطابق امام صلوۃ مقرر کئے جا نے والے سیدنا ابوبکر کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی جانب سے اتفاق رائے سے اصول مشاورت کے تحت منتخب شدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ازروئے شریعت امام اول اور خلیفہ بلافصل نہیں مانتے' اور نہ ہی سیدنا عمرفاروق کو ان کے بعد صحابہ کرام کے اتفاق رائے سے منتخب شدہ شرعی امام و خلیفہ دوم مانتے ہیں' بلکہ سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنھم کو شرعی طور پر بالترتیب امام و خلیفہ اول و دوم و سوئم و چہارم ماننے کے بجائے سیدنا علی کو غلط تاویلات کرتے ہوئے اللہ رسول کے حکم و وصیت کے حوالے سے شرعی امام اول اور خلیفہ بلافصل (بلا فاصلہ پہلا جانشین پیغمبر) قرار دیتے ہیں۔

روافض (یعنی منکرین امامت و خلافت ابوبکر و عمر) کا لقب سیدنا حسین کے پوتے اور سیدنا علی بن حسین' زین العابدین کے فرزند' امام باقر کے بڑے بھائی امام زید شہید نے شیعان کوفہ کو اس وقت دیا جب انہوں نے اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں کوفہ میں حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ پندرہ ہزار کوفیوں نے آپ کی بیعت کی مگر آخری معرکہ سے پہلے آپ کے دادا سیدنا حسین کی طرح آپ سے بھی غداری و بے وفائی کرتے ہوئے رات کی تاریکی میں راہ فرار اختیار کرگئے اور صرف تین سو باقی بچے۔ چنانچہ امام زید

25 محرم 122ھ کو اپنی مختصر جماعت کے ساتھ سرکاری سپاہیوں سے لڑتے ہوئے کوفہ کے قریب شہید ہوگئے۔ اس سلسلے میں فرقہ زیدیہ کی مستند ترین کتاب احادیث "مسند الامام زید" (مطبوعہ بیروت' دار مکتبۃ الحیاۃ' 1966م) کے آغاز میں ترجمۃ الامام زید (امام زید کے حالات) کے زیر عنوان مذکورہ تفصیل کے علاوہ درج ذیل عبارت بھی موجود ہے۔

"وفی تاریخ الیافعی: لما خرج زید اتته طائفة کبیرة قالوا له: تبرا من ابی بکروعمر حتی نبایعک۔ فقال: لا اتبراء منهما۔ فقالوا: اذن نرفضک۔ فقال: اذهبوا فانتم الرافضة۔

فمن ذلک الوقت سموا الرافضة و تبعته التی تولت ابابکر و عمر سمیت الزیدیة"۔

(مسند الامام زید' بیروت 1966م' ترجمة الامام زید' ص 11)۔

ترجمہ: تاریخ یافعی میں ذکر ہے کہ جب حضرت زید نے خروج کیا تو ایک بہت بڑا گروہ آپ کے پاس آکر کہنے لگا کہ ابوبکر و عمر سے بیزاری و لاتعلقی کا اعلان کیجئے تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں' تو آپ نے فرمایا میں ان دونوں سے بیزار و لاتعلق نہیں ہوسکتا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ پھر ہم آپ کی بیعت سے انکار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ چلے جاؤ پس تم لوگ ہی رافضی (انکار کرنے والے) ہو۔ چنانچہ اسی وقت سے ان کا نام "رافضی" پڑگیا' اور امام زید کے پیروکار جو ابوبکر و عمر کو دوست رکھتے ہیں' زیدیہ کہلانے لگے۔

چنانچہ شیعان کوفہ کو ملنے والا یہ لقب (رافضی) بارہ اماموں کے ماننے والے فقہ جعفری کے پیروکار تمام شیعوں (اثنا عشریہ جعفریہ) کے لئے اتنا معروف اور مشہور ہوا کہ علماء و فقہاء کی تحریروں میں بکثرت استعمال ہونے لگا' کیونکہ اس لفظ سے شیعوں کی خاص صفت یعنی منکرین امامت و خلافت ابوبکر و عمر ہونا' ظاہر اور واضح ہوتی ہے۔

اس وضاحت کے بعد اب شیعہ اثنا عشریہ رافضیہ کے بارے میں' جن کے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے بارے میں عقائد و افکار گزشتہ صفحات میں درج کئے جاچکے ہیں' اکابر امت کی بعض اہم آراء و فتاوی ملاحظہ ہوں۔

1۔ امام دارالهجرة مالک بن انس (رح) م 179ھ

سورہ الفتح' پارہ 26 کے آخری رکوع میں جہاں سورت ختم ہوتی ہے' وہاں ارشاد

خداوندی ہے۔ "لیغیظ بھم الکفار" اس آیت کے ذیل میں اپنی تفسیر "روح المعانی" میں مفتی بغداد علامہ شہاب الدین آلوسی (م 1270ھ) لکھتے ہیں:۔

"وفی المواهب ان الامام مالکا قد استنبط من هذه الآیة تکفیر الروافض الذین یبغضون الصحابة رضی الله تعالی عنهم فانهم یغیظونهم، و من غاظه الصحابة فهو کافر۔ و وافقه کثیر من العلماء"۔

ترجمہ: اور "مواہب میں ذکر ہے کہ امام مالک نے اس آیت سے استنباط کرتے ہوئے رافضیوں کو کافر قرار دیا ہے جو کہ صحابہ رضی اللہ تعالی عنھم سے بغض رکھتے ہیں۔ اور جو صحابہ کی وجہ سے غیظ و غضب میں آئے تو وہ کافر ہے۔ علماء کی کثیر تعداد نے امام مالک کے اس فتوی سے اتفاق کیا ہے۔

"وفی البحر: ذکر عند مالک رجل ینتقص الصحابة فقراء مالک هذه الآیة فقال: من اصبح من الناس و فی قلبه غیظ من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فقد اصابته هذه الآیة۔ ویعلم تکفیر الرافضة بخصوصهم۔

و فی کلام عائشة رضی الله تعالی عنها ما یشیر الیه ایضا۔ فقد اخرج الحاکم و صححه عنها فی قوله تعالی: (لیغیظ بهم الکفار) قالت: اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم، امروا بالاستغفار لهم فسبوهم"۔

(علامہ شہاب الدین آلوسی، روح المعانی، پارہ 26، ص 128)۔

ترجمہ: کتاب "البحر" میں درج ہے کہ امام مالک کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صحابہ میں نقص نکالتا ہے تو امام مالک نے یہ آیت پڑھی۔ پھر فرمایا: جس شخص کی یہ حالت ہو جائے کہ اس کے دل میں اصحاب پیغمبر کی جانب سے غیظ و نفرت ہو تو وہ اس آیت کے مطابق کافر ہے۔ چنانچہ اس آیت سے رافضیوں کا بغض صحابہ کی خاصیت کی بناء پر کافر قرار پانا معلوم ہوتا ہے۔

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنھا کے کلام میں جو کچھ آیا ہے وہ بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے ان سے روایت کیا ہے، کہ انہوں نے اللہ تعالی کے فرمان (**لیغیظ بھم الکفار**۔ تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ

دلائے) کے سلسلہ میں فرمایا۔ اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں۔ ان لوگوں کو ان کے لئے دعائے مغفرت کا حکم دیا گیا، مگر انہوں نے ان کو سب و شتم کیا۔

اسی حوالہ سے علامہ ابن حجر عسقلانی (م 852ھ) کی عظیم الشان تصنیف "**الاصابة فی تمییز الصحابة**" میں روایت ہے:

"ثم روی بسنده الی ابی زرعة الرازی قال: اذا رایت الرجل ینتقص احدا۔ من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فاعلم انه زندیق۔ وذلک ان الرسول حق و القرآن حق و ماجاء به حق، و انما ادی الینا ذلک کله الصحابة۔ و هولاء یریدون ان یجرحوا شهودنا لیبطلوا الکتاب والسنة، والجرح بهم اولی، وهم زنادقة"۔

(ابن حجر العسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة، جلد اول، ص 10)۔

ترجمہ: پھر راوی نے ابی زرعہ رازی کی طرف اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی ایک صحابی میں نقص نکالتے دیکھو تو جان لو کہ وہ شخص زندیق ہے۔ اس لئے کہ رسول (ص) برحق ہیں۔ قرآن بھی برحق ہے اور جو کچھ آپ لائے ہیں وہ سب برحق ہے، اور یہ سب کچھ ہم تک صحابہ کے ذریعے پہنچا ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے عینی شاہدین کی شخصیات کو مجروح اور داغدار بنادیں تاکہ کتاب و سنت کو باطل قرار دے سکیں، جبکہ خود ان الزام تراشوں کو مجروح و مشکوک قرار دینا زیادہ مناسب حال ہے، اور یہی لوگ زندیق ہیں۔

علامہ شاطبی "الاعتصام" میں لکھتے ہیں:۔

"قال مصعب الزبیری و ابن نافع: دخل هارون (یعنی الرشید) المسجد فرکع ثم اتی قبر النبی صلی الله علیه وسلم فسلم علیه ثم اتی الی مجلس مالک فقال: السلام علیک و رحمة الله و برکاته۔ ثم قال لمالک: هل لمن سب اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الفئی حق؟ قال: لا ولا کرامة ولا مرة۔ قال: من این قلت ذلک؟ قال، قال الله عزوجل:۔ "لیغیظ بهم الکفار"۔ فمن عابهم فهو کافر و لا حق لکافر فی الفئی"۔

(علامہ شاطبی 'الاعتصام' ج 2' ص 261)۔

ترجمہ : مصعب زبیری اور ابن نافع نے بیان کیا ہے کہ ہارون (الرشید) مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ پس اس نے نماز پڑھی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر آکر سلام کیا۔ پھر امام مالک کی مجلس میں آیا اور "السلام علیک و رحمتہ اللہ و برکاتہ" کہا۔ اس کے بعد امام مالک سے پوچھنے لگا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا کہے کیا اس کا "فئی" کے مال میں کوئی حق ہے۔ امام مالک نے فرمایا ہرگز نہیں اور نہ ہی ایسا شخص کسی عزت کا مستحق ہے۔ ہارون نے پوچھا کہ یہ بات آپ نے کس دلیل کی بنیاد پر فرمائی ہے تو امام مالک نے فرمایا کہ عزت و جلال والے اللہ نے فرمایا ہے۔ "لیغیظ بھم الکفار۔" (اصحاب رسول کی مثال پھلی پھولی کھیتی کی سی ہے تاکہ ان کی وجہ سے کافر غیظ و غضب کا شکار ہوں' الایہ)۔

پس جو شخص صحابہ میں عیب نکالے تو وہ کافر ہے' اور کافر کا "فئی" کے مال میں کوئی حق نہیں۔ (کیونکہ "فئی" مسلمانوں کا حق ہے)۔

2۔ آئمہ اربعہ و دیگر آئمہ کرام (رح) دوسری اور تیسری صدی ہجری

دسویں صدی ہجری کے عظیم مفسر اور حنفی فقیہ علامہ ابوالسعود (م 982ھ) نے جو خلافت عثمانیہ کے شیخ الاسلام و مفتی اعظم کا مقام رکھتے تھے۔ عثمانی خلیفہ کے درج ذیل استفتاء کے جواب میں امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت (م 150ھ) امام مالک بن انس (م 179ھ) امام محمد بن ادریس الشافعی (م 204ھ) امام احمد بن حنبل (م 241ھ) اور بعض دیگر ائمہ کبار رحمتہ اللہ علیھم اجمعین کی شیعوں کے بارے میں آراء و فتاوی کا ذکر فرمایا ہے۔ ان سے دریافت کیا گیا تھا:۔

"کیا شیعوں سے جنگ کرنا جائز ہے؟ اور ان سے جنگ میں ہمارا جو آدمی مارا جائے گا کیا وہ شہید ہوگا؟ جبکہ ان دونوں سوالوں کا جواب یہ بات پیش نظر رکھ کر دیا جائے کہ ان کا یہ کہنا ہے کہ ان کا قائد اہل بیت نبوی میں سے ہے' اور یہ کہ وہ لوگ کلمہ طیبہ کے قائل ہیں؟

اس کا جو جواب علامہ ابوالسعود نے دیا تھا اس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"ان (شیعوں سے جنگ جہاد اکبر ہے' اور ان سے جنگ میں ہمارا جو آدمی مارا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ خلیفہ کے خلاف ہتھیار اٹھانے کی وجہ سے وہ باغی (بھی) ہیں اور متعدد وجوہ سے کافر (بھی) ہیں"۔

اس کے بعد علامہ نے ان کے کفر کی کچھ وجوہ و علامات نقل کی ہیں۔ بعدازاں لکھا ہے:۔

"اسی وجہ سے ہمارے گزشتہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان پر تلوار اٹھانا جائز ہے' اور یہ کہ ان کے کافر ہونے میں جس کو شک ہو وہ خود کفر کا مرتکب قرار دیا جائے گا۔

چنانچہ حضرت امام اعظم' امام سفیان ثوری' امام اوزاعی کا مسلک تو یہ ہے کہ اگر یہ لوگ توبہ کرکے اپنے کفر کو چھوڑ کر اسلام میں آجائیں تو انہیں قتل نہیں کیا جائے گا اور امید کی جاسکتی ہے کہ تمام کفار کی طرح توبہ کے بعد ان کو بھی معاف کردیا جائے گا۔

لیکن امام مالک' امام شافعی' امام احمد بن حنبل' امام لیث بن سعد اور بہت سے آئمہ کبار کا مسلک یہ ہے کہ نہ ان کی توبہ قبول کی جائے گی اور نہ ان کے اسلام لانے کا اعتبار کیا جائے گا' بلکہ حد جاری کرتے ہوئے ان کو قتل کردیا جائے گا"۔

اس کے بعد علامہ ابوالسعود نے یہ لکھتے ہوئے کہ خلیفہ وقت ان دونوں مسلکوں میں سے جس کو مناسب سمجھیں اس پر عمل کریں' یہ بات بھی لکھی ہے کہ:

"جو شیعہ ادھر ادھر منتشر ہیں اور ان کے عقائد کی کوئی علامت ان پر ظاہر نہیں ہوتی' ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ ان پر مذکورہ بالا احکام جاری نہیں ہوں گے۔ البتہ جو ان کا قائد ہے اور جو لوگ اس کے پیروکار ہیں اور جو اس کی طرف سے جنگ کریں تو ان کے خلاف کارروائی سے ہرگز توقف نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ وہ لوگ مذکورہ وجوہ کفر کے مسلسل مرتکب ہو رہے ہیں۔ نیز اس بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کے ساتھ جنگ دوسرے کافروں کے ساتھ جنگ سے زیادہ اہم ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دوسرے کافروں سے جنگ سے پہلے مسیلمہ اور اس کے پیروکاروں کے خلاف اعلان جنگ کیا تھا' حالانکہ مدینہ کے اطراف کے علاقے کافروں سے بھرے ہوئے تھے۔ شام وغیرہ دوسرے ممالک مسیلمہ کے فتنہ سے زمین کو پاک کرنے کے بعد ہی فتح کئے گئے تھے۔ خوارج کے فتنہ کے ساتھ حضرت علی کا طرز عمل بھی یہی تھا۔

الغرض ان سے جہاد بلاشبہ اہم ترین کام ہے اور ان سے جنگ آزمائی میں جو شخص مارا جائے گا وہ شہید ہوگا"۔

(علامہ ابوالسعود کا یہ فتوی علامہ ابن عابدین شامی نے اپنے رسالہ "تنبیہ الولاۃ و الحکام

علی احکام شاتم خیرالانام او احد اصحابہ الکرام" میں نقل کیا ہے۔ علامہ شامی کا یہ رسالہ "رسائل ابن عابدینؒ" میں شائع ہوگیا ہے۔ ملاحظہ ہو جلد اول' ص 329' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)۔

(ترجمہ بحوالہ متفقہ فیصلہ' مرتبہ مولانا منظور نعمانی' مطبوعہ لاہور' حصہ اول' ص 27-28)۔

3۔ امام ابن حزم اندلسی (رح) م 456ھ

امام ابن حزم نے اپنی مشہور تصنیف "الفصل فی الملل والاھواء والنحل" میں اسلام اور قرآن پر عیسائیوں کے کچھ اعتراضات نقل کئے ہیں جن میں سے ایک یہ تھا کہ:

"ان الروافض یزعمون ان اصحاب نبیکم بدلوا القرآن واسقطوا منه وزادوا فیه"۔

ترجمہ:۔ روافض کا خیال و دعوی ہے کہ تمہارے نبی کے صحابہ نے قرآن میں تبدیلی کردی اس میں اضافہ بھی کیا ہے اور کمی بھی کی ہے۔ لہٰذا تمہارا قرآن خود اس مسلم فرقہ کے نزدیک بھی محفوظ اور قابل اعتبار نہیں۔

اس کے جواب میں امام ابن حزم نے فرمایا:۔

"اماقولهم فی دعوی الروافض بتبدیل القراء ات فان الروافض لیسوا من المسلمین"۔

(ابن حزم' الملل والنحل' جلد 2' ص 78)۔

ترجمہ: جہاں تک عیسائیوں کی اس بات کا تعلق ہے کہ روافض کے دعوی کے مطابق قرآن میں تبدیلی کی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ روافض مسلمانوں میں سے نہیں ہیں۔ (لہٰذا یہ غلط ہے کہ خود امت مسلمہ میں صحت قرآن کے بارے میں اختلاف ہے)۔

4۔ قاضی عیاض مالکی (رح) م 544ھ

"نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل به الی تضلیل الامة وتکفیر جمیع الصحابة"۔

(القاضی عیاض المالکی' کتاب الشفاء' جلد 2' ص 826)۔

ترجمہ: جو شخص ایسی بات کہے جس کے نتیجہ میں امت گمراہ قرار پائے اور تمام صحابہ کرام کافر قرار پائیں تو ہم ایسے شخص کو قطعی طور پر کافر قرار دیتے ہیں۔

5۔ غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی بغدادی (رح) م 561ھ

غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنی مشہور تصنیف "غنیہ الطالبین" میں گمراہ فرقوں کے بارے میں بھی ایک باب تحریر فرمایا ہے:

"فصل فی الفرق الضالة عن طریق الهدی"۔ ان فرقوں کا باب جو ہدایت کے راستے سے بھٹک گئے۔

اس فصل میں خوارج اور شیعوں کے مختلف فرقوں کا ذکر کرکے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے شیعہ عقائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ومن ذلک تفضیلهم علیا فی جمیع الصحابة وتنصیصهم علی امامته بعد النبی صلی الله علیه وسلم وتبرهم عن ابی بکروعمر وغیرهما من الصحابة الانفرا منهم.....

ومن ذلک ایضا ادعائهم ان الامة ارتدت بترکهم امامة علی الاستة نفر۔ وهم علی و عمار و المقداد بن الاسود و سلمان الفارسی و رجلان آخران"۔

(عبدالقادر الجیلانی الحنبلی' غنیة الطالبین' ص 156-157)۔

ترجمہ: اور ان (شیعوں) کے عقائد میں یہ بھی ہے کہ وہ حضرت علی کو تمام صحابہ سے افضل مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے لئے ان کو اللہ و رسول کی طرف سے واضح طور پر امام مقرر کیا گیا تھا۔ اور وہ بیزاری ولاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں' ابوبکر و عمر نیز ان کے علاوہ دیگر تمام صحابہ کرام سے بھی سوائے گنتی کے چند آدمیوں کے.....

اور ان کے گمراہ کن عقائد میں سے ان کا یہ دعوی بھی ہے کہ چھ صحابہ کے سوا پوری امت علی کو امام و خلیفہ اول نہ ماننے اور بنانے کی وجہ سے مرتد قرار پائی اور وہ چھ ہیں علی' عمار' مقداد بن اسود' سلمان فارسی اور ان کے علاوہ دو اور آدمی۔

چنانچہ غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی بھی اہل تشیع کو گمراہ فرقوں میں شمار فرماتے ہیں:۔

6۔ علامہ کمال الدین المعروف بابن الھمام (رح) متوفی 681ھ

آپ نے فتح القدیر "شرح الھدایۃ" باب الامامۃ میں تحریر فرمایا ہے:۔

"وفی الروافض ان من فضل علیا علی الثلاثۃ فمبتدع۔ و ان انکر خلافۃ الصدیق او عمر رضی اللہ عنھما فھو کافر"۔

(ابن الھمام، فتح القدیر، طبع بیروت، جلد 1، ص 304)۔

ترجمہ: روافض (شیعوں) کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر علی کو خلفائے ثلاثہ سے افضل مانتا ہے تو وہ بدعتی ہے اور اگر ابوبکر صدیق یا عمر رضی اللہ عنھما کی خلافت کا منکر ہے تو وہ کافر ہے۔

7۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ حنبلی (رح) م 728ھ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ، اپنی مشہور تصنیف "الصارم المسلول" میں فرماتے ہیں:۔

"وقطع طائفۃ من الفقھاء من اھل الکوفۃ و غیرھم بقتل من سب الصحابۃ وکفر الرافضۃ"۔

(ابن تیمیۃ، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص 575)۔

ترجمہ: کوفہ وغیرہ کے فقہاء کے ایک طبقہ نے واضح اور قطعی طور پر یہ فتوی دیا ہے کہ جو شخص صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرے وہ سزائے موت کا مستحق ہے، نیز انہوں نے رافضیوں کے کافر ہونے کا فتوی بھی دیا ہے۔

ابن تیمیہ مزید لکھتے ہیں:۔

"قال محمد بن یوسف الفریابی وسئل عمن شتم ابابکر قال: کافر۔ قیل: فیصلی علیہ؟ قال: لا"۔ (الصارم المسلول، ص 575)۔

ترجمہ: امام محمد بن یوسف فریابی سے اس شخص کے بارے میں فتوی پوچھا گیا کہ جو حضرت ابوبکر کی شان میں گستاخی کرے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ کافر ہے۔ پوچھا گیا کہ کیا ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔

امام ابن تیمیہ اسی سلسلہ کلام میں آگے فرماتے ہیں:۔

"قال ابوبکر بن ھانی: لاتئوکل ذبیحۃ الرافضۃ و القدریۃ کمالا تئوکل ذبیحۃ المرتد مع انہ توکل ذبیحۃ الکتابی لأن ھؤلاء یقومون

مقام المرتد" (ایضا)۔

ترجمہ: امام ابوبکر بن ھانی نے فرمایا کہ روافض اور قدریہ کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں، جس طرح کہ مرتد کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں جبکہ اہل کتاب کا ذبیحہ جائز ہے اس لئے کہ یہ لوگ (روافض اور قدریہ) شرعی حکم کے لحاظ سے مرتدین ہیں۔

8۔ علامہ علی قاری حنفی (رح) م 1014ھ

امام اعظم ابوحنیفہ (رح) کی کتاب "الفقہ الاکبر" کی شرح میں علامہ علی قاری، شیخین (ابوبکر و عمر) کی خلافت کے منکر کو کافر قرار دیتے ہیں:۔

"ولو انکر خلافۃ الشیخین یکفر۔ اقول و جھہ انہ ثبتت بالاجماع من غیر النزاع۔" (علی القاری، شرح الفقہ الاکبر، ص 198)۔

ترجمہ: اور اگر کوئی شخص شیخین کی خلافت کا انکار کرے تو اسے کافر قرار دیا جائے گا۔ میرے نزدیک اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کی خلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع و اتفاق ہوگیا تھا اور کوئی اختلاف نہیں ہوا۔

علامہ علی قاری مزید فرماتے ہیں:۔

"وکذلک نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل بہ الی تضلیل الامۃ و تکفیر جمیع الصحابۃ۔

وکذلک بتکفیر بعض الصحابۃ عند اھل السنۃ و الجماعۃ"۔

(علی القاری، شرح الشفاء، جلد 2، ص 521)۔

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ہر اس شخص کو بھی قطعی طور پر کافر قرار دیتے ہیں جو ایسی بات کہے جس کے نتیجے میں تمام صحابہ کرام کافر اور پوری امت گمراہ قرار پائے۔

اور اسی طرح اہل سنت و الجماعت ایسے شخص کے کافر ہونے پر بھی متفق ہیں جو صحابہ کرام میں سے بعض کو کافر قرار دے۔

اسی سلسلہ کلام میں شیعوں کی بدبختی واضح کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:۔

"واما من کفر جمیعھم فلا ینبغی ان یشک فی کفرہ لمخالفۃ نص القرآن من قولہ سبحانہ و تعالی: (والسابقون الاولون من المھاجرین و الانصار)۔ وقولہ تعالی: (لقد رضی اللہ عن المئومنین اذ یبایعونک تحت

الشجرۃ)۔

وبیانہ ان ھذہ الآیات قطعی فلا یبطلہ قول مموہ لا اصل لہ من جھۃ النقل ولا من طریق العقل"۔ (شرح الشفاء' 521/2)۔

ترجمہ: اور جو بدبخت تمام صحابہ کو کافر قرار دے تو اس کے کفر میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ وہ قرآن کے ان صریح نصوص و احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے (جس میں صحابہ کی شان بیان ہوئی ہے) یعنی (ایمان لانے میں سبقت لے جانے والے مہاجرین و انصار)۔ اور اللہ تعالی کا یہ فرمان: (اللہ مومنین سے راضی ہوگیا جبکہ وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت (رضوان) کر رہے تھے)۔

یہ آیات قطعی ہیں اور ان کا مفہوم واضح ہے۔ پس کسی فریبی ملمع کار کا کوئی ایسا قول جس کی کوئی عقلی یا نقلی سند و بنیاد نہ ہو اس قرآنی بیان کو باطل نہیں کرسکتا۔

یہی علامہ علی قاری "مشکاۃ المصابیح" کی شرح "المرقاۃ" میں اپنے زمانے کے شیعوں اور خارجیوں کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

انھم یعتقدون کفر اکثر الصحابۃ فضلا عن سائر اہل السنۃ و الجماعۃ فھم کفرۃ' بلا نزاع۔

(مرقاۃ' شرح المشکوۃ بحوالہ تتمہ مظاہر حق)۔

ترجمہ: اہل سنت والجماعت کا تو ذکر ہی کیا' یہ لوگ (شیعہ اور خوارج) تو اکثر صحابہ کرام کے کافر ہونے کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں کے کفر پر سب علماء کا اتفاق ہے اور اس معاملے میں کوئی اختلاف نہیں۔

9۔ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (رح) م 1034ھ / 1642ء

برصغیر پاک و ہند میں اکبر کے دین الہی اور شیعوں کے کافرانہ عقائد کے خلاف جس ہستی نے عظیم الشان جدوجہد کی اور جن سے برصغیر میں تجدید و اصلاح کا عظیم سلسلہ شروع ہوا وہ علماء ماوراء النہر کے فتوی شیعہ کی تائید میں لکھی گئی اپنی معروف فارسی تصنیف "رد روافض" میں فرماتے ہیں۔

"و شک نیست کہ شیخین از اکابر صحابہ اند بلکہ افضل ایشان۔ پس تکفیر بلکہ تنقیص ایشان موجب کفر و زندقہ و ضلالت است' کمالا یخفی"۔

ترجمہ: اور اس میں شک نہیں کہ شیخین (سیدنا ابوبکر و عمر) بلند مرتبت صحابہ میں سے ہیں بلکہ ان سب سے افضل ہیں۔ پس ان کو کافر قرار دینا بلکہ ان میں عیب اور نقص نکالنا بھی ایسا کرنے والے کے کافر' زندیق اور گمراہ ہونے کا ثبوت ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔

اس کے بعد امام ربانی نے اس کے ثبوت و تائید میں فقہ حنفی کی چند کتابوں کی عبارتیں بھی نقل فرمائی ہیں۔

علاوہ ازیں مجدد الف ثانی سیدہ عائشہ کے ساتھ جنگ جمل میں شریک سیدنا طلحہ و زبیر کے بارے میں اپنے مکتوب نمبر36 جلد دفتر دوم میں ان کے مناقب تفصیلا" بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنھما جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔ وہ عشرہ مبشرہ میں داخل تھے' ان پر طعن و تشنیع کسی طرح زیب نہیں دیتی۔ اگر کوئی بدنصیب ان حضرات کو لعن طعن کرتا ہے تو وہ خود اسی قسم کے رویہ کا مستحق ہے۔

یہ وہی طلحہ اور زبیر ہیں جنہیں فاروق اعظم نے ان چھ حضرات میں شامل کیا تھا۔ جو خلیفۃ المسلمین کے انتخاب کے لئے بااختیار صحابہ تھے۔ پھر انہیں یہ بھی حکم تھا کہ ان چھ میں سے ایک کو خلیفہ منتخب کیا جائے۔ ان دونوں حضرات نے اعزازی طور پر اپنے نام واپس لے لئے تھے' اور ہر ایک نے کہہ دیا تھا: ہم خلافت نہیں چاہتے۔

یہ وہی طلحہ ہیں جنہوں نے اپنی تلوار سے اپنے والد کا سر کاٹ کر حضور (ص) کے قدموں میں لا رکھا تھا' کیونکہ وہ حضور کی بے ادبی کا مرتکب تھا۔ یہ وہی طلحہ ہیں جن کے اس جذبہ کو خود قرآن پاک نے سراہا ہے۔

یہ وہی زبیر ہیں جن کے قاتل کے حضور علیہ السلام نے قطعی جہنمی ہونے کا اعلان فرمایا تھا' اور فرمایا:۔ "**قاتل الزبیر فی النار**"۔

ہمارے خیال میں حضرت زبیر پر لعن طعن کرنے والے آپ کے قاتل سے کم نہیں ہیں"۔

(صحابہ کرام مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے آئینے میں' از پیرزادہ اقبال احمد فاروقی' شائع کردہ مکتبہ نبویہ' لاہور' 1991ء' ص 32-33)۔

مجدد الف ثانی اپنے مکتوب بنام خواجہ محمد اشرف کابلی قدس سرہ میں شارح مواقف کی

اصلاح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"یہ بات صحت سے مانی ہوئی ہے کہ حضرت امیر معاویہ حقوق اللہ اور حقوق عباد المسلمین دونوں کو پورا کرتے تھے۔ وہ خلیفہ عادل تھے، حضور نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خصوصی دعا فرمائی:۔ اللہ اسے کتاب اور حساب کا علم عطاء فرما اور عذاب سے بچا۔ خداوندا اس کو ہادی اور مہدی بنا"۔

حضور کی یہ دعائیں یقیناً قبول ہوئیں"۔

(صحابہ کرام مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے آئینے میں، ص 39)

مزید فرماتے ہیں:۔

"حضرت امام مالک تابعین میں ایک جلیل القدر امام ہیں۔ وہ مدینہ پاک کے ممتاز علمائے حدیث مانے جاتے ہیں۔ ان کے علم و تقویٰ پر کسی کو اختلاف نہیں، آپ کا یہ فتویٰ ہے کہ حضرت معاویہ اور ان کے رفیق کار حضرت عمرو بن العاص کو گالی دینے والا واجب القتل ہے۔

امیر معاویہ کو گالی دینا حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو گالی دینا ہے۔

یہ معاملہ (اختلافات محاربات) صرف حضرت معاویہ کا نہیں بلکہ ان کے ساتھ نصف سے زیادہ صحابہ رسول بھی شامل ہیں۔ اس طرح اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مخالفت یا اختلاف کرنے والے کو کافر یا فاسق کہا جائے تو امت مسلمہ کے نصف سے زیادہ جلیل القدر صحابہ دائرہ اسلام سے باہر نظر آئیں گے۔ اگر اس نظریہ کو نقل اور عقل کے خلاف ہوتے ہوئے بھی تسلیم کرلیا جائے تو دین کا انجام بجز بربادی کے کیا ہو سکتا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت علی اور معاویہ کی جنگ خلافت کا مسئلہ نہیں تھی۔ یہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا اجتماعی مسئلہ تھا۔ شیخ ابن حجر نے تو اسے اہل سنت کے عقائد کا ایک حصہ قرار دیا ہے"۔ (ایضاً ص 39)

توہین صحابہ کے حوالے سے مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

"صحابہ پر طعن کرنا در حقیقت پیغمبر پر طعن کرنا ہے، جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعظیم و توقیر نہ کی وہ رسول پر ایمان لایا ہی کب؟

اگر اصحاب نبی میں کوئی خباثت تھی تو (نعوذ باللہ) یہ بات پیغمبر تک پہنچے گی۔ اللہ ہمیں

ایسے برے اعتقاد سے بچائے۔ علاوہ ازیں جو احکام شرعیہ قرآن و احادیث کی راہ سے ہم تک پہنچے ہیں وہ صحابہ کے توسط اور ذریعے سے ہی تو پہنچے ہیں۔ اصحاب قابل طعن ہوں گے، تو انہوں نے جو چیزیں نقل کی ہیں وہ بھی قابل طعن ہوں گی اور یہ بات کسی ایک کے ساتھ یا چند کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کل کے کل صحابہ عدالت، صدق اور تبلیغ میں مساوی ہیں۔ پس ان میں سے کسی پر طعن و تبرا کرنا دین پر طعن کرنا ہے۔ اللہ اس جرات بیجا سے پناہ میں رکھے"۔

(ماخوذ از مکتوب امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی بنام مرزا فتح اللہ شیرازی، بحوالہ تجلیات ربانی، از مولانا نسیم احمد فریدی، ص 100، مطبوعہ کتب خانہ الفرقان، لکھنؤ)۔

حب اہل بیت کے سلسلے میں اہل سنت کے متوازن اور معتدل عقیدہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:۔

"محبت اہل بیت تو سرمایہ اہل سنت ہے۔ مخالفین اس حقیقت سے غافل اور ان کی اعتدالی محبت سے ناواقف ہیں۔ (مخالفین نے) جانب افراط کو اختیار کرلیا اور افراط کے علاوہ کو تفریط جان بیٹھے اور اس پر خارجی پن کا حکم لگادیا۔

یہ نہ سوچا کہ افراط و تفریط کے درمیان ایک اور حد بھی ہے، وسط (جس کو اعتدال کہتے ہیں) جو مرکز حق اور جائے صدق ہے، اور جو اہلسنت کو نصیب ہے۔

یہ کس قسم کی محبت ہے کہ جس کا حاصل ہونا جانشینان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام سے بیزاری اور ان پر لعن طعن پر ہی موقوف ہے۔؟

(ماخوذ از مکتوب حضرت مجدد الف ثانی بنام خواجہ محمد تقی، بحوالہ تجلیات ربانی، از نسیم احمد فریدی، جلد 2، ص 26)۔

حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات جلد اول میں ان علماء کے لئے سخت وعید لکھی ہے جو بدعات کے شیوع اور فتنوں کے ظہور اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اہانت اور تنقیص کئے جانے کے دور میں خاموش رہیں اور اظہار حق نہ کریں۔

10۔ فتاوی عالمگیری در زمانہ اورنگ زیب عالمگیر (م 1118ھ / 1707ء)۔

فقہ حنفی کی عظیم الشان عربی تصنیف "الفتاوی الھندیۃ" جو "فتاوی عالمگیری" کے نام سے معروف ہے، اورنگ زیب عالمگیر کے دور حکومت میں برصغیر کے دو سو سے زائد علماء و

مفتیان کی انتھک محنت کا نتیجہ ہے۔ ان علماء میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد شاہ عبدالرحیم (م 1131ھ) بھی شامل ہیں۔ اس معتبر کتاب میں شیعوں کے بارے میں بہت سی تفصیلات درج ہیں جس میں سے صحابہ کرام کے حوالے سے بعض ضروری فتاوی درج ذیل ہیں:-

"الرافضی اذا کان یسب الشیخین و یلعنهما، و العیاذ بالله، فهو کافر"۔

(فتاوی عالمگیری، جلد 2، ص 268-269 طبع ہند)۔

ترجمہ: رافضی اگر شیخین (ابوبکر و عمر) کی شان میں گستاخی کرے اور ان دونوں پر لعن طعن کرے (والعیاذ باللہ) تو وہ کافر ہے۔

"من انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی الله عنه فهو کافر۔ وعلی قول بعضهم فهو مبتدع و لیس بکافر والصحیح انه کافر۔ وکذلک من انکر خلافة عمر رضی الله عنه فی اصح الاقوال" (ایضا)۔

ترجمہ: جس نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کا انکار کیا وہ کافر ہے اور بعض علماء کی رائے میں وہ بدعتی ہے، کافر نہیں۔ مگر صحیح بات یہی ہے کہ وہ کافر ہے۔
اور اسی طرح جو عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے تو وہ بھی صحیح تر اقوال کی رو سے کافر ہے۔

شیعہ حضرات سیدنا ابوبکر و عمر کے علاوہ سیدنا عثمان کو بھی حضرت علی کی امامت و خلافت کا اقرار کرنے کی بجائے خود منصب امامت و خلافت پر منتخب ہونے کی بناء پر کفر و فسوق کا مرتکب سمجھتے ہیں۔ نیز قصاص عثمان کی خاطر ام المومنین سیدہ عائشہ کے زیر قیادت سیدنا طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کی جنگ جمل میں شرکت اور لشکر علی میں شامل سازشیوں کے ہاتھوں شہادت کو بھی کفر و بغاوت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے **"طلحة فی الجنة و الزبیر فی الجنة"** اور **"قاتل الزبیر فی النار"** بہت پہلے فرمادیا تھا۔ اور حضرت علی کے لشکر کے جن افراد نے طلحہ و زبیر کو شہید کیا تھا، سیدنا علی نے ان کی مذمت کرتے ہوئے ان کے مقتول جسموں کے پاس بیٹھ کر فرمایا کہ: "کاش میں آج سے بیس برس پہلے مرگیا ہوتا، اور یہ دن دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہتا"۔ **"وددت انی مت قبل هذا**

الیوم بعشرین سنة"۔ (علی شریعتی، قاسطین مارقین ناکثین، ص 112)۔

واضح رہے کہ سیدنا طلحہ و زبیر نہ صرف عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، بلکہ زبیر، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی کی پھوپھی صفیہ اور سیدہ فاطمہ کے ماموں عوام (برادر سیدہ خدیجہ) کے بیٹے بھی ہیں۔

دوسری طرف خارجی جو شیعان علی میں سے تھے، اور جنگ صفین کے بعد دشمنان علی بن گئے دیگر صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ وہ خود سیدنا علی کو بھی کافر قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا علماء اہل سنت والجماعت کا یہ فتوی فتاوی عالمگیری میں درج ہے کہ شیعہ و خوارج دونوں اس بنیاد پر بھی کافر ہیں۔

"ویجب اکفارهم باکفار عثمان و طلحة و الزبیر و عائشة رضی الله عنهم"۔ (ایضا)۔

ترجمہ: اور ان (شیعہ و خوارج) کو حضرت عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عائشہ رضی اللہ عنہم کو کافر سمجھنے کی وجہ سے بھی کافر قرار دینا واجب و لازم ہے۔

روافض (شیعوں) کے سلسلے میں فتاوی عالمگیری میں مزید درج ہے:-

"وهولاء القوم خارجون عن ملة الاسلام و احکامهم احکام المرتدین"۔

(فتاوی عالمگیری، جلد 2، ص 268-269)۔

ترجمہ: یہ لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کے بارے میں وہی احکام ہیں جو مرتدین کے بارے میں ہیں۔

"فتاوی بزازیہ" جو فتاوی عالمگیری کے حاشیہ پر چھپی ہوئی ہے، اور جس کے مصنف حافظ محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن بزاز (م 837ھ) ہیں اور جو آئمہ فقہ کی تصریح کے مطابق فقہ حنفی کی نہایت اہم معتمد کتابوں میں سے ہے، اس میں درج ہے:-

"ومن انکر خلافة ابی بکر رضی الله عنه فهو کافر فی الصحیح۔ و منکر خلافة عمر رضی الله عنه فهو کافر فی الاصح"۔ "فتاوی بزازیہ، جلد 6، ص 318)۔

ترجمہ: ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر صحیح فتوی کے مطابق کافر ہے، اور عمر رضی

اللہ عنہ کی خلافت کا منکر بھی صحیح تر اقوال کے مطابق کافر ہے۔

"الرافضی ان کان یسب الشیخین و یلعنهما فهو کافر"۔ (ایضاً۔ ص 319)۔

ترجمہ: رافضی اگر شیخین (ابوبکر و عمر) کی شان میں گستاخی اور ان پر لعن طعن کرتا ہو تو وہ کافر ہے۔

البحر الرائق شرح کنز الدقائق للعلامة زین العابدین الشهیر بابن النجیح میں یہ فتویٰ درج ہے۔

"وبقذفه عائشة رضی الله تعالی عنها من نسائه صلی الله علیه وسلم فقط۔ و بانکاره صحبة ابی بکر رضی الله عنه بخلاف غیره۔ و بانکاره امامة ابی بکر رضی الله عنه علی الاصح کانکاره خلافة عمر رضی الله عنه علی الاصح۔

(البحر الرائق' شرح کنز الدقائق' جلد 5' ص 131)۔

ترجمہ: اور کافر ہونے کی ایک وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے سیدہ عائشہ پر بہتان لگانا بھی ہے۔ نیز ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرنا کفر ہے' اور صحیح تر قول کے مطابق ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کا انکار کرنا بھی باعث کفر ہے' اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرنا بھی صحیح تر فتویٰ کی رو سے کفر ہے۔

11۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رح) م 1172ھ / 1763ء۔

شاہ ولی اللہ "مسوی" شرح "موطا" میں فرماتے ہیں:-

"وکذلک من قال فی الشیخین ابی بکر وعمر مثلاً لیسا من اہل الجنة مع تواتر الحدیث فی بشارتهما"۔

(الشاہ ولی اللہ' المسوی شرح الموطا للامام مالک ' جلد 2' مطبوعہ دہلی' 1293ھ' ص 110)۔

ترجمہ:۔ اور اسی طرح وہ شخص بھی زندیق ہے جو مثلاً شیخین ابوبکر و عمر کے بارے میں کہے کہ وہ اہل جنت میں سے نہیں ہیں جبکہ ان دونوں کے لئے جنت کی بشارت کے سلسلے میں متواتر احادیث آئی ہیں۔

اپنی دوسری تصنیف "وصیت نامہ میں فرماتے ہیں"۔

"این فقیر از روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرد کہ حضرت چہ می فرمایند درباب شیعہ کہ مدعی محبت اہل بیت اند' و صحابہ را بد گویند؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنوعے از کلام روحانی القاء فرمودند کہ مذہب ایشان باطل است"۔

(شاہ ولی اللہ' وصیت نامہ' ص 6' مطبع مسیحی' کانپور' باہتمام محمد مسیح الزمان 1273ھ)۔

ترجمہ: اس فقیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے سوال کیا کہ حضور شیعہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو اہل بیت کی محبت کا دعوی کرتے ہیں اور صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روحانی طور پر کلام القاء فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے۔

شاہ ولی اللہ شیعوں کو صحابہ پر حضرت علی کو خلافت سے محروم کرنے کا الزام لگانے کی بناء پر خدا اور رسول کی تکذیب کرنے والا قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"و آن جاهلان کہ می گویند خلافت را از مستحق آن غصب کردہ شد و بغیر مستحق رسید مکذب خدا و مکذب رسول اویند"۔

(شاہ ولی اللہ' ازالہ الخفاء عن خلافہ الخلفاء' جلد اول' ص 23' طبع صدیقی بریلی' 1286ھ)۔

ترجمہ: اور وہ جاہل لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ خلافت کو اس کے مستحق (علی) سے زبردستی چھین لیا گیا اور غیر مستحق کو مل گئی' خدا اور رسول کو جھوٹا قرار دینے والے ہیں۔

12۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی' (رح) م 1225ھ/1810ء

مؤلف "تفسیر مظہری" بیہقی ہند قاضی ثناء اللہ پانی پتی نور اللہ مرقدہ نے اپنی متداول درسی کتاب "مالابد منہ" کے مقدمہ میں فرمایا ہے:-

"متواترات از نصوص قرآن و حدیث بمدح صحابہ پر است۔ در قرآن است کہ ایں ہا باہم محبت و رحمت داشتند و نیز بر کفار غلاظ و شداد بودند۔ ہر کہ آنہا را باہم مبغض و بے الفت داند منکر قرآن است۔ و ہر کہ با آنہا دشمنی و غصہ داشتہ باشد' در قرآن بروے اطلاق کفر آمدہ۔ حاملان وحی و راویان قرآن اند۔ ہر کہ منکر آنہا باشد اورا ایمان بہ قرآن وغیرہ ایمانیات ممکن نیست"۔ (قاضی ثناء اللہ پانی پتی' مالابدمنہ' مقدمہ' ص 11)۔

اللہ عنہ کی خلافت کا منکر بھی صحیح تر اقوال کے مطابق کافر ہے۔

"الرافضی ان کان یسب الشیخین و یلعنهما فهو کافر"۔ (ایضاً ص 319)۔

ترجمہ: رافضی اگر شیخین (ابوبکر و عمر) کی شان میں گستاخی اور ان پر لعن طعن کرتا ہو تو وہ کافر ہے۔

البحر الرائق شرح کنز الدقائق للعلامة زین العابدین الشهیر بابن النجیح میں یہ فتویٰ درج ہے۔

"وبقذفه عائشة رضی الله تعالی عنها من نسائه صلی الله علیه وسلم فقط۔ و بانکاره صحبة ابی بکر رضی الله عنه بخلاف غیره۔ و بانکاره امامة ابی بکر رضی الله عنه علی الاصح کانکاره خلافة عمر رضی الله عنه علی الاصح۔

(البحر الرائق، شرح کنز الدقائق، جلد 5، ص 131)۔

ترجمہ: اور کافر ہونے کی ایک وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے سیدہ عائشہ پر بہتان لگانا بھی ہے۔ نیز ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرنا کفر ہے، اور صحیح تر قول کے مطابق ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کا انکار کرنا بھی باعث کفر ہے، اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرنا بھی صحیح تر فتویٰ کی رو سے کفر ہے۔

11۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رح) م 1172ھ / 1763ء۔

شاہ ولی اللہ "مسوی" شرح "موطا" میں فرماتے ہیں:۔

"وکذلک من قال فی الشیخین ابی بکر وعمر مثلاً لیسا من اہل الجنة مع تواتر الحدیث فی بشارتهما"۔

(الشاہ ولی الله، المسوی شرح الموطا للامام مالک، جلد 2، مطبوعة دہلی، 1293ھ، ص 110)۔

ترجمہ:۔ اور اسی طرح وہ شخص بھی زندیق ہے جو مثلاً شیخین ابوبکر و عمر کے بارے میں کہے کہ وہ اہل جنت میں سے نہیں ہیں جبکہ ان دونوں کے لئے جنت کی بشارت کے سلسلے میں متواتر احادیث آئی ہیں۔

اپنی دوسری تصنیف "وصیت نامہ میں فرماتے ہیں"۔

"این فقیر از روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرد کہ حضرت چہ می فرمایند درباب شیعہ کہ مدعی محبت اہل بیت اند، و صحابہ را بد گویند؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنوعے از کلام روحانی القاء فرمودند کہ مذہب ایشان باطل است"۔

(شاہ ولی اللہ، وصیت نامہ، ص 6، مطبع مسیحی، کانپور، باہتمام محمد مسیح الزمان 1273ھ)۔

ترجمہ: اس فقیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے سوال کیا کہ حضور شیعہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روحانی طور پر کلام القاء فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے۔

شاہ ولی اللہ شیعوں کو صحابہ پر حضرت علی کو خلافت سے محروم کرنے کا الزام لگانے کی بناء پر خدا اور رسول کی تکذیب کرنے والا قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"و آن جاہلان کہ می گویند خلافت را از مستحق آن غصب کردہ شد و بغیر مستحق رسید مکذب خدا و مکذب رسول او یند"۔

(شاہ ولی اللہ، ازالہ الخفاء عن خلافہ الخلفاء، جلد اول، ص 23، طبع صدیقی بریلی، 1286ھ)۔

ترجمہ: اور وہ جاہل لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ خلافت کو اس کے مستحق (علی) سے زبردستی چھین لیا گیا اور غیر مستحق کو مل گئی، خدا اور رسول کو جھوٹا قرار دینے والے ہیں۔

12۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی، (رح) م 1225ھ / 1810ء

مؤلف "تفسیر مظہری" بیہقی ہند قاضی ثناء اللہ پانی پتی نور اللہ مرقدہ نے اپنی متداول درسی کتاب "مالا بد منہ" کے مقدمہ میں فرمایا ہے:۔

"متواترات از نصوص قرآن و حدیث بمدح صحابہ پر است۔ در قرآن است کہ ایں ہا باہم محبت و رحمت داشتند و نیز بر کفار غلاظ و شداد بودند۔ ہر کہ آنہا را باہم مبغض و بے الفت داند منکر قرآن است۔ و ہر کہ با آنہا دشمنی و غصہ داشتہ باشد، در قرآن بروے اطلاق کفر آمدہ۔ حاملان وحی و راویان قرآن اند۔ ہر کہ منکر آنہا باشد او را ایمان بہ قرآن وغیرہ ایمانیات ممکن نیست"۔ (قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مالا بدمنہ، مقدمہ، ص 11)۔

ترجمہ: قرآن و حدیث کی متواتر نصوص مدح صحابہ سے پر ہیں اور قرآن میں آیا ہے کہ صحابہ آپس میں رحمت اور محبت رکھتے ہیں اور کافروں کے مقابلے میں سخت اور شدید ہیں۔

ہر شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ صحابہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے والے اور بغض رکھنے والے ہیں' وہ منکر قرآن ہے۔ اور ہر وہ شخص جو ان سے دشمنی اور ناراضگی رکھتا ہے۔ قرآن میں اس پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام وحی قرآنی کے حامل ہیں اور قرآن کے روایت کرنے والے ہیں۔ ہر وہ شخص جو اس بات کا انکار کرتا ہے اس کے لئے قرآن اور دیگر ایمانیات پر ایمان لانا ناممکن ہے۔

13۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (رح) م 1239ھ / 1824ء

شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے اور جلیل القدر مفتی و عالم' مصنف' تفسیر عزیزی و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ نے اپنے فتاوی میں شیعوں کو کافر اور مرتد قرار دیا ہے۔

"در مذہب حنفی موافق روایات مفتی بہ حکم فرقہ شیعہ (امامیہ) حکم مرتدان است۔ چنانچہ در فتاوی عالمگیری مرقوم است"۔

(شاہ عبدالعزیز' فتاوی عزیزی' جلد اول' ص 12' طبع مجتبائی دہلی' 1241ھ)۔

ترجمہ: ان روایات کے مطابق جن کی بنیاد پر فتوی دیا جاتا ہے فقہ حنفی کی رو سے فرقہ شیعہ (امامیہ) مرتدین کے حکم میں ہے چنانچہ "فتاوی عالمگیری" میں فتوی درج ہے۔

شاہ عبدالعزیز' خلافت ابوبکر کے حوالہ سے شیعہ امامیہ' اثنا عشریہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"بلاشبہ فرقہ امامیہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے منکر ہے اور کتب فقہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کا جس نے انکار کیا وہ اجماع امت کا منکر ہوا اور کافر ہو گیا"۔ (ملاحظہ ہو ترجمہ فتاوی عزیزیہ' ص 377)۔

14۔ علامہ ابن عابدین شامی (رح) م 1253ھ

علامہ ابن عابدین شامی کی تصنیف "ردالمختار" فقہ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ آپ ردالمختار (باب المرتد) میں فرماتے ہیں:۔

"نعم ولا شک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا او انکر صحبۃ الصدیق"۔

(ابن عابدین الشامی' ردالمختار' جلد 2' ص 294)۔

ترجمہ: جی ہاں جو بدبخت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا پر بہتان لگائے یا ابوبکر صدیق کی صحابیت کا انکار کرے تو اس کو کافر قرار دینے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

15۔ اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی (رح) م 1340ھ / 1921ء

اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اب سے قریبا" نوے سال پہلے ایک سوال کے جواب میں نہایت مفصل و مدلل فتوی تحریر فرمایا تھا' جو 1320ھ میں "ردالرفضہ" کے تاریخی نام سے شائع ہوا تھا۔ اس میں مستفتی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے شروع میں تحریر فرمایا ہے:۔

"تحقیق مقام و تفصیل مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر' فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہما' خواہ ان میں سے کسی ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے' اگرچہ صرف اسی قدر کہ انہیں امام و خلیفہ برحق نہ جانے' کتب معتمدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور عام آئمہ ترجیح و فتوی کی تصحیحات پر مطلقا" کافر ہے۔

پھر مولانا مرحوم نے فقہ حنفی کی قریبا" چالیس کتب معتمدہ و معتبرہ سے اس کا ثبوت پیش کرنے کے بعد ص 17 پر تحریر فرمایا:۔

"یہ حکم فقہی تبرائی رافضیوں کا ہے' اگرچہ تبرا و انکار خلافت شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں۔ **والاحوط فیہ قول المتکلمین انہم ضلال من کلاب النار و کفار و بہ ناخذ۔** (اور اس سلسلے میں ماہرین علم العقائد کا محتاط تر قول یہ ہے کہ ایسے لوگ گمراہ' کافر اور جہنم کے کتے ہیں اور ہم اسی رائے سے متفق ہیں)۔

اور روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں' علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقینا" قطعا" کفار مرتدین ہیں۔ یہاں تک کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ جو انہیں کافر نہ جانے خود کافر ہے"۔

سیدنا معاویہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:۔

"حضرت امیر معاویہ پر طعن کرنے والا جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے" (احکام شریعت' ص 55)۔

اعلی حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے مشہور تفصیلی فتوی "ردالرفضہ" میں یہ بھی فرماتے ہیں:۔

"بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ معاذاللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہرالٰہی ہے۔ اگر مرد سنی اور عورت ان خبیثوں کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہ ہوگا' اولاد ولدالزنا ہوگی۔ باپ کا ترکہ نہ پائے گی' اگرچہ اولاد بھی سنی ہی ہو کہ شرعاً ولد الزنا کا باپ کوئی نہیں۔ عورت نہ ترکہ کی مستحق ہوگی' نہ مہر کی۔ کہ زانیہ کے لئے مہر نہیں۔ رافضی اپنے کسی قریب حتی کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پاسکتا۔ سنی تو سنی کسی مسلمان بلکہ کافر کے بھی یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکے میں اس کا اصلاً کچھ حق نہیں۔

ان کے مرد' عورت' عالم' جاہل' کسی سے میل جول' سلام کلام' سب سخت کبیرہ اشد حرام۔ جو ان کے ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر پھر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین خود کافر بے دین ہے' اور اس کے لئے بھی یہی احکام ہیں جو ان کے لئے مذکور ہوئے۔

مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس فتوی کو بگوش ہوش سنیں اور اس پر عمل کر کے سچے پکے مسلمان سنی بنیں۔

وباللہ التوفیق واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ:۔ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی۔

(محمدی' سنی' حنفی' قادری' 1301ھ عبدالمصطفی احمد رضا خاں)۔

(رد الرفضة تالیف اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی' ص 29' و راجع ایضاً متفقہ فیصلہ' مطبوعہ لاہور' حصہ اول' ص 177)۔

16۔ امام المحدثین علامہ سید انور شاہ کشمیری (رح) م 1352ھ / 1934ء

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور "فیض الباری" شرح البخاری کے جلیل القدر مؤلف علامہ سید انور شاہ کشمیری (رح) اپنی تصنیف "اکفار الملحدین" میں فرماتے ہیں:۔

"ولا خلف منکر خلافة ابی بکر او عمر او عثمان لانه کافر۔ (اکفار

الملحدين للشيخ انور' ص 51)۔

ترجمہ: اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر یا عثمان کی خلافت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

17۔ پیر طریقت سید مہر علی شاہ گیلانی چشتی (رح) م 1356ھ / 1937ء

سلسلہ چشتیہ کے مشہور روحانی پیشوا پیر سید مہر علی شاہ گیلانی چشتی' سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان و علی کی خلافت کو قرآنی آیات سے ثابت فرماتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا ارشاد ہے:۔

"حضرات خلفائے اربعہ (رض) کی خلافت کی حقیقت اور ترتیب آیت استخلاف "وعداللہ الذین آمنوا الخ سے صراحتاً ثابت ہے اور آیت ذیل سے بطریق اشارہ۔

"محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله و رضوانا سيماهم فى وجوههم من اثر السجود"۔

(محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کافروں کے مقابلے میں سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔ آپ انہیں رکوع و سجدہ کی حالت میں دیکھتے ہیں۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر کی وجہ سے نشان ہیں)

پھر بطور تشریح فرمایا:

(والذین معہ) میں حضرت صدیق اکبر اور (اشداء علی الکفار) میں حضرت فاروق اعظم اور (رحماء بینھم) میں حضرت عثمان غنی اور (تراھم سے آخر تک) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف اشارہ ہے' کیونکہ مذکورہ صفات پر ترتیب مذکور ان حضرات میں نمایاں تھیں' یعنی حضرت صدیق میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی معیت و صحبت' حضرت فاروق میں کفار پر سختی' حضرت عثمان میں رحم و حلم اور حضرت علی میں ذوق و شوق عبادت و ذکر الٰہی اور خشوع و خضوع"۔

(مقالات مرضیہ' ملفوظات مہریہ' ملفوظ 51' ص 175' تصنیف علامہ فیض احمد فیضی' روایت از قبلہ بابوجی)۔

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے:۔

"جس شخص میں یہ (شیعوں والے) اوصاف ہوں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے ایسے شخص سے رسم و رواج رکھنا منع ہے' حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کو برا کہنے والا جمہور المسلمین کے نزدیک کافر ہے۔ ایسے شخص سے برتاؤ کرنا اور اتحاد رکھنا بالکل منع ہے"۔

(آفتاب ہدایت' ص 375۔ بحوالہ قاری اظہر ندیم' کیا شیعہ مسلمان ہیں' شائع کردہ تحریک تحفظ اسلام 'گلگت' پاکستان' طبع اول' 1985ء' ص 283)۔

دو شیعہ سائلوں کے بعض استفسارات کے جواب میں پیر مہر علی شاہ صاحب ابوبکر و عمرو عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی امامت و خلافت ازروئے نص قرآنی (سورہ النور' آیت 55) ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اصحاب ثلاثہ کے حق میں زبان طعن کھولنا اچھا نہیں ہے۔ ان بزرگوں نے جس طرح دین اسلام کی اعانت اور خدمت کی وہ تاریخ اور سیرت جاننے والوں سے مخفی نہیں۔ تاریخ نویس کو مذہب کی حمایت کا خیال نہیں ہوتا۔ تاریخ نگاری میں صرف واقعات حقیقت مد نظر رکھے جاتے ہیں اور کوئی واقعہ چھپایا نہیں جاتا۔

اس کے برعکس اہل تحقیق' خلافت کو کتاب و سنت سے امر موعود و معہود دیکھتے ہیں۔ آیت **وعداللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔** اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے' وعدہ فرماتا ہے کہ انہیں زمین میں خلافت عطاء کرنے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا) سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلفاء بہت سے ہونے تھے نہ صرف ایک "ھم" ضمیر جمع کی ہے' اور اسی کے مطابق واقعات ظہور میں آئے۔ چنانچہ حدیث: الخلافۃ من بعدی ثلاثون سنہ۔ (خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی) سے ایسا ہی ثابت ہوا ہے۔ اگر ابتداء۔ حکومت مولانا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقرر ہوتی اور شیخین ان کے معین و مشیر ہوتے تو اچھا ہوتا' اور اگر صدیق اکبر خلیفہ اول ہوئے اور مولانا بحکم رحماء بینھم ان کے معین ہوئے تو بھی اچھا ہوا لیکن خلافت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا"۔

(ملفوظات مہریہ' باہتمام پیر غلام معین الدین شاہ صاحب' بار دوم' پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور' جمادی الثانی 1394ھ / جولائی 1974ء' ملفوظ 150' ص 110)۔

18۔ مولانا عبدالباقی فرنگی محلی' مہاجر مدنی (رح) م 1364ھ/1945ء

سلسلہ فرنگی محل کے ممتاز عالم و مؤلف مولانا عبدالحئی فرنگی محلی (1235۔1304ھ/1819۔1886ء) نے اواخر حیات میں علماء فرنگی محل کا ایک تذکرہ عربی میں لکھنا شروع کیا تھا جس کا نام تجویز فرمایا تھا:-

"خیر العمل بذکر تراجم علماء فرنگی محل"۔

لیکن یہ تذکرہ ان کی وفات کی وجہ سے نامکمل رہ گیا جس کی تکمیل ان کے فاضل شاگرد مولانا الحافظ عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی نے فرمائی جو اساتذہ و مدرسین فرنگی محل میں ممتاز و نمایاں تھے اور ان کے تلامذہ میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی جیسی نابغہ روزگار شخصیات شامل تھیں۔ آپ کا انتقال 1364ھ/1945ء میں مدینہ منورہ میں ہوا جہاں آپ بعض مبشرات کی وجہ سے ہند سے ہجرت کرکے مقیم ہوگئے تھے اور وہیں جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

مذکورہ تالیف "خیر العمل بذکر تراجم علماء فرنگی محل" کا مخطوطہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے فرزند ارجمند مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے پاس کراچی میں تھا جسکی فوٹو کاپی مولانا مفتی محمد رضا انصاری صاحب کے پاس لکھنؤ میں موجود ہے۔

مولانا منظور نعمانی اس مخطوطہ کے متعلقہ مقامات کے مطالعہ کے بعد فرماتے ہیں:-

"مخطوطہ میں مولانا عبدالباقی صاحب نے اپنے دادا ملا محمد معین صاحب کا تذکرہ لکھا ہے (جو ملا مبین شارح سلم و مسلم وغیرہ' کے صاحبزادے ہیں)۔ اس میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس وقت کی سلطنت اودھ کے شیعہ وزیر سبحان علی خان سے ان کے مباحثے اور مناظرے ہوتے تھے۔ اسی سلسلہ کلام میں مولانا عبدالباقی صاحب نے اپنے استاذ حضرت مولانا عبدالحئی رحمتہ اللہ علیہ کی یہ عبارت نقل فرمائی ہے:-

وقال الاستاذ العلام فی ترجمتہ: وھو اول من افتی من علماء ھذہ المحلۃ بتکفیر الروافض مطلقا۔

وہ (ملا محمد معین) فرنگی محل کے علماء میں پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے علی الاطلاق روافض کی تکفیر کا فتویٰ دیا"۔

(بحوالہ مولانا محمد منظور نعمانی' خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ' مطبوعہ لاہور' حصہ دوم' ص 18۔19)۔

مولانا عبدالباقی کے استاذ مولانا عبدالحئی فرنگی محلی' شیعوں کو کافر کے بجائے فاسق قرار دینے کے قائل تھے لہٰذا اس کی توجیہ کرتے ہوئے مولانا عبدالباقی اپنے جد امجد کے فتویٰ تکفیر شیعہ کی پرزور تائید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اما قول الاستاذ فی فسق ساب الشیخین' وان کان تحقیقیا- ولکنه غیر موافق بحال شیعة زماننا- وکأن الاستاذ اجال النظر فی کتب اسلافهم' ولم یطلع علی احوال اخلافهم-

واما الجد رحمه الله فقد باحثهم وعلم مذهبهم ووجد فیهم ما یوجب تکفیرهم-

فاما سب الشیخین فلا ریب انه کبیرة' والشیعة یستحلون سبهما بل ربما یعدونه من المثوبات- ومن یستحل المعصیة یکفر' فکیف بمن یستحبها"-

اس کا حاصل یہ ہے کہ استاذ رحمتہ اللہ علیہ نے شیخین کی شان میں بدگوئی کرنے والوں کے فاسق ہونے کی جو بات کہی ہے وہ اگرچہ بجائے خود صحیح ہے لیکن وہ ہمارے زمانے کے شیعوں پر منطبق نہیں ہے- گمان یہ ہوتا ہے کہ استاذ محترم کی نظر سے شیعوں کے متقدمین کی کتابیں گزری ہوں گی اور انہیں بعد کے زمانے کے شیعوں کے حالات کی اطلاع نہ رہی ہوگی-

لیکن ہمارے دادا (ملا محمد معین رحمتہ اللہ علیہ) نے ان سے مباحثے کئے ہیں اور ان کے مذہب کے بارے میں پوری واقفیت حاصل کی ہے' اور انہوں نے روافض میں وہ عقائد پائے ہیں جن کی وجہ سے ان کی تکفیر واجب ہو جاتی ہے- رہا مسئلہ سب شیخین کا تو اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ وہ' یعنی شیخین کی شان میں گستاخی کرنا' کبیرہ گناہ ہے اور شیعہ نہ صرف اس کو جائز سمجھتے ہیں بلکہ وہ ان کے نزدیک ثواب والے اعمال میں سے ہے' اور (شریعت مسلمہ کا اصول ہے کہ) جو شخص معصیت کو حلال و جائز قرار دے' اس کی تکفیر کی جائے گی تو کجا شیعہ' وہ تو اس کو مستحب (نیکی اور کار ثواب) سمجھتے ہیں"-

(مولانا منظور نعمانی' خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ' مطبوعہ لاہور' حصہ دوم' ص 21 بحوالہ مولانا عبدالباقی' خیرالعمل بذکر تراجم علماء فرنگی محل' مخطوط لکھنؤ)-

اسی سلسلہ کلام میں مولانا نعمانی فرماتے ہیں:-

"اس کے آگے مولانا عبدالباقی صاحب نے روافض کے وہ عقائد تحریر فرمائے ہیں جو ان کی کتابوں کے مطالعہ اور ان کی تقریروں اور گفتگوؤں سے ان کے علم میں آئے' جو قطعی طور پر موجب کفر ہیں- ان میں مولانا موصوف نے ان کے عقیدہ بداء کا اور قرآن مجید میں تحریف اور تغیر و تبدل کے عقیدے کا ذکر کیا ہے-

اس سلسلہ میں مولانا نے بطور مثال کے چند آیتیں بھی لکھی ہیں جن کے بارے میں روافض کا عقیدہ ہے کہ اصل آیت یوں تھی اور موجودہ قرآن میں تحریف کرکے اس طرح کردی گئی ہے- نیز اسی سلسلہ میں مولانا موصوف نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن میں دراصل چالیس پارے تھے' دس پارے خلیفہ ثالث عثمان نے چھپا لئے-

مولانا عبدالباقی صاحب نے اسی سلسلہ میں اپنے ائمہ معصومین کے بارے میں روافض کے اس عقیدہ کا بھی ذکر کیا ہے کہ ان سے معجزات کا ظہور ہوتا ہے' اور ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیفے نازل ہوتے ہیں اور وہ حضرت علی کو (اور باقی گیارہ اماموں کو بھی) انبیاء سابقین سے افضل و بالاتر مانتے ہیں اور ان کے نزدیک ان کے اماموں اور نبیوں رسولوں میں صرف نام کا فرق ہے (یعنی اماموں کے لئے نبی و رسول کا لفظ استعمال نہیں کیا جاتا لیکن صفات و کمالات اور خصوصیات میں کوئی فرق نہیں)-

روافض کے یہ عقیدے لکھنے کے بعد مولانا عبدالباقی صاحب نے تحریر فرمایا ہے:-

فهل یشک احد بعدهذه الاقاویل فی کفر اصحابها' کلا والله لاریب فی تکفیرهم-

مطلب یہ ہے کہ کیا کسی کو روافض کے ان عقائد و اقوال کے علم میں آجانے کے بعد ان کے کفر میں شک شبہ ہو سکتا ہے- خدا کی قسم ان کی تکفیر میں کسی صاحب علم کو ہرگز شبہ نہیں ہو سکتا"-

(مولانا منظور نعمانی' خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ' مطبوعہ لاہور' حصہ دوم' ص 21-22)-

سلسلہ فرنگی محل کے عالمی شہرت یافتہ عالم و مؤلف ملک العلماء' علامہ عبدالعلی بحرالعلوم لکھنوی فرنگی محلی (م 1235ھ/1819ء) نے بھی اپنی تصنیف "فواتح الرحموت" شرح

"مسلم الثبوت" میں شیعہ تفسیر "مجمع البیان" کے مطالعہ کے بعد تحریف قرآن کے قائل اھل تشیع کو کافر قرار دیا ہے۔

"فمن قال بهذا القول فهو كافر لانكاره الضرورى"۔ فواتح الرحموت' ص 617' طبع نولکشور' لکھنئو)۔

یعنی جو اس بات (تحریف قرآن) کا قائل ہے وہ ضروریات دین میں سے ایک ضروری بات کے انکار کی وجہ سے کافر ہے۔

چونکہ علامہ بحرالعلوم لکھنوی کے بارے میں عمومی تاثر و روایت یہ ہے کہ وہ تکفیر شیعہ کے قائل نہیں تھے۔ لہٰذا ان کے عقیدہ تحریف قرآن کے حوالہ سے تکفیر شیعہ کے فتوی کے علاوہ دیگر وجوہ کی بناء پر بھی ان کی جانب سے تکفیر شیعہ پر مبنی اقتباسات نقل کرتے ہوئے مولانا نعمانی رقمطراز ہیں:۔

اور اسی "فواتح الرحموت" میں انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے بیان میں شیعوں کا یہ عقیدہ بیان کرنے کے بعد کہ ان کے نزدیک از روئے عقل بھی یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ' نبوت سے پہلے یا نبوت کے بعد ان سے صادر ہو' لیکن وہ انبیاء علیہم السلام کے لئے عقلاً" و شرعاً" اس کو جائز سمجھتے ہیں کہ تقیہ کے طور پر (نہ صرف معصیت بلکہ) ان سے کفر کا بھی صدور ہو سکتا ہے' علامہ بحرالعلوم نے تحریر فرمایا ہے:۔

وهذا من غاية حماقتهم فانه لو جوز هذا الامر العظيم عليهم لما بقى الامان فى امر التبليغ' وهو ظاهر۔

كيف وما من نبى الا بعث بين اظهر اعدائه فلعله كتم شيئا" من الوحى خوفا" منهم۔ و خصوصا" من مذهبهم الباطل وحماقتهم الكاملة ان رسول الله صلى الله عليه وعلى آله واصحابه وسلم ماعاش من وقت البعثة الى وقت الموت الا فى اعدائه۔ ولم يكن له صلى الله عليه وعلى آله واصحابه وسلم قدرة لدفعهم مدة عمره' وكان يخاف منهم فاحتمل كتمانه صلى الله عليه وعلى آله واصحابه وسلم شيئا" من الوحى فلا ثقة" بالقرآن وغيره فانظر الى شناعتهم وحماقتهم كيف التزموا هذه الشناعات؟ خذلهم الله تعالى الى يوم القيامة"۔ (ص 387' طبع نول کشور' لکھنئو)۔

مطلب یہ ہے کہ روافض کا یہ عقیدہ کہ انبیاء علیہم السلام سے تقیہ کے طور پر ہر درجہ کی معصیت بلکہ کفر کا بھی صدور ہو سکتا ہے' ان کی انتہائی درجہ کی حماقت اور گمراہی ہے' کیونکہ اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے تو حضرات انبیاء علیہم السلام کی دین و شریعت کی تبلیغ و تعلیم پر اعتماد و اعتبار باقی نہیں رہے گا۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت عموماً" انکے دشمنوں ہی میں ہوئی ہے' تو اس عقیدہ کی بنیاد پر شک شبہ رہے گا کہ انہوں نے اپنے دشمنوں کے خوف سے وحی الٰہی میں سے کچھ چھپالیا ہو' امت تک اس کو نہ پہنچایا ہو۔

خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے بارے میں ان روافض کا انتہائی باطل اور حد درجہ احمقانہ عقیدہ یہ ہے کہ آپ (ص) بعثت یعنی نبوت کے آغاز سے لے کر وفات تک اپنے دشمنوں ہی میں گھرے رہے' اور ساری عمر ان دشمنوں کو اپنے سے دور اور دفع کرنے کی قدرت آپ کو حاصل نہیں ہوئی' اور ان سے آپ ڈرتے ہی رہے تو اس عقیدہ کی بنیاد پر یہ شک شبہ رہیگا کہ شاید آپ نے ان دشمنوں کے خوف سے وحی الٰہی میں سے کچھ چھپالیا ہو' اور اس کی تبلیغ امت کو نہ فرمائی ہو۔ اس صورت میں نہ تو قرآن مجید کے بارے میں اعتماد و اعتبار رہے گا اور نہ وحی کے ذریعہ آنے والے دیگر احکام کے بارے میں' تو ان کی حماقت اور ان کے اس عقیدہ کی شناعت پر غور کیا جائے۔ انہوں نے ان بے ہودہ خرافات کو کس طرح اپنا دین و مذہب بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو قیامت تک اپنی رحمت سے محروم و نامراد رکھے۔

اس بحث کو علامہ بحرالعلوم نے مندرجہ ذیل سطروں پر ختم فرمایا ہے:۔

والحق انهم لمثل هذه الاقاويل خرجوا عن ربقة الاسلام۔ ولذا رآهم بعض اهل الله رضوان الله تعالى عليهم اجمعين على صورة الخنزير كما هو مشروح فى الفتوحات المكية للشيخ الاكبر وارث رسول الله صلى الله عليه وآله واصحابه وسلم' بل حكم بعض اهل الله تعالى رضوان الله عليهم انهم يحشرون على صورة الخنزير" (ص 387)۔

اور حق یہ ہے کہ یہ روافض اپنے ان جیسے عقائد و اقوال کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں' اور اسی وجہ سے بعض اہل اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ان کو (مکاشفہ یا عالم رؤیا میں) خنزیر کی صورت میں دیکھا ہے' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ

وسلم کے خاص وارث شیخ اکبر کی "فتوحات مکیہ" میں بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ بعض اہل اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ قیامت میں خنزیر کی شکل میں اٹھائے جائیں گے"۔

(بحوالہ مولانا منظور نعمانی، خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، مطبوعہ لاہور، حصہ دوم، ص 23-25)۔

19۔ مفکر اسلام مولانا سید ابو الاعلی مودودی (رح) م 1979ء

مفکر اسلام، بانی جماعت اسلامی مولانا سید ابوالاعلی مودودی، مقدمہ ابن خلدون، شہرستانی کی "الملل والنحل" اور الاشعری کی تصنیف "مقالات الاسلامین" وغیرہ کے حوالے سے شیعہ عقیدہ امامت کو اہل سنت کے نظریہ خلافت کے متوازی قرار دیتے ہیں، اور یہ واضح فرماتے ہیں کہ اہل تشیع شورائیت پر مبنی نظریہ خلافت راشدہ کے بجائے عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ پر ایمان رکھتے ہیں، اور اسے توحید و رسالت و قیامت پر ایمان کی طرح اصول دین میں سے قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:۔

"1۔ امامت (جو خلافت کے بجائے ان کی مخصوص اصطلاح ہے) مصالح عامہ میں سے نہیں ہے کہ امت پر اس کا انتخاب چھوڑ دیا جائے اور امت کے بنانے سے کوئی شخص امام بن جائے، بلکہ وہ دین کا ایک رکن اور اسلام کا بنیادی پتھر ہے، اور نبی کے فرائض میں سے یہ ہے کہ امام کا انتخاب امت پر چھوڑنے کے بجائے خود بحکم صریح اس کو مقرر کرے۔

2۔ امام کو معصوم ہونا چاہئے، یعنی وہ تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک اور محفوظ ہو۔ اس سے غلطی کا صدور جائز نہ ہو اور ہر قول و فعل جو اس سے صادر ہو برحق ہو۔

3۔ حضرت علی وہ شخص ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد امام نامزد کیا تھا اور وہ بنائے نص امام تھے۔

4۔ ہر امام کے بعد نیا امام لازماً اپنے سے پہلے امام کی نص پر مقرر ہوگا، کیونکہ اس منصب کا تقرر امت کے سپرد ہی نہیں کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے منتخب کرنے سے کوئی شخص امام ہو سکے۔

5۔ شیعوں کے تمام گروہوں کے درمیان اس بات پر بھی اتفاق تھا کہ امامت صرف اولاد علی کا حق ہے۔

(ابوالاعلی مودودی، خلافت و ملوکیت، ص 211-212، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1980ء)۔

شیعہ روافض کی رائے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"متشدد شیعوں کی رائے یہ تھی کہ حضرت علی سے پہلے جن خلفاء نے خلافت قبول کی وہ غاصب تھے اور جن لوگوں نے ان کو خلیفہ بنایا وہ گمراہ اور ظالم تھے، کیونکہ انہوں نے نبی کی وصیت کا انکار کیا اور امام برحق کو حق سے محروم کیا۔ بعض لوگ مزید تشدد اختیار کر کے پہلے تین خلفاء اور ان کے منتخب کرنے والوں کی تکفیر بھی کرتے تھے"۔ (خلافت و ملوکیت، ص 212-213)۔

جنگ جمل اور جنگ صفین میں بالترتیب سیدہ عائشہ و طلحہ و زبیر اور سیدنا معاویہ، حضرت علی کے مدمقابل تھے اور قصاص عثمان ان کا مطالبہ تھا۔ اس کی طرف واضح اشارہ کئے بغیر مولانا مودودی فرماتے ہیں:۔

معتدل شیعوں کی رائے یہ تھی کہ حضرت علی افضل الخلق ہیں ان سے لڑنے والا یا ان سے بغض رکھنے والا خدا کا دشمن ہے۔ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، اور اس کا حشر کفار و منافقین کے ساتھ ہوگا۔ (خلافت و ملوکیت، ص 212)۔

شیعہ اثنا عشریہ رافضہ کے مقابلے میں فرقہ زیدیہ کا عقیدہ نسبتاً مختلف ہے۔ اس حوالے سے مولانا مودودی فرماتے ہیں۔

"ان میں سب سے زیادہ نرم مسلک زیدیہ کا تھا، جو زید بن علی بن حسین (متوفی 122ھ / 740ء) کے پیرو تھے۔ وہ حضرت علی کو افضل مانتے تھے مگر ان کے نزدیک افضل کی موجودگی میں غیر افضل کا امام ہونا جائز تھا، نیز ان کے نزدیک حضرت علی کے حق میں ضمناً و صراحتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نص نہ تھی، اس وجہ سے وہ حضرت ابوبکر و عمر کی خلافت تسلیم کرتے تھے۔ تاہم ان کی رائے یہ تھی کہ امام اولاد فاطمہ میں سے کوئی اہل شخص ہونا چاہئے۔ بشرطیکہ وہ سلاطین کے مقابلے میں امامت کا دعوی لے کر اٹھے اور اس کا مطالبہ کرے"۔

(خلافت و ملوکیت، ص 213، بحوالہ الاشعری ج 1، ص 139، و ابن خلدون، ص 197-198، والشہرستانی، جلد 1، ص 115-117)۔

شیعہ چونکہ سیدنا معاویہ پر بطور خاص لعن طعن کرتے ہیں' اس حوالہ سے مولانا مودودی سیدنا معاویہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"حضرت معاویہ کے محامد و مناقب اپنی جگہ پر ہیں۔ ان کا شرف صحابیت بھی واجب الاحترام ہے۔ ان کی یہ خدمت بھی ناقابل انکار ہے کہ انہوں نے پھر سے دنیائے اسلام کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا' اور دنیا میں اسلام کے غلبے کا دائرہ وسیع کردیا۔ ان پر جو شخص لعن طعن کرتا ہے وہ بلاشبہ زیادتی کرتا ہے"۔

(ابو الاعلیٰ مودودی' خلافت و ملوکیت' ص 153)۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی' سورہ النور کی آیت استخلاف کو سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی شرعی خلافت اور ان کے مومن صادق ہونے کی قرآنی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوئے "تفہیم القرآن" میں فرماتے ہیں:۔

"وعداللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا' یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا۔ ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون۔ (سورۃ النور' آیت 55)۔

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بناچکا ہے۔ ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا' جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے' اور ان کی (موجودہ) حالت خوف کو امن سے بدل دے گا' پس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

اس جگہ ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے۔ یہ وعدہ بعد کے مسلمانوں کو تو بالواسطہ پہنچتا ہے۔ بلاواسطہ اس کے مخاطب وہ لوگ تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں موجود تھے۔ وعدہ جب کیا گیا تھا اس وقت واقعی مسلمانوں پر حالت خوف طاری تھی اور دین اسلام نے ابھی حجاز کی زمین میں بھی مضبوط جڑ نہیں پکڑی تھی۔ اس کے چند سال بعد یہ حالت خوف نہ صرف امن سے بدل گئی بلکہ اسلام عرب سے نکل کر ایشیا اور افریقہ کے بڑے

حصے پر چھاگیا' اور اس کی جڑیں اپنی پیدائش کی زمین ہی میں نہیں' کہ زمین میں جم گئیں۔ یہ اس بات کا تاریخی ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ ابوبکر صدیق' عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے زمانے میں پورا کردیا۔ اس کے بعد کوئی انصاف پسند آدمی مشکل ہی سے اس امر میں شک کرسکتا ہے کہ ان تینوں حضرات کی خلافت پر خود قرآن کی مہر تصدیق لگی ہوئی ہے اور ان کے مومن صالح ہونے کی شہادت اللہ تعالیٰ خود دے رہا ہے۔

اس میں اگر کسی کو شک ہو تو نہج البلاغہ میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی وہ تقریر پڑھ لے جو انہوں نے حضرت عمر کو ایرانیوں کے مقابلے پر خود جانے کے ارادے سے باز رکھنے کے لئے کی تھی۔ اس میں وہ فرماتے ہیں:۔

"اس کام کا فروغ یا ضعف کثرت و قلت پر موقوف نہیں ہے۔ یہ تو اللہ کا دین ہے جس کو اس نے فروغ دیا اور اللہ کا لشکر ہے جس کی اس نے تائید و نصرت فرمائی۔ یہاں تک کہ یہ ترقی کرکے اس منزل تک پہنچ گیا۔ ہم سے تو اللہ خود فرماچکا ہے۔ **وعداللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض....** اللہ اس وعدے کو پورا کرکے رہے گا' اور اپنے لشکر کی ضرور مدد کرے گا۔ اسلام میں قیم کا مقام وہی ہے جو موتیوں کے ہار میں رشتے کا مقام ہے۔ رشتہ ٹوٹتے ہی موتی بکھر جاتے ہیں اور نظام درہم برہم ہوجاتا ہے' اور پراگندہ ہوجانے کے بعد پھر جمع ہونا مشکل ہوجاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عرب تعداد میں قلیل ہیں' مگر اسلام نے ان کو کثیر اور اجتماع نے ان کو قوی بنادیا ہے' آپ یہاں قطب بن کر جمے بیٹھے رہیں اور عرب کی چکی کو اپنے گرد گھماتے رہیں اور یہیں سے بیٹھے بیٹھے جنگ کی آگ بھڑکاتے رہیں' ورنہ آپ اگر ایک دفعہ یہاں سے ہٹ گئے تو ہر طرف سے عرب کا نظام ٹوٹنا شروع ہوجائے گا اور نوبت یہ آجائے گی کہ آپ کو سامنے کے دشمنوں کی بہ نسبت پیچھے کے خطرات کی زیادہ فکر لاحق ہوگی' اور ادھر ایرانی آپ ہی کے اوپر نظر جمادیں گے کہ یہ عرب کی جڑ ہے اسے کاٹ دو تو بیڑا پار ہے' اس لئے وہ سارا زور آپ کو ختم کردینے پر لگادیں گے۔ رہی وہ بات جو آپ نے فرمائی ہے کہ اس وقت اہل عجم بڑی کثیر تعداد میں امڈ آئے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی جو ہم ان سے لڑتے رہے ہیں تو کچھ کثرت تعداد کے بل پر نہیں لڑتے رہے ہیں' بلکہ اللہ کی تائید و نصرت ہی نے آج تک ہمیں کامیاب کرایا ہے۔

دیکھنے والا خود ہی دیکھ سکتا ہے کہ اس تقریر میں جناب امیر کس کو آیت استخلاف کا مصداق ٹھہرا رہے ہیں"۔

(سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، تفسیر سورہ النور، آیت 55، پارہ نمبر 15 جلد سوئم، ص 419-420، حاشیہ 83، ناشر مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، طبع ششم، جمادی الثانی 1393ھ / جولائی 1973ء)

مولانا مودودی کی اس تشریح کے مطابق امام اول و دوم و سوم سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے مومن صالح ہونے کی شہادت خود اللہ تعالیٰ دے رہا ہے اور ان تینوں خلفائے راشدین کی خلافت ازروئے نص قرآنی قطعی طور پر ثابت شدہ اور برحق ہے، اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی آیت استخلاف کا مصداق انہی جلیل القدر ہستیوں کو ٹھہرا رہے ہیں۔ لہٰذا سیدنا علی کو سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد چوتھا امام و خلیفہ قرار دینا ازروئے قرآن لازم ہے اور ان کے امام اول و خلیفہ بلا فصل (بلا فاصلہ پہلا خلیفہ رسول) ہونے کا عقیدہ رکھنا یا سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو مومنین صالحین نہ ماننا نص قرآنی کا انکار اور کفر ہے، جیسا کہ شیعہ اثنا عشریہ کا اعتقاد ہے۔

شیعہ و خوارج اور مرجئہ و معتزلہ جیسے انتہاپسند فرقوں کے مقابلے میں امت مسلمہ کی نوے فیصد سے زائد اکثریت بدستور اسی خالص اسلامی دین و عقیدہ پر قائم رہی جو سنت رسول (ص) اور جماعت صحابہ (رض) سے خصوصی وابستگی کی بناء پر عقیدہ "اہل سنت والجماعت" کے نام سے معروف ہوا۔ اس حوالہ سے مولانا مودودی فرماتے ہیں:۔

"ان متحارب اور متشدد گروہوں کے درمیان مسلمانوں کا سواد اعظم اپنے خیالات میں انہی نظریات اور اصولوں پر قائم تھا جو خلفاء راشدین کے زمانے سے مسلم چلے آرہے تھے اور جنہیں جمہور صحابہ و تابعین اور عامہ مسلمین ابتداء سے اسلامی اصول و نظریات سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کی بمشکل آٹھ دس فیصدی آبادی اس تفرقے سے متاثر ہوئی تھی۔ باقی سب لوگ مسلک جمہور ہی پر قائم تھے، مگر دور اختلاف شروع ہونے کے بعد سے امام ابوحنیفہ کے وقت تک کسی نے ان اختلافی مسائل میں جمہور اہل اسلام کے مسلک کی باقاعدہ توضیح نہیں کی تھی جو ایک پورے نظام فکر کی شکل میں مرتب ہوتی، بلکہ مختلف فقہاء و محدثین مختلف مواقع پر اپنے اقوال، فتوی، روایات یا طرز عمل سے منتشر طور پر اس کے کسی پہلو کو واضح

کرتے رہتے تھے"۔ (خلافت و ملوکیت، ص 220)۔

امام ابوحنیفہ (رح) کی عظیم تصنیف کے حوالے سے عقیدہ اہل سنت کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ یہ شیعہ و خوارج کی انتہاء پسند آراء کے برعکس متوازن اور معتدل عقیدہ ہے۔

"امام نے شیعہ و خوارج اور معتزلہ و مرجئہ کی انتہائی آراء کے درمیان ایک ایسا متوازن عقیدہ پیش کیا ہے جو مسلم معاشرے کو انتشار اور باہمی تصادم و منافرت سے بھی بچاتا ہے، اور اس کے افراد کو اخلاقی بے قیدی اور گناہوں پر جسارت سے بھی روکتا ہے۔

جس فتنے کے زمانے میں امام نے عقیدہ اہل سنت کی یہ وضاحت پیش کی تھی، اس کی تاریخ کو نگاہ میں رکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ان کا بڑا کارنامہ تھا، جس سے انہوں نے امت کو راہ اعتدال پر قائم رکھنے کی سعی بلیغ فرمائی تھی۔ اس عقیدے کے معنی یہ تھے کہ امت اس ابتدائی معاشرے پر پورا اعتماد رکھتی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا، اس معاشرے کے لوگوں نے جو فیصلے بالاتفاق یا اکثریت کے ساتھ کئے تھے، امت ان کو تسلیم کرتی ہے۔

جن اصحاب کو انہوں نے یکے بعد دیگرے خلیفہ منتخب کیا تھا، ان کی خلافت کو بھی اور ان کے زمانے کے فیصلوں کو بھی وہ آئینی حیثیت سے درست مانتی ہے، اور شریعت کے اس پورے علم کو بھی وہ قبول کرتی ہے جو اس معاشرے کے افراد (یعنی صحابہ کرام) کے ذریعہ سے بعد کی نسلوں کو ملا ہے۔

یہ عقیدہ اگرچہ امام ابوحنیفہ کا اپنا ایجاد کردہ نہ تھا، بلکہ امت کا سواد اعظم اس وقت یہی عقیدہ رکھتا تھا، مگر امام نے اسے تحریری شکل میں مرتب کر کے ایک بڑی خدمت انجام دی، کیونکہ اس سے عام مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ متفرق گروہوں کے مقابلہ میں ان کا امتیازی مسلک کیا ہے"۔

(ابوالاعلیٰ مودودی، خلافت و ملوکیت، ص 236)۔

مولانا مودودی کی "دینیات" تیس سے زائد زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اس میں چونکہ سید مودودی نے شیعہ عقیدہ و مذہب جعفری اثنا عشری کا اسلامی مذاہب کے ضمن میں تذکرہ نہیں فرمایا، لہٰذا کتاب کے فارسی ترجمہ میں شیعہ مترجم اظہار افسوس فرماتے ہوئے

لکھتے ہیں:-

"تبصرہ و یاد آوری: از استاد مودودی باتوجہ بمقام علمی و احاطہ ای کہ در عمومات کیش مقدس اسلام دارند و تمام جریانات تاریخ اسلام از نظر دقیق معزی الیہ پوشیدہ نیست تعجب دارم کہ چرا دراین بحث از ذکر مذہب امامیہ کہ در حال حاضر بیشتر از ہفتاد ملیون مسلمان تابع آنند و پرچم کشور بیست ملیونی ایران بنام دولت شیعہ اثنی عشری در احتزار است غفلت فرمودہ اند؟"

(فارسی ترجمہ دینیات بعنوان مبادی اسلام، ص 153-154، مطبوعہ الاتحاد الاسلامی العالمی للمنظمات الطلابیہ، گیری، انڈیانا، یو ایس اے)۔

ترجمہ: تبصرہ و یاددہانی۔ استاد مودودی جس علمی مقام و مرتبہ کے حامل ہیں اور اسلام کے مقدس نظام و طریقہ کی عمومی تفصیلات تک کا وہ جس طرح احاطہ کئے ہوئے ہیں اور جن کی گہری بصیرت سے تاریخ اسلام کے جملہ واقعات و حوادث پوشیدہ نہیں، مجھے تعجب ہے کہ انہوں نے اس ضمن میں مذہب امامیہ کا ذکر کرنے سے غفلت کیوں فرمائی ہے، جس کے پیروکار آج کے زمانہ میں سات کروڑ سے زائد مسلمان ہیں اور بیس ملین ایرانیوں کی سلطنت کا پرچم مملکت شیعہ اثنا عشریہ کے نام سے لہرا رہا ہے۔

20۔ شیخ الاسلام محمد قمرالدین سیالوی چشتی (رح) م1401ھ / 1981ء

سلسلہ چشتیہ کے عظیم روحانی پیشوا سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف و بانی صدر جمعیت علماء پاکستان نے نہ صرف شیعوں کے کافر ہونے کا فتوی دیا ہے بلکہ شیعہ اثنا عشریہ کے کافرانہ عقائد کو بے نقاب کرنے کے لئے ایک جامع علمی کتاب "مذہب شیعہ" بھی تصنیف فرمائی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ رد و تکفیر شیعہ میں تمام علماء و مشائخ کی جانب سے ترجمانی کا حق ادا فرمادیا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ گستاخ صحابہ درحقیقت گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

"اس بات کو بھی پورے نظر وفکر کے ساتھ دیکھنا چاہئے کہ اللہ تعالی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے:- **یایها النبی جاهد الکفار والمنافقین واغلظ علیهم**۔ یعنی اے اللہ تعالی کے پیارے نبی آپ کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد فرماؤ اور ان پر سختی کرو۔

اس حکم کے بعد جن مقدس ہستیوں کو اللہ کے پیارے نبی نے اپنا ہمراز و دمساز قرار دیا۔ سفر و حضر، ہجرت و جہاد، ہر معاملہ اور ہر حالت میں اپنا مشیر و وزیر مقرر فرمایا اور اپنا ساتھی اور رفیق قرار دیا، ان ہستیوں کی شان میں گستاخی کرنا (معاذ اللہ) اور ان ہستیوں کی طرف کفر و نفاق کی نسبت کرنا کونسی دیانت ہے اور کون سا ایمان ہے۔ ذرا سوچو تو ان مقدس ہستیوں کے صدق و صفا کا انکار براہ راست مہبط وحی علیہ الصلوۃ والسلام کے شان اقدس میں گستاخی کو مستلزم نہیں؟ یقیناً" ہے۔

محبوب رب العالمین علیہ و آلہ و صحبہ الصلوۃ والسلام کے تمام صحابہ مہاجرین و انصار رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے فضائل و مناقب میں آیات کلام اللہ اور احادیث صحاح اس کثرت کے ساتھ وارد ہیں کہ جن کو لکھا جائے تو ایک بہت بڑی مستقل کتاب ہوگی"۔

(محمد قمرالدین سیالوی، مذہب شیعہ، ص 13، مطبوعہ لاہور، 1377ھ)۔

اہل تشیع کی طرف سے سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان کی امامت و خلافت کے انکار کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سب سے بڑا مسئلہ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی خلافت راشدہ کا انکار ہے۔ ان کا مذہب ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین، رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین خلیفے برحق نہیں تھے، اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت غصب کرلی تھی، اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو ڈرا دھمکا کر اپنے ساتھ بیعت کرنے پر مجبور کردیا تھا، اور تمام عمر ان کے خوف کی وجہ سے حضرت علی شیر خدا نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں، ان کی مجلس شوری کے ممبر بنے رہے اور مال غنیمت منظور کرتے رہے، وغیرہ وغیرہ"۔

(قمرالدین سیالوی، مذہب شیعہ، ص 10-11)۔

علاوہ ازیں شیخ الاسلام سیالوی اپنے مشہور و معروف وصیت نامہ میں امامت و خلافت سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان و علی و مقام سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے حوالہ سے فرماتے ہیں:-

"اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و اشهد ان سیدنا و شفیعنا فی الدارین محمدا عبده و رسوله۔

واشهد ان سیدنا ابابکر الصدیق رضی الله تعالی عنه وان سیدنا عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه و ان سیدنا عثمان بن عفان رضی الله تعالی عنه و ان سیدنا علی بن ابی طالب کرم الله تعالی وجهه الکریم خلفاء رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وصحبه وسلم بالترتیب المعلوم المتوارث بالاخبار المتواترة' وکل من انکر خلافة احدمنهم فهو کافر۔

واصحاب النبی صلی الله تعالی علیه وآله وصحبه وسلمؐ کلهم عدول صدوق نجوم الاهتداء رضوان الله تعالی علیهم اجمعین۔ وایاک ثم ایاک عن قول سوء فی حق احدمنهم۔ واعلم ان المناقشة بین سیدنا علی رضی الله تعالی عنه وبین سیدنا معاویة رضی الله تعالی عنه نضعها بمنزلة المتشابهات۔ مالنا ان نریب فی منزلتهم ومرتبتهم وعظمتهم۔ کیف وهم اصحاب رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وصحبه وسلم' وقد قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وصحبه وسلم:۔

"الله الله فی اصحابی" و "اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم"۔

نعم فضل علی رضی الله عنه علی معاویة امر معتقد منتقد لاشک فیه لکن لاننکر فضل المفضول علیه"۔

(انوار قمریہ' مؤلفہ قاری غلام احمد' مفتی دارالافتاء آستانہ عالیہ سیال شریف' وصیت نامہ' ص 433-434' مطبوعہ لاہور' طبع اول' اپریل 1991ء)۔

ترجمہ:۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً ہمارے آقا اور ہر دو جہاں میں ہمارے شفیع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے عبد اور اس کے رسول ہیں۔

اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اخبار متواترہ سے ثابت شدہ مشہور و معلوم ترتیب کے مطابق

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے خلفاء ہیں' اور جو کوئی ان میں سے کسی ایک کی خلافت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے تمام صحابہ انتہائی عادل' سچے اور ہدایت کے ستارے ہیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور خبردار ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی کوئی نازیبا کلمہ استعمال کرنے سے سختی سے اجتناب کرنا' اور یہ بات سمجھ لے کہ سیدنا علی و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے باہمی نزاع کو ہم متشابہ امور کے درجہ میں رکھیں گے۔ ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم ان کے مقام و مرتبہ میں کسی قسم کا شک کریں جبکہ وہ سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں' اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

"میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو"۔

نیز فرمایا کہ: "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے"۔

البتہ علی رضی اللہ عنہ کی معاویہ رضی اللہ عنہ پر فضیلت ایک مسلم و محکم امر ہے جس میں کوئی شک نہیں' لیکن جن پر انہیں فضیلت دی گئی ہے ان (سیدنا معاویہ) کی فضیلت کا بھی ہم انکار نہیں کرتے۔

اسی سلسلہ کلام میں سیدنا معاویہ اور ان کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین و تنقیص پر مبنی تاریخی روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"واعلم ان الروایات التی تدل علی تفصیل تلک المناقشة فاما منقول عن الطبری المؤرخ فهو مردود الروایة بحسب تصریح کتب اسماء الرجال۔ وهذا ابن جریر الطبری شیعی بلاریب۔ واما ابن جریر الطبری المفسر فهو من الثقات۔

واما المنقول عن ابن قتیبة صاحب الامامة والسیاسة فهو کذاب وضاع۔ واما المنقول عن الواقدی المورخ فهو کذلک لم یروعنه ولم یعتمد علی روایته۔ وامر متیقن بان فی روایات تلک المناقشة دخل دخیل من قبل الوضاعین الکذابین۔

فكيف نقتفى اثرهم ونخالف الامر المتيقن بان سيدنا معاوية رضى الله عنه صاحب رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وصحبه بلا ريب و بلاشک ' وانه كاتب الوحى وانه اخ لام المئومنين رضى الله تعالى عنها- وانه قامع فتن اليهود بالشام والعراق وان حكمته اخمدت نارالعجم كمالا يخفى"۔

(قاری غلام احمد ' انوار قمریہ ' وصیت نامہ ' ص 434-435 ' لاہور ' اپریل 1991ء)۔

ترجمہ :۔ اور یاد رکھیں کہ وہ تمام روایات جو ان (سیدنا علی و معاویہ) کے باہم اختلافات کی تفصیل میں وارد ہیں وہ یا تو طبری سے مروی ہیں جو اسماء الرجال کی کتابوں کی صراحت کے مطابق مردود الروایت ہے اور یہ ابن جریر طبری بلاشک و شبہ شیعہ ہے۔ اور البتہ (دوسرے) ابن جریر طبری جو صاحب تفسیر ہیں تو وہ معتبر حضرات میں سے ہیں)۔

اور یا پھر یہ روایات "الامامہ والسیاسہ" والے ابن قتیبہ سے منقول ہیں جو سراسر جھوٹا اور مفتری ہے۔ یا پھر یہ روایات مئورخ واقدی سے روایت شدہ ہیں ' تو وہ بھی ایسا ہی ہے ' نہ تو اس سے کوئی روایت (حدیث) لی گئی ہے اور نہ ہی اس کی روایت کو قابل اعتماد قرار دیا گیا ہے ' اور یہ بات یقینی ہے کہ (سیدنا علی و معاویہ کے درمیان) اس باہمی نزاع و اختلاف میں جعلی روایات گھڑنے والے کذابوں نے بہت سی جعلی روایات گھڑ کر داخل کر دی ہیں۔

پس ہم ان کے نقش قدم پر چل کر ان (مشکوک) روایات کی بناء پر کیسے فیصلہ کر سکتے ہیں اور اس یقینی امر کے خلاف کس طرح جا سکتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشک و شبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ کے صحابی ' کاتب وحی اور ام المئومنین (سیدہ ام حبیبہ) رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے بھائی ہیں۔ نیز شام و عراق سے یہود کے فتنوں کا قلع قمع کرنے والے ہیں اور ان کی حکمت نے آتش کدہ عجم کو سرد کر دیا جیسا کہ مخفی نہیں۔

شیعہ مذہب کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"اس مذہب سے زیادہ گندہ غلیظ پلید مذہب میں نے نہیں دیکھا۔ تمام فرقوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا ' یعنی یہود و نصاریٰ ' زرتشت ' ہندو ' مرزائی وغیرہ ' تماموں سے زیادہ غلیظ مذہب یہ ہے۔ اس کا بانی عبداللہ بن سبا ہے جس نے بظاہر اسلام قبول کر کے اپنا نام عبداللہ رکھوایا۔ اس کو حضرت علی نے فی النار کیا.... الخ۔

اسی عبداللہ بن سبا نے شیعہ فرقہ کی بنیاد ڈالی۔ ان کی کتابوں میں بہت گندے مسائل ملتے ہیں ان کے مجتہد مولوی لوگ عوام کو بتاتے نہیں ہیں ' الخ۔

ان کی کتابوں میں متعہ کا بیان ایسا گندہ اور غلیظ نفسانی خواہشات کے ماتحت ہے جو اہل اسلام تو درکنار غیرت مند کفار بھی پسند نہیں کرتے۔ دیکھیں ان کی کتاب الاستبصار ' ص 76 تا 83 ' ج 3 ' ابواب.... الخ"۔

(انوار قمریہ مئولفہ قاری غلام احمد ' ص 371)۔

انہی ملفوظات میں مرقوم ہے:۔

"حضور غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق ' عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے متعلق شیعہ لوگوں نے حضرت زید بن زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے دریافت کیا کہ ان اصحاب ثلاثہ کے متعلق کیا فرماتے ہو۔ انہوں نے فرمایا وہ ہمارے مذہب کے پیشوا ہیں ' خلفاء برحق ہیں۔ یہ سن کر کہنے لگے: تیرے والد تو ہمارے امام تھے تم ہمارے امام نہیں ہو۔ امام صاحب نے سامعین سے استفسار فرمایا۔ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں ' جواب دیا گیا کہ ایسا ایسا کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ "رفضونا الیوم" (آج انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا) ہم سے دور ہو گئے ' اس وقت سے ان کا نام رافضی ہے۔ (انوار قمریہ ' ص 374-375)۔

21۔ محدث اعظم مولانا عطاء اللہ حنیف سلفی (رح) م 1987ء

ایک استفتاء کے جواب میں ممتاز اہل حدیث عالم و مفتی محترم حافظ صلاح الدین یوسف مدیر "الاعتصام" لاہور نے جو فتویٰ صادر فرمایا تھا اور جس کی تائید و تصدیق محدث اعظم مولانا عطاء اللہ حنیف سلفی (م 2/ اکتوبر 1987ء) نے فرمائی تھی اس کا متن درج ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء میں شیعہ حضرات کے جن عقائد کا ذکر کیا گیا ہے جو ان کی نہایت معتبر اور مستند کتابوں میں درج ہیں۔ نیز ان کے مترجم قرآن کے حواشی (ترجمہ و حواشی فرمان علی ' شائع کردہ کراچی) سے بھی ان کی تائید ہوتی ہے۔ یہ عقائد ان کے کفر کے اثبات کے لئے کافی ہیں۔ ایسے سخت گمراہ کن عقائد رکھنے والا فرد اور گروہ یقیناً مسلمان نہیں ہو سکتا۔ موجودہ شیعہ اگر اپنی کتابوں کو مستند سمجھتے ہیں (اور یقیناً وہ سمجھتے ہیں) تو ان کے کفر میں شبہ نہیں کیا

جاسکتا' تا آنکہ وہ اپنی کتابوں اور ان میں درج باتوں سے اظہار برات نہ کریں۔

علاوہ ازیں ان کا طرز عمل بھی اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ اہل سنت مسلمانوں سے اپنے آپ کو یکسر علیحدہ اور بالکل الگ تصور کرتے ہیں' اور عقائد میں بنیادی اختلاف کے ساتھ ساتھ ملکی اور اسلامی قوانین میں بھی اپنا الگ شیعی تشخص منوانے پر مصر ہیں' اور ان کا یہ شیعی تشخص اسلامی تشخص سے یکسر مختلف ہے۔

اس لئے اب وقت آگیا ہے کہ اہل اسلام آستین کے ان سانپوں کو پہچانیں اور اہل وطن ان کی سازشوں سے آگاہ رہیں' جو وہ اسلامی معاشرے میں رہتے ہوئے اسلام کی جڑیں کاٹنے کے لئے کررہے ہیں۔ اسلامی ملکوں اور معاشروں میں ان کا سازشی وجود جسد ملت اسلامیہ میں ایک ناسور کی حیثیت رکھتا ہے جس کا کاٹ پھینکنا اسلام کے بقاء اور ملت اسلامیہ کے تحفظ کے لئے انتہائی ضروری اور اس سے تغافل و تساہل ناقابل معافی جرم ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب"۔۔

(حافظ) صلاح الدین یوسف' ایڈیٹر ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور۔

تصدیق:۔ واقعی شیعہ' شیعی مسلمات کی رو سے اسلام سے علیحدہ قوم قرار پاتی ہے۔۔۔

محمد عطاء اللہ حنیف 23 اکتوبر 1985ء

(بحوالہ مولانا منظور نعمانی' خمینی اور شیعہ کے بارے میں علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ' مطبوعہ لاہور' حصہ اول' ضمیمہ 2' ص 179۔180)۔

22۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ عبدالمصطفی ازہری (رح) م 1989ء

مفتی اعظم پاکستان (حنفی بریلوی) علامہ عبدالمصطفی ازہری (م 18/ اکتوبر 1989ء) رئیس دارالعلوم امجدیہ' کراچی و سابق رکن قومی اسمبلی پاکستان ایک سائل کے درج ذیل سوال کے جواب میں فتوی دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اندراج نمبر۔

تاریخ اجراء۔ 18 اپریل 1985ء

از دارالافتاء دارالعلوم امجدیہ' عالمگیر روڈ کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

(سوال)۔ مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں علماء کرام کیا فرماتے ہیں؟ ازروئے شریعت

ایک سنی (مسلمان) لڑکی کا نکاح کسی شیعہ لڑکے کے ساتھ جائز ہے کہ نہیں وضاحت فرمائیں۔

سائل: ملک اصغر علی لس بیلہ' کراچی۔

الجواب' شیعہ لڑکے سے سنی لڑکی کا نکاح باطل ہے۔ اس لئے کہ آج کل شیعہ عام طور پر تبرائی اور حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنھما کی خلافت کے منکر اور ان کو سب و شتم کرنے والے ہیں' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف لگانے والے ہیں۔ ان تمام عقائد کو عالمگیری' شامی وغیرہ کتب فقہ میں کفریات میں شمار کیا ہے' اور کسی کافر سے مسلمان کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

دستخط (عبدالمصطفی)

مہر دارالافتاء' دارالعلوم امجدیہ' عالمگیر روڈ کراچی۔

23۔ مولانا حق نواز جھنگوی' بانی سپاہ صحابہ پاکستان (رح) م 1990ء

مولانا حق نواز جھنگوی شہید' بانی "سپاہ صحابہ" پاکستان' (م 22 فروری 1990ء) شیعوں کو کافر قرار دینے کی وجوہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"آج ہمیں کہا جاتا ہے کہ تم شیعہ کو کافر کیوں کہتے ہو۔ یہ بات پہلے تو کبھی نہیں سنی تھی۔ میں نے آج اسی بات کا اظہار کرنا ہے۔

شیعہ فرقہ کو تاریخ کی زبان میں آل یہود بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا بانی عبداللہ بن سبا نسلاً یہودی تھا۔ اس کی ستم کاریوں سے اسلام کا سینہ ربع صدی تک چھلنی رہا' اسی نے سب سے پہلے خلفاء ثلاثہ (رض) پر عدم اعتماد کا اعلان کرکے حضرت علی (رض) کی خلافت و وصایت کا مومنہ نعرہ بلند کیا تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پھر اسی کے نام لیواؤں نے کوفہ میں حضرت علی (رض) کو شہید کیا تھا۔ اسی کی اولاد نے کوفہ میں حضرت حسن (رض) پر قاتلانہ حملہ اور بعد ازاں حضرت حسین (رض) کو خود بلا کر شہید کردیا۔

ابن سبا کے نعروں کی بنیاد پر شیعہ کے ایک سو ستر فرقے پیدا ہوئے۔ آئمہ تلبیس کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد دعوی نبوت کرنے والوں کی اکثریت بھی شیعہ مذہب سے تعلق رکھتی ہے۔

شیعہ کے خلاف جزوی کام تو ہر دور میں ہوا لیکن ان کے نظریات کے خلاف پہلی آواز

بلند کرنے والی شخصیت حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی (رح) ہیں۔ ان کی معرکتہ الاراء کتاب "غنیتہ الطالبین" اس کا بین ثبوت ہے۔ بعدازاں امام غزالی (رح) امام ابن تیمیہ (رح) امام رازی (رح) حافظ عمادالدین ابن کثیر (رح) اور حضرت مجدد الف ثانی (رح) نے وضاحت کے ساتھ شیعہ کی ضلالت و گمراہی اور ان کی اسلام سے دوری کا ذکر کیا۔

امام الھند شاہ ولی اللہ (رح) نے "ازالتہ الخفاء" اور ان کے نامور فرزند حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی (رح) نے تحفہ اثنا عشریہ میں ان کے کفر کی بے شمار وجوہ بیان کی ہیں۔

ہندوستان میں بیسیویں صدی کے دوران جن علماء نے شیعہ پر کفر کا فتویٰ عائد کیا' ان میں بریلوی مکتبہ فکر کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی (رح)' اہلحدیث حضرات میں مولانا ثناء اللہ امرتسری (رح)' مولانا محمد حسین بٹالوی (رح)' علماء اہل سنت میں مولانا محمد قاسم نانوتوی (رح)' مولانا رشید احمد گنگوھی (رح) اور مولانا عبدالشکور لکھنوی (رح) کا نام نمایاں ہے"۔

(خطاب مولانا حق نواز' جلسہ سپاہ صحابہ مظفر گڑھ' بحوالہ خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ' مطبوعہ لاہور' حصہ دوم' ص 133)۔

24۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی (رح) م 1415ھ / 1995ء

مفتی اعظم پاکستان (حنفی دیوبندی) مفتی ولی حسن ٹونکی' رئیس' جامعتہ العلوم الاسلامیہ' علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ایک سائل کے درج ذیل سوال کے جواب میں فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

(سوال)۔ مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں علماء کرام کیا فرماتے ہیں؟
ایک سنی (مسلمان) لڑکی کا نکاح شیعہ لڑکے کے ساتھ جائز ہے یا کہ نہیں؟ مسئلہ تحقیق بیان کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

ملک اصغر علی لسبیلہ کراچی

الجواب باسمہ تعالیٰ

چونکہ شیعہ اپنے بعض عقائد کفریہ کی وجہ سے مسلمان نہیں ہے اور مسلمان لڑکی کا نکاح غیر مسلم سے جائز نہیں ہے۔ اس بناء پر یہ نکاح ناجائز ہے اور اگر نکاح کر بھی دیا گیا تو نافذ اور منعقد بھی نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ:۔ محمد ولی حسن غفرلہ -- 1405/7/16ھ۔
مہر: دارالافتاء' جامعتہ العلوم الاسلامیہ کراتشی پاکستان۔
(علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی' پاکستان)۔

25۔ مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن ندوی' ڈائریکٹر ندوۃ العلماء لکھنؤ جو اپنی عظیم الشان عربی و اردو تصانیف اور علمی و دینی خدمات کی وجہ سے عالمی شہرت کے حامل ہیں' شیعہ اثنا عشریہ کے عقائد کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ان کا ماحصل یہ ہے کہ صحابہ کرام کی جماعت میں جس کی تعداد صرف حجتہ الوداع میں ایک لاکھ سے زائد بتائی جاتی ہے اپنے پیغمبر کی آنکھ بند ہونے کے بعد صرف چار آدمی اسلام پر قائم رہے' باقی سب نے معاذ اللہ ارتداد کا راستہ اختیار کیا۔ قرآن مجید سرتاپا محرف و تبدیل شدہ ہے۔ آئمہ اہل بیت (از روئے تقیہ جو دینی فریضہ اور عزیمت ہے) حق کے چھپانے والے' اصل قرآن کو پوشیدہ رکھنے والے' ہر خطرہ و اندیشہ سے دور رہنے والے اور اپنے متبعین کو اسی کی تلقین کرنے والے تھے۔ (ملاحظہ ہو فرقہ اثنا عشریہ کی معتبر کتابیں' اصول الکافی' فصل الخطاب اور خود علامہ خمینی کی تصنیفات "الحکومہ الاسلامیہ و کشف الاسرار یا زیر نظر کتاب "ایرانی انقلاب' امام خمینی اور شیعیت از مولانا محمد منظور نعمانی صاحب"۔

(مولانا منظور نعمانی' ایرانی انقلاب' امام خمینی اور شیعیت' مطبوعہ لاہور' مقدمہ ابوالحسن علی ندوی' ص 12' حاشیہ 1)۔

مولانا ابوالحسن ندوی مزید فرماتے ہیں:۔

"فرقہ امامیہ کے عقائد اور بیانات کی روشنی میں اولین مسلمانوں کی جو تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے اس کے پیش نظر ایک ذہین تعلیم یافتہ شخص یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہے کہ جب اسلامی دعوت اپنے سب سے بڑے داعی کے ہاتھوں اپنے دور عروج میں کوئی دیرپا اور گہرا نقش مرتب نہ کر سکی اور جب اس دعوت پر ایمان لانے والے اپنی نبی کی آنکھ بند ہوتے ہی اسلام کے وفادار اور امین نہ رہ سکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس صراط مستقیم پر اپنے متبعین کو چھوڑا تھا اس میں سے گنتی کے چار آدمی اس پر قائم رہے تو ہم یہ کیسے تسلیم کرلیں کہ اس دین و دعوت کے اندر نفوس انسانی کے تزکیہ اور تہذیب

الامام الباطن۔

وبقولهم ان جبرئیل علیه السلام غلط فی الوحی الی محمد صلی الله علیه وسلم دون علی بن ابی طالب رضی الله عنه۔

وهولاء القوم خارجون عن ملة الاسلام و احکامهم احکام المرتدین۔ کذا فی الظهیریة۔ (فتاوی عالمگیریه مختصرا' ج 2' ص 283)۔

ترجمہ:۔ رافضی اگر شیخین (ابوبکر و عمرؓ) کو معاذاللہ برا بھلا کہے اور ان پر لعن طعن کرے تو وہ کافر ہے' اور اگر وہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت لگائے تو اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا۔ (کیونکہ سورہ نور میں برات سیدہ عائشہ موجود ہے)۔

اور جس نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کا انکار کیا تو وہ کافر ہے' اور بعض کے قول کے مطابق وہ بدعتی ہے' کافر نہیں۔ مگر صحیح بات یہی ہے کہ وہ کافر ہے۔ اور اسی طرح جس نے عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کیا تو صحیح تر قول کے مطابق وہ بھی کافر ہے۔ فتاوی ظہیریہ میں یہی درج ہے۔

اور ان (شیعہ و خوارج) کو کافر قرار دینا اس وجہ سے بھی واجب و لازم ہے کہ وہ عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عائشہ رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیتے ہیں۔

اور شیعہ زیدیہ کو بھی کافر قرار دینا واجب ہے کیونکہ بقول ان کے وہ ایک ایسے عجمی نبی کی آمد کے انتظار میں ہیں جو ہمارے نبی و سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو منسوخ کردے گا۔ کردری کی کتاب الوجیز میں یہی بات مرقوم ہے۔

اور روافض کو ان کے اس عقیدہ رجعت کی بناء پر بھی کافر قرار دینا لازم ہے کہ فوت شدہ (امام) دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں واپس آئیں گے۔ نیز ان کے اس عقیدہ تناسخ ارواح کی بناء پر بھی کہ اللہ کی روح ائمہ (شیعہ) کی طرف منتقل ہوتی ہے۔

اور ان کے اس عقیدہ کی بناء پر بھی کہ ایک امام غائب ظاہر ہوگا اور اس امام غائب کے ظاہر ہونے تک امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا سلسلہ معطل رہے گا۔

نیز ان کے اس قول کی بناء پر کہ جبرئیل علیہ السلام غلطی سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی لے گئے۔

اور ایسے عقائد رکھنے والے لوگ ملت اسلام سے خارج ہیں اور ان کے بارے میں احکام شریعت یہ ہیں کہ یہ لوگ مرتدین ہیں۔ ظہیریہ میں یہی درج ہے۔ (فتاوی عالمگیریہ مختصرا' ج 2' ص 283)۔

مشہور مفسر و محدث حافظ ابن کثیر (رح) نے سورۂ فتح کی آیت (لیغیظ بھم الکفار) کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ:۔ "امام مالک (رح) نے اس آیت کو روافض کے کفر کی ایک قرآنی دلیل قرار دیا ہے"۔

"تفسیر خازن" اور "معالم التنزیل" میں بھی امام مالک کے استدلال کی طرف اجمالی اشارہ موجود ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے "ازالۃ الخفاء" میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب اور دینی کارنامے تفصیل سے بیان فرمائے ہیں اور اس فرقہ پر شدومد سے رد فرمایا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے "تحفہ اثنا عشریہ" میں اس فرقہ باطلہ کے عقائد شنیعہ لکھ کر ان کا خوب رد فرمایا ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے اس فرقہ کی تردید میں "ہدایت الشیعہ" تصنیف فرمائی۔

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ نے "ہدیہ الشیعہ" میں بڑے دلائل سے اس فرقہ کے معتقدات کا رد کیا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ' سہارنپوری' نے "ہدایات الرشید" میں تفصیل سے اس فرقے کا رد فرمایا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے:۔

"نعم ولاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله عنها' او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوهیة فی علی' او ان جبرئیل غلط فی الوحی' او نحوذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن۔ (شامی' ج3' ص 294)۔

ترجمہ:۔ جی ہاں اس شخص کو کافر قرار دینے میں کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے یا صحبت صدیق (یعنی ابوبکر کے مخلص صحابی رسول ہونے) کا انکار کرے یا علی کے خدائی میں شریک ہونے کا اعتقاد رکھے یا یہ عقیدہ رکھے کہ جبرئیل نے (علی کے بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) وحی پہنچانے میں غلطی کھائی' یا جو اسی قسم کے دیگر ایسے عقائد رکھے جو قرآن کے منافی اور کفر صریح ہیں۔ شامی' ج 3' ص 294)۔

الغرض اپنے اپنے دور میں اہل سنت والجماعت (ھم ما انا علیہ واصحابی) اس فرقے پر رد کرتے چلے آئے ہیں۔ اس فرقے کی کتابیں کمیاب یا نایاب تھیں مگر اب چھپ چکی ہیں' جو شخص ان کا مطالعہ کرے گا' وہ خود بھی دیکھ لے گا کہ وہ کس قدر کفریات پر مشتمل ہیں۔ مثلاً "کافی"' "منہج الصادقین"' "البرھان فی تفسیر القرآن"' "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب"' "حیات القلوب"' "کشف الاسرار" وغیرہ وغیرہ۔

فقط واللہ الھادی الی صراط مستقیم۔

املاہ:۔ العبد محمود غفرلہ' چھتہ مسجد دار العلوم' دیوبند' 25-1-1408ھ۔

(بحوالہ خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ مرتبہ مولانا منظور نعمانی' مطبوعہ لاہور' حصہ اول' ص 123-126' فتوی حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی۔ نیز واضح رہے کہ فتوی میں منقول فتاوی عالمگیری و شامی وغیرہ کی اصل عربی عبارات کا اردو ترجمہ موجود نہیں' لہٰذا اردو دان قارئین کی سہولت کے لئے اردو ترجمہ کا اصل فتوی میں اضافہ کیا گیا ہے)۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی دامت فیوضھم کے اس مبسوط و جامع فتوی میں فتاوی عالمگیری و شامی کے حوالہ سے اھل تشیع کے دیگر کفریہ عقائد کے ساتھ ساتھ جبرئیل کے غلطی سے علی (رض) کے بجائے محمد (ص) کے پاس وحی لے جانے کا جو ذکر آیا ہے اس کے حق میں بعض شیعہ حضرات یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ علی زمانہ قبل اسلام میں خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے' جبکہ محمد (ص) مکہ میں اپنے والدین کے گھر میں پیدا ہوئے' لہٰذا اللہ کی طرف سے علی کی محمد (ص) پر فضیلت واضح و ظاہر ہے۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ۔

اس کے جواب میں خوارج کا کہنا ہے کہ علی سے کئی سال پہلے سیدہ خدیجہ کے بھتیجے اور

صحابی رسول (ص) حکیم بن حزام بھی خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے تھے اور مولود کعبہ ہیں' لہٰذا اگر علی کے مولود کعبہ ہونے کی روایت اگر سند کے لحاظ سے درست قرار پائے تو علی بھی حکیم بن حزام وغیرہ کی طرح یکے از مولودین کعبہ ہیں' جن کی ولادت قبل از اسلام زمانہ جاہلیہ میں اپنی والدہ کے مشرکانہ طواف کعبہ کے دوران میں خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کے درمیان ہوئی۔ لہٰذا زمانہ جاہلیت کی ایسی فضیلت چہ معنی دارد؟ جبکہ حرمین سے دور مدفون کوفہ (علی) کے برعکس ابوبکر و عمر کو روضہ رسول (ص) میں تاقیامت صحبت نبوی میسر ہے جو کہ علی پر ابوبکر و عمر کی فضیلت کی روشن دلیل ہے۔ حتی کہ علی سے تو عثمان بھی بہرحال افضل ہیں' کیونکہ عثمان دوہرے داماد رسول اور علی اکہرے داماد رسول ہیں۔ نیز عثمان مقتول و مدفون مدینتہ الرسول (ص) اور علی مدینہ سے ہزاروں میل دور مقتول و مدفون شہر غداران کوفہ ہیں۔ (نعوذ باللہ من شرور الروافض والخوارج معاً)۔

اور جہاں تک فتوی میں مذکور تکفیر زیدیہ کا تعلق ہے تو اگر موجودہ شیعہ زیدیہ ایک جدید عجمی نبی کے انتظار کے عقیدہ سے اعلان برات کرتے ہیں تب بھی بہت سے علمائے امت کے نزدیک دیگر تمام شیعہ فرقوں کی طرح عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ کے حامل ہونے کی بناء پر منکرین ختم نبوت تو بہرحال قرار پاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

27۔ علامہ حافظ صلاح الدین یوسف سلفی

پاکستان کے معروف اہل حدیث عالم مدیر ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور' حافظ صلاح الدین یوسف' مولانا منظور نعمانی کے استفتاء کے جواب میں توہین و تکفیر صحابہ نیز دیگر وجوہ کی بناء پر تکفیر شیعہ اثنا عشریہ کا جامع فتوی دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء میں شیعہ اثنا عشریہ کے جو عقائد تفصیل سے خود ان کی مستند کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں جن کی رو سے شیعوں کے نزدیک:۔

☆ قرآن کریم محرف ہے اور اس میں ہر قسم کی تبدیلی کی گئی ہے۔

☆ صحابہ کرام (نعوذ باللہ) منافق اور مرتد ہیں' بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق (رض) اور حضرت عمر فاروق (رض) شیطان سے بھی زیادہ خبیث اور سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہیں۔ اور جنہم میں سب سے زیادہ عذاب بھی انہی کو مل رہا ہے اور ملے گا۔

ان کے بارہ امام نبیوں کی طرح نہ صرف معصوم ہیں بلکہ انبیائے سابقین سے افضل ہیں۔ نیز "امامت" نبوت سے افضل ہے۔ علاوہ ازیں ائمہ کو کائنات میں تکوینی تصرف کرنے کے اختیارات حاصل ہیں اور عالم ماکان و مایکون ہیں' وغیرہ وغیرہ۔

ان مذکورہ عقائد میں سے ہر ایک عقیدہ کفریہ ہے۔ کوئی ایک عقیدہ بھی ان کی تکفیر کے لئے کافی ہے۔ چہ جائیکہ ان کے عقائد مجموعہ کفریات ہوں۔

بناء بریں مذکورہ عقائد کے حامل شیعہ حضرات کو قطعاً مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا۔ اگر وہ مسلمان ہیں تو اس کا مطلب صحابہ کرام (رض) سمیت تمام اہل سنت کی تکفیر ہوگا۔ شیعہ تو صحابہ کرام (رض) اور اہل سنت کے عوام و خواص کے بارے میں یہی رائے رکھتے ہیں کہ وہ مسلمان نہیں ہیں' لیکن کیا اہل سنت کے عوام و خواص کو شیعوں کی اس رائے سے اتفاق ہے؟ اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر ایسے کفریہ عقائد کے حامل شیعوں کو مسلمان سمجھنا بھی کسی لحاظ سے صحیح نہیں۔ اہل سنت اس نکتے کو جتنی جلد سمجھ لیں ان کے حق میں بہتر ہوگا۔ وما علینا الا البلاغ۔

حافظ صلاح الدین یوسف

ہفت روزہ "الاعتصام"' لاہور' 7 جون 1987ء

(خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ' مطبوعہ لاہور' حصہ اول' ص 165۔166' فتویٰ مولانا حافظ صلاح الدین یوسف)۔

28۔ علامہ مفتی محمد رمضان' مفتی دارالعلوم حزب الاحناف' لاہور

پاکستان کے ممتاز حنفی بریلوی عالم دین علامہ مفتی محمد رمضان صاحب اہل تشیع کے بارے میں فتویٰ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"جو لوگ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کو منافق مانتے ہیں' اور قرآن کریم کو غیر صحیح سمجھتے ہیں اور متعہ کو جائز خیال کرتے ہیں' ایسے لوگوں کو غیر مسلم اقلیت ٹھہرانا ضروری ہے۔ ان کو مسلمان ماننا غلطی ہے۔

احقر العباد محمد رمضان' مفتی دارالعلوم حزب الاحناف' لاہور"۔

(بحوالہ قاری اظہر ندیم' کیا شیعہ مسلمان ہیں؟' مطبوعہ تحریک تحفظ اسلام گلگت' ص 284)۔

مختلف صدیوں اور مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اکابرین امت کے لاتعداد فتاویٰ میں سے نقل کردہ علماء و مشائخ اہل سنت کے ان چند فتاویٰ سے شیعہ اثنا عشریہ کا انکار امامت و خلافت سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان نیز تنقیص و توہین اور تفسیق و تکفیر صحابہ کی بناء پر کافر' مرتد زندیق اور دائرہ اسلام سے خارج ہونا کسی مزید ثبوت کا محتاج نہیں رہتا۔ وان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار۔

باب پنجم

تقیہ، متعہ، رجعت، بداء

5۔ تقیہ' متعہ' رجعت' بداء

شیعہ اثنا عشریہ کے مذہب میں تقیہ' متعہ' رجعت' اور بداء کو بھی بڑی اہمیت اور شرعی حیثیت حاصل ہے۔

1۔ تقیہ

تقیہ کا مطلب ہے غیر شیعوں کے سامنے اپنا اصل عقیدہ ظاہر نہ کرنا۔ اس سلسلے میں شیعہ حدیث کی مقدس ترین کتاب "الکافی" میں امام محمد الباقر سے یہ قول منسوب ہے:

"قال ابو جعفر علیه السلام: التقية من دینی و دین آبائی ولا ایمان لمن لا تقية له"۔(اصول کافی' ص 484' باب التقية)۔

ترجمہ :۔ ابو جعفر (امام باقر) علیہ السلام نے فرمایا: تقیہ میرا اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے ایمان ہے۔

امام خمینی اور دیگر شیعہ فقہاء و محدثین کے نزدیک اس تقیہ کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ تقیہ اضطراری (مجبوری والا تقیہ)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب جان و مال کا خطرہ ہو تو مجبوراً اپنا اصل عقیدہ چھپانا اور اس کے برخلاف عقیدہ ظاہر کرنا۔

ب۔ تقیہ مداراتی (خوش اخلاقی والا تقیہ)

جب کسی قسم کا حقیقی خطرہ نہ ہو تب بھی غیر شیعوں بالخصوص اہل سنت کے سامنے اپنے اصل عقائد و اعمال کو چھپانا اور ان کو اپنے مذہب کے قریب لانے کے لئے خود کو ان جیسا ظاہر کرنا۔ مثلاً قرآن و حدیث' امامت اور صحابہ کرام کے بارے میں اپنے اصل شیعی عقائد کو ظاہر نہ کرنا یا اہل سنت کے ساتھ ان کی طرح ہاتھ باندھ کر باجماعت نماز پڑھنا جبکہ دل میں اسے غلط سمجھنا۔

امام خمینی کی فقہی تصنیف "تحریر الوسیلہ" (جلد اول' کتاب الصلوۃ) میں ایک عنوان ہے:۔ "القول فی مبطلات الصلوۃ)

(یعنی ان چیزوں کا بیان جن سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور ٹوٹ جاتی ہے)۔ اس عنوان کے تحت دوسرے نمبر پر یہ مسئلہ رکھا گیا ہے:۔

"ثانیها التکفیر' وهو وضع احدی الیدین علی الاخری نحو ما یصنعه

فیرنا۔ ولا بأس بہ حال التقیۃ"۔

(روح الله الخمینی' تحریر الوسیلۃ' جلد اول' ص 186' طبع ایران)۔

ترجمہ: دوسرا عمل جو نماز کو باطل کر دیتا ہے وہ نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنا ہے جس طرح ہم شیعوں کے علاوہ دوسرے لوگ کرتے ہیں' البتہ تقیہ کی حالت میں اس میں کوئی حرج نہیں۔ (یعنی نماز نہیں ٹوٹے گی اور دوبارہ نہیں پڑھنا پڑے گی)۔

اسی سلسلے میں نمبر9 پر تحریر فرمایا ہے:

"تاسعها تعمد قول آمين بعد اتمام الفاتحة الا مع التقية فلا بأس به"۔

(تحریر الوسیلۃ' جلد اول' ص 190)۔

ترجمہ: اور نویں چیز جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے وہ ہے سورہ فاتحہ مکمل کرنے کے بعد بالارادہ آمین کہنا۔ البتہ تقیہ کے طور پر کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

اسی تقیہ مداراتی کی بنا پر امام خمینی نے انقلاب ایران کے بعد 28 شوال 1399ھ/1979ء میں حج سے پہلے ایرانی حاجیوں کے لئے جو فتوے جاری فرمائے ان میں اہل سنت کے ساتھ حرمین شریفین میں تقیہ کے طور پر باجماعت نماز پنجگانہ و جمعہ و عیدین میں شرکت اور اہل سنت کی طرح وضو میں دونوں پاؤں دھو کر ان کی طرح ہاتھ باندھ کر (بغیر قنوت و رفع یدین بھی) نماز پڑھنے کو درست قرار دیا اور اس کا حکم دیا' تاکہ تقیہ سے ناواقفیت کی وجہ سے اہل سنت عبادات میں شیعوں کو اپنے جیسا سمجھیں اور ان کے مذہب کو اسلامی سمجھ کر اس کی طرف مائل ہوں۔ نیز سنی عقیدہ اور شیعہ مذہب کے اصل فرق کو نہ سمجھ پائیں۔

اسی طرح امام خمینی نے حج کے علاوہ بھی دنیا بھر میں بسنے والے شیعوں کو اہل سنت کے ساتھ تقیہ مداراتی کی بنا پر نماز پنجگانہ و جمعہ وغیرہ کی ادائیگی کی اجازت دی اور اسے درست قرار دیا۔

اہل سنت کے ساتھ تقیہ مداراتی کی بنا پر امام خمینی کی جانب سے حج و نماز کے فتوے 28 شوال 1399ھ (1979)ء کو جاری کئے گئے۔

"1۔ اگر اہل سنت علماء کے نزدیک ذی الحج کی پہلی تاریخ ثابت ہوئی اور انہوں نے پہلی

تاریخ کا فیصلہ کر دیا تو شیعہ حجاج کو ان کی پیروی کرنی چاہئے' اور اس روز جب تمام مسلمان عرفات جاتے ہیں وہ بھی جائیں اور ان کا حج صحیح ہوگا۔

2۔ نماز جماعت کے شروع ہونے کے وقت مسجد الحرام یا مسجد المدینہ سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے' اور شیعوں پر واجب ہے کہ ان کے ساتھ نماز جماعت ادا کریں۔

3۔ اہل سنت کی جماعت میں شرکت کے لئے اگر کوئی محض تقیہ کی خاطر ان کی طرح وضو کرے اور ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے اور پیشانی کو زمین پر لگائے تو اس کی نماز صحیح ہے اور پھر سے پڑھنا ضروری نہیں۔

4۔ مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں مہر نماز رکھنا اور اس پر سجدہ کرنا حرام ہے اور نماز میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔

5۔ "اشھد ان علیا ولی اللہ" کا کہنا اذان و اقامت کا جزو نہیں' اور ایسی جگہ پر جہاں تقیہ کے خلاف ہو اس کا کہنا حرام ہے اور نہیں کہنا چاہئے"۔

(فتوی امام خمینی بتاریخ 28 شوال 1399 ہجری قمری بحوالہ مقالہ ڈاکٹر بی آزار شیرازی' اتحاد اسلامی' مطبوعہ مجلہ "فجر" اسلام آباد' شمارہ نمبر18' ربیع الاول 1405ھ' ص 28-29' رایزنی فرہنگی جمہوری اسلامی ایران)۔

اسی تقیہ مداراتی کی بنا پر امام خمینی نے حج کے علاوہ بھی اہل تشیع کو دنیا بھر میں اہل سنت کی پنجگانہ نماز باجماعت میں شرکت کی اجازت دی۔ اس سلسلے میں سفارت ایران' دہلی نے ایک سوال کے جواب کے لئے دفتر امام خمینی سے فتوی طلب کیا۔

"سفارت جمہوری اسلامی ایران در دہلی نو (ہندوستان) سوالی را بشرح زیر مطرح واز دفتر حضرت امام استفتاء نمودہ است:-

سوال۔ در غیر موارد حج شیعان می توانند بہ امام اہل تسنن اقتداء نمایند یا خیر؟

جواب۔ بسمہ تعالی--- می توانند۔

سوال۔ حج کے موقع کے علاوہ شیعہ افراد' اہل تسنن سے تعلق رکھنے والے امام کی اقتداء (امام کے پیچھے نماز پڑھنا) کرسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب۔ بسمہ تعالی--- کرسکتے ہیں۔

مہر اور دستخط: (سید روح اللہ موسوی الخمینی)۔

(مجلہ "وحدت اسلامی" راولپنڈی اسلام آباد' شمارہ 11' جلد 1' ماہ محرم الحرام 1404ھ' ص 18 کے از مطبوعات سفارت جمہوری اسلامی ایران در پاکستان)۔

اہل سنت کی معلومات کے لئے یہ بات بھی واضح رہے کہ فتاوی میں بطور تقیہ صرف اہل سنت کی طرح وضو نیز نماز میں ہاتھ باندھنے اور پیشانی کو زمین پر لگانے کا ذکر ہے جبکہ شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ ہر نماز کی دوسری رکعت میں دونوں ہاتھ اٹھا کر رکوع سے پہلے دعائے قنوت بھی پڑھتے ہیں اور تکبیر اولی کے علاوہ بقیہ تمام تکبیرات پر بھی رفع یدین کرتے ہیں اور آخر میں دائیں بائیں سلام نہیں پھیرتے' مگر ان چیزوں کا اس فتوی میں ذکر نہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہ جعفری کی رو سے قنوت اور رفع یدین مستحب (پسندیدہ) ہیں' واجب و لازم نہیں۔ لہٰذا انہیں ترک کرنے سے بھی نماز ادا ہو جاتی ہے۔ حتی کہ نماز ختم ہونے کے بعد اگر شیعہ نمازی دونوں طرف سلام پھیر لے تو اس سے بھی نماز میں فرق نہیں پڑتا۔ نیز قنوت بغیر ہاتھ اٹھائے مختصرا" دل میں پڑھنے کی بھی گنجائش ہے' مثلاً ایک دفعہ سبحان اللہ کہہ دینا بھی کافی ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو امام خمینی کی توضیح المسائل احکام الصلاۃ)

شیعہ اثنا عشریہ کی کتب حدیث میں سے معتبر ترین کتاب "الکافی" میں "باب التقیہ" اور "باب الکتمان" (بحوالہ اصول کافی) میں ائمہ شیعہ (امام باقر و جعفر الصادق وغیرہ) سے بہت سے ایسے اقوال مروی ہیں جن میں شیعوں کو تقیہ (یعنی اپنے شیعہ عقیدہ کے برخلاف عقیدہ و عمل ظاہر کرنا) اور کتمان (اصل عقیدہ چھپانا) کی تلقین کی گئی ہے۔ ان میں سے چند روایات بطور مثال درج ذیل ہیں:۔

1۔ "عن ابی عمیر الاعجمی قال: قال لی ابو عبداللہ علیہ السلام: یا ابا عمیر تسعة اعشار الدین فی التقیة ولادین لمن لاتقیة له"۔ (اصول الکافی' باب التقیة' ص 486' طبع لکھنو)۔

ترجمہ: ابی عمیر اعجمی سے روایت ہے کہ ابو عبداللہ (امام جعفر الصادق) نے مجھ سے فرمایا اے ابو عمیر! دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا' وہ بے دین ہے۔

تقیہ کی اجازت صرف جان و مال کے تحفظ یا شدید مجبوری کی حالت میں نہیں بلکہ ہر شیعہ اپنی جس مصلحت و ضرورت میں ضروری سمجھے تقیہ کر سکتا ہے۔

2۔ "عن زرارة عن ابی جعفر علیه السلام قال: التقیة فی کل ضرورة وصاحبها اعلم بها حین تنزل به۔ (اصول الکافی' باب التقیة ص 484)۔

ترجمہ: زرارہ نے ابو جعفر (امام باقر) علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تقیہ ہر ضرورت میں جائز ہے اور ہر ضرورت مند اپنے بارے میں بہتر جانتا ہے کہ کب اسے تقیہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔

تقیہ کی انتہائی اہمیت کے سلسلے میں امام جعفر الصادق سے منقول ہے:

3۔ "عن حبیب بن بشر: قال ابو عبداللہ علیه السلام: سمعت ابی یقول: لا واللہ ما علی وجه الارض شئی احب الی من التقیة۔ یاحبیب انه من کانت له تقیة رفعه اللہ۔ یاحبیب! من لم تکن له تقیة وضعه اللہ"۔ (اصول الکافی' باب التقیة' ص 483)۔

ترجمہ: حبیب بن بشر سے روایت ہے کہ ابو عبداللہ علیہ السلام (امام جعفر) نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد (امام باقر) کو فرماتے سنا ہے کہ روئے زمین پر مجھے تقیہ سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں۔ اے حبیب جو تقیہ کرتا ہے' اللہ اس کا مقام بلند فرماتا ہے۔ اے حبیب جو تقیہ نہیں کرتا اس کو اللہ ذلیل کر دیتا ہے۔

بعض اوقات ائمہ شیعہ تقیہ کرتے ہوئے حرام کو حلال بھی ٹھہرا دیتے ہیں۔

4۔ "عن ابان بن تغلب قال: سمعت ابا عبداللہ علیه السلام یقول: کان ابی علیه السلام یفتی فی زمن بنی امیة عما قتله البازی والصقر فهو حلال' وکان یتقیهم' وانا لا اتقیهم' وهو حرام ماقتل"۔ (فروع الکافی' جلد ثانی' جزء ثانی' ص 8)۔

ترجمہ: ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبداللہ (امام جعفر) علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ میرے والد (امام باقر) علیہ السلام بنوامیہ کے زمانے میں اس شکار کے حلال ہونے کا فتوی دیتے تھے جسے باز اور عقاب نے مارا ہو' اور وہ ان کے دور میں تقیہ کرتے تھے' مگر میں اس معاملے میں تقیہ نہیں کرتا' پس اس طرح مارا گیا شکار حرام ہے"۔

کتمان (عقیدہ پوشیدہ رکھنا) کے سلسلے میں امام محمد الباقر اپنے شیعان خاص سے فرماتے ہیں:۔

5- "ان احب اصحابی الی اورعهم وافقههم واکتمهم لحدیثنا"۔ (اصول الکافی' باب الکتمان' ص 486)۔

ترجمہ: مجھے اپنے ساتھیوں میں سے سب سے زیادہ وہ محبوب ہے جو ان میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار' دین کی سب سے زیادہ سمجھ بوجھ رکھنے والا اور ہماری حدیث کو سب سے زیادہ پوشیدہ رکھنے والا ہو۔

امام جعفر الصادق کے بارے میں اثنا عشری روایت ہے کہ انہوں نے شیعہ زیدیہ میں سے دو آدمیوں کے سامنے تقیہ و کتمان سے کام لیا۔ کیونکہ زیدیہ' اثنا عشریہ کے برعکس امام محمد الباقر و جعفر الصادق کا بحیثیت آل علی و فاطمہ احترام کرنے کے باوجود انہیں واجب الاطاعت امام منصوص نہیں مانتے۔

6- "عن سعید السمان قال: کنت عند ابی عبدالله علیه السلام اذ دخل علیه رجلان من الزیدیة فقالا له: أ فیکم امام مفترض الطاعة؟ قال: فقال لا۔ قال فقالا له: قد اخبرنا عنک الثقات انک تفتی و تقر و تقول به و نسمیهم لک' فلان و فلان وهم اصحاب ورع و تشمیر و هم ممن لا یکذب' فغضب ابو عبدالله وقال: ما امرتهم بهذا"۔ (اصول الکافی' باب الکتمان' ص 142)۔

ترجمہ: سعید سمان سے روایت ہے کہ میں ابو عبداللہ (امام جعفر) علیہ السلام کے پاس تھا کہ شیعہ فرقہ زیدیہ سے تعلق رکھنے والے دو مرد آپ کے پاس آئے اور آپ سے کہنے لگے کہ کیا آپ میں سے کوئی ایسا امام ہے جس کی اطاعت اللہ کی طرف سے فرض قرار دی گئی ہو۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: نہیں۔ مگر ان دونوں نے آپ سے کہا کہ ہمیں آپ کے بارے میں آپ کے قابل اعتماد لوگوں نے خبر دی ہے کہ آپ یہ بات فرماتے ہیں' اس کا اقرار کرتے ہیں اور اسی بات کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ہم آپ کے سامنے ان لوگوں کے نام لیتے ہیں جنہوں نے یہ بات کہی ہے' وہ فلاں فلاں ہیں اور وہ بڑے معتبر و پرہیزگار لوگ ہیں' جو جھوٹی بات نہیں کہتے۔ اس پر ابو عبداللہ غصے میں آگئے اور فرمانے لگے' میں نے تو انہیں علی الاعلان یہ بات کہنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

امام جعفر سے منسوب اس قول کے مطابق امام نے اپنی مفترض الطاعہ (واجب

الاطاعت) امامت کا مسئلہ چھپا کر درحقیقت کتمان سے کام لیا' اور یہ فرما کر کہ ہم میں سے کوئی مفترض الطاعہ امام نہیں' تقیہ سے کام لیا یعنی اپنے عقیدے کے خلاف ظاہر کیا۔ حالانکہ مدینہ منورہ میں مقیم امام کو کوفہ سے آنے والے شیعہ زیدیہ سے تعلق رکھنے والے پردیسیوں سے جان و مال کا کوئی خطرہ نہ تھا' مگر چونکہ وہ ان کے اور ان کے والد محمد الباقر کے برعکس ان کے چچا امام زید شہید کی امامت کا عقیدہ رکھتے تھے' لہٰذا ان سے اصل بات چھپائی گئی۔

امام جعفر الصادق کے مرید خاص اور راوی سلیمان بن خالد سے روایت ہے:

"قال ابوعبدالله علیه السلام: یا سلیمان! انکم علی دین من کتمه اعزه الله ومن اذاعه اذله الله"۔ (اصول الکافی' باب الکتمان' ص 485)۔

ترجمہ: ابو عبداللہ (امام جعفر) علیہ السلام نے فرمایا: اے سلیمان! تم لوگ ایک ایسے دین پر قائم ہو کہ جو اسے چھپا کر رکھے گا' اللہ اسے عزت بخشے گا اور جو اس کا اعلان کرے گا اللہ اسے ذلیل فرمائے گا۔

مفکر ایران ڈاکٹر علی شریعتی "تقیہ مداراتی" کی "تقیہ وحدت" کے نام سے تشریح کرتے ہوئے نماز اہل سنت میں شرکت کو اس کی مثال قرار دیتے ہیں:۔

"تقیہ وحدت۔ تقیہ شیعہ در جامعہ بزرگ اسلامی این است کہ شیعہ با ابراز موارد اختلافش باعث تفرقہ در وحدت اسلامی نشود۔ پس تقیہ پوششی است کہ شیعہ عقائد خودش را حفظ می کند' اما نہ بشکلی کہ باعث تفرقہ و ایجاد پراگندگی و خصومت در متن جامعہ اسلامی بشود۔ برای ہمین است کہ می گویند بہ مکہ کہ می روید باید با آنها نماز بخوانید۔ الان هم علمای بزرگ ما توصیہ می کنند' پشت سر امام جماعت مکہ و مدینہ نماز بخوانید"۔

(دکتر علی شریعتی' تشیع علوی و تشیع صفوی' ص 215)۔

ترجمہ: وسیع تر اسلامی معاشرہ میں شیعہ کے تقیہ سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے اختلافی نقاط کو نمایاں کرکے اتحاد اسلامی میں تفرقہ اندازی کا باعث نہ بنیں۔ پس تقیہ ایک ایسا لبادہ ہے جس میں شیعہ اپنے عقائد کو محفوظ رکھتا ہے' مگر اس انداز سے نہیں کہ وہ اسلامی معاشرہ کے اندر تفرقہ و انتشار انگیزی اور دشمنی کا باعث بنے۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ جب تم لوگ مکہ جاؤ تو چاہئے کہ ان لوگوں (اہل سنت) کے ساتھ نماز پڑھو۔ اب ہمارے بڑے بڑے علماء بھی ہمیں اسی بات کی تلقین فرماتے ہیں کہ مکہ و مدینہ کے امام جماعت کے پیچھے نماز پڑھو۔

"تقیہ مبارزت" کی تشریح کرتے ہوئے علی شریعتی فرماتے ہیں:۔

"تقیہ مبارزہ" عبارت است از رعایت شرائط خاص مبارزہ مخفی برائے حفظ ایمان نہ حفظ مومن' یعنی کار فکری و مبارزہ اجتماعی و سیاسی کردن شیعہ 'اما حرف نزدن و تظاہر نکردن' وازلو رفتن در برابر دستگاہ خلافت تقیہ کردن' و خلاصہ مفت نباختن وبی جہت تشکیلات و قدرت خود و جان خود را بخطر نیفگندن' پس تقیہ امنیت در برابر خلافت است بخاطر حفظ نیرو و امکان ادامہ مبارزہ و آسیب ناپذیری در برابر دشمن۔ (زندگی ائمہ نمونہ اش در رژیم ہای اموی وعباسی"۔ (دکتر علی شریعتی' تشیع علوی و تشیع صفوی' ص 215)۔

ترجمہ: تقیہ مبارزت تحفظ مومن کے بجائے ایمان کے تحفظ کے لئے پوشیدہ جدوجہد کی خاص شرائط کو ملحوظ رکھنے سے عبارت ہے۔ یعنی شیعوں کا فکری سطح پر کام کرنا اور معاشرتی و سیاسی سطح پر جدوجہد کرنا' مگر زبان سے ایک حرف نہ نکالنا اور ظاہر نہ کرنا' اور دستگاہ خلافت کے مقابل کنارہ کشی کرتے ہوئے تقیہ کرنا۔ مختصر یہ کہ خواہ مخواہ شکستہ نہ ہونا اور بلامقصد اپنے اداروں' اپنی جان اور قوت کو خطرہ میں نہ ڈالنا۔ پس تقیہ امنیت' خلافت کے مقابلے میں ہوتا ہے تاکہ طاقت محفوظ رہے اور جدوجہد کے تسلسل کا امکان رہے اور دشمن کے مقابلے میں مصیبت میں مبتلا نہ ہوں۔ (اموی اور عباسی حکومتوں کے دور میں ائمہ کی زندگی اس تقیہ کی مثال ہے)۔

علی شریعتی مزید فرماتے ہیں:۔

"در تشیع علوی' تقیہ یک "تاکتیک عملی است وبستہ بہ شرایط و اوضاع' واز ایں روبہ تشخیص رہبرگاہ ممنوع می شود وحتی حرام۔

ودر تشیع صفوی' تقیہ یک اصل اعتقادی است و ثابت ولازمہ شیعہ بودن"۔

(علی شریعتی' تشیع علوی و تشیع صفوی' ص 216)۔

ترجمہ: علوی تشیع میں تقیہ شرائط و حالات کی مناسبت سے ایک عملی تکنیک کا نام ہے۔ اس لحاظ سے رہنما کی تشخیص کے حوالے سے کبھی ممنوع' حتی کہ بعض اوقات حرام بھی قرار پاجاتا ہے' جبکہ صفوی تشیع میں تقیہ ایک اعتقادی بنیاد کا نام ہے' اور شیعہ رہنے کے لئے لازم و ثابت ہے۔

ڈاکٹر علی شریعتی کے نزدیک حضرت علی سے منسوب خالص اور انقلابی تصور شیعیت کا

نام علوی تشیع ہے اور صفوی بادشاہوں نے ملوکیت کی اطاعت اور نوحہ و ماتم و مختلف رسومات پر مبنی جس روایتی مذہب کو اپنے زیر سایہ فروغ دیا وہ درباری شیعیت یعنی "صفوی تشیع" ہے' اگرچہ اعتقادی لحاظ سے دونوں ایک ہی ہیں۔

جلیل القدر ایرانی عالم حضرت آیت اللہ فاضل لنکرانی تین قسم کے شیعہ تقیہ (تقیہ خوفی' تقیہ کتمانی و تقیہ مداراتی) کا ذکر فرمانے کے بعد اہل سنت کے ساتھ تقیہ کرنے کو تقیہ مداراتی قرار دیتے ہیں۔ ان کے طویل کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ تقیہ مداراتی کا مقصد حسن معاشرت و مدارات و حصول محبت و اتحاد بین المسلمین ہے۔ اور دوسری طرف مذہب برحق شیعہ کو اہل سنت کی نماز باجماعت وغیرہ میں شریک ہوکر علیحدگی پسندی کی شرم و خواری اور مذمت سے بچانا ہے' تاکہ شیعہ' مسلمانوں کی صفوں سے جدا نہ نظر آئیں اور ان کے اندر گھس کر خطرات سے بچے رہیں۔ اس قسم کے تقیہ مداراتی کی ترغیب و تحریص ائمہ شیعہ نے اپنے پیروکاروں کو دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"ایں قسم از تقیہ مورد تاکید ائمہ علیہم السلام قرار گرفتہ و باتحریص و ترغیب پیروان خویش را بہ رعایت آں رودار نمودہ اند۔ در اینجا بہ نقل چند روایت درایں زمینہ می پردازیم"۔

(تقیہ مداراتی زمینہ ساز وحدت اسلامی' تصنیف آیت اللہ فاضل لنکرانی' حوزہ علمیہ قم' طبع اول' تابستان 1365' تیراژ' ناشر گروہ ارشاد حجاج ایرانی امر بہ معروف' ص 17)۔

ترجمہ: اس قسم کے تقیہ کی ائمہ علیہم السلام نے تاکید فرمائی ہے اور اپنے پیروکاروں کو اس قسم کے تقیہ کو ملحوظ رکھنے کے سلسلے میں ترغیب و تحریص فرمائی ہے۔ یہاں ہم اس سلسلے میں چند روایتیں نقل کررہے ہیں۔

1۔ روایت صحیحہ ہشام بن الحکم قال سمعت اباعبداللہ (ع) یقول:

ایاکم ان تعملوا عملا نعیر بہ فان ولد السوء یعیر والدہ بعملہ۔ کونوا لمن انقطعتم الیہ زینا- ولا تکونوا علینا شینا- صلوا فی عشائرہم و عودوا مرضاہم' و اشہدوا جنائزہم' ولا یسبقونکم الی شئی من الخیر فانتم اولی بہ منہم' واللہ ماعبداللہ بشئی احب الیہ من الخباء۔ قلت و ماالخباء قال: التقیۃ۔ (وسائل الشیعۃ' ابواب الامرو النہی' باب 26 ح' 2

بحوالہ تقیہ مداراتی' ص 17-18)۔

ترجمہ: ہشام بن حکم کی صحیح روایت میں آیا ہے کہ میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر) علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ خبردار کوئی ایسا عمل نہ کرنا جس کی وجہ سے ہمیں عار دلائی جائے' کیونکہ بری اولاد ہی اپنے والد کو اپنے عمل کے ذریعے رسوا کرواتی ہے۔

تم سب سے قطع تعلق کر کے جس کے پیروکار بنے ہو اس کے لئے باعث زینت بنو اور ہم لوگوں کے لئے باعث مذمت نہ بنو۔ ان (غیر شیعوں) کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرو' ان کے مریضوں کی تیمارداری کیا کرو اور ان کے جنازوں میں حاضری دیا کرو' اور وہ (اہل سنت) خیر کی کسی چیز میں تم سے آگے نہ بڑھنے پائیں کیونکہ تم اس کے ان سے زیادہ حق دار ہو۔ خدا کی قسم اللہ کو اپنی عبادت کے سلسلے میں سے سب سے زیادہ جو چیز پسند ہے وہ خباء (پوشیدگی) کے ساتھ عبادت ہے۔ میں نے عرض کیا "خباء" سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا: تقیہ۔

2۔ روایت صحیحہ حماد بن عثمان از امام صادق علیہ السلام است کہ فرمود:

"من صلی معھم فی الصف الاول کان کمن صلی خلف رسول اللہ (ص) فی الصف الاول"۔

(وسائل الشیعة' ابواب صلوة الجماعة' باب 5' ح 1' بحوالہ تقیہ مداراتی' ص 19)۔

ترجمہ: حماد بن عثمان نے امام صادق علیہ السلام سے صحیح روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا جس نے ان (اہل سنت) کے ساتھ پہلی صف میں نماز پڑھی تو وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے رسول اللہ (ص) کے پیچھے صف اول میں نماز پڑھی ہو۔

4۔ روایت صحیحہ علی بن جعفر از برادرش موسی بن جعفر۔ علیہما السلام۔ کہ فرمود: صلی حسن و حسین خلف مروان و نحن نصلی معھم۔

(وسائل الشیعة' ابواب صلوة الجماعة باب 5 ج 2 بحوالہ تقیہ مداراتی ص 20-19)

ترجمہ: علی بن جعفر اپنے بھائی موسی بن جعفر علیہما السلام سے صحیح روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:۔

حسن و حسین نے مروان کے پیچھے نماز ادا کی اور ہم بھی ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

آیت اللہ لنگرانی اس پر تبصرہ فرماتے ہیں کہ:

"پیدا است کہ حسنین علیہما السلام' ہیچگونہ خوفی از مروان نداشتند۔ واز ظاہر روایت ہم چنیں استفادہ می شود کہ آں دو بزرگوار بایں نماز اکتفامی نمودہ و در مقام اعادہ آں بر نمی آمدند۔ و ہمچنین در ہمیں رابطہ باید عمل امیرالمومنین علیہ اسلام را مورد نظر قرار داد' زیرا کہ آں وجود مقدس در جماعات مسلمین شرکت می نمودند درحالیکہ نمی توان منشا آں را خوف قرارداد۔ وظاہر آں است کہ امیرالمومنین نمازی را کہ باز آناں انجام می داد تکرار نمی کرد' بلکہ بھماں نماز اکتفاء می فرمود"۔ (تقیہ مداراتی' ص 20)

ترجمہ: ظاہر ہے کہ حسنین علیہما السلام کو اس وقت مروان سے کسی قسم کا خوف و خطر نہیں تھا' اور اس روایت سے استفادہ کرتے ہوئے بظاہر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے اسی نماز پر اکتفاء فرمایا اور اس نماز کو لوٹاتے ہوئے دوبارہ نہیں پڑھا۔

اور اسی طرح اس سلسلے میں امیرالمومنین علیہ السلام کے عمل کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ وہ مقدس ہستی مسلمانوں کی نماز باجماعت میں شریک ہوتی تھی جبکہ اس کا سبب خوف کو قرار نہیں دیا جاسکتا اور یہ بات ظاہر ہے کہ امیرالمومنین اس نماز کو جو وہ ان (صحابہ) کے ساتھ پڑھتے تھے' دہراتے نہیں تھے بلکہ اسی نماز پر اکتفا فرماتے تھے۔

فاضل لنگرانی مزید فرماتے ہیں:۔

"از برخی روایات استفادہ می شود کہ تقیہ مداراتی حتی در برابر ناصبین ہم جریان دارد' و آن روایت زرارہ از امام باقر (ع) است کہ فرمود:۔

لا بأس بأن تصلی خلف الناصب ولا تقرء خلفہ فیما یجھر فیہ فان قرائتہ یجزیک "۔

(وسائل الشیعة' ابواب صلوة الجماعة' باب 36' ح 5' بحوالہ تقیہ مداراتی' ص 21)۔

ترجمہ: روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقیہ مداراتی ناصبین (دشمنان آل علی) کے مقابلے میں بھی درست ہے' اور زرارہ کی امام باقر(ع) سے وہ روایت موجود ہے کہ آپ نے فرمایا: ناصبی کے پیچھے تیرے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور جب وہ اونچی آواز میں قرائت نماز کررہا ہو تو اس کے پیچھے تیرے قرائت نہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کی قرائت تیری طرف سے بھی کافی ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی تقیہ مداراتی کی ضرورت و اہمیت یوں بیان فرماتے ہیں:-

"بر روحانیون محترم کاروان ہاست کہ کاملا" مردم را توجیہ و بااین نوع از تقیہ یعنی تقیہ مداراتی آشنا سازند و نگذارند مبلغین سوء و نوشتار ہای مسموی کہ بویژہ در ایام حج لبہ تیز خود رامتوجہ شیعہ امامیہ کردہ' وبا برداشتہای سوء از این قبیل اذہان مسلمین جہاں در رابطہ با پیروان اہل بیت علیہم السلام آلودہ نمودہ' وحتی اینان را از صفوف مسلمین خارج کنند' وشیعہ رابعنوان یک گروہ غیر اسلامی معرفی نمایند۔ این ہا افسانہ نیست بلکہ حقیقت است۔ یکی از دوستان ایرانی گفت در اتوبوس شہری مکہ درکنار یک مرد سعودی قرار گرفتم' باو سلام کردم جوابی نشنیدم' اعتراض کردم کہ مگر جواب سلام واجب نیست؟ جواب داد: آری لیکن جواب سلام مسلمان لازم است وشما شیعیان مسلمان نیستید!۔

آیا در برابر این تہمت ہای ناروا و این دروغہای کہ تا اعماق قلب را جریحہ داری نماید' راہی جز استفادہ از تقیہ مداراتی داریم؟"۔ (ص تقیہ مداراتی' ص 24)۔

ترجمہ: قافلہ ہائے حج کے محترم روحانی پیشواؤں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو تقیہ کی اس قسم یعنی تقیہ مداراتی سے واقف کرائیں' اور ان مبلغین سوء اور زہر آلود تحریریں لکھنے والوں کو جو ایام حج میں اپنے تیز دانتوں کا رخ شیعہ امامیہ کی طرف پھیرلیتے ہیں' یہ موقع فراہم نہ کریں کہ اس قسم کے برے پروپیگنڈہ کے ذریعے دنیا بھر کے مسلمانوں کو اہل بیت علیہم السلام کے پیروکاروں کے ساتھ رابطہ سے باز رکھنے میں کامیاب ہوں۔ حتی کہ ان کو مسلمانوں کی صفوں سے خارج قرار دیں اور شیعوں کی پہچان ایک غیر اسلامی فرقہ کی حیثیت سے کروائیں۔

یہ سب باتیں افسانہ نہیں بلکہ حقیقت ہیں۔ ایک ایرانی دوست نے بتایا کہ میں مکہ شہر میں ایک آٹوبس میں ایک سعودی کے ساتھ بیٹھا۔ میں نے اسے سلام کیا مگر جواب نہ ملا۔

میں نے عرض کیا کہ کیا سلام کا جواب دینا واجب نہیں۔ اس نے جواب دیا: بالکل ہے' مگر مسلمان کے سلام کا جواب دینا لازم ہے اور تم شیعہ لوگ مسلمان نہیں ہو۔

کیا اس قسم کی ناروا تہمتوں اور جھوٹی باتوں کی موجودگی میں جو دل کی گہرائیوں تک کاری زخم لگاتی ہیں' تقیہ مداراتی سے استفادہ کے علاوہ ہمارے لئے کوئی راستہ ہے؟

اس کے بعد فاضل لنکرانی فوائد تقیہ بیان فرماتے ہیں:-

"بااین تقیہ است کہ می توانیم در راہ تحقق وحدت مسلمین جہان گامی مؤثر برداشتہ و راہی را باز بنمائیم

بااین تقیہ است کہ می توانیم حفظ اصالت مذہب حق را نمودہ و شیعہ را بہ عنوان یکی از گروہ ہای مسلمین و فرق مختلف آنان معرفی نمائیم۔

بااین تقیہ است کہ می توانیم با افراد مسلمانہا آشنا شدہ و در نماز ہای جماعت آنہا داخل شدہ و طرح الفت و دوستی با آنان راریختہ و کم کم حقانیت مذہب حق رابرای آنہا روشن سازیم۔

بااین تقیہ است کہ در زمان حاضر میتوانیم ماہیت انقلاب اسلامی ایران رابرای آنہا بازگو نمائیم۔

بااین تقیہ است کہ می توانیم امام بزرگوار ورہبر عظیم الشان انقلاب رابعنوان تنہا زعیم ورہبر مسلمانہای جہان معرفی کنیم۔

بااین تقیہ است کہ می توانیم جہان را از خواب غفلت بیدار کردہ ودر راہ مقابلہ باقدرت ہای حاکم بر آناں کہ در حقیقت ابزار قدر تہای ضد اسلامی ہستند برای آنہا بگشائیم۔

بااین تقیہ است کہ می توانیم در مقابل استعمار حاکم برجہان قیام نمودہ ودست آنرا تدریجا" کوتاہ کنیم۔

وبالآخرہ بااین تقیہ است کہ می توانیم زمینہ رابرای ظہور حضرت بقیۃ اللہ (عج) آمادہ نمودہ و مردم را تشنہ وجود ذیجودش قرار دہیم)۔

(فاضل لنکرانی' تقیہ مداراتی' ص 24-25)۔

ترجمہ: یہی وہ تقیہ ہے جس کے ذریعے ہم دنیا بھر کے مسلمانوں کے اتحاد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے موثر پیش قدمی کرسکتے ہیں اور دوبارہ قیادت کرسکتے ہیں۔

یہی وہ تقیہ ہے کہ جس کے ذریعے ہم مذہب برحق کو اصلی حالت میں محفوظ رکھ سکتے ہیں اور شیعوں کو مسلمانوں کے ایک گروہ اور ان کے مختلف فرقوں میں سے ایک فرقہ کے طور پر متعارف کرواسکتے ہیں۔

یہی وہ تقیہ ہے جس کے ذریعے ہم مسلمان افراد سے متعارف ہوسکتے ہیں' ان کی باجماعت نمازوں میں داخل ہوکر ان کے ساتھ دوستی اور الفت کی بنیاد رکھ سکتے ہیں اور کم از کم اپنے برحق مسلک کی حقانیت کو ان پر واضح کرسکتے ہیں۔

یہی وہ تقیہ ہے کہ جس کے ذریعے ہم موجودہ زمانہ میں ایران کے اسلامی انقلاب کی ماہیت کو ان تک پہنچانے کے لئے ترجمانی کرسکتے ہیں۔

یہی وہ تقیہ ہے کہ جس کے ذریعے ہم اپنے امام بزرگوار اور انقلاب کے عظیم الشان رہنما کو مسلمانان عالم کے واحد و تنہا قائد و رہنما کے طور پر متعارف کرواسکتے ہیں۔

یہی وہ تقیہ ہے کہ جس کے ذریعے ہم دنیا کو خواب غفلت سے بیدار کرسکتے ہیں اور ان پر حکومت کرنے والی قوتوں سے مقابلے کی راہیں وا کرسکتے ہیں جو درحقیقت مخالف اسلام طاقتوں کی علامت اور ایجنٹ ہیں۔

یہی وہ تقیہ ہے کہ جس کے ذریعے ہم دنیا بھر پر مسلط سامراج کے مقابلے میں کھڑے ہوسکتے ہیں اور رفتہ رفتہ اس کی طاقت کو کمزور کرسکتے ہیں۔

اور آخری بات یہ کہ یہی وہ تقیہ ہے جس کے ذریعے ہم حضرت بقیۃ اللہ (عج) (یعنی بارہویں شیعہ اثنا عشری امام مہدی) کے ظہور کے لئے زمین ہموار کرسکتے ہیں اور لوگوں کو ان کے وجود فیاض کا محتاج اور پیاسا قرار دے سکتے ہیں۔

اس کتابچہ کے مقدمہ کے آغاز میں امام خمینی کے پیروکار حوزہ علمیہ' قم کے یہ عظیم مجتہد آیت اللہ فاضل لنگرانی بتاریخ شوال المکرم 1407ھ حمد و صلوہ سے شروع کرکے "دشمنان آل محمد" پر تبرا اور لعنت بھی فرماتے ہیں:۔

"الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين سيدنا و نبينا محمد وعلى آله الطاهرين الطيبين المعصومين ولعنة الله على اعدائهم اجمعين"۔

(فاضل لنگرانی' تقیہ مداراتی' ص 6' مقدمہ)۔

شیعہ عقیدہ کے مطابق مذکورہ صلوۃ و سلام میں آل محمد بھی انبیاء کی طرح معصومین میں شامل ہے اور محمد و آل محمد پر صلوۃ و سلام سے صحابہ کرام خارج ہیں۔ شیعہ اثنا عشریہ کے عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ کی تشریح کے مطابق "تقیہ مداراتی" کی وضاحت پر مشتمل اس کتابچہ کی ابتداء میں درج اس لعنت بر دشمنان محمد و آل محمد کی زد میں معاذ اللہ ننانوے فیصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دنیا بھر میں چودہ صدیوں سے پھیلی ہوئی امت مسلمہ کے نوے فیصد سے زائد افراد پر مشتمل اہل سنت والجماعت نیز شیعہ امامیہ کے اقلیتی فرقے کے علاوہ تمام دیگر شیعہ و غیر شیعہ مسلم اقلیتی فرقے بھی آجاتے ہیں' جو سب کے سب اثنا عشریہ کے بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ' افضل من النبوۃ کا انکار کرنے کی وجہ سے اثنا عشریہ کے نزدیک دشمنان ائمہ قرار پاتے ہیں۔ اور چونکہ یہ مقدس ہستیاں اور ان کے ماننے والی غالب سنی اکثریت اس ظالمانہ سلوک کی خدا کے ہاں مستحق نہیں' لہٰذا یقیناً یہ لعنت ایسا تقیہ ایجاد کرنے اور اسے غلط طور پر ائمہ سے منسوب کرنے والے اصل تشیع پر ہی لوٹ آتی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

ان چند حوالوں سے شیعہ اثنا عشریہ کے ہاں "تقیہ" کی جو شرعی حیثیت و عملی صورت حال سامنے آتی ہے اس کے بعد اہل اسلام خود اندازہ کرسکتے ہیں کہ انفرادی و اجتماعی سطح پر شیعہ کس نقطہ نظر اور طرز فکر کے حامل ہیں اور ان کے نعرہ اتحاد بین المسلمین کی حقیقت کیا ہے۔

ب۔ متعہ

متعہ کا مطلب ہے کسی مرد اور بے شوہر عورت (کنواری، بیوہ، مطلقہ وغیرہ) کا مستقل نکاح کے بغیر باہمی رضامندی سے بغیر گواہوں کے گھنٹہ دو گھنٹہ یا کسی بھی مقررہ مدت کے لئے "مہر" کی رقم طے کر کے آپس میں جسمانی تعلق قائم کر لینا۔ امام خمینی نے تحریر الوسیلہ (عربی) اور توضیح المسائل (فارسی) میں وضاحت فرمائی ہے کہ متعہ کم سے کم مدت کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے۔ (مثلاً صرف ایک رات یا ایک دن یا اس سے کم وقت یعنی گھنٹے دو گھنٹے کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے) لیکن بہرحال مدت اور رقم کا تعین ضروری ہے۔ (ملاحظہ ہو تحریر الوسیلہ، جلد دوم، ص 290)۔

پیشہ ور طوائفوں سے متعہ کے بارے میں امام خمینی فرماتے ہیں:۔

"یجوز التمتع بالزانیة علی کراهة خصوصا لو کانت من العواهر المشهورات بالزنا، و ان فعل فلیمنعها من الفجور"۔

(روح الله الخمینی، تحریر الوسیلة، جلد 2، ص 292)۔

ترجمہ: زناکار عورت سے متعہ جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ، خصوصاً جب وہ مشہور پیشہ ور زانیات میں سے ہو۔ اور اگر اس سے متعہ کرے تو چاہئے کہ اس کو بدکاری کے پیشے سے منع بھی کرے۔

"متعہ یا عارضی نکاح" کے زیرعنوان امام خمینی فرماتے ہیں:۔

"عقد غیر دائم وہ ہے کہ جس میں نکاح کی مدت معین ہوتی ہے، مثلاً عورت کے ساتھ ایک گھنٹہ، ایک دن، ایک مہینہ، ایک سال یا اس سے زیادہ مدت کے لئے عقد کیا جائے اور جس عورت سے اس قسم کا عقد ہوا ہو اسے متعہ اور صیغہ کا نام دیتے ہیں"۔

(خمینی: توضیح المسائل، اردو ترجمہ صفدر نجفی، ص 360، امامیہ پبلیکیشنز لاہور، محرم 1407ھ)۔

اس سلسلے میں چند مزید فقہی مسائل درج ذیل ہیں۔

(2360)۔ نکاح دائمی ہو یا غیر دائمی، اس میں صیغہ پڑھنا ضروری ہے، اور صرف عورت مرد کا راضی ہو جانا کافی نہیں۔ اور صیغہ عقد عورت و مرد خود پڑھیں یا کسی دوسرے شخص کو وکیل کریں جو اس کی طرف سے صیغہ پڑھے، متعہ کا صیغہ عورت و مرد بغیر گواہوں کے خود

بھی پڑھ سکتے ہیں۔

اگر خود عورت و مرد عقد متعہ کا صیغہ پڑھنا چاہیں تو عقد کی مدت اور مہر معین کرنے کے بعد اگر عورت کہے:۔ "**زوجت نفسی فی المدة المعلومة علی المهر المعلوم**" اور اس کے بعد مرد بلا فصل کہے:۔ "**قبلت**" تو صحیح ہے۔ اور اگر کسی دوسرے شخص کو وکیل کریں اور پہلے عورت کا وکیل کہے:۔ "**متعت موکلتی موکلک فی المدة المعلومة علی المهر المعلوم**"۔ پھر مرد کا وکیل فوراً بغیر فاصلے کے کہے:۔ "**قبلت بموکلی هکذا**" تو صحیح ہے۔ (توضیح المسائل، ص 361)۔

(2421)۔ متعہ والی عورت اگرچہ حاملہ ہو جائے تو خرچ کا حق نہیں رکھتی۔

(2423)۔ متعہ والی عورت (چار راتوں میں سے ایک رات) ایک بستر پر سونے اور شوہر سے ارث پانے اور شوہر بھی اس کا وارث بننے کا حق نہیں رکھتا۔ (توضیح المسائل اردو، ص 368)۔

متعہ شیعہ مذہب میں صرف جائز اور حلال ہی نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ تفسیر "منہج الصادقین" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے یہ حدیث نقل کی گئی ہے:۔

"من تمتع مرة فدرجته کدرجة الحسین،
و من تمتع مرتین فدرجته کدرجة الحسن،
و من تمتع ثلاث مرات فدرجته کدرجة علی،
و من تمتع اربع مرات فدرجته کدرجتی"۔

(تفسیر منهج الصادقین، جلد اول، ص 356)۔

ترجمہ: جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا تو اس کا درجہ حسین جیسا ہوگا۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا تو اس کا درجہ حسن جیسا ہے، اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا تو اس کا درجہ علی جیسا ہوگا، اور جس نے چار مرتبہ متعہ کیا تو وہ محمد (رسول پاک) جیسا مرتبہ پائے گا۔ (نعوذ باللہ)

ڈاکٹر موسیٰ موسوی متعہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"شیعہ فقہاء کہتے ہیں کہ متعہ، عہد نبوی، عہد خلیفہ ابوبکر اور عمر کے نصف عہد خلافت میں مباح اور جائز تھا۔ عمر بن خطاب نے اسے حرام کر دیا، اور مسلمانوں کو اس سے باز رہنے

کا حکم دیا۔ اس پر وہ ان روایتوں سے استدلال کرتے ہیں جو کتب شیعہ اور بعض کتب اہل السنہ میں مروی ہیں۔

جہاں تک دیگر اسلامی فرقوں کا تعلق ہے تو وہ کہتے ہیں کہ متعہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم تھی۔ عصر رسالت کے ابتدائی سالوں میں لوگوں نے اس پر عمل بھی کیا۔ تاآنکہ حجتہ الوداع یا خیبر کے دن رسول اللہ نے اسے حرام قرار دیدیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح شراب جو بعثت نبوی کے کئی سال بعد حرام کی گئی۔ جب اس کے بارے میں آیات تحریم نازل ہوئیں۔

یہ خلاصہ ہے اس فقہی نزاع اور جدل کا جو ہزار برس سے متعہ کے متعلق جاری ہے"۔

(ڈاکٹر موسی موسوی؛ الشیعۃ والتصحیح' اردو ترجمہ بعنوان اصلاح شیعہ' ص 190۔191)۔

شیعہ امامیہ کی "تفسیر نمونہ" میں محض اس بنا پر کہ عہد نبوی میں حرمت متعہ کی روایات کا وقت مختلف ہے' انہیں جعلی قرار دیا گیا ہے' حالانکہ اوقات جنگ کے تمام مذکورہ حوالے (خیبر' فتح مکہ' تبوک' اوطاس) عہد نبوی کے آخری چند سالوں کے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ حرمت متعہ کی تاکید کے لئے بالخصوص ان جنگوں کے موقع پر اسے بار بار دہرایا جاتا رہا ہو کیونکہ جنگوں میں گھر والوں سے دوری کی بنا پر اس سے روکنے کی خصوصی ضرورت پیش آتی رہی ہو۔ بہرحال تفسیر نمونہ میں درج ہے:۔

"وہ روایات جو زمانہ پیغمبر میں اس حکم کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتی ہیں وہ بہت ہی مختلف بلکہ متضاد اور نقیض ہیں۔ بعض کے مطابق یہ حکم جنگ خیبر میں منسوخ ہوا۔ بعض ثابت کرتی ہیں کہ یہ حکم روز فتح مکہ منسوخ ہوا۔ بعض جنگ تبوک میں اور بعض جنگ اوطاس کے موقع پر اس کے منسوخ ہونے کی خبر دیتی ہیں۔ غرض اس حالت کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نسخ کی سب روایتیں جعلی ہیں اس لئے وہ ایک دوسرے کے خلاف اور متضاد ہیں"۔

(تفسیر نمونہ' اردو ترجمہ از صفدر نجفی' جلد سوئم' ص 246۔247' مصباح القرآن ٹرسٹ' لاہور' ذی قعد 1409ھ)۔

اس کے بعد علامہ سید رشید رضا المصری کی مذمت کرتے ہوئے تفسیر نمونہ میں درج

ہے کہ متعہ پر کسی استغفار کی قطعاً ضرورت نہیں۔

"تفسیر المنار کا مولف کہتا ہے:۔ ہم نے پہلے مجلہ المنار کی تیسری اور چوتھی جلد میں تصریح کی تھی کہ حضرت عمر نے متعہ کی مخالفت کی تھی' لیکن بعد میں کچھ اخبار و روایات ہمارے ہاتھ لگی ہیں' جو ظاہر کرتی ہیں کہ یہ حکم حضور کے زمانے میں منسوخ ہوچکا تھا' نہ کہ عمر کے زمانہ میں۔ لہٰذا ہم اپنی پہلی گفتگو کی اصلاح کرتے ہیں اور اس سے توبہ کرتے ہیں۔

صاحب المنار کی یہ تمام گفتگو تعصب آمیز ہے' کیونکہ اس میں رسول اللہ سے مروی روایات متضاد ہیں۔ جن میں اس حکم کے منسوخ ہونے کا ذکر ہے' جبکہ دوسری طرف ہمارے پاس ایسی روایتیں ہیں جو زمانہ حضرت عمر تک اس حکم کے جاری رہنے کی تصریح کرتی ہیں۔ اس لئے یہ نہ معذرت کا موقع ہے نہ استغفار کا"۔

(تفسیر نمونہ' اردو ترجمہ' جلد سوئم' ص 247)۔

تفسیر نمونہ میں متعہ کے فوائد کے ضمن میں لکھا ہے۔

"نکاح موقت کے نصب العین میں نہ تو نکاح دائمی کی سی سخت شرطیں ہیں اور نہ ہی یہ خطرناک جنسی برائیوں اور نقصانات کا حامل ہے' اسی لئے یہ معقول مالی استطاعت نہ رکھنے والوں' تعلیمی اور دیگر مشاغل میں مصروف افراد کے لئے مناسب ہو سکتا ہے"۔ (تفسیر نمونہ' اردو ترجمہ' ص 248)۔

مزید فائدہ یہ ہے کہ عدت میں نان و نفقہ بھی دینا لازم نہیں۔

"اسلامی نکاح موقت میں اولاد نہ ہونے دینا ممنوع نہیں ہے' اور فریقین کا ایک دوسرے سے جدا ہونا بھی آسان ہے۔ جدائی کے بعد نان و نفقہ بھی واجب نہیں ہے"۔

(تفسیر نمونہ' اردو ترجمہ جلد 3' ص 250)۔

اثنا عشریہ کے غلط عقائد کو رد کرنے والے ڈاکٹر موسی موسوی فرماتے ہیں:۔

"یہ فقہی نظریہ کہ متعہ کی حرمت حضرت عمر بن خطاب کے حکم سے کی گئی۔ حضرت امام علی کے عمل سے باطل ہو جاتا ہے جنہوں نے اپنی خلافت کے زمانے میں اس حرمت کے حکم کو برقرار رکھا' اور جواز متعہ کا حکم صادر نہیں فرمایا۔ شیعی عرف اور ہمارے فقہاء کی رائے کے مطابق امام کا عمل حجت ہوتا ہے۔ خصوصاً جب کہ امام بااختیار ہو' اظہار رائے کی آزادی رکھتا ہو' اور احکام الٰہی کے اوامر و نواہی بیان کر سکتا ہو۔

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ امام علی نے منصب خلافت قبول کرنے سے معذوری ظاہر کر دی تھی اور اس کی قبولیت کے لئے یہ شرط رکھی تھی کہ کار حکومت میں صرف ان کی رائے اور اجتہاد ہی کار فرما ہوں گے۔ اس صورت میں امام علی کے حرمت متعہ کو برقرار رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ عہد نبوی میں حرام تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ضروری تھا کہ وہ اس حکم کی تحریم کی مخالفت کرتے' اور اس کے متعلق صحیح حکم الٰہی بیان کرتے' اور عمل امام شیعہ پر حجت ہے۔ میں نہیں سمجھ پایا کہ ہمارے فقہاء شیعہ کو یہ جرات کیسے ہوتی ہے کہ وہ اس کو دیوار پر دے مارتے ہیں"۔ (اصلاح شیعہ' ص 191-192)۔

ڈاکٹر موسوی فقہ جعفری کے مطابق مستقل شادی اور متعہ کی شرائط کا تقابل کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:۔

"اب یہاں میں قاری کے سامنے نکاح کی دو مختلف صورتیں پیش کرتا ہوں۔ ایک پر شیعہ سمیت تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے' اور وہ ہے ہمیشہ کے لئے نکاح کرنا' اور دوسری صورت عارضی نکاح یا متعے کی ہے' جس کے جواز کا فتوی صرف امامیہ کے فقہاء دیتے ہیں' اور میں شیعہ سے مطالبہ کروں گا کہ وہ اس کے بارے میں اپنے ریمارکس دیں:

تمام مسلمانوں کے ہاں متفق علیہ دائمی نکاح کی شرطیں

1۔ دو گواہوں کے روبرو عقد پر مشتمل الفاظ بولنے پر زوجین میں نکاح مکمل ہوگا۔
2۔ رہائش اور لباس سمیت بیوی کے جملہ اخراجات خاوند کے ذمہ ہوں گے۔
3۔ خاوند چار سے زائد بیویاں ایک وقت میں اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔
4۔ خاوند کے پہلے فوت ہوجانے کی صورت میں بیوی اس کی وراثت میں حصہ دار ہوگی۔
5۔ کنواری لڑکی کے نکاح کے لئے اس کے باپ کی اجازت و منظوری ضروری ہے۔
6۔ دائمی نکاح کی مدت زوجین کی پوری زندگی ہے۔

عارضی نکاح جس پر صرف شیعہ امامیہ کا اتفاق ہے

1۔ بغیر گواہ کے صرف عقد پر مشتمل الفاظ بولنے سے نکاح ہوجائے گا۔
2۔ بیوی کے اخراجات کے متعلق خاوند بااختیار ہے۔
3۔ خاوند کو اجازت ہے کہ وہ لاتعداد بیویاں بغیر کسی شرط کے رکھ سکتا ہے۔

4۔ بیوی خاوند کی وارث نہیں ہوتی۔
5۔ کسی حالت میں بھی باپ کی موافقت شرط نہیں ہے۔
6۔ عارضی نکاح کی مدت پندرہ منٹ بھی ہوسکتی ہے۔ ایک دن بھی اور نوے برس بھی' جس قدر مدت خاوند تجویز کرے اور بیوی اسے قبول کرے۔

شروط طلاق (دائمی نکاح)

1۔ دو عادل گواہوں کے سامنے لفظ طلاق بولنے سے ہی طلاق واقع ہوگی۔
2۔ عورت کے لئے تین ماہ دس دن طلاق کی عدت ہے۔
3۔ عورت ایام ماہواری میں ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔
4۔ عدت کے دوران بیوی کے اخراجات خاوند کے ذمہ ہوں گے۔

شروط طلاق (متعہ)

1۔ فسخ اور اپنی بقیہ مدت ہبہ کرنے کے الفاظ سے طلاق واقع ہوجائے گی۔ شیعہ جسے فسخ عقد کا نام دیتے ہیں۔
2۔ عورت کے لئے فسخ کی عدت وہی ہوگی جو لونڈی کی آزاد ہونے پر ہوتی ہے' یعنی آزاد عورت کی عدت سے نصف مدت۔
3۔ ہر حال میں فسخ واقع ہوجائے گا۔
4۔ ایام عدت فسخ میں خاوند بااختیار ہے' بیوی کے اخراجات برداشت کرے یا آنکھیں پھیر لے۔

یہ تقابلی نقشہ جو ہم نے پیش کیا ہے۔ اس پر گہری نظر ڈال لینے کے بعد متعہ کے معاشرتی خطرات و فسادات پر کسی طویل گفتگو کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

(ڈاکٹر موسی موسوی' الشیعہ والتصحیح' اردو ترجمہ بنام اصلاح شیعہ' ص 195-197)۔

فاضل نجف اشرف ڈاکٹر موسوی مزید فرماتے ہیں:۔

"ہمارے بعض فقہاء نے' اللہ انہیں معاف کرے' متعہ کی ایک تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہتے ہیں گویا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو اس نے ایسا شرعی قانون دیا جس کی بدولت مرد بدکاری میں مبتلا ہونے سے بچ جاتا ہے' لیکن ان کے ذہن میں یہ پہلو نہ آیا کہ اسلام صرف مردوں ہی کا دین نہیں بلکہ یہ پوری انسانیت کے لئے نازل ہوا ہے' جس میں

عورتیں بھی شامل ہیں۔ (اصلاح شیعہ' ص 193-194)۔

عباسی خلیفہ مامون الرشید نے جب شیعہ خاندان برامکہ اور شیعہ وزیر فضل بن سہل وغیرہ کی صحبت کے زیر اثر متعہ کے حلال ہونے کا فرمان جاری کیا تو علمائے حق کی نمائندگی کرتے ہوئے قاضی یحیی بن اکثم دربار شاہی میں پہنچ گئے اور مغموم چہرہ بنائے ہوئے مامون رشید کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ امیرالمومنین! بڑا غضب ہو گیا اور اسلام میں ایک نیا رخنہ پڑ گیا۔

مامون رشید: وہ کیا؟ خیر تو ہے؟

قاضی یحیی: زنا حلال کر دیا گیا۔

مامون رشید: یہ کس طرح؟

قاضی یحیی: متعہ زنا ہی تو ہے۔

مامون رشید: یہ کس دلیل سے؟

قاضی یحیی: کیا جس عورت سے متعہ کیا جائے وہ باندی ہے؟

مامون رشید: جی نہیں۔

قاضی یحیی: پھر کیا وہ بیوی ہے؟ کیا اس کو میراث مل سکتی ہے؟

مامون رشید: نہیں وہ بیوی تو نہیں ہے اور اس کو میراث بھی نہیں مل سکتی۔

قاضی یحیی: تو اے امیرالمومنین! قرآن نے تو دو ہی عورتوں کو حلال کیا ہے' بیوی اور باندی:۔

الا علی ازواجھم اوما ملکت ایمانھم۔ بیویوں اور کنیزوں کے علاوہ کوئی عورت ان کے لئے حلال نہیں۔

پھر یہ تیسری عورت کہاں سے حلال ہو گئی' جو آپ نے متعہ حلال ہونے کی منادی کرادی؟

قاضی یحیی کا قرآن سے منطقی استدلال سن کر مامون رشید کے ہوش اڑ گئے اور اس نے جواب سے عاجز ہو کر اپنی خود رائی پر کف افسوس ملتے ہوئے یہ حکم دے دیا کہ تمام حدود سلطنت میں فرمان شاہی کے ذریعے اعلان عام کرادیا جائے کہ "متعہ" یقیناً "زنا" ہے' اور قطعاً حرام ہے"۔

(ابن خلکان تذکرہ قاضی یحیی' بحوالہ "کیا شیعہ مسلمان ہیں" تصنیف قاری اظہر ندیم' ص 255-256)۔

امریکہ میں مقیم معروف ایرانی مصنفہ ڈاکٹر شہلا حائری جنہوں نے ایران میں متعہ پر ایک اہم کتاب لکھی ہے' مستقل اور عارضی شادی کا موازنہ یوں پیش کرتی ہیں:۔

"مستقل شادی اور عارضی شادی کا موازنہ

1۔ معاہدے کی شکل---- مستقل شادی' نکاح-- عارضی شادی' متعہ

2۔ معاہدے کی نوعیت--- خریداری--------- اجارہ

3۔ بیویوں کی تعداد---- چار----- لامحدود

4۔ خاوندوں کی تعداد---ایک وقت میں ایک---ایک وقت میں ایک

5۔ روپے کا تبادلہ------- مہر-------- اجر

6۔ ولی کی اجازت----درکار ہے---- درکار نہیں

7۔ گواہ درکار ہے-----------------------؟

8۔ رجسٹریشن-- درکار ہے----------------؟

9۔ کنوار پن---درکار ہے (پہلی شادی میں)---- درکار نہیں

10۔ ورثہ---جوڑے کو ملتا ہے----------- نہیں ملتا

11۔ شادی کی تحلیل----بذریعہ طلاق--معاہدے کی تکمیل کے ذریعے

12۔ عدت کا زمانہ---- تین ماہ----------- پینتالیس دن

13۔ بیوی کی مالی اعانت-- درکار ہے---- درکار نہیں

14۔ بچے-------جائز-------------جائز

15۔ عزل---بیوی کی اجازت کی ضرورت ہے--بیوی کی اجازت ضروری نہیں

16۔ معاہدے کی تجدید---- محدود--------------لامحدود

(ایک ہی آدمی کے ساتھ شادی)

17۔ ولدیت سے انکار--"لعن" کی قسم کی ضرورت ہے--"لعن" کی قسم کی ضرورت نہیں ہوتی

18۔ بین المذاہب شادی--عورت کے لئے اجازت نہیں--عورت کے لئے اجازت

نہیں

19- سونے کے حق کے انتظامات--اطلاق ہوتا ہے--اطلاق نہیں ہوتا

20- جسمانی تعلق کا حق--لاگو ہوتا ہے----------لاگو نہیں ہوتا

(ڈاکٹر شہلا حائری' لاء آف ڈیزائر' ٹمپریری میرج ان ایران (انگریزی) اردو ترجمہ و تلخیص از ستار طاہر بعنوان "چاہت کا قانون" مطبوعہ قومی ڈائجسٹ لاہور' مارچ 1993ء' ص 67)-

امریکی شہرت کی حامل ڈاکٹر شہلا حائری جنہوں نے کیلیفورنیا یونیورسٹی' لاس اینجلز سے "ثقافتی علم البشر" میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی' ایک معروف ایرانی آیت اللہ کی نواسی اور ایک دوسرے آیت اللہ کی پوتی ہیں- انہوں نے 1986-1987ء میں براؤن یونیورسٹی کے پیمبروک سنٹر میں پوسٹ ڈاکٹورل فیلو کی حیثیت سے ایرانی علماء و دانشوران نیز متعہ کرنے والی عورتوں کے متعدد انٹرویوز لئے اور متعہ کے مذہبی' معاشرتی و دیگر پہلوؤں پر تفصیلی تحقیق پیش کرنے کے بعد اپنی مذکورہ تحقیقی کتاب کے آخر میں لکھتی ہیں:-

"متعہ شادی کی تشریحات میں تسلسل و تغیر

میں نے اپنے مباحث میں موجودہ ایران میں عارضی شادی کی تشریحات میں تسلسل و تغیر کو روشنی میں لانے کی کوشش کی ہے- میں نے یہ دلائل بھی دیئے کہ سینوں کے اختلاف کی وجہ سے شیعہ علماء نے متعہ کو شادی ثابت کرنے کے لئے مسلسل اپنا اصرار جاری رکھا اور اس کے جواز پر بحث کرتے چلے آ رہے ہیں-

اس کے ساتھ ایران کے شہری' تعلیم یافتہ مرد اور عورتیں اور مغربی دنیا شیعہ علماء کے دعوے کو مسلسل چیلنج کر رہے ہیں- ان حلقوں کی طرف سے یہ الزام عائد کئے جاتے ہیں کہ متعہ' کسی چیز کو کرائے یا اجارے پر لینے کے مساوی ہے- یہ عورتوں کے لئے اہانت آمیز ہے اور دراصل یہ قانونی طوائفیت ہے-

شیعہ علماء اپنے دلائل کے حوالے سے متعہ کی رسم کو جدید ایرانی معاشرے پر نافذ کرنے میں بڑی تگ و دو اور جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہیں- شیعہ علماء' عارضی شادی کے بارے میں جو شکوک پائے جاتے ہیں' انہیں دور کرنے کے لئے وہ کئی اختراعاتی حکمت عملیوں سے کام لیتے ہیں- عارضی شادی پر بات کرتے ہوئے وہ ایسی اصطلاحات کا استعمال

کرتے ہیں' جو مستقل شادی کے ساتھ گہری مماثلت رکھتی ہیں- صیغہ یا متعہ کی بجائے "ازدواج مئوقت" اور "اجر" کی بجائے "مہر" کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے وہ عارضی شادی کے تصور میں مزید ابتری پیدا کرتے ہیں- انقلاب ایران کے بعد عارضی شادی کے جواز میں ان کا رویہ دفاعی کے بجائے جارحانہ ہو گیا تھا- وہ عارضی شادی کو عین اسلام قرار دیتے تھے- جبکہ "اسلام" سے مراد "شیعہ اسلام" ہے-

شیعہ علماء متعہ کی تعریف کرتے ہوئے ایسے الفاظ اور اصطلاحات سے اب بڑی سختی سے اجتناب کرنے لگے ہیں' جن سے عورت کو ایک "شے" کی حیثیت حاصل ہو' بلکہ وہ اس کے حلال اور جائز ہونے پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں- یوں متعہ یا عارضی شادی میں جو نمایاں تر منفی پہلو ہیں' انہیں نظرانداز کر دیتے ہیں-

شیعہ علماء کہتے ہیں کہ چونکہ متعہ ایک معاہدہ ہے اس لئے عورت اس میں اپنی پسند کی شرائط اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے شامل کرا سکتی ہے- اس میں اگر کوئی شق ناپسندیدہ ہو تو مرد اور عورت دونوں معاہدہ کرنے سے انکار کر سکتے ہیں-

حقیقت یہ ہے کہ مرد کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ ایک سے زیادہ شادیاں کر سکتا ہے- اس لئے وہ بالادست ہیں- ان کے لئے اگر کوئی معاہدہ ناپسندیدہ ہو تو وہ دوسرا معاہدہ کر سکتے ہیں' کیونکہ ان کے لئے ہمیشہ ایک دوسرا معاہدہ کرنے کا حق موجود ہوتا ہے- جب تک کوئی مرد اپنی مرضی کے خلاف معاہدہ کرنے کے سلسلے میں انتہائی بے بس اور مجبور نہ ہوگا' وہ ایسا معاہدہ نہیں کرے گا- اس کے پاس ہمیشہ دوسرا راستہ ہوتا ہے' کیونکہ اس کی شہرت اور رتبے کو کوئی داغ نہیں لگتا- ویسے بھی وہ جب چاہے معاہدہ کرنے کے باوجود اس کی تمام یا جزوی شرائط کو پورا کئے بغیر معاہدہ ختم کر سکتا ہے' جبکہ عارضی شادی شدہ عورتیں ایسا نہیں کر سکتیں-

صیغہ عورتوں کی حیثیت قانونی' سماجی اور حتیٰ کہ معاشرتی لحاظ سے بھی غیر معین ہے- اگرچہ وہ اس معاہدے کی شریک ہوتی اور بعض اوقات قانونی کارروائی بھی کر سکتی ہیں' لیکن یہی ڈھانچہ ان کے لئے غیر محفوظ بھی ہے- شیعہ علماء جیسے بھی دلائل دیں امر واقعہ یہ ہے کہ ایران میں رائج عارضی شادی کا ادارہ اصولی طور پر انتہائی مشکوک اور مبہم ہے-

ایران میں شیعہ علماء متعہ یعنی عارضی شادی کے بارے میں اپنی تشریحات میں تسلسل

قائم رکھتے ہوئے تغیر کی طرف بھی بڑھتے دکھائی دیتے ہیں' لیکن وہ متعہ کو اسلام کے عین مطابق جائز اور حلال قرار دیتے ہیں۔ اس کی تشریح میں تبدیلی کار فرما نظر آئی ہے"۔

(ڈاکٹر شہلا حائری' چاہت کا قانون' اردو ترجمہ' مطبوعہ قومی ڈائجسٹ' لاہور' مارچ 1993ء' ص 207-208)۔

ڈاکٹر شہلا حائری مزید لکھتی ہیں:۔

"ایک اور قول جس کی بہت ہی تشہیر کی جاتی ہے' وہ امام جعفر صادق کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے:

غسل (جسمانی تعلق کے بعد غسل) کے پانی کا ہر قطرہ ستر فرشتوں میں منتقل ہو جاتا ہے جو قیامت کے دن اس شخص کی طرف سے گواہی دیں گے' جس نے متعہ کیا ہو۔

ایک اور قول بھی ہے جو امام صادق سے منسوب کیا جاتا ہے:۔ "میں نے متعہ کے مسئلے پر کبھی تقیہ اور دنیاداری نہیں کی۔

ایک اور کہانی جو بار بار دہرائی جاتی ہے وہ امام جعفر صادق اور ان کے والد امام محمد باقر سے منسوب کی جاتی ہے۔ یہ کہانی اس آدمی کے بارے میں ہے جس نے امام سے استفسار کیا کہ کیا عارضی شادی کا ثواب ہے؟ کہا جاتا ہے کہ امام نے اس کا جواب دیا:۔

ایک مرد جو محض خدا کو خوش کرنے کے لئے یا مذہبی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی اطاعت کے لئے' یا اس کی حکم عدولی کے لئے جس نے متعہ پر پابندی لگائی (حضرت عمر کی طرف اشارہ ہے) عارضی شادی کا معاہدہ کرتا ہے۔ وہ مرد اس عورت سے جتنی باتیں کرے گا اس کے ایک ایک حرف کا مہربان اللہ اس کے لئے ثواب لکھتا ہے۔ جب وہ عورت کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو خدا اس کے لئے ثواب لکھتا ہے' اور جونہی وہ اپنی شادی کو پورا کرتا ہے' قادر مطلق اس کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے' اور جب وہ اس کے بعد غسل کرتا ہے تو وہ غسل کے پانی سے اپنے جتنے بالوں کو گیلا کرے اور نچوڑے گا تو مہربان اور معاف کرنے والا اس پر فضل و عنایت کرے گا"۔

(شہلا حائری' چاہت کا قانون' اردو ترجمہ' مطبوعہ قومی ڈائجسٹ' ص 51)۔

شہلا حائری کنواری لڑکی کے حق متعہ کے سلسلے میں لکھتی ہیں:۔

"جہاں تک کنواری عورت کا اپنی شادی کے امور خود طے کرنے کا تعلق ہے تو اس

مسئلے میں علماء میں واضح اختلافات ہیں اور وہ بٹے ہوئے ہیں۔ اس نزاع کو سامنے رکھتے ہوئے شہلا نے امام جعفر صادق کی مندرجہ ذیل روایت بیان کی ہے کہ ایک شخص امام جعفر صادق کے پاس آیا اور استفسار کیا:۔

ایک کنواری نے اپنے والدین کے علم میں لائے بغیر مجھے دعوت دی کہ میں اس کے پاس آؤں' اور اس نے میرے ساتھ متعہ شادی کرنے میں دلچسپی ظاہر کی' کیا میرے لئے اس لڑکی کے ساتھ متعہ کرنا درست ہوگا؟ امام نے جواب دیا:۔ ہاں' لیکن اس کے ساتھ جسمانی تعلق قائم کرنے سے اجتناب کرنا کیونکہ جسمانی تعلق کنواری کے لئے شرمناک ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا: اگر وہ خود اس کے لئے رضامند ہو تو؟ امام نے جواب دیا: اگر وہ رضامند ہے تو پھر اس کی ممانعت نہیں"۔

(شہلا حائری' چاہت کا قانون' مطبوعہ قومی ڈائجسٹ' مارچ 1993ء' ص 55)۔

متعہ کے لئے چار سے زیادہ عورتیں بھی بیک وقت جائز ہیں۔ شہلا حائری لکھتی ہیں:۔

"امام جعفر صادق جو شیعہ قانون کے بانی تھے' سے پوچھا گیا کیا متعہ بیوی ان چاروں میں سے ہوتی ہے؟ (اسلام میں شرعی لحاظ سے جن کی اجازت دی گئی ہے) کہا جاتا ہے کہ امام نے اس کا جواب دیا: ان میں سے تم ایک ہزار سے شادی کرو کیونکہ یہ تو "اجر" کمانے والی ہوتی ہیں۔ یعنی ایک مرد ایک ہی وقت میں چار سے بھی زیادہ عارضی بیویاں رکھ سکتا ہے۔ بہرحال موجودہ علماء میں اس سلسلے میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے"۔

(شہلا حائری' چاہت کا قانون' مطبوعہ قومی ڈائجسٹ لاہور' مارچ 1993ء' ص 20)۔

ان مختصر اقتباسات و اشارات سے فقہ جعفری کے مطابق متعہ کے مسائل اور اس کے حوالے سے شیعہ علماء و محققین کے باہم اختلافات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مزید برآں سیدنا علی و حسن کے دور امامت و خلافت میں بھی متعہ پر پابندی برقرار رکھی گئی' لہٰذا مختلف غیر اثنا عشری شیعہ فرقے بھی اہل سنت کی طرح حرمت متعہ کے قائل ہیں۔ اور اثنا عشریہ کے موقف کو باطل قرار دیتے ہیں۔

ج۔ رجعت

عقیدہ رجعت کا خلاصہ یہ ہے کہ تقریباً ساڑھے گیارہ سو سال پہلے غائب ہو جانے والے شیعہ اثنا عشریہ کے بارہویں امام محمد المہدی جب ظاہر ہوں گے تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا علی و فاطمہ و حسن و حسین و دیگر آئمہ کرام، ان کے علاوہ تمام خواص مومنین زندہ ہو کر اپنی قبروں سے باہر آئیں گے، اور یہ سب امام مہدی کی بیعت کریں گے اور پھر امام مہدی کے قائم کردہ عادلانہ معاشرہ پر سیدنا علی سے حسن عسکری تک گیارہ آئمہ اپنی ترتیب امامت کے مطابق یکے بعد دیگرے حکومت کریں گے، اور پھر ہر ایک دوبارہ فوت ہو گا۔

اس کے ساتھ ہی ابوبکر و عمر و عائشہ اور ان سے محبت رکھنے والے خاص کفار و منافقین بھی زندہ ہوں گے اور امام مہدی ان سب کو سخت سزا اور عذاب دیں گے۔ اس سلسلے میں علامہ باقر مجلسی کی "حق الیقین" (ص 140 تا 145) کے علاوہ اردو میں مذہب شیعہ کی مشہور کتاب "تحفتہ العوام" میں درج ذیل بیان ہے:۔

"اور ایمان لانا رجعت پر بھی واجب ہے یعنی جب امام مہدی ظہور فرمائیں گے تو اس وقت مومن خاص اور کافر اور منافق مخصوص بھی زندہ ہوں گے، اور ہر ایک اپنی داد اور انصاف کو پہنچے گا، اور ظالم سزا و تعزیر پائے گا۔ (تحفتہ العوام، ص 5)۔

ایران کے دس شیعہ مجتہدین کی آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی کے زیر نگرانی تصنیف کردہ "تفسیر نمونہ" میں درج ذیل آیت کے حوالہ سے تفصیلی بحث درج ہے:۔

"کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون (البقرۃ 28)۔

ترجمہ:۔ تم خدا سے کیونکر کفر کرتے ہو حالانکہ تم بے روح جسم تھے، اس نے تمہیں زندگی دی۔ پھر وہ تمہیں مارے گا اور دوبارہ تمہیں زندہ کرے گا، اس کے بعد اس کی طرف لوٹ جاؤ گے۔ (اس بنا پر نہ تمہاری زندگی تمہاری طرف سے ہے اور نہ موت، جو کچھ تمہارے پاس ہے سب خدا ہی کی طرف سے ہے)"۔

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ از مولانا صفدر نجفی، جلد اول، ص 145۔146، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، ذی قعد 1409ھ)۔

اس آیت کی تشریح میں تفسیر نمونہ میں وضاحت کی گئی ہے کہ:۔

"مندرجہ بالا آیت صراحت سے بیان کرتی ہے کہ موت کے بعد ایک سے زیادہ زندگی نہیں ہے۔ معلوم ہے کہ یہ حیات وہی معاد و قیامت کی حیات ہے۔ بہ الفاظ دیگر آیت کہتی ہے کہ مجموعی طور پر تمہاری دو زندگیاں اور دو اموات تھیں اور ہیں۔ پہلے مردہ تھے، (بے جان عالم موجودات میں تھے) خداوند عالم نے تمہیں زندہ کیا، پھر وہ مارے گا اور دوبارہ زندہ کرے گا۔ اگر تناسخ صحیح ہوتا تو انسان کی حیات اور موت کی تعداد دو سے زیادہ ہوتی۔
یہی مضمون قرآن کی اور متعدد آیات میں بھی نظر آتا ہے جن کی طرف اپنی اپنی جگہ اشارہ ہو گا"۔

(تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ، جلد اول، ص 149)۔

اس تشریح سے چونکہ "عقیدہ رجعت" کی نفی ہوتی ہے، لہٰذا اثنا عشری ائمہ اور ان کے "مخالفین خاص" کے اس دنیا ہی میں دوبارہ زندہ کئے جانے اور دو دو کے بجائے کل تین تین زندگیاں عطا کئے جانے کی تائید میں حاشیہ میں صفدر نجفی فرماتے ہیں:۔

"موضوع رجعت کی وجہ سے اس مسئلے پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، کیونکہ رجعت اول تو ایک مخصوص طبقہ کے لئے ہے، اس میں عمومیت نہیں ہے جب کہ زیر نظر آیت ایک حکم کلی بیان کر رہی ہے۔ پھر تناسخ میں اجسام اور ان کے اجزاء الگ الگ ہوتے ہیں۔ جب کہ رجعت میں ایسا نہیں ہے"۔

(تفسیر نمونہ اردو ترجمہ از سید صفدر نجفی، جلد اول، ص 149، حاشیہ 1)۔

اس عجیب و غریب غیر اسلامی نظریہ رجعت کے ساتھ ساتھ آدم علیہ السلام کے انسان اول ہونے میں بھی شیعہ علماء نے شک و شبہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ عقیدہ رجعت کی طرح قرآن مجید کی واضح آیات کے منافی شیعہ تشریحات کی واضح دلیل ہے۔

تفسیر نمونہ کے مذکورہ دس ایرانی اثنا عشری مصنفین نے اپنی اس عظیم الشان مشترکہ تفسیر میں سورۃ النساء کی پہلی آیت اور اس کا ترجمہ یوں درج کیا ہے:۔

"یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا و بث منھما رجالا کثیرا و نساء۔ (النساء:1)۔

اے لوگو اپنے پالنے والے سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک ہی انسان سے پیدا کیا اور

اس کی بیوی کو بھی اس کی جنس سے تخلیق فرمایا' اور ان دونوں سے ان گنت مرد اور عورتیں (روئے زمین پر) پھیلادیں"۔

اس تفسیر نمونہ میں "حضرت آدم کے بچوں کی شادیاں کس طرح ہوئیں" کے زیر عنوان لکھا ہے' کہ احادیث ائمہ کے مطابق اس وقت حکم حرمت نہ ہونے کی بناء پر شادیاں آپس میں ہوئیں' جبکہ بعض شیعہ احادیث کے مطابق شادیاں آپس میں نہیں ہوئی تھیں۔ لہٰذا اختلاف احادیث کی بنا پر اگر ان احادیث کو ترجیح دی جائے جو قرآنی آیت سے مطابقت رکھتی ہیں تو ماننا پڑے گا کہ شادیاں آپس میں ہوئی تھیں۔ اس کے بعد اس عظیم تفسیر کے اثنا عشری مصنفین فرماتے ہیں:

"یہاں ایک احتمال اور بھی ہے کہ یہ سوچا جائے کہ حضرت آدم کے بیٹوں نے اپنے سے پہلے بچے کھچے انسانوں میں شادیاں کی ہوں' کیونکہ بعض روایات کے لحاظ سے حضرت آدم روئے زمین کے پہلے انسان نہ تھے۔ آج کا عملی مطالعہ بھی بتاتا ہے کہ نوع انسانی تقریباً چند ملین سال پہلے کرہ زمین پر زندگی بسر کرتی تھی' جبکہ حضرت آدم کی تاریخ پیدائش سے لے کر اب تک کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ بناء بریں ہمیں یہ مان لینا چاہئے کہ حضرت آدم سے پہلے بھی دوسرے انسان زمین پر رہتے تھے جو ان کی پیدائش کے وقت ختم ہو رہے تھے' تو اس امر میں کیا رکاوٹ ہے کہ حضرت آدم کے بیٹوں نے اپنے سے پہلے باقی رہنے والے لوگوں میں سے کسی ایک کے خاندان میں شادیاں کی ہوں۔

لیکن ہم تحریر کر چکے ہیں کہ یہ احتمال بھی آیہ مندرجہ بالا کی ظاہری صورت کے ساتھ کوئی خاص مناسبت نہیں رکھتا۔ یہ بہت بحث طلب معاملہ ہے' جو تفسیری بحث کی گنجائش سے خارج ہے۔ (تفسیر نمونہ' اردو جلد سوئم' ص 183)

تفسیر کے مترجم مولانا صفدر نجفی دوسرے نظریہ (اولاد آدم کی شادیاں آپس میں نہیں ہوئیں) یا تیسرے نظریہ (شادیاں آدم سے پہلے کے بچے کھچے انسانوں میں ہوئیں) کی تائید کرتے ہوئے قرآنی آیت کے برخلاف فرماتے ہیں:۔

"اجمالی طور پر دوسرے یا تیسرے نظریہ کو ترجیح دینا چاہئے' خصوصاً جبکہ روایات بھی موجود ہوں' مزید بر آں بہن بھائی کی شادی کسی معاشرے میں اچھی نہیں سمجھی جاتی۔ یہاں تک کہ وہ معاشرے جو کسی دین کے پیرو بھی نہیں ہیں۔ آیت بھی نص نہیں ظاہر ہی ہے۔

ادھر موافقت و ممانعت عامہ کا اصول بھی ہے"۔ (سید صفدر نجفی' اردو ترجمہ' تفسیر نمونہ' 184/3 حاشیہ 1' از مترجم)۔

نصوص قرآن کے منافی ان تشریحات و افکار کے ساتھ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام و مرتبہ کے بارے میں عقیدہ رجعت کے حوالے سے بعض افسوس ناک تفصیلات ملاحظہ ہوں:۔

1۔ رسول خدا امام مہدی کی بیعت کریں گے

علامہ باقر مجلسی نے اپنی کتاب "حق الیقین" میں امام باقر سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:۔

"چوں قائم آل محمد صلی اللہ و آلہ وسلم بیرون آید خدا او را یاری کند بملائکہ' و اول کسی کہ با او بیعت کند محمد باشد و بعد از اں علی"۔

(باقر مجلسی' حق الیقین' مطبوعہ ایران' ص 139)۔

ترجمہ :۔ جب قائم آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (یعنی مہدی) ظاہر ہوں گے تو خدا فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد کرے گا اور سب سے پہلے ان سے بیعت کرنے والے محمد ہوں گے اور آپ کے بعد علی ان سے بیعت کریں گے۔

2۔ اثنا عشری امام مہدی مدینہ جا کر ابو بکر و عمر کی لاشیں نکال کر انہیں زندہ کریں گے اور سزا دیں گے۔

عقیدہ رجعت کے حوالے سے امام مہدی کے بارے میں ایک طویل روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مہدی مکہ سے مدینہ جائیں گے' سیدنا ابو بکر و عمر کی لاشیں قبروں سے نکال کر انہیں زندہ کریں گے اور علی کو خلافت سے محروم کرنے اور سیدہ فاطمہ وغیرہ سے بدسلوکی پر عذاب دیں گے' حاضر و موجود لوگوں کے سامنے مہدی صاحب اللہ کے حکم کے مطابق ان دونوں سے قصاص لیں گے۔ پھر ان دونوں کو درخت پر لٹکا کر آگ کو زمین سے نکل کر انہیں جلا کر راکھ کرنے کا حکم دیں گے' اور ہوا کو حکم دیں گے کہ ان کی راکھ کو دریاؤں پر چھڑک دے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔

راوی مفضل امام جعفر صادق سے عرض کرتا ہے کہ کیا یہ ان کا آخری عذاب ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: اے مفضل ہرگز نہیں:۔

"واللہ سید اکبر محمد رسول اللہ و صدیق اکبر امیرالمومنین و فاطمہ زہراء و حسن مجتبیٰ و حسین شہید کربلا و جمیع ائمہ ہدیٰ ہمگی زندہ خواہند شد' و ہرکہ ایمان محض خالص داشتہ و ہرکہ کافر محض بودہ ہمگی زندہ خواہند شد' واز برائے جمیع ائمہ و مومناں ایشاں را عذاب خواہند کرد۔ حتی آنکہ درشبانہ روزے ہزار مرتبہ ایشاں را بکشند و زندہ کنند' پس خدا ہرجاکہ خواہد ایشاں را ببرد و معذب گرداند"۔ (باقر مجلسی' حق الیقین' ص 145' در بیان رجعت)۔

ترجمہ :۔ خدا کی قسم سید اکبر محمد رسول اللہ اور صدیق اکبر امیرالمؤمنین (علی) و فاطمہ زہرا اور حسن مجتبیٰ و حسین شہید کربلا و تمام ائمہ ہدایت سب زندہ ہوں گے۔ اور جو خالص مومن ہوں گے اور جو خالص کافر ہوں گے' سب زندہ کئے جائیں گے۔ اور تمام ائمہ اور تمام مومنین کے حساب میں ان دونوں کو عذاب دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ دن رات میں ان کو ہزار مرتبہ مار ڈالا جائے گا اور زندہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد خدا جہاں چاہے گا ان کو لے جائے گا اور عذاب دیتا رہے گا۔

3۔ امام مہدی سیدہ عائشہ ام المؤمنین کو زندہ کرکے سزا دیں گے۔

اسی "حق الیقین" میں علامہ باقر مجلسی نے ابن بابویہ کی "علل الشرائع" کے حوالہ سے امام باقر ہی کی روایت نقل کی ہے کہ:۔

چوں قائم ماظاہر شود عائشہ را زندہ کند تابر اوحد بزند وانتقام فاطمہ ماازو بکشد"۔
(باقر مجلسی' حق الیقین' ص 139)۔

ترجمہ :۔ جب ہمارے قائم (یعنی مہدی) ظاہر ہوں گے تو (معاذ اللہ) عائشہ کو زندہ کرکے ان کو سزا دیں گے اور ہماری فاطمہ کا انتقام ان سے لیں گے۔

4۔ امام غائب کافروں سے پہلے اہل سنت کو قتل کریں گے۔

انہی علامہ مجلسی کی اسی کتاب حق الیقین میں اسی سلسلہ کی ایک روایت ہے:۔

"وقتیکہ قائم علیہ السلام ظاہر می شود پیش از کفار ابتداء بہ سنیاں خواہد کرد' باعلماء ایشاں و ایشاں راخواہد کشت"۔
(باقر مجلسی' حق الیقین و ایرانی انقلاب' ص 180)۔

ترجمہ :۔ جس وقت قائم (مہدی) علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو وہ کفار سے پہلے سنیوں سے ابتدا کریں گے اور انہیں اور ان کے علماء کو قتل کردیں گے۔

ان چند اقتباسات سے شیعہ اثنا عشریہ کے کافرانہ عقیدہ رجعت اور اس کے حوالہ سے صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم (سیدنا ابوبکر و عمر و سیدہ عائشہ ام المؤمنین وغیرہ) نیز امت مسلمہ کے بارے میں اثنا عشریہ کے زہریلے افکار کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

د۔ بداء

بدا سے مراد یہ اثنا عشری عقیدہ ہے کہ بعض دفعہ اللہ تعالی کوئی فیصلہ کرتا ہے، مگر پھر اس کے سامنے کوئی نئی صورت حال آتی ہے جو (معاذاللہ) پہلے اس کے سامنے نہ تھی۔ لہٰذا نئے حالات میں وہ سابقہ فیصلہ بدل کر نیا فیصلہ کرتا ہے۔

عقیدہ بدا کا پس منظر بیان کرتے ہوئے شیعہ عالم ڈاکٹر موسی الموسوی لکھتے ہیں:۔

"شیعہ امامیہ کے عقیدہ کے مطابق امامت بالترتیب باپ سے بڑے بیٹے کی طرف منتقل ہوتی رہی، البتہ امام حسن و حسین اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔ امام حسن کے بعد ان کے بڑے بیٹے کی بجائے ان کے بھائی حسین کو امامت منتقل ہوئی اور یہ نص حدیث کی وجہ سے ہوا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"الحسن و الحسین امامان قعدا او قاما" (حسن و حسین قیام و قعود ہر حال میں امام ہیں)۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ اسماعیل جو شیعہ کے چھٹے امام جعفر صادق کے بیٹے تھے، اپنے باپ کی زندگی میں وفات پاگئے تو امامت ان کے بھائی موسی بن جعفر کو منتقل ہوئی جو امام کے چھوٹے بیٹے تھے۔ امامت جو منصب الٰہی ہے کے سلسلہ میں تبدیلی کو "بداء" کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالی کو نئی صورت حال پیدا ہونے کے بعد اس کا علم ہوتا ہے، ان نئی معلومات کے بموجب امامت اسماعیل بن جعفر سے موسی بن جعفر کو منتقل ہوئی اور پھر ان کی اولاد میں جاری رہی، طبعی طریق کار تو یہ ہے کہ باپ کے بعد اس کے بڑے بیٹے کو منصب امامت حاصل ہو"۔

(ڈاکٹر موسی موسوی، الشیعہ والتصحیح، اردو ترجمہ بنام اصلاح شیعہ، از ابو مسعود آل امام، مطبوعہ پاکستان، 1990ء ص 253۔254)۔

ڈاکٹر موسوی مزید فرماتے ہیں:

"مذہب اسماعیلی کی رو سے ارادہ الٰہی کے عین مطابق سلسلہ امامت جاری و ساری تھا اور زمانی تسلسل کے ساتھ علی، اولاد علی اور ان کی نسل میں رواں تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ باپ امام کو جانشین امام کی تعیین میں مداخلت کا کوئی حق نہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالی کے ارادے سے معین ہوتا ہے۔ جب شرعی وارث وفات پاگیا تھا تو اس کے باپ امام صادق کو یہ

حق حاصل نہ تھا کہ اپنے چھوٹے صاحبزادے موسی کو امام نامزد کرتے بلکہ (حسب قاعدہ) امامت بڑے بیٹے اسماعیل کو منتقل ہونا تھی۔ شیعہ نے بھی چونکہ نظریہ امامت الٰہیہ کو اسی صورت میں اپنایا تو اس فکری بحران کا حل انہوں نے یہ نکالا کہ نظریہ "بدا" پیش کردیا تاکہ اسماعیل بن جعفر کی بجائے موسی بن جعفر کی طرف انتقال امامت کی ذمہ داری امام جعفر صادق کی بجائے اللہ تعالی پر ڈال دی جائے اور ساتھ ہی اسماعیلی عقیدہ غلط ثابت ہوجائے۔ جیسا کہ سبھی جانتے ہیں کہ اسماعیلیوں کے نزدیک آج تک امامت ان میں جاری ہے۔ ان کے نزدیک امام حاضر، زندہ اور خانوادہ اسماعیل بن جعفر کا فرد ہوتا ہے۔ وہ اس طرز فکر سے انگشت برابر ادھر ادھر نہیں ہوتے، جس کی ان کے مذہب نے ان کو تعلیم دی تھی"۔

(ڈاکٹر موسی موسوی، مذہب شیعہ، ص 255)۔

چونکہ اہل تشیع کے اپنے اصول کے مطابق باپ کے بعد بیٹا امام بنتا ہے اور اسماعیل بن جعفر کی وفات کے بعد ان کی اولاد میں نسل در نسل انتقال امامت کا اسماعیلی سلسلہ شیعہ اصول کی رو سے درست قرار پاتا ہے۔ لہٰذا شیعہ اسماعیلیہ کے سلسلہ امامت کو غلط ثابت کرنے اور امام جعفر صادق کی جانب سے موسی الکاظم کو امامت کی منتقلی کو درست ثابت کرنے کے لئے عقیدہ "بداء" کا سہارا لیا گیا اور چونکہ شیعہ عقائد کے مطابق امام معصوم عن الخطاء ہوتا ہے، لہٰذا تقرر امام کے سلسلے میں بظاہر امام کی جو غلطی نظر آتی ہے، اس سے امام کو بچانے کے لئے اللہ تعالی کی طرف منسوب کردیا گیا ہے، کہ معاذاللہ، یہ سب کیا دھرا اللہ تعالی کا ہے۔ اس کے سامنے جب اسماعیل بن جعفر کی وفات کی صورت آئی جو پہلے اس کے سامنے نہ تھی تو اسے اپنے سابقہ اصول اور فیصلے کو تبدیل کرکے باپ کے بعد بیٹے کے بجائے اسماعیل بن جعفر کی وفات کی وجہ سے چھوٹے بھائی موسی بن جعفر کو انتقال امامت کا فیصلہ کرنا پڑا۔ اس طرح اگرچہ قدرت و سلطان الٰہی اور اللہ کے عالم الغیب ہونے میں طعنہ زنی کرنا پڑی۔ مگر امام جعفر کی عصمت مجروح ہونے سے بچ گئی اور ساتھ ہی شیعہ اسماعیلیہ کا باطل ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ حتی کہ اس سلسلے میں اصول کافی، باب البداء میں موسی الکاظم کے فرزند اور اثنا عشریہ کے آٹھویں امام علی رضا سے یہ قول منسوب ہے کہ:۔

"ما بعث اللہ نبیا قط الا بتحریم الخمر و ان یقر للہ بالبدا"۔ (اصول الکافی، باب البداء)۔

ترجمہ :۔ اللہ نے کبھی بھی کوئی نبی نہیں بھیجا' مگر شراب کی تحریم اور اللہ کے لئے بداء کے اقرار کے حکم کے ساتھ۔

ان اشارات سے یہ نتیجہ بخوبی نکالا جاسکتا ہے کہ شیعہ امامیہ کا عقیدہ بداء پر ایمان نہ صرف ان کے کفر کی بین دلیل ہے بلکہ اس سے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی توہین کے بھی مرتکب قرار پاتے ہیں۔

فتاویٰ تکفیر شیعہ بحوالہ تقیہ' متعہ' رجعت' بداء۔

1۔ سیدنا عبدالقادر جیلانی (م 561ھ)۔

غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی' گمراہ فرقوں کے عقائد بیان فرماتے ہوئے دیگر عقائد شیعہ کے ہمراہ شیعوں کے عقیدہ رجعت و تقیہ کا بھی ذکر فرماتے ہیں:۔

"ومن قولھم ان للامام ان یقول لست بامام فی حال التقیۃ' وان الاموات یرجعون الی الدنیا قبل یوم الحساب"۔

(عبدالقادر الجیلانی' غنیۃ الطالبین' فصل فی الفرق الضالۃ عن طریق الھدی' ص 156۔157)۔

ترجمہ: اور ان (شیعوں) کے گمراہ کن عقائد میں سے یہ بھی ہے کہ تقیہ کی حالت میں امام کہہ دے کہ میں امام نہیں ہوں۔

اور یہ بھی کہ وفات پاجانے والے یوم حساب سے پہلے دنیا میں واپس آئیں گے۔

2۔ فتاویٰ عالمگیری در زمان اورنگ زیب (م 1118ھ / 1707ء

فتاویٰ عالمگیری جو اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں دو سو سے زائد جلیل القدر علماء و فقہاء کا مرتب کردہ فقہ حنفی کا عظیم الشان مجموعہ فتاویٰ ہے' اس میں شیعوں کو کافر قرار دینے کے لئے دیگر وجوہ کفر کے علاوہ ان کے عقیدہ رجعت کو بھی سبب تکفیر قرار دیا گیا ہے:۔

"ویجب اکفار الروافض بقولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا و بتناسخ الارواح بانتقال روح الالٰہ الی الائمۃ۔ وبقولھم فی خروج امام باطن"۔

(فتاویٰ عالمگیری' جلد دوم' ص 283)۔

ترجمہ : روافض (شیعوں) کو ان کے اس عقیدے کی بنا پر بھی کافر قرار دینا واجب ہے کہ فوت شدگان دنیا میں زندہ ہو کر واپس آئیں گے۔ نیز ان کے عقیدہ تناسخ کی وجہ سے بھی جس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی روح ائمہ کی طرف منتقل ہو گئی' اور ان کے اس قول کی بنا پر بھی کہ ایک غائب امام ظاہر ہو گا' تکفیر لازم ہے۔

3۔ پیر طریقت سید مہر علی شاہ حسنی چشتی (م 1356ھ / 1937ء)۔

ایک سائل نے پیر مہر علی شاہ صاحب (رح) سے پوچھا کہ تقیہ جو اہل تشیع کا مذہب ہے کیا یہ اہل سنت و الجماعت کے نزدیک بھی تسلیم شدہ ہے' یا نہیں؟ اگر نہیں تو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غار ثور میں چھپ کر تقیہ فرمایا تھا؟

اس کے جواب میں آپ نے فتوی ارشاد فرمایا کہ:۔

"تقیہ عند اہل سنت غیر مسلم و در غار تقیہ نبود۔ چہ تقیہ عبارت است از اخفائے چیزے کہ امر کردہ شدہ است بہ تبلیغ آں را۔ نہ از مختفی و پوشیدہ شدن شخص، بلکہ ایں اختفاء و پوشیدگی در غار برائے ہجرت و اظہار ماامر بتبلیغہ بود۔ فی الجملہ تقیہ شیعہ بداں ماند کہ شخصے را قاضی و فیصلہ کنندہ گردانند، و معہذا مامور باشد بہ خاموشی و عدم تکلم۔ و فساد ایں معنی بر ہر ذی بصیرت پیدا و ہویدا است۔ والسلام۔ الراقم: داعی مہر علی شاہ' از گولڑہ بقلم خود"۔

(ملفوظات مہریہ' ص 114 باہتمام سیدنا غلام معین الدین شاہ صاحب' مطبع پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز' لاہور' جولائی 1974ء)۔

ترجمہ: اہل سنت کے نزدیک تقیہ قابل تسلیم نہیں۔ غار میں تقیہ نہیں کیا گیا تھا' کیونکہ تقیہ کا مطلب ہے ایسی چیز کا چھپانا جس کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو۔ کسی انسان کے خود پوشیدہ ہوجانے کو تقیہ نہیں کہا جاتا' بلکہ غار میں حضور علیہ السلام کا مخفی اور پوشیدہ رہنا ہجرت کی خاطر اور اس امر کے اظہار کے پیش نظر تھا جس کی تبلیغ کا آپ کو حکم دیا گیا۔

المختصر شیعوں کے تقیہ کی مثال یوں ہے جیسے کسی شخص کو قاضی اور فیصلہ کنندہ مقرر کیا جائے اور ساتھ ہی اسے خاموش رہنے اور زبان نہ کھولنے کا حکم بھی دے دیا جائے۔ پس اس مفہوم تقیہ کا فساد ہر صاحب بصیرت پر ظاہر اور واضح ہے۔

4۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی (م 1362ھ / 1943ء)۔

علمائے دیوبند کے مشہور فتوی تکفیر اثنا عشریہ بربنائے عقیدہ تحریف قرآن مرتبہ مولانا عبدالشکور فاروقی کے حوالے سے مولانا عبدالماجد دریابادی کے ایک سوال کے جواب میں کہ بعض شیعوں کا وہ عقیدہ نہیں جس کی بنا پر تکفیر کی گئی ہے مولانا تھانوی' تقیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:۔

"ایسے استثناؤں سے قانونی حکم نہیں بدلتا ہے۔ حرمت نکاح اور حرمت ذبیحہ احکام قانونی ہیں' اس پر بھی جاری ہوں گے۔ خصوص جب تقیہ کا بھی شبہ ہو تو خواہ سوء ظن نہ کریں مگر احتیاطاً عمل تو سوء ظن ہی ایسا ہو گا"۔

(بحوالہ متفقہ فیصلہ' مرتبہ مولانا منظور نعمانی' حصہ اول' ضمیمہ' ص 175)۔

5۔ پیر طریقت علامہ قمرالدین سیالوی چشتی (م 1401ھ / 1981ء)۔

پیر طریقت علامہ قمرالدین سیالوی چشتی' بانی صدر جمعیت العلماء' پاکستان' اہل تشیع کے "تقیہ" کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"اس مذہب کا سب سے بڑا مسئلہ جو انہیں ہر جگہ کام آتا ہے تقیہ ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم نے بھی تقیہ کیا' حضرت علی نے بھی تقیہ کیا' آئمہ اطہار نے بھی تقیہ کیا۔ (معاذاللہ ثم معاذاللہ)۔

زرارہ ہی سے ایک روایت ہے' کہتا ہے: میں نے امام صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا اور بیٹھ گیا۔ دوسرا شخص آیا' اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب نے جو مجھے جواب دیا تھا' دوسرے آدمی کو اس کے برعکس فرمایا۔ میں نے پوچھا: کیا وجہ ہے مجھے تو اس کا جواب اس طرح دیا ہے اور اس کو اس کے خلاف؟ تو امام صاحب نے فرمایا: تم پر خدا کی لعنت ہو تم ایسے اعتراضات کیوں کرتے ہو۔ ہمیں تو اللہ تعالی نے اجازت دی ہے کہ ایک ایک بات کے متعلق سات سات جھوٹ بولیں۔ (معاذاللہ)"۔

(انوار قمریہ' مؤلفہ قاری غلام احمد' ص 374' مطبوعہ لاہور' طبع اول اپریل 1991ء)۔

علامہ سیالوی شیعوں کے مسئلہ متعہ کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"ان کی کتابوں میں متعہ کا بیان ایسا گندہ اور غلیظ نفسانی خواہشات کے ماتحت ہے جو اہل اسلام تو درکنار غیرت مند کفار بھی پسند نہیں کرتے۔ دیکھیں ان کی کتاب الاستبصار' ص 76 تا 83' ج 3"۔ (قاری غلام احمد' انوار قمریہ' ص 371)۔

شیعہ عقیدہ "بداء" کے حوالے سے فرماتے ہیں:۔

"شیعہ کی کتابوں میں ہے کہ خدا بھی بھول جاتا ہے' جس طرح یہودیوں نے تورات میں لکھا ہے کہ خدا مخلوق کو پیدا کر کے پچھتایا اور دلگیر ہوا۔ (معاذاللہ)"۔

(قاری غلام احمد' انوار قمریہ' ص 372)۔

6۔ دارالعلوم حزب الاحناف' لاہور۔

"جو لوگ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کو منافق مانتے ہیں اور قرآن کریم کو غیر صحیح سمجھتے ہیں اور متعہ کو جائز خیال کرتے ہیں' ایسے لوگوں کو غیر مسلم اقلیت ٹھہرانا ضروری ہے۔ ان کو مسلمان ماننا غلطی ہے۔

احقر العباد:۔ محمد رمضان، مفتی دار العلوم حزب الاحناف"۔

(بحوالہ قاری اظہر ندیم "کیا شیعہ مسلمان ہیں؟" ص 284)۔

7۔ دار العلوم فاروقیہ، کاکوری، لکھنؤ۔

مولانا عبد العلی فاروقی عقیدہ تحریف قرآن، عقیدہ امامت نیز انکار خلافت شیخین و تکفیر و تفسیق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بناء پر شیعوں کو کافر قرار دیتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:۔

"مندرجہ بالا تین وجوہ کفر کے علاوہ قذف حضرت عائشہ صدیقہ اور حرام خداوندی کو حلال قرار دینا، مثلاً زنا کو متعہ کے عنوان سے اور کذب کو تقیہ کے عنوان سے، یہ جرائم بھی ان کی تکفیر کے لئے کافی ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم و حکمہ احکم۔

عبد العلی فاروقی عفا اللہ عنہ۔

مع تائید و تصدیق:۔

مولانا فضل الرحمن قاسمی، مولانا شبیر احمد،

مولانا محمد شفیع قاسمی، مولانا عبد الحلیم،

مولانا عبد الولی فاروقی، مولانا عبد المنان قاسمی۔

(بحوالہ متفقہ فیصلہ، مرتبہ مولانا منظور نعمانی، حصہ اول، ص 130)۔

8۔ دار الافتاء والارشاد کراچی۔

عقیدہ تحریف قرآن و امامت وغیرہ کی بنا پر تکفیر شیعہ کرتے ہوئے رئیس دار الافتاء فرماتے ہیں:۔

"شیعہ کا کفر دوسرے کفار سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس لئے کہ یہ بطور تقیہ مسلمانوں میں گھس کر ان کی دنیا و آخرت دونوں برباد کرنے کی تگ و دو میں ہر وقت مصروف کار رہتے ہیں، اور اس میں کامیاب بھی ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب اہل اسلام کو ان کا دجل و فریب سمجھنے کی فہم عطاء فرمائیں اور ان کے شر سے حفاظت فرمائیں۔

ان کے مذہب کی تفصیل میری کتاب "حقیقت شیعہ" میں ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم:۔

رشید احمد، رئیس دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی، 11 صفر، 1407ھ۔

تصدیق: مولانا عبد الرحیم، نائب مفتی، 16 صفر 1407ھ۔

(بحوالہ متفقہ فیصلہ، جلد اول، ص 165)۔

9۔ دار الافتاء، جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

اصول کافی اور دیگر شیعہ کتب کے حوالے سے عقیدہ تحریف قرآن کی بناء پر تکفیر شیعہ کرتے ہوئے محترم مفتی ممتاز احمد آخر میں "تقیہ" کے حوالہ سے فرماتے ہیں:۔

"اقرار کا اعتبار اس لئے نہیں کہ تقیہ ان کے یہاں عبادت ہے۔ پس اقرار پر کیسے اعتبار کیا جائے"۔ واللہ اعلم:۔

مفتی ممتاز۔ دار الافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور۔

الجواب صحیح: محمد مالک کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور۔

(بحوالہ متفقہ فیصلہ، حصہ اول، ص 194)۔

10۔ جامعہ حسینیہ، عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔

عقیدہ تحریف قرآن، عقیدہ امامت، انکار خلافت و عقیدہ ارتداد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و قذف ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وغیرہ مختلف وجوہ کفر شیعہ بیان کرنے کے علاوہ مولانا مفتی شمس الدین قاسمی ناظم عمومی جمعیت علماء اسلام، بنگلہ دیش عقیدہ رجعت کے حوالے سے فرماتے ہیں:۔

"نیز یہ لوگ رجعت ارواح کے قائل ہیں، حالانکہ یہ ایک سراسر فاسد اور باطل عقیدہ ہے، اور تمام اکابر علماء امت کا اجماع ہے کہ کوئی شخص مرنے کے بعد اس دنیا میں دوبارہ واپس نہیں آئے گا"۔

شیعہ اثنا عشریہ کا مشہور عقیدہ ہے کہ ظہور امام مہدی کے بعد سب سے پہلے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاتھ پر بیعت ہوں گے۔ نیز امام مہدی، حضرات شیخین ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کو سزا دیں گے، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر حد جاری کریں گے۔ ان کا یہ عقیدہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف توہین بھی ہے، اور آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت صدیقہ کی شان میں شدید گستاخی بھی جو یقیناً حضور کے لئے باعث ایذاء ہے۔

بہر حال مذکورہ بالا کفریہ عقائد کی بناء پر فرقہ اثنا عشریہ اور ان کے قائد روح اللہ خمینی کے کفر و ارتداد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے میں کسی شک و شبہ و تاویل کی گنجائش نہیں

ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ: شمس الدین قاسمی غفرلہ۔ (19 رجب المرجب 1408ھ)۔

مہتمم جامعہ حسینیہ عرض آباد' میرپور ڈھاکہ و ناظم عمومی جمیعت علماء اسلام' بنگلہ دیش"۔

(مع ڈیڑھ سو سے زائد تصدیقات علماء و مفتیان بنگلہ دیش)۔

(بحوالہ متفقہ فیصلہ' حصہ دوم' ص 97' نیز مکمل فتوی و تصدیقات کے لئے ملاحظہ ہو' ص 94 تا 102)۔

11۔ مولانا عبدالستار تونسوی' صدر تنظیم اہل سنت پاکستان۔

"شیعی رافضیوں کا کفر بربناء عقیدہ تحریف قرآن محل تردد نہیں۔ اس کے علاوہ کچھ دوسرے وجوہ کفر بھی ہیں' مثلاً عقیدہ بدا' قذف ام المئومنین وغیرہ۔ اس لئے ان کے کفر میں کوئی شک نہیں:۔

(فتوی مولانا عبدالستار تونسوی بحوالہ "کیا شیعہ مسلمان ہیں" تالیف اظہر ندیم' ص)۔

12۔ دارالافتاء' جامعہ فاروقیہ' کراچی۔

عقیدہ تحریف قرآن وغیرہ کی بنا پر تکفیر شیعہ کے علاوہ عقیدہ بداء کے حوالے سے مفتی محمد عبداللہ بلتستانی فرماتے ہیں:۔

"دوسرا کفر۔ عقیدہ بداء۔ خدا تعالی کو بداء ہو جایا کرتا ہے۔ یعنی علم الہی میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالی عواقب امور سے جاہل ہیں۔ (معاذ اللہ) اور یہ صراحتہ کفر ہے۔ مصنف "اصول کافی" نے ائمہ معصومین کی متعدد روایات پیش کی ہیں بلکہ اس عنوان کا باب قائم کیا ہے۔ "باب البداء" اور امام علی رضا کے منہ سے یہ الفاظ بھی کہلوائے ہیں:۔

مابعث الله نبیا قط الا بتحریم الخمر وان یقر لله بالبداء۔

اللہ تعالی نے کبھی کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر تحریم خمر اور اقرار بالبداء کے ساتھ۔ (اصول کافی' ص 86)۔

مفتی محمد عبداللہ بلتستانی۔ مع تصدیق مفتی نظام الدین شامزی"۔

(متفقہ فیصلہ' مرتبہ مولانا منظور نعمانی' مطبوعہ لاہور' حصہ اول' ص 186' ضمیمہ 2)۔

باب ششم

ارکانِ اسلام

6۔ ارکان اسلام

امت مسلمہ کے نزدیک کلمہ' نماز' روزہ' حج اور زکوۃ پانچ بنیادی ارکان اسلام ہیں۔ شیعہ اثنا عشریہ کی فقہ جعفری میں ان پانچوں ارکان کی فقہی تفصیلات کے مطالعہ سے یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ کلمہ' وضو' اذان' نماز' روزہ' حج' زکوۃ اور خمس وغیرہ میں بھی امت مسلمہ سے علیحدہ ہیں اور انہوں نے ارکان و عبادات اسلام میں ایسی تحریف و تبدیلی کی ہے جس کی جسارت بہت سے غیر اثنا عشری شیعہ فرقے بھی نہیں کرسکے۔ اس تمام تر کافرانہ و فاسقانہ تحریف و تبدیلی سے شیعہ زیدیہ وغیرہ بھی بالعموم اتفاق نہ کرتے ہوئے اصل روایات اہل بیت کی رو سے اہل سنت والجماعت کے فقہی مسالک کی تائید کرتے ہیں۔ نیز ان تفصیلات کا مختصر مطالعہ شیعہ اثنا عشریہ کی جانب سے فقہ اہل سنت و شیعہ زیدیہ وغیرہ کے مقابلے میں فقہ جعفری کے نام سے تحریف و تبدیلی کی تفصیلات سامنے لانے کا باعث ہوگا' اور ان تعلیم یافتہ حضرات کو مزید دعوت غور و فکر دے گا جن کی وسیع المشربی علمی و دینی ناواقفیت اور عقائد اسلام واثنا عشریہ جعفریہ سے بے خبری پر مبنی ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ ان فقہی تفصیلات کے اندراج کا بنیادی مقصد تقابلی معلومات فراہم کرنا ہے۔ لہٰذا باقاعدہ فتاوی کے اندراج سے بالعموم اس باب میں اجتناب کیا گیا ہے۔ اللہ کرے کہ ان تفصیلات کو پڑھ کر اہل تشیع بالخصوص شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کے ساتھ ازدواجی و دیگر اسلامی تعلقات کے حوالے سے نرم گوشہ رکھنے والے اہل سنت کم از کم اس بات کے ہی قائل ہوجائیں کہ اہل سنت اور شیعہ اثنا عشریہ کے درمیان عبادات و فقہی اختلافات کی خلیج بھی بہت گہری اور خوفناک ہے۔ لہٰذا شیعوں کے ساتھ نکاح و ازدواج کے تعلقات قائم کرنا ذہنی و عملی تباہی اور متوقع خاندان کی بربادی کا باعث ہے۔ محسن اہل سنت مولانا منظور نعمانی شیعہ اثنا عشریہ کے عقیدہ تحریف قرآن' عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ و انکار خلافت شیخین و تکفیر و توہین صحابہ وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

"اثنا عشریہ کا حال یہ ہے کہ مذکورہ بالا موجب کفر عقائد کے علاوہ ان کا کلمہ الگ ہے' وضو الگ ہے' ان کی اذان اور نماز الگ ہے' زکوۃ کے مسائل بھی الگ ہیں' نکاح و طلاق وغیرہ کے مسائل بھی الگ ہیں۔ حتی کہ موت کے بعد کفن دفن اور وراثت کے مسائل بھی الگ ہیں۔ اگر اس کو تفصیل سے لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے"۔

(خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ' جلد اول' ص 196)۔
اس حوالے سے مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی اپنے تفصیلی فتوی میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ:۔
"بغور نظر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ شیعیت اسلام کے مقابلہ میں بالکل ایک الگ اور متوازی مذہب ہے' جس میں کلمہ طیبہ سے لے کر میت کی تجہیز و تکفین تک تمام اصول و فروع' اسلام سے الگ ہیں۔ شیعہ اثنا عشریہ بلاشک و شبہ کافر ہیں"۔ (متفقہ فیصلہ' حصہ اول' ص 154)۔

1۔ کلمہ اسلام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کلمہ امت کو سکھایا اور جس کو پڑھ کر کافر مسلمان ہوتا تھا وہ صرف توحید و رسالت پر مشتمل ہے:۔
"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"۔
دنیا بھر کے مسلمان قرآن و سنت کی رو سے اسی کلمہ کو اساس دین اور رکن اسلام مانتے ہیں۔ مگر فقہ جعفری کی رو سے شیعہ کلمہ اسلام کو درج ذیل شکل دی گئی ہے:۔
"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ علی ولی اللہ' وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلافصل"۔
(تحفتہ العوام' کامل جدید از مولانا منظور حسین نقوی' شیعہ کلمہ)۔
ترجمہ:۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد' اللہ کے رسول ہیں۔ علی اللہ کے ولی' وصی رسول اور آپ کے بلا فاصلہ پہلے خلیفہ ہیں۔
اس کلمہ کا مطلب یہ ہے کہ علی ولایت و سلطنت خدا کے مالک ہیں۔ رسول اللہ نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے کہ بعد از وفات نبی وہ پہلے امام اور ان کے بلا فاصلہ جانشین ہوں گے۔
اس کلمہ کی بنیاد اس شیعہ عقیدہ پر ہے کہ توحید' نبوت اور معاد (قیامت) کے تین متفق علیہ مسلم بنیادی عقائد کی طرح امامت بھی اصول دین میں سے ہے جس پر ایمان لانا اسی طرح مومن کے لئے واجب و لازم ہے جس طرح مذکورہ تین اصول دین پر ایمان لانا لازم ہے' اور عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ علی و آل علی کا انکار اسی طرح خارج از ایمان کرنے

کا باعث ہے جس طرح توحید' نبوت یا قیامت میں سے کسی بنیادی عقیدہ یا اصل دین کا انکار موجب کفر ہے۔ اس شیعہ عقیدہ کی نشاندہی کرتے ہوئے ڈاکٹر موسی موسوی چوتھی صدی کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔
"ان امور میں سے اولین امران آراء کا ظہور تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت حضرت علی کا حق تھا' اور یہ حق نص الہی کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ چند کے علاوہ باقی صحابہ رسول نے ابوبکر کو خلیفہ مقرر کرکے اس کی مخالفت کی۔ جیسا کہ اس زمانے میں چند دیگر آراء کا ظہور ہوا جن کا منشا یہ تھا کہ تکمیل اسلام کے لئے ایمان بالامامت ضروری ہے۔ حتی کہ بعض شیعہ علماء نے تین اصول دین' توحید' نبوت اور معاد کے ساتھ امامت اور عدل کا اضافہ بھی کردیا۔ جب کہ بعض دوسرے علماء کا خیال تھا کہ یہ عقیدہ (امامت و عدل) اصول دین میں سے نہیں بلکہ اصول مذہب میں سے ہے"۔
(ڈاکٹر موسی موسوی' الشیعہ والتصحیح' اردو ترجمہ بنام اصلاح شیعہ' ص 21)۔
برصغیر کے معروف شیعہ عالم مجتہد العصر علامہ سید علی نقی نقوی لکھنوی' جعفری اثنا عشری عقیدہ کے مطابق اصول دین بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔
"اصول دین:۔ (1) توحید (2) عدل (3) نبوت (4) امامت (5) معاد"۔
(علی نقی النقوی' مذہب شیعہ ایک نظر میں' ص 4' مطبوعہ امامیہ مشن پاکستان ٹرسٹ' لاہور' ضمیمہ پیام عمل' مارچ 1969ء)۔
امامت کو اصول دین میں سے ماننے کا براہ راست لازمی و منطقی نتیجہ یہ ہے کہ جو مسلمان' امام و خلیفہ اول و دوئم و سوئم سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنھم کے بجائے سیدنا علی کو حکم خداوندی کی بناء پر مقرر شدہ (منصوص من اللہ) و معصوم عن الخطا پہلا امام اور خلیفہ بلا فصل نہیں مانتا' وہ اسی طرح دائرہ ایمان سے خارج قرار پاتا ہے جس طرح توحید' رسالت یا قیامت میں سے کسی ایک اصل دین کا منکر غیر مومن اور کافر ہے۔
لہذا اس عقیدہ کی رو سے جو جزو کلمہ و اساس مذہب شیعہ ہے' ایک لاکھ سے زائد (ننانوے فیصد) وہ تمام صحابہ کرام منکرین امامت قرار پاتے ہیں جنہوں نے نہ تو سیدنا علی کو اللہ کا مقرر کردہ پہلا امام و خلیفہ تسلیم کیا نہ ان کے حق میں نبی کی کسی ایسی وصیت کا اقرار کیا جو علی کو صراحت کے ساتھ پہلا امام و خلیفہ رسول قرار دیتی ہو' اور نہ ہی انہیں شیعہ عقیدہ

کے مطابق "ولی اللہ" اس شرح کے حوالے سے تسلیم کیا کہ وہ پوری کائنات کی سلطنت کے
والی و حاکم نیز اقتدار سیاسی و مذہبی کے اللہ کی جانب سے مقرر شدہ مالک و امام اول اور خلافت
کے اولین حق دار ہیں، بلکہ ان کے نزدیک عمومی مفہوم کے لحاظ سے علی بھی اللہ رسول کے
اسی طرح دوست اور ولی ہیں جس طرح ابوبکر و عمر و عثمان وغیرھم، اللہ رسول کے دوست اور
ولی ہیں، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے امامت نماز کی وصیت و تلقین کی بناء
پر سیدنا ابوبکر امت کے نزدیک وصی رسول ہیں اور اس کی روشنی میں تمام صحابہ کرام نے
سیدنا ابوبکر کو مشاورت و اجماع کے ذریعے امام اول و خلیفہ بلا فصل منتخب کیا۔ ان کے بعد
سیدنا عمر و عثمان و علی بالترتیب امام و خلیفہ دوم و سوم و چہارم قرار پائے، اور حدیث غدیر خم
(من کنت مولاہ فعلی مولاہ الخ) کا علماء اہل سنت کے نزدیک امامت و خلافت سے قطعاً کوئی
تعلق نہیں، بلکہ اس کا سیدھا اور صاف مطلب یہ ہے کہ (جس کا میں دوست ہوں اس کے
علی بھی دوست ہیں)۔ اس شیعی عقیدہ و کلمہ کی رو سے دنیا بھر کے نوے فیصد سے زائد
مسلمان جو چودہ صدیوں سے عقیدہ اہل سنت کے حامل ہیں، شیعہ مفہوم کے مطابق منکرین
اصل دین (امامت) قرار پاتے ہیں اور دائرہ ایمان سے اسی طرح خارج ہیں جس طرح توحید،
رسالت یا قیامت کا انکار کرنے والا خارج ہے۔

اس عقیدہ و کلمہ کے نتیجے میں چونکہ شیعہ اثنا عشریہ نے امام علی سمیت بارہ اماموں کو
منصوص من اللہ و معصوم عن الخطا آئمہ و خلفائے اسلام قرار دیا، جن کی امامت و خلافت الہیہ
کو تسلیم کرنا دیگر اصولوں کی طرح واجب و لازم ہے، لہٰذا بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و
معصومہ افضل من النبوۃ کو تسلیم نہ کرنے والے تمام شیعہ فرقے جو شیعہ اثنا عشریہ سے
علیحدہ ہیں (مثلاً کیسانیہ، زیدیہ، اسماعیلیہ، نوربخشیہ وغیرہ) وہ بھی ائمہ اثنا عشر کی امامت کی اصل
دین کے منکر اور دائرہ ایمان سے شیعہ ہونے کے باوجود خارج قرار پاتے ہیں۔ یا اثنا عشری
عقیدہ کی رو سے سورۃ الحجرات کی ایک آیت کی غلط تاویل کے حوالے سے اہل سنت نیز غیر
اثنا عشری شیعہ فرقوں کو قلبی ایمان سے خالی اور ظاہری دائرہ اسلام میں داخل قرار دیا جاتا
ہے:۔

**"قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل
الایمان فی قلوبکم"۔**

ترجمہ:۔ بدوؤں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے،
بلکہ یوں کہو کہ ہم نے اطاعت قبول کی، کیونکہ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں
ہوا۔

اسی بناء پر شیعہ اثنا عشریہ اپنے آپ کو مومن اور دیگر فرقوں کو ناقص الایمان مسلمین
(ظاہری اطاعت کرنے والے دل میں ایمان بر امامت کے بغیر) یا خود کو مومن و مسلم کامل اور
دیگر فرقوں کو بظاہر مسلم اور بباطن ناقص یا محروم الایمان تصور کرتے ہیں۔

چونکہ تقیہ (اپنا اصل عقیدہ چھپانا) شیعہ مذہب جعفری میں اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے،
لہٰذا حسب ضرورت اہل سنت اور غیر اثنا عشری شیعہ فرقوں سے تعلق رکھنے والوں کے
سامنے جعفریہ اثنا عشریہ انہیں مسلمان حتی کہ مومن بھی بظاہر تسلیم کرلیتے ہیں، مگر اپنے
عقیدہ و کلمہ کی رو سے ایسا ہرگز نہیں سمجھتے، کیونکہ اس طرح ان کے عقیدہ و مذہب کی بنیاد
اور امتیازی تشخص ہی ختم ہوجاتا ہے۔

عقیدہ امامت کو اصول دین میں شامل کرنے کی انہی پیچیدگیوں کے پیش نظر بعض شیعہ
فرقوں نے اور خود اثنا عشریہ کے بعض علماء نے عقیدہ امامت کی متفرق تشریحات کی ہیں، مگر
کوئی قابل قبول متفقہ حل پیش نہیں کرسکے۔ جیسا کہ کیسانیہ، زیدیہ، اسماعیلیہ، نوربخشیہ اور
دیگر فرقوں کے اختلاف ائمہ سے ظاہر ہے۔

شیعہ زیدیہ کے متعلق مولانا مودودی لکھتے ہیں:۔

"وہ حضرت علی کو افضل مانتے تھے، مگر ان کے نزدیک افضل کی موجودگی میں غیر افضل
کا امام ہونا جائز تھا۔ نیز ان کے نزدیک حضرت علی کے حق میں شخصاً" و صراحتہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی نص نہ تھی۔ اس وجہ سے وہ حضرت ابوبکر و عمر کی خلافت تسلیم کرتے تھے۔
تاہم ان کی رائے یہ تھی کہ امام اولاد فاطمہ میں سے کوئی اہل شخص ہونا چاہیے، بشرطیکہ وہ
سلاطین کے مقابلے میں امامت کا دعوی لے کر اٹھے اور اس کا مطالبہ کرے"۔

(ابوالاعلی مودودی، خلافت و ملوکیت، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، اپریل 1980ء، ص
213، بحوالہ الاشعری، مقالات الاسلامیین، ج 1، ص 129 و مقدمہ ابن خلدون، ص 197-198،
والشہرستانی، الملل والنحل، ج 1، ص 115-117)۔

چنانچہ شیعہ زیدیہ کے نزدیک سیدنا علی و حسن و حسین و علی زین العابدین کے بعد زید

بن علی پانچویں امام ہیں اور ان کے بعد تاقیامت لاتعداد ائمہ اہل بیت ہوسکتے ہیں جس کے لئے بارہ کی تخصیص غلط ہے اور بارہویں اثنا عشری امام غائب محمد المہدی کو واجب الاطاعت امام و مہدی آخرالزماں ماننا تو درکنار' زیدیہ دیگر متعدد غیر اثنا عشری شیعہ فرقوں کی طرح اس کے وجود کا بھی سرے سے انکار کرتے ہیں۔ اثنا عشری مؤرخ سید امیر علی لکھتے ہیں:۔

"زیدیوں کی بابت شہرستانی کہتا ہے کہ وہ زید بن علی زین العابدین ابن حسین کے پیرو ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ امامت حضرت علی سے شروع ہو کر پہلے امام حسن کو پھر امام حسین کو' پھر علی ثانی امام زین العابدین کو ملی۔ زین العابدین کے بعد وہ محمد الباقر کو نہیں ملی جیسا کہ اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے' بلکہ زید کو۔ خلافت کے بارے میں زیدی بڑی حد تک اہل سنت سے مشابہ ہیں۔ ان کے خیال میں عوام کو یہ حق ہے کہ وہ خانوادہ نبوت میں سے کسی کو اپنا روحانی پیشوا انتخاب کریں' چنانچہ انہوں نے انتخاب کے اصول کو اور اس اصول کو کہ امامت اہل بیت نبوی تک محدود ہے' جمع کردیا ہے۔ ان کا یہ خیال بھی ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کا انتخاب جائز ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ حضرت علی صحابہ رسول میں سب سے برگزیدہ تھے اور حق وراثت کی بناء پر بھی اور اپنے ذاتی اوصاف کی بناء پر بھی امامت کے مستحق ہیں' لیکن ملکی مصلحتوں کے پیش نظر اور ان شورشوں کو فرو کرنے کی خاطر جو آنحضرت کے وصال پر برپا ہوئیں' ایک زیادہ پختہ عمر کے آدمی کا منصب خلافت پر مامور ہونا ضروری تھا' تاکہ وہ لوگوں کو اطمینان دلاسکے اور ان کے اختلافات کو رفع کرسکے۔ علاوہ بریں حضرت علی حفاظت دین کی خاطر جس جہاد میں مشغول رہے تھے اس کی وجہ سے ان لوگوں کے سلسلے میں جنہوں نے مسلمانوں سے لڑائیاں لڑی تھیں اور جنہیں مسخر ہوئے زیادہ مدت نہ گزری تھی' حضرت علی کے خلاف شدید جذبہ انتقام تھا۔ اس امر کا احتمال تھا کہ لوگ حضرت علی کی صولت کے آگے بھی آسانی سے نہ جھکتے۔ یہی دلیل وہ حضرت عمر کے انتخاب کے جواز میں پیش کرتے ہیں"۔ (سید امیر علی:۔ روح اسلام' ص 482-483' اردو ترجمہ از محمد ہادی حسین' اسلامک بک سنٹر' دہلی)۔

زیدیہ کے ذیلی فرقوں کے حوالے سے امیر علی مزید لکھتے ہیں:۔

"سلیمانیہ اور حاکمیہ پہلے دو خلیفوں کے تسلیم کرنے کے بارے میں ایک دوسرے سے متفق ہیں۔ مؤخر الذکر کی رائے ہے کہ چونکہ حضرت علی' ابوبکر اور حضرت عمر کے حق میں

اپنے فائق دعوے سے دستبردار ہوگئے' اس لئے لوگوں کو یہ حق نہیں کہ ان کی امامت کے بارے میں سوال اٹھائیں' لیکن حضرت عثمان کے بارے میں انہیں شک ہے"۔ (روح اسلام' ص 485)۔

شیعہ اثنا عشریہ میں سے بھی بعض علماء و مفکرین نے عقیدہ امامت کے اصول دین و مذہب میں سے ہونے کی تاویلات کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ ان پر امت مسلمہ کی غالب اکثریت (اہل سنت) نیز دیگر شیعہ و غیر شیعہ فرقوں کی تکفیر کا الزام درست ثابت نہ ہوسکے۔ اس سلسلے میں امام کا منصوص من اللہ ہونا اور معصوم عن الخطا ہونا دو بنیادی مسئلے ہیں۔

مفکر ایران ڈاکٹر علی شریعتی جو اثنا عشری جعفری عقیدہ رکھتے ہوئے انقلابی تصریحات پیش کرتے ہیں' حضرت علی سے منسوب خالص تشیع اور شاہ اسماعیل صفوی و دیگر بادشاہوں کے غلط تشیع میں فرق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"در تشیع علوی

وصایت:۔ یعنی توصیہ پیغمبر' بہ فرمان خدا برائے نشان دادن لائق ترین' ذی حق ترین' برمبنای علم و تقوی کہ در خانداں اویند۔

در تشیع صفوی

وصایت:۔ یعنی اصل حکومت انتصابی موروثی و سلسلہ ارثی تنہا برمبنای نژاد و قرابت خانوادگی۔

در تشیع علوی

امامت:۔ یعنی رہبری پاک انقلابی برای ہدایت مردم و بنای درست جامعہ و بردن اجتماع بسوی آگاہی و رشد و استقلال رای و شخصیت ہای کہ "انسان مافوق" اند و تجسم عینی مذہب اند برای شناختن و پیروی کردن و از آنہا آگاہی و تربیت یافتن

در تشیع صفوی

امامت:۔ یعنی اعتقاد بہ دوازدہ اسم معصوم مقدس ماوراء الطبیعی و "فوق انسانی" و تنہا وسیلہ تقرب و توسل و شفاعت و دوازدہ فرشتہ برای پرستش موجوداتی غیبی شبیہ بہ امشاسپندان و خدایان کوچک پیرامون خدای بزرگ آسمان۔

در تشیع علوی

عصمت:۔ یعنی اعتقاد به پاکی تقوای رہبران فکری و اجتماعی پیشوایان مسئول ایمان، علم و حکومت مردم، یعنی نفی حکومت خائن، نفی پیروی از عالم ناپاک، روحانی نادرست و وابسته به دستگاههای خلافت۔

در تشیع صفوی

عصمت:۔ یعنی ذات مخصوص و صفت استثنائی برخاص موجودات غیبی که از نوع انسان خاکی نیستند۔ لغزش و خطائی توانند کرد۔ واعتقاد به اینکه آن چهارده تن چنین ذات های بودند۔ یعنی اثبات طبیعی بودن حکومت خائن، قبول عالم ناپاک و روحانی منحرف و وابستہ ظلمہ چون ایں جاکہ معصوم نیستند۔

در تشیع علوی

ولایت:۔ یعنی تنہا دوستی و رہبری و حکومت علی و علی وار را پذیرفتن ولاغیر۔

دوستی علی، زیرا او نمونہ عالی بندگی خدا است، رہبری اش چوں چراغ روشن ہدایت است و رائد راستین قبیلہ بشریت، و حکومتش چوں تاریخ انسان آرزوی عدل و آزادی و برابری او راپنج سال حکومتش دارد، وملت ہاهمه به آں نیاز مندند۔

در تشیع صفوی

ولایت:۔ یعنی تنہا حب علی داشتن۔ واز ہر مسئولیتی مبرا بودن۔ وبہشت رابخاطر ولایت تضمین کردن، و آتش دوزخ کارگر نیفتادن۔ واعتقاد به اینکه ولایت بہ درد خلق و ادارہ جامعہ نمی در خورد۔ بلکہ بہ خدا کمک می کند در ادارہ جہاں طبیعت دست اندر کار است"۔

(علی شریعتی، تشیع علوی و تشیع صفوی، ص 258۔259)۔

ترجمہ:۔۔ علوی تشیع میں وصایت

خدا کے حکم کے مطابق پیغمبر کی وصیت تاکہ علم و تقوی کی بنیاد پر ان کے خاندان میں سے جو سب سے زیادہ حق دار اور لائق ترین ہے اس کی نشان دہی ہو۔

صفوی تشیع میں وصایت

یعنی مقرر شدہ موروثی حکومت اور سلسلہ وراثت کا اصول محض نسل اور خاندانی قرابت کی بنیاد پر۔

علوی تشیع میں امامت

یعنی لوگوں کی ہدایت اور ملت کی صحیح تعمیر اور معاشرہ کو رشد و آگہی و آزادی رائے کی جانب بڑھانے کے لئے پاکیزہ انقلابی رہنمائی و قیادت۔ ایسی شخصیات جو اعلی ترین انسان اور مذہب کی بعینہ ایسی عملی تصویر ہیں جس کی پہچان اور پیروی کی جاسکے اور ان سے آگہی اور تربیت حاصل کی جاسکے۔

صفوی تشیع میں امامت

یعنی بارہ معصوم و مقدس مابعد الطبیعاتی برتر از انسان ناموں پر اعتقاد رکھنا، جو محض وسیلہ تقرب و توسل و شفاعت ہیں۔ بارہ فرشتے اور غیبی وجود جن کی پرستش کی جاسکے۔ جو امشاسپندان اور آسمان کے عظیم خدا کے پیرامون چھوٹے دیوتاؤں سے مشابہت رکھتے ہیں۔

علوی تشیع میں عصمت

یعنی ایسے فکری و اجتماعی رہنماؤں کے تقوی و پاکیزگی پر اعتقاد رکھنا جو لوگوں کے ایمان و علم و حکمت کے ذمہ دار پیشوا ہیں، یعنی خیانت کار حکومت کی نفی۔ غیر صالح عالم، غیر صحیح روحانی پیشوا اور دستگاہ خلافت سے وابستہ رہنماؤں کا انکار کرنا۔

صفوی تشیع میں عصمت

یعنی ان غیبی وجودوں کی ذات مخصوص اور استثنائی صفت جو خاکی انسان کی نوع میں سے نہیں اور خطاء و لغزش کر ہی نہیں سکتے، اور اس بات پر اعتقاد رکھنا کہ وہ چودہ تن اس قسم کی ذات ہای والا صفات تھیں۔

یعنی خائن حکومت کے فطری ہونے کا اثبات کرنا، غیر صالح عالم و منحرف روحانی وابستہ ظلمت کو قبول کرنا اس دلیل کی بنیاد پر کہ یہ معصوم نہیں ہیں (لہٰذا ان کی خطائیں قابل درگزر ہیں)۔

علوی تشیع میں ولایت

یعنی صرف علی اور طرفدار علی کی دوستی و رہنمائی و حکومت کی پذیرائی کرنا، کسی اور کی نہیں۔ علی کی دوستی کیونکہ وہ بندگی خدا کا اعلی نمونہ ہیں۔ ان کی رہبری کیونکہ ہدایت کا روشن چراغ قبیلہ انسانیت کے سچے قائد ہیں، اور ان کی حکومت کیونکہ تاریخ انسانیت اس عدل و مساوات و آزادی کی آرزو رکھتی ہے جو ان کی پانچ سالہ حکومت میں تھی، اور تمام قومیں اسی کی نیازمند ہیں۔

صفوی تشیع میں ولایت

یعنی محض علی سے محبت رکھنا اور ہر ذمہ داری و جوابدہی سے مبرا ہو جانا، جنت کو محض ان کی ولایت کے حوالے سے حاصل شدہ سمجھنا اور اسی وجہ سے ان پر جہنم کی آگ کا اثر انداز نہ ہونا، اور اس بات پر اعتقاد رکھنا کہ ولایت کا خلق خدا کے دکھ درد اور انتظام ریاست و معاشرہ سے کوئی واسطہ نہیں، بلکہ وہ تو خدائی مددگار ہے اور اس جہان طبیعاتی کا انتظام چلانے میں مصروف کار ہے۔

اپنی اسی تصنیف "تشیع علوی و تشیع صفوی" میں علی شریعتی عصمت ائمہ کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر امام کے معصوم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ ارادہ الٰہی کی بناء پر گناہ کرنے پر قدرت ہی نہیں رکھتے تو یہ کوئی قابل فخریات نہیں ہے۔ مثلاً دیوار بھی گناہ کرنے پر قدرت نہیں رکھتی اور اس کے گناہ سے پاک ہونے میں کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ البتہ اگر امام کے معصوم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ انسان ہوتے ہوئے اور اختیار رکھتے ہوئے بھی گناہ نہیں کرتے تو معصومیت کا یہ تصور قابل فخر اور قابل اتباع ہے۔

اگرچہ ڈاکٹر علی شریعتی جیسے جدید اثنا عشری مفکرین نے اثنا عشری عقیدہ امامت و کلمہ شیعہ پر قائم رہتے ہوئے "علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلافصل"۔ کی جدید تشریحات کرنے کی کوشش فرمائی ہے مگر اس کے باوجود وہ بھی روایتی علماء کی طرح عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ پر ایمان رکھنے والے اور ولایت و وصایت علی کے شیعی نظریہ پر کامل اعتقاد کے حامل ہیں اسی طرح دیگر شیعی اصول و فروع میں بھی اثنا عشری عقائد و افکار کو جزو عقیدہ و ایمان قرار دیتے ہیں، لہٰذا ان کی جدید تشریحات بھی شیعہ اثنا عشریہ کے کافرانہ عقائد و افکار و کلمہ شیعہ کو قابل قبول قرار دلوانے سے قاصر ہیں۔ خود ڈاکٹر علی شریعتی بھی اپنے خالص تشیع (تشیع علوی) اور صفوی بادشاہوں کے ناخالص تشیع (تشیع صفوی) کو اصول و فروع کے لحاظ سے ایک ہی تسلیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"در ہر دو تشیع اصول و فروع یکی است، باھم ہیچ اختلاف ندارند"۔

(علی شریعتی، تشیع علوی و تشیع صفوی، ص 205، پایہ ہای اعتقادی ہر دو مذہب)۔

ترجمہ:۔ ہر دو تشیع (علوی و صفوی) میں اصول و فروع ایک ہی ہیں باہم کوئی اختلاف نہیں رکھتے۔

عراقی شیعہ عالم ڈاکٹر موسیٰ موسوی حضرت علی کو نسبتاً زیادہ مستحق خلافت قرار دینے کے باوجود اثنا عشریہ کے باطل عقائد و افکار کو دلائل سے رد کرتے ہوئے امامت منصوصہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:۔

"اگر امامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور بارہویں امام تک صرف حضرت علی کی اولاد میں منحصر ہوتی، جیسے کہ شیعہ کا مذہب ہے تو ضروری تھا کہ حضرت علی اپنے بیٹے حسن کو اپنے بعد خلیفہ اور امام کے طور پر مقرر کرتے، جب کہ راویوں اور مؤرخوں کا اتفاق ہے کہ امام نے ابن ملجم مرادی کی زہر آلود تلوار سے وار کے بعد جب بستر شہادت پر تھے اور ان سے پوچھا گیا کہ وہ کس کو خلیفہ بنا کر جا رہے ہیں تو فرمایا:۔

"میں تمہیں ویسے ہی (بلا تعیین خلیفہ) چھوڑ کر جا رہا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے"۔

امام کی وفات کے بعد مسلمان جمع ہوئے اور ان کے فرزند حضرت حسن کو خلیفہ چن لیا، اور خلیفتہ المسلمین کے طور پر ان کی بیعت کر لی، لیکن امام حسن نے معاویہ کے ساتھ صلح کر لی اور خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ امام نے صلح کی وجہ یہ بتائی کہ یہ مسلمانوں کی خونریزی روکنے کے لئے ہے۔

تم خود سوچو اگر خلافت منصب الٰہی ہوتا تو کیا امام حسن خونریزی روکنے کے لئے اس سے دستبردار ہو سکتے تھے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جب اللہ کے حکم اور شریعت کا دفاع کیا جا رہا ہو تو اس مقام پر خونریزی روکنے کا معنی ہی کچھ نہیں ہے، ورنہ پھر اللہ کی راہ میں اس کے دین و شریعت اور اوامر و نواہی کی مضبوطی کے لئے جہاد و قتال کے حکم کا کیا مطلب رہ جاتا ہے۔

(ڈاکٹر موسیٰ موسوی، الشیعہ والتصحیح، اردو ترجمہ بعنوان اصلاح شیعہ، ص 83-84)۔

بارہ اماموں کے معصوم عن الخطاء ہونے کے اثنا عشری عقیدہ کے بارے میں ڈاکٹر موسیٰ موسوی فرماتے ہیں:۔

"عصمت درحقیقت امام کے حق میں نقص کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس میں کوئی مدح نہیں، کیونکہ شیعی مفہوم کے مطابق عصمت کا معنی یہ ہے کہ ائمہ اپنی ولادت سے لے کر وفات تک اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے کسی نافرمانی کے مرتکب نہیں ہوتے۔ اس کا مطلب یہ ہے

کہ ان میں شر پر خیر کو فضیلت و ترجیح دینے کا ارادہ مفقود تھا۔ میں نہیں جانتا کہ جب کوئی شخص ایسے ارادے کی بدولت جو اس کی ذات سے خارج ہے‘ برائی کرنے پر قادر ہی نہیں‘ کون سی قابل فخر عصمت ہے۔ ہاں اگر عصمت کا یہ مطلب ہو کہ ائمہ گناہ پر قادر ہونے کے باوجود عالی نفسی‘ اخلاق میں قوی ملکہ اور رکاوٹ کی بناء پر ہرگز نافرمانی نہیں کرتے تو یہ بات معقول اور عقل و منطق سے مطابقت رکھتی ہے‘ لیکن اس صورت میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ قوت نفس معدودے چند اشخاص کے ساتھ خاص ہے یا صرف ہمارے ائمہ کے ساتھ خاص ہے"۔ (اصلاح شیعہ‘ ص 145-146)۔

ان تمام تفصیلات سے شیعہ اثنا عشریہ کے علیحدہ عقیدہ و کلمہ نیز اہل سنت کے علاوہ مسلم اقلیتی فرقوں اور غیر اثنا عشری شیعہ فرقوں کے ایمان و اسلام کے بارے میں بھی ان کے انتہاء پسندانہ تکفیری نقطہ نظر کا پتہ چلتا ہے‘ اور بارہ اماموں کی امامت کو توحید و رسالت و قیامت کے متفق علیہ اصول دین کی طرح اصل دین قرار دے کر جزو عقیدہ و کلمہ بنالینے نیز ائمہ اثنا عشر کی امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ کو تسلیم نہ کرنے والی امت کی غالب اکثریت بلکہ چند ایک کے سوا تمام صحابہ کرام و جملہ اہل سنت کے بارے میں اثنا عشریہ کے منفی و تکفیری افکار کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ اور اثنا عشریہ کا یہ موقف اہل سنت والجماعت اور غیر اثنا عشری شیعہ فرقوں کی جانب سے شیعہ اثنا عشریہ کو امت مسلمہ سے علیحدہ اور باطل و گمراہ کن نظریات پر مبنی گروہ ثابت کرنے میں بڑا ممد و معاون ثابت ہوا ہے‘ اور اثنا عشریہ کی نامعقول روش کا خمیازہ اب خود انہی کو بھگتنا پڑ رہا ہے‘ کیونکہ انہوں نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ اسلام میں اضافہ کرکے اور اسے جزو عقیدہ بنا کر علمائے امت و اکابر اہل سنت کی جانب سے اثنا عشریہ کو محرفین کلمہ اسلام اور کافر و مرتد قرار دیئے جانے کا ثبوت خود فراہم کردیا ہے‘ اور عامۃ المسلمین بھی یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ جس فرقہ نے کلمہ میں اضافہ کی جرات و جسارت بلا تکلف و بلا ندامت کرلی‘ اس نے قرآن و حدیث سمیت دین کی تمام بنیادوں میں کمی بیشی اور ان کی خلاف اسلام تشریح و تاویل میں کیا کسر چھوڑی ہوگی۔

اگر بعض شیعہ تحفۃ العوام اور اپنی دیگر مذہبی تصانیف میں لکھے ہوئے اس اضافی کلمہ کا اہل سنت کے سامنے انکار بھی کردیں‘ تب بھی اذان میں اس کے روزمرہ اعلان نیز اس کے

جزو عقیدہ ہونے سے انکار ممکن نہیں‘ اور اس سلسلے میں ایک جدید تعلیم یافتہ دانشور و محقق اسلام کی یہ رائے بھی بڑی اہم ہے جو انہوں نے ایک بے خبر "سنی" دانشور کے اس فقرے (تکفیر شیعہ پر اجماع امت نہیں رہا ہے) کے جواب میں طنز لطیف کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔
آپ (اہل سنت) کا تو پتہ نہیں شیعوں کی تکفیر پر اجماع ہے یا نہیں‘ البتہ شیعوں کا بہرحال آپ کے کافر ہونے پر اجماع ہے۔ ان کا اشارہ شیعوں کے نزدیک اہل سنت کے منکرین امامت منصوصہ و معصومہ ہونے کی بناء پر محروم الایمان ہونے کی جانب تھا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

2۔ الصلوٰۃ (نماز)

دنیا بھر کے نوے فیصد سے زائد مسلمان جو عقیدہ اہل سنت کے حامل ہیں، ابتدائے اسلام سے آج تک چودہ صدیوں سے وہی نماز پڑھتے چلے آرہے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی، اور مسلمان کہلانے والے غیر سنی اقلیتی فرقے بھی بالعموم اسی نماز پر قائم رہے۔ مگر شیعہ اثنا عشریہ نے فقہ جعفری کی رو سے اس نماز کی بہت سی تفصیلات کو بدل دیا اور یہ دعوی کیا کہ سیدنا علی و آل علی اسی نماز پر قائم تھے، مگر ان کے اس دعوی کی تائید دیگر شیعہ فرقے بھی نہیں کرتے، بلکہ شیعہ زیدیہ وغیرہ کی بہت سی روایات سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ نبی علیہ السلام اور آپ کے صحابہ و اہل بیت (بشمول ازواج و اولاد) رضی اللہ عنہم کا طریقہ نماز وہی تھا جو اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اس سلسلے میں فقہ جعفری کی رو سے اہل تشیع نے نظام صلوۃ میں جو تبدیلیاں کی ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

الف۔ اذان

سنی مسلمان (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہلحدیث) دنیا بھر میں نماز پنجگانہ و جمعہ وغیرہ کے لئے جو اذان دیتے ہیں وہ درج ذیل ہے:۔

اللہ اکبر (چار مرتبہ)

اشھد ان لا الہ الا اللہ (دو مرتبہ)

اشھد ان محمدا رسول اللہ (دو مرتبہ)

حی علی الصلوۃ (دو مرتبہ)

حی علی الفلاح (دو مرتبہ)

اللہ اکبر (دو مرتبہ)

لا الہ الا اللہ (ایک مرتبہ)

صرف اذان فجر میں **"حی علی الفلاح"** کے بعد دو مرتبہ **"الصلوۃ خیر من النوم"** بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس شیعہ اذان میں فقہ جعفری کے مطابق **(حی علی الفلاح)** کے بعد ہر اذان میں **"حی علی خیر العمل"** "دو مرتبہ" اور آخر میں **"لا الہ الا اللہ"** بھی دو مرتبہ کہا جاتا ہے۔

ج۔ **(اشھد ان محمدا رسول اللہ)** کے بعد یہ جملہ بولا جاتا ہے:۔

اشھد ان امیر المؤمنین و امام المتقین علیا ولی اللہ و وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل۔

اشھد ان امیر المؤمنین و امام المتقین علیا حجۃ اللہ۔

ترجمہ:۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ امیرالمؤمنین و امام المتقین علی، اللہ کے ولی، رسول اللہ کے وصی اور آپ کے بلا فاصلہ خلیفہ ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ امیرالمؤمنین و امام المتقین علی، اللہ کی حجت ہیں۔

اس جملے کے بارے میں علمائے مجتہدین جعفریہ کے ارشادات ملاحظہ ہوں:۔

"1۔ بلکہ یہ جملہ کہنا مستحب ہے لیکن بہ قصد جزئیت (اذان و اقامت) نہیں۔ (آقائے محسن حکیم)۔

2۔ اعلان شہادت ولایت امیرالمؤمنین جزو اذان نہیں لیکن بقصد قربت بعد از ذکر رسول خدا خوب ہے اور بہتر ہے کہ بصورت تابع ذکر کیا جائے۔ مثلاً:۔

اشھد ان محمدا رسول اللہ وان علیا ولیہ وحجتہ۔ (آقائے شہاب الدین)۔

3۔ شہادت ولایت و خلافت حضرت امیر علیہ السلام جزو اذان و اقامت نہیں بلکہ جزو ایمان ہے، اور اذان میں بدون قصد جزئیت اس کلمہ کا کہنا شرعاً جائز بلکہ بعض وجوہ سے ضروری ہے۔ (مفتی احمد علی)"۔

تحفۃ العوام، کامل جدید۔ مرتبہ مولوی منظور حسین نقوی، ص 113، حاشیہ 3)۔

اس جملے کے الفاظ پر بھی اتفاق نہیں بلکہ مختلف مقامات پر مختصراً و تفصیلاً مختلف انداز میں بولا جاتا ہے۔ مثلاً ایران میں انقلاب کے بعد بالعموم لمبے جملوں کے بجائے درج ذیل جملہ بولا جاتا ہے:۔

(اشھد ان علیا ولی اللہ۔ اشھد ان علیا حجۃ اللہ)۔

اور حضرت علی کے ولی و حجت ہونے کا معنی و مفہوم وہ نہیں جو اہل سنت حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی وغیرھم کے لئے سمجھتے ہیں، بلکہ اس کا مطلب آپ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ رسول کا مقرر کردہ پہلا امام منصوص و معصوم و خلیفہ بلافصل ہونا ہے، جن کے مقابلے میں ابوبکر و عمر و عثمان کو امام و خلیفہ ماننا ولایت و حجیت علی کا انکار ہے۔ اور اسی طرح

دائرہ ایمان سے خارج کردیتا ہے جس طرح توحید خدا یا رسالت محمدیہ کا انکار دائرہ ایمان سے خارج کردیتا ہے' کیونکہ امامت شیعوں کے نزدیک اصول دین میں سے ہے اور مذکورہ بالا فتاوی کے مطابق بھی جزو ایمان ہے۔

اس مذکورہ جملہ کے سلسلے میں امام خمینی فرماتے ہیں:۔

(اشھد ان علیا ولی اللہ) کا کہنا جزو اذان و اقامت نہیں اور ایسی جگہ پر جہاں تقیہ کے خلاف ہو اس کا کہنا حرام ہے اور نہیں کہنا چاہئے۔ (28 شوال 1399 قمری ہجری)۔

(فتوی امام خمینی' بحوالہ مقالہ بی آزار شیرازی' اتحاد اسلامی' مطبوعہ مجلّہ "فجر" شمارہ 18' ربیع الاول 1405ھ' ص 29' اسلام آباد' رایزنی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران)۔

آیت اللہ العظمی ابوالحسن اصفہانی کے پوتے اور شیعہ عالم و مجتہد ڈاکٹر موسی موسوی فاضل نجف اشرف فرماتے ہیں:۔

"سید مرتضی جو پانچویں صدی ہجری کے اکابر علماء شیعہ امامیہ میں سے ہیں' فرماتے ہیں:۔

جس نے نمازوں کی اذان میں (اشھد ان علیا ولی اللہ) کہا اس نے حرام عمل کا ارتکاب کیا۔

اس رائے سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان میں اس تیسری شہادت کا اضافہ غیبت کبری کے بعد کیا گیا ہے' لیکن مذہبی واقعات میں رسمی طور پر اس کا اظہار اس وقت ہوا جس وقت شاہ اسماعیل صفوی نے ایران کو تشیع میں داخل کیا' اور اس نے مؤذنوں کو حکم دیا کہ چبوتروں پر نماز کے وقت کہی جانے والی اذان میں تیسری شہادت کا اضافہ کریں۔ اس طرح اس نے امام علی کو رسول اللہ کے بعد خلافت کا مستقل مقام دے دیا۔ وہ دن اور آج کا دن تب سے پوری دنیا کی شیعہ مساجد میں یہی طریقہ جاری ہے۔ جسے صفوی حکمران نے وسعت و ترویج دی۔ ہم مشرق و مغرب کی ایک بھی شیعہ مسجد اس سے مستثنیٰ نہیں کرسکتے۔

اس سلسلے میں دلچسپ اور باعث تعجب بات یہ ہے کہ ہمارے فقہاء سامھم اللہ کا اس پر مطلق و مکمل اجماع ہے کہ اس شہادت کا اذان میں اضافہ عصر ائمہ کے بعد ہوا ہے اور چوتھی صدی تک اسے کوئی نہیں جانتا تھا"۔

(ڈاکٹر موسی موسوی' الشیعۃ والتصحیح' اردو ترجمہ بعنوان اصلاح شیعہ' از ابو مسعود آل

امام' فروری 1990ء' ص 184)۔

ڈاکٹر موسوی مزید فرماتے ہیں:۔

"اللہ کی قسم! اگر آج حضرت علی بقید حیات ہوتے اور نماز کے لئے اذان میں مناروں سے اپنا نام ذکر ہوتا سنتے تو اسے جاری کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے دونوں پر برابر حد نافذ کرتے۔ ہم بھی عجیب لوگ ہیں کہ علی کی خاطر ایک ایسا عمل کرتے ہیں جسے وہ خود بھی پسند نہیں فرماتے۔

ہم ایک بار پھر اپنی اس اصلاحی تحریک کے ضمن میں شیعہ سے مطالبہ کریں گے کہ وہ اس اذان کی طرف رجوع کریں جو بلال حبشی نے مسجد رسول اللہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام' جن میں حضرت علی بھی تھے' کی موجودگی میں کہی اور اپنے شیعی مساجد کے مؤذنوں کو بھی اس اذان کا پابند بننے کے لئے کہیں۔ اگر مؤذنوں نے مساجد میں اس کی پابندی کی تو اس سے بڑا راستہ کھلے گا اور یہ اذان شیعہ گھروں میں داخل ہوجائے گی۔ جیسا کہ قبل ازیں علی اور فاطمہ الزہراء کے گھر داخل ہوچکی ہے"۔

(ڈاکٹر موسی موسوی' اصلاح شیعہ' ص 187-188)۔

فقہ جعفری کی رو سے شیعوں کی تمام اذانوں میں (حی علی خیر العمل) دو مرتبہ کہنا لازم ہے اور شیعہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ خلیفہ ثانی عمر بن خطاب نے اس جملہ کو اذان سے نکال کر اس کے بجائے (الصلوۃ خیر من النوم) کا جملہ اذان میں داخل کردیا۔

اس الزام کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے تو صرف اتنی بات ہی کافی ہے کہ "الصلوۃ خیر من النوم" کا تعلق صرف اذان فجر سے ہے۔ جب کہ شیعہ اپنی پانچوں اذانوں اور اقامتوں میں "حی علی خیر العمل" استعمال کرتے ہیں۔ اگر شیعوں کی صرف اذان فجر میں "حی علی خیر العمل" دنیا بھر کے مسلمانوں کی اذان فجر کے جملے "الصلوۃ خیر من النوم" کے متوازی پکارا جاتا تو شاید شیعوں کی الزام تراشی پر کان دھرا جاسکتا۔ مگر بقیہ چار شیعہ اذانوں اور اقامت نماز فجر سمیت پانچوں اقامتوں میں اس جملے کا موجود ہونا بجائے خود شیعوں کے حضرت عمرؓ پر الزام کو باطل قرار دیتا ہے۔ ہاں اگر شیعہ اس جملے کو صرف اذان فجر تک محدود کرلیں اور بقیہ اذانوں نیز پانچوں نمازوں کی اقامت سے نکال دیں تو ممکن ہے ان کی حضرت عمرؓ پر الزام تراشی میں کچھ شیعہ منطق پیدا ہوجائے' مگر مشکل یہ ہے کہ سیدنا علی و حسن کے دور خلافت

میں بھی اس اذان کو برقرار رکھا گیا جو عصر نبوی نیز سیدنا ابوبکر و عمر عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت سے رائج چلی آرہی تھی اور جس میں اذان فجر میں "الصلوۃ خیر من النوم" کا جملہ شامل تھا۔

اس سلسلے میں شیعہ مجتہد ڈاکٹر موسی موسوی فرماتے ہیں:۔

"الصلوۃ خیر من النوم" کی عبارت ایک اختلافی امر ہے۔ شیعہ کے علاوہ تمام اسلامی فرقے اس پر متفق ہیں کہ یہ عہد رسول سے وارد ہے۔ بخلاف شیعہ کے جو اسے خلیفہ عمر بن خطاب کی طرف منسوب کرتے ہیں"۔ (اصلاح شیعہ، ص 186)۔

فقہ جعفری کی رو سے اذان کے آخر میں "لا الہ الا اللہ" ایک کے بجائے دو مرتبہ کہنا بھی محض اختلاف اذان میں اضافہ کے لئے ہے ورنہ عقلی لحاظ سے بھی یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب ابتداء کا "اللہ اکبر" آخر میں چار کے بجائے نصف یعنی دو مرتبہ ہوگیا تو حسن ترتیب کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ابتداء میں جو لا الہ الا اللہ دو مرتبہ آیا ہے وہ بھی نصف یعنی ایک مرتبہ لایا جائے۔

ان تفصیلات سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شیعہ عصر نبوی اور سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان و علی و حسن رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت میں رائج اذان میں تحریف و تبدیلی کے مرتکب و مجرم قرار پاتے ہیں، اور اعتقادی گمراہیوں کے ساتھ ساتھ فقہی تحریف اور ترک سنت رسول و ائمہ کی گستاخی بھی کر بیٹھے ہیں۔ یہی وہ فیصلہ ہے جو ڈاکٹر موسی موسوی نے اس قسم کے فقہی مسائل میں شیعہ مجتہدین کی افراط و تفریط کے حوالے سے دیا ہے:۔

"ہم ان سے کہتے ہیں مسئلہ یہ نہیں ہے کہ تیسری شہادت اذان کا جزو ہے یا نہیں بلکہ مسئلہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس لئے کہ اذان کے الفاظ رسول اللہ نے متعین فرمائے۔ لہٰذا یہ الفاظ سنت توقیفی ہیں۔ ان میں کسی کمی یا اضافے کا جواز نہیں ہے، خواہ وہ اضافی کلمات اپنی جگہ درست، صحیح اور مبنی برحقیقت ہی ہوں"۔

(ڈاکٹر موسی موسوی، اصلاح شیعہ، ص 185)۔

یہی وہ موقف ہے جس پر دنیا بھر کے نوے فیصد سے زائد مسلمان عقیدہ اہل سنت کے مطابق قائم ہیں، ورنہ اگر اذان میں اس قسم کی تبدیلی جائز ہوتی تو دنیا بھر کی مساجد میں سنی عقیدے کے مطابق شیعہ انتہاء پسندی کے مقابلے میں درج ذیل جملے کا اضافہ کیا جاسکتا تھا:۔

"اشهد ان امیر المؤمنین و امام المتقین ابا بکر ولی اللہ، وصی رسول اللہ و خلیفته بلافصل۔

اشهدان امیر المؤمنین و امام المتقین ابابکر حجة اللہ"۔

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر کو اپنی جگہ امام نماز مقرر کرنے کی وصیت و تلقین کرکے ان کی امامت و خلافت کی جانب اشارہ فرمادیا تھا، اور آپ بلا فاصلہ خلیفتہ الرسول مقرر ہوئے۔ نیز جب تمام صحابہ نے اجماعی طور پر ان کی بیعت کرلی تو وہ اللہ کی ایسی حجت قرار پائے جس کا انکار کفر تھا۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری وغیرہ میں درج ہے:۔

"من انکر امامہ ابی بکر الصدیق فھو کافر"۔ جس نے ابوبکر صدیق کی امامت کا انکار کیا تو وہ کافر ہے۔

اللہ تعالی شیعوں کو ہدایت دے اور اہل سنت کی طرح قرآن و سنت رسول(ص) پر ایمان و عمل کی توفیق دے۔ آمین۔

ب۔ وضوء

اللہ تعالی نے قرآن مجید کی مدنی سورہ المائدہ میں نماز کے لئے وضو کا حکم دیتے ہوئے آخر میں دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونے کا حکم بھی دیا ہے:۔

یایها الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برئوسکم وارجلکم الی الکعبین۔ (المائدۃ 6:)۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھولیا کرو اور اپنے سروں کا مسح کیا کرو اور اپنے پاؤں دونوں ٹخنوں تک دھولیا کرو۔

چنانچہ دنیا بھر کے مسلمان (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہلحدیث وغیرہ) اس حکم پر عمل کرتے ہوئے وضو کرتے ہیں۔

مگر شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ آخر میں دونوں پاؤں دھونے کے بجائے ننگے پاؤں کا مسح کرتے ہیں، حالانکہ تلاوت میں وہ ارجلکم (ل پر زبر کے ساتھ) پڑھتے ہیں جس کا عطف "فاغسلوا" پر ہے اور معنی پاؤں دھونا ہے۔ جب کہ اس تلاوت کے باوجود شیعہ جعفریہ کا کہنا یہ ہے کہ اصل میں ارجلکم (ل کے نیچے زیر) ہے جس کا عطف "وامسحوا برؤسکم" پر ہے۔ لہٰذا

قرآن کی رو سے مسح ثابت ہے۔

نیز ان کا موقف ہے کہ زبر والی قرائت "ارجلکم" مجبوراً پڑھی جاتی ہے' کیونکہ حضرت علی سے پہلے خلفاء نے ایسا پڑھنے کا حکم دیا اور حضرت علی و حسن کے دور میں بھی مجبوراً ایسا ہی پڑھا جاتا رہا' اور بارہویں امام مہدی کے اصل نسخہ قرآن لے کر آنے تک تلاوت میں اسی پر عمل کیا جائے گا' البتہ ائمہ شیعہ کی پیروی کرتے ہوئے پاؤں دھونے کے بجائے عمل ننگے پاؤں کے مسح پر کیا جاتا رہے گا' اور یہی "اہل بیت" سے ثابت ہے۔

فقہ جعفری کے دعویدار شیعوں کے اس خلاف قرآن موقف کی تردید کے لئے شیعہ فرقہ زیدیہ کی روایات اہل بیت ہی کافی ہیں۔ مسند الامام زید میں امام زین العابدین کے فرزند اور امام باقر کے بھائی نیز امام جعفر صادق کے عظیم چچا سیدنا زید بن علی بن حسین (م 122ھ' کوفہ) کی یہ روایت واضح طور پر موجود ہے جو راوی حدیث ابو خالد واسطی کی بیان کردہ ہے:۔

"زید بن علی عن ابیہ علی بن الحسین عن جدہ الحسین بن علی عن امیرالمئومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام قال:۔ رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضاء فغسل وجھہ و ذراعیہ ثلاثا و تمضمض و استنشق ثلاثا و مسح براسہ واذنیہ مرۃ وغسل قدمیہ ثلاثا"۔

(**مسند الامام زید' کتاب الطھارۃ' باب فی ذکر الوضوء' ص** 49-56)۔

ترجمہ:۔ مجھے زید بن علی نے اپنے والد علی بن حسین سے روایت کرکے بتایا کہ ان کے والد نے ان کے دادا حسین بن علی سے روایت کیا۔ انہوں نے امیرالمئومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کیا آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے دیکھا' چنانچہ انہوں نے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک تین تین مرتبہ دھویا' تین مرتبہ کلی فرمائی اور ناک میں پانی ڈالا۔ ایک مرتبہ اپنے سر اور دونوں کانوں کا مسح فرمایا۔ اور تین مرتبہ اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

حضرت علی سے مروی اس سلسلے کی ایک مزید روایت یہ واضح کرتی ہے کہ سورۃ المائدہ میں آیت وضوء نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کے بجائے غسل رجلین (پاؤں دھونے) پر عمل شروع کردیا تھا۔

"حدثنی زید بن علی عن ابیہ عن جدہ عن علی علیھم السلام ان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسح قبل نزول المائدۃ فلما نزلت آیۃ المائدۃ لم یمسح بعدھا"۔

(**مسند الامام زید' کتاب الطھارۃ' باب المسح علی الخفین والجبائر' ص** 80)۔

ترجمہ:۔ مجھے زید بن علی نے اپنے والد سے روایت کرکے بتایا۔ انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا۔ انہوں نے علی علیہ السلام سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورہ مائدہ کے نازل ہونے سے پہلے مسح فرماتے تھے' پس جب سورہ مائدہ کی آیت وضوء نازل ہوئی تو اس کے بعد انہوں نے مسح نہیں فرمایا۔

اسی حدیث کے حاشئے میں شارح نے شیعہ امامیہ یعنی فقہ جعفری کی پیروی کے دعویداروں کے پاؤں نہ دھونے کا تذکرہ یوں کیا ہے:۔

"اما الامامیۃ فیمتنعون المسح علی الخفین' واماظاہر القدمین فیمسحون ولا یغسلون القدمین اصلا"

(**مسند الامام زید' کتاب الطھارۃ' ص 81' حاشیۃ 1**)۔

ترجمہ:۔ شیعہ امامیہ موزوں پر مسح کے قائل نہیں البتہ کھلے پیروں پر مسح کرتے ہیں اور دونوں پیروں کو دھوتے بالکل نہیں۔

یعنی جزو وضو سمجھ کر آخر میں پاؤں نہیں دھوتے' اور یہاں موزوں پر جس مسح کا ذکر ہے وہ چمڑے کے موزوں پر اہل سنت اور شیعہ زیدیہ وغیرہ کا مسح کرنا ہے' جو قیام کی حالت میں بالعموم ایک دن رات اور سفر کی حالت میں تین دن رات تک درست ہے۔ بشرطیکہ موزوں میں داخل کرنے سے پہلے پاؤں وضو میں دھولئے گئے ہوں۔ یہ استثنائی حکم اسی طرح درست ہے جس طرح حکم تیمم' مگر تمام حالات میں وضوء کے آخر میں دونوں پاؤں نہ دھونا روایات ائمہ شیعہ کے مطابق شیعہ جعفریہ کا ایسا عمل ہے جو نہ صرف حکم قرآنی کے منافی ہے بلکہ اہل سنت کے علاوہ شیعہ زیدیہ وغیرہ بھی اس کو غلط قرار دیتے ہیں۔

البتہ امام خمینی نے تقیہ کے طور پر (یعنی غلط سمجھنے کے باوجود اصل عقیدہ چھپاتے ہوئے) اس کی گنجائش نکالی ہے کہ:۔

"اہل سنت کی جماعت میں شرکت کے لئے اگر کوئی شخص تقیہ کی خاطر ان کی طرح

وضو کرے اور ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے اور پیشانی کو زمین پر ٹکائے تو اس کی نماز صحیح ہے' اور پھر سے پڑھنا ضروری نہیں"۔

(فتاوی نماز و حج از امام خمینی' مورخہ 28 شوال 1399ھ بحوالہ مقالہ بی آزار شیرازی' اتحاد اسلامی' مطبوعہ' مجلہ "فجر" اسلام آباد' ربیع الاول' 1405ھ' ص 27-28)۔

ج- مہر نماز یا خاک کربلا پر سجدہ

فقہ جعفری کا ایک اور انوکھا مسئلہ سجدہ گاہ پر سجدہ کا ہے جو بالعموم خاک کربلا سے بنی ہوئی مٹی کی ٹکیہ ہوتی ہے' کیونکہ فقہ جعفری کی رو سے شیعہ کے لئے صرف مٹی اور اس سے نکلی ہوئی اشیاء پر ہی سجدہ جائز ہے۔ اس انوکھے مسئلے کے بارے میں ڈاکٹر موسیٰ موسوی فرماتے ہیں:-

"کم ہی شیعہ کا کوئی ایسا گھر ہوگا جہاں مٹی کی وہ ٹکیہ نہ ہو جس پر شیعہ اپنی نماز میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ وہ خاک کربلا ہوتی ہے' جہاں حضرت حسین نے شہادت پائی اور وہیں ان کا جسد پاک مدفون ہے' اور میں بخوبی جانتا ہوں کہ ہمارے فقہاء خاک کربلا پر سجدے کے موضوع پر کیا کہتے ہیں۔ وہ مکان مسجود اور ذات مسجود میں فرق کرتے ہیں' یعنی خاک کربلا پر پیشانی رکھنے کا مطلب اس کو سجدہ کرنا نہیں بلکہ اس پر سجدہ کرنا ہے' کیونکہ شیعی مذہب میں صرف مٹی اور اس سے نکلی ہوئی اشیاء پر ہی سجدہ جائز ہے۔ لباس یا اس سے بنی ہوئی اور خوردنی چیزوں پر سجدہ روا نہیں ہے"۔ (اصلاح شیعہ' ص 202)۔

امام خمینی فرماتے ہیں:-

"(1074) سجدہ زمین اور ان چیزوں پر ہو سکتا ہے جو زمین سے اگتی ہیں' اور کھانے کے کام نہیں آتیں' مثلاً لکڑی اور درخت کے پتے اور وہ چیزیں جو کھانے اور پہننے کے کام آتی ہیں' ان پر سجدہ صحیح نہیں' اور معدنیات پر بھی مثلاً سونا چاندی اور فیروزہ پر سجدہ باطل ہے۔ باقی رہا معدنی پتھروں پر سجدہ کرنا مثلاً سنگ مرمر یا سیاہ پتھر تو اس میں کوئی اشکال نہیں۔

(1072) ان چیزوں پر سجدہ کرنا جو زمین سے اگتی ہیں اور جانوروں کی خوراک بنتی ہیں۔ مثلاً چارہ اور گھاس' صحیح ہے۔

(1079) آہنگ اور چونے کے پتھر پر سجدہ کرنا صحیح ہے' بلکہ پختہ چونے اور سیمنٹ' اینٹ اور مٹی کے لوٹے اور اس قسم کی چیزوں پر بھی سجدہ صحیح ہے۔

(1080) کاغذ ایسی چیز سے بنا ہو کہ جس پر سجدہ صحیح ہے مثلاً گھاس تو اس پر سجدہ کر سکتے ہیں اور اس کاغذ پر بھی سجدہ کرنے میں کوئی اشکال نہیں جو روئی وغیرہ سے بنا ہو۔

(1081) سجدہ کے لئے ہر چیز سے بہتر تربت حضرت سید الشہداء علیہ السلام ہے اور اس کے بعد مٹی' اور مٹی کے بعد پتھر اور پتھر کے بعد گھاس ہے"۔

(تمام فتاوی بحوالہ امام خمینی' توضیح المسائل' اردو ترجمہ سید صفدر نجفی' احکام نماز' وہ چیزیں جن پر سجدہ جائز ہے' ص 166 بعد)۔

ڈاکٹر موسیٰ موسوی مزید فرماتے ہیں:-

"اگر شیعہ اس فقہی قاعدے کی پابندی کرتے جو ہمارے فقہاء نے مٹی اور اس سے ماخوذ اشیاء پر سجدے کے بارے میں وضع کیا تھا اور ہمارے فقہاء اس فتوی پر کاربند بھی رہتے تو معاملہ اس قدر گراں بار نہ ہوتا' اور دیگر اسلامی فرقے بھی اس رائے کو قبولیت اور احترام کی نظر سے دیکھتے۔

مگر ہوا یہ کہ شیعہ ہمارے فقہاء کے عمل پر چلتے ہوئے اس فقہی قاعدے سے تجاوز کر گئے اور اس سے ایک خاص عادت اختیار کر لی' اور ایک خاص مقام' کربلا' کی مٹی پر سجدہ شروع کر دیا' اور اس مٹی کی لمبی' گول اور مربع شکلیں بنالیں' جنہیں وہ سفر و حضر میں برابر اپنے ساتھ اٹھائے رکھتے ہیں' تاکہ نماز کے وقت ان پر سجدہ کر سکیں۔

اور یہ بھی شیعہ کی عادت بن چکی ہے کہ جب وہ دیگر اسلامی فرقوں کی مسجدوں میں نماز ادا کرتے ہیں تو اس مٹی کو تقیہ پر عمل کرتے ہوئے یا اس ڈر سے چھپائے رکھتے ہیں کہ کہیں اس کے متعلق شورش نہ برپا ہو جائے' یا اکثریت سے شرماتے ہیں جو ان کے اس کام کو تعجب و تمسخر کی نگاہ سے دیکھتی ہے"۔ (اصلاح شیعہ' ص 205)۔

امام خمینی 1979ء میں انقلاب ایران کے بعد شیعہ حجاج کے لئے 28 شوال 1399ھ کو جاری کردہ فتاوی کے سلسلے میں اس مہر نماز یا مٹی کی ٹکیہ کو فقہی ضرورت سمجھنے کے باوجود اہل سنت کے ہمراہ مکہ و مدینہ میں نمازوں کی ادائیگی کے دوران میں غیر ضروری بلکہ حرام قرار دے چکے ہیں:-

"مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں مہر نماز رکھنا اور اس پر سجدہ کرنا حرام ہے اور نماز میں خرابی پیدا ہوتی ہے:-

(فتاوی امام خمینی' بحوالہ مقالہ بی آزار شیرازی' اتحاد اسلامی' مطبوعہ مجلہ فجر اسلام آباد' ربیع الاول 1405ھ' ص 28-29 رائیزنی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران اسلام آباد)۔

سجدہ گاہ یا مہر نماز کا لازم ہونا' تقیہ کی حالت میں غیر ضروری ہونا' مسجد الحرام و مسجد نبوی میں انقلاب ایران کے بعد باعث خرابی نماز اور حرام ہونا ایسے مختلف و متضاد مواقف ہیں جن کو نہ صرف اہل سنت بلکہ ان کے علاوہ دیگر فرقے حتی کہ شیعہ اثنا عشریہ کو چھوڑ کر مختلف شیعہ فرقے بھی ایک عجیب و غریب فقہی مسئلہ خیال کرتے ہیں جس کی عہد نبوی یا علوی میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ شیعہ مجتہد ڈاکٹر موسی موسوی اپنی روشن خیالی ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ہم شیعہ سے اس سے زیادہ کوئی مطالبہ نہیں کرتے کہ مٹی اور اس سے ماخوذ چیزوں مثلاً لکڑی' چٹائی اور کنکریوں پر سجدہ صحیح ہونے کے متعلق اسی رائے پر عمل کریں جس پر مسلمانوں کے تمام فقہاء کا اجماع ہے اور شیعہ فقہاء بھی ان میں شامل ہیں۔ ان میں سے جس پر سجدہ درست ہے اسی پر کریں۔ اس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' امام علی اور آئمہ کی پیروی کریں گے جنہوں نے خاک کربلا نامی کسی چیز پر سجدہ نہیں کیا۔ اور خاک کربلا پر سجدہ کی پابندی ترک کردیں گے' جس میں بیک وقت بدعت اور فرقہ بندی کے تمام اثرات موجود ہیں۔ اور مجھے کوئی شک نہیں ہے کہ دیگر اسلامی فرقوں کو جونہی اس فقہی نظریہ کا علم ہوگا جس کی اساس اجتہاد پر ہے تو یقیناً" وہ کسی ایسی مسجد کی ضمانت دے دیں گے جو شیعہ کی اپنی مساجد میں اس اہتمام کے لئے موزوں ہو اور وہ انہیں چٹائی یا اس سے ملتی جلتی کوئی زمین یا درخت سے ماخوذ چیز مہیا کردیں گے"۔ (اصلاح شیعہ' ص 207)۔

د۔ جمع بین الصلاتین (دو نمازیں جمع کرکے پڑھنا)۔

اہل سنت کے نزدیک صرف حج کے دوران نو ذوالحج کو میدان عرفات میں سنت رسول کے مطابق ایک اذان کے ساتھ ظہر و عصر کی نمازیں نیز اسی روز مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کرکے پڑھنا لازم و درست ہے' اور بعض سنی فقہاء کے نزدیک دیگر سفروں کی حالت میں بھی ایسا کرنا درست ہے' مگر شیعہ جعفریہ بغیر کسی مجبوری یا سفر کے روزمرہ زندگی میں بھی ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کرنے پر عمل کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا غلط عمل ہے جس کو شیعہ زیدیہ وغیرہ بھی درست نہیں سمجھتے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر موسی

موسوی لکھتے ہیں:۔

"شیعہ امامیہ حضر میں بھی ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو جمع کرکے پڑھنے کے قائل ہیں' اور وہ اس موقف میں تمام اسلامی فرقوں میں منفرد ہیں"۔ (اصلاح شیعہ' ص 238)۔

ڈاکٹر موسوی مزید فرماتے ہیں:۔

"شیعہ فقہاء کی اکثریت مقررہ اوقات میں نماز پڑھنے کے مستحب ہونے کا فتوی دیتی ہے لیکن عملی طور جمع کرکے ہی پڑھتے ہیں اور شیعہ کی مساجد میں نماز پر اس کے مطابق عمل ہو رہا ہے' (اصلاح شیعہ' ص 238)۔

ڈاکٹر موسوی عصر نبوی کے حوالے فرماتے ہیں:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں واقع اپنی مسجد میں پانچ اوقات میں نماز پڑھتے تھے اور آپ کے بعد حضرت علی سمیت تمام خلفاء کا عمل بھی یہی رہا' ائمہ شیعہ کا طریق کار بھی یہی تھا۔ اگر آپ نے سفر کے بغیر ایک یا دو بار دو نمازوں کو جمع کرکے پڑھا بھی تو وہ مرض یا کسی دوسری وجہ سے جمع کی رخصت بیان کرنے کے لئے تھا۔ رہا آپ کا مستقل عمل تو آپ نے ہمیشہ پانچ اوقات کی پابندی فرمائی۔ (اصلاح شیعہ' ص 238-239)۔

ڈاکٹر موسوی مزید فرماتے ہیں:۔

"میں نہیں سمجھتا کہ مسلمانوں میں ایک فرد بھی ایسا ہوگا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے طریق کار کے بالمقابل دوسروں کے عمل و آراء کو افضل خیال کرتا ہو۔ اسی بناء پر ہم شیعہ ائمہ مساجد اور خود شیعہ کو تنبیہ کرتے ہیں کہ بروقت نماز ادا کرنے کا التزام کریں اور وہ پانچ نمازیں اپنے پیش نظر رکھا کریں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ مہاجرین و انصار کے ساتھ مدینہ منورہ میں واقع اپنی مسجد میں ادا کرتے تھے' اور اس راستے سے انحراف نہ کریں جو پیغمبر اسلام نے اہل اسلام کے لئے مقرر فرمایا ہے' اس لئے کہ ان کی عزت' کرامت اور شوکت آپ کی اقتداء کرنے اور آپ کی سنت پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔

یہ دیکھئے امام علی بھی مختلف شہروں کے حاکموں کو نماز اور اس کے اوقات کے متعلق خط لکھتے ہیں' اس میں ہے:۔

امابعد! لوگوں کو ظہر کی نماز بکریوں کے باڑے سے دھوپ لوٹ جانے سے پہلے پڑھایا کرو' اور عصر کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب کہ سورج تیز سفید اور روشن ہو اور مغرب اس وقت پڑھاؤ جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے' اور عشاء کی نماز شفق غائب ہونے سے ایک تہائی رات گزرنے تک پڑھادیا کرو اور صبح کی نماز اس وقت پڑھایا کرو جب آدمی اپنے ساتھی کا چہرہ پہچان سکتا ہو"۔

(ڈاکٹر موسی موسوی' اصلاح شیعہ' ص 239-240 بحوالہ نہج البلاغہ' جلد 3' ص 82)۔

شیعہ فقہ جعفری کے برعکس شیعہ زیدیہ بھی اہل بیت سے وہی اوقات نماز پنجگانہ روایت کرتے ہیں جو اہل سنت کے ہاں رائج ہیں۔

"حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده (ع.م) قال نزل جبریل (ع.م) علی النبی (ص) حین زالت الشمس فامره ان یصلی الظهر ثم نزل علیه حین کان الفئی قامة فامره ان یصلی العصر ثم نزل علیه حین وقع قرص الشمس فامره ان یصلی المغرب ثم نزل علیه حین وقع الشفق فامره ان یصلی العشاء ثم نزل علیه حین طلع الفجر فامره ان یصلی الفجر۔

ثم نزل علیه من الغد حین کان الفئی علی قامة من الزوال فامره ان یصلی الظهر ثم نزل علیه حین کان الفئی علی قامتین من الزوال فامره ان یصلی العصر ثم نزل علیه حین وقع القرص فامره ان یصلی المغرب ثم نزل علیه بعد ذهاب ثلث اللیل فامره ان یصلی العشاء۔ ثم نزل علیه حین اسفر الفجر فامره ان یصلی الفجر ثم قال یارسول الله! مابین هذین الوقتین وقت"۔

(مسند الامام زید' کتاب الصلوٰة باب اوقات الصلوٰة ص 98-99)۔

ترجمہ:۔ مجھے زید بن علی نے اپنے والد کی دادا (ع.م) سے روایت کے حوالے سے بتایا کہ انہوں نے فرمایا:۔ جبریل (ع.م) نبی (ص) پر سورج ڈھلنے کے بعد نازل ہوئے' پس انہیں ظہر پڑھنے کا حکم سنایا۔ پھر آپ پر اس وقت نازل ہوئے جب سایہ قامت کے برابر تھا' پس آپ کو عصر پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر آپ پر اس وقت نازل ہوئے جب سورج کی ٹکیہ غائب ہوگئی' پس انہیں مغرب پڑھنے کا حکم دیا' پھر آپ پر اس وقت نازل ہوئے جب شفق کی

سرخی غائب ہوگئی اور آپ کو عشاء پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر طلوع فجر کے وقت آپ پر نازل ہوئے' پس آپ کو فجر پڑھنے کا حکم دیا۔

پھر اگلے روز اس وقت نازل ہوئے جب سایہ زوال کے بعد قامت کے برابر تھا' پس آپ کو ظہر پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر اس وقت نازل ہوئے جب سایہ زوال کے بعد دو قامت کے برابر تھا اور آپ کو عصر پڑھنے کا حکم سنایا۔

پھر اس وقت نازل ہوئے جب سورج کی ٹکیہ اوجھل ہوگئی اور مغرب پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر رات کا ایک تہائی گزر جانے کے بعد نازل ہوئے اور عشاء پڑھنے کا حکم دیا۔ پھر اس وقت نازل ہوئے جب فجر روشن ہوچکی تھی' پس آپ کو فجر پڑھنے کا حکم دیا' پھر عرض کیا: اے پیغمبر خدا ان دو حدوں کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے۔

"حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده (ع.م) عن علی بن ابی طالب کرم الله وجهه انه سأله رجل ما افراط الصلوٰة؟ قال اذا دخل الوقت الذی بعدها"۔

(مسند الامام زید' کتاب الصلوٰة' باب اوقات الصلوٰة' ص 99)۔

ترجمہ:۔ مجھے زید بن علی نے اپنے والد اور دادا (ع.م) کے توسط سے علی بن ابی طالب کرم الله وجہہ سے روایت کرکے بتایا کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ نماز میں افراط و زیادتی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔ جب کوئی نماز اپنے بعد والی نماز کے وقت میں داخل ہوجائے تو یہ زیادتی ہے۔

شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ مغرب کی نماز کا وقت بھی اہل سنت اور شیعہ زیدیہ وغیرہ کے برعکس قدرے سیاہی چھاجانے کے بعد یعنی تقریباً دس منٹ کی تاخیر سے شمار کرتے ہیں اور روزہ بھی اسی وقت افطار کرتے ہیں۔ یہ تحریف وقتی بھی نہ تو اہل سنت کے نزدیک درست ہے اور نہ ہی غیر سنی فرقے' زیدیہ وغیرہ اسے درست مانتے ہیں' مگر جعفریہ کو اسی پر اصرار ہے۔ البتہ انقلاب ایران کے بعد اہل سنت کے ساتھ باجماعت نماز ان کے وقت مغرب کے مطابق ادا کرنے کی تقیہ مداراتی کے تحت اجازت دے دی گئی ہے۔ (بحوالہ فتاوی امام خمینی' 28 شوال 1399ھ وغیرہ)

غروب شرعی سے پہلے ہی غروب عرفی یا غیر شرعی وقت پر ادائے نماز کا مسئلہ بھی باعث

تعجب ہے۔

ھ۔ نماز جمعہ

ڈاکٹر موسیٰ موسوی نماز جمعہ کے سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

"یاایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلو ۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون (سو ر ۃ الجمعۃ)۔

مومنو! جب جمعے کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (یعنی نماز) کے لئے جلدی کرو اور (خرید و) فروخت ترک کردو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

اسلام نے اس قطعی نص صریح کے ذریعے نماز جمعہ مشروع قرار دی اور اسے ہر اس شخص پر فرض کیا جو اللہ، رسول اللہ اور کتاب اللہ پر ایمان رکھتا ہے، لیکن شیعہ فقہاء سامحھم اللہ کی اکثریت نے اس نص صریح کے مقابلے میں اجتہاد کیا اور جمعہ کے دن نماز ظہر اور جمعہ میں سے ایک کو ادا کرنے کا موقف اختیار کیا۔ اس نص پر اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا کہ اقامت جمعہ کے لئے "امام" کی موجودگی شرط ہے اور امام سے مراد امام مہدی ہیں۔ ان کی غیبت کے زمانہ میں جمعہ کا فرض عین ساقط ہوجاتا ہے اور مسلمانوں کو یہ اختیار ہے کہ جمعہ یا نماز ظہر میں سے جو چاہیں ادا کریں۔

ہمارے فقہاء شیعہ میں سے ایک دوسرا گروہ یہاں تک کہتا ہے کہ غیبت امام کے زمانے میں جمعہ ادا کرنا حرام ہے، نماز ظہر ہی اس کے قائم مقام ہوگی۔

ہمارے فقہاء کی ایک چھوٹی سی جماعت ایسی بھی ہے جن میں شیخ حرالعاملی مؤلف کتاب "وسائل الشیعہ" جیسے بعض چوٹی کے علماء بھی شامل ہیں جو زمانہ غیبت امام میں بھی جمعہ واجب ہونے کا فتوی دیتے ہیں"۔ (اصلاح شیعہ، ص 222۔223)۔

چنانچہ نماز جمعہ کے سلسلے میں بھی شیعہ جعفریہ کا عمومی فقہی موقف نص قرآنی کی خلاف ورزی پر مبنی ہے، اور وہ حکم الٰہی کی تکذیب کے مرتکب قرار پاتے ہیں۔

و۔ ترکیب و تفصیل نماز

وضع الیدین فی الصلوۃ (ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا)۔

دنیا بھر کے نوے فیصد سے زائد مسلمان جو عقیدہ اہل سنت والجماعت کے حامل ہیں، چودہ صدیوں سے نماز کے اسی طریقہ پر قائم ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ

کرام واہل بیت رضی اللہ عنھم کا طریقہ ہے۔

اس طریق نماز کی ایک اہم خصوصیت ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا ہے۔ اہل سنت والجماعت کے تمام فقہی مسالک (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہلحدیث وغیرہ) اس بات پر متفق ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ البتہ فقہ مالکی کی رو سے اگرچہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا مستحب یعنی بہتر ہے، لیکن ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا بھی جائز اور درست ہے، چنانچہ وہ دونوں طریقوں پر عمل کرتے ہیں۔ خود فقہ مالکی کے بانی امام مالک بن انس (م 179ھ) کی تالیف حدیث "الموطا" میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی حدیث موجود ہے:۔

"عن عبدالکریم بن ابی المخارق البصری انہ قال:۔ من کلام النبو ۃ:۔ اذا لم تستح فافعل ماشئت۔ ووضع الیدین احدا ھما علی الاخری فی الصلو ۃ یضع الیمنی علی الیسری۔ وتعجیل الفطر والاستیناء بالسحور"۔

(موطا الامام مالک، روایۃ یحیی اللیثی، شرح وتعلیق، احمد راتب راموش، بیروت، دارالنفائس، 1971م، کتاب الصلو ۃ، وضع الیدین احداھما علی الاخری فی الصلوۃ، ص 111)۔

ترجمہ:۔ عبدالکریم بن ابی المخارق بصری سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:۔ یہ بات کلام نبوت میں سے ہے کہ:۔ جب تو بے حیا ہوجائے تو جو تیرا جی چاہے کرتا پھر۔ نیز نماز میں ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھنا، یعنی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر باندھنا۔ افطار میں جلدی کرنا اور سحری دیر سے کھانا۔

"عن سھل بن سعد انہ قال:۔ کان الناس یؤمرون ان یضع الرجل الید الیمنی علی ذراعہ الیسری فی الصلوۃ۔ (قال ابوحازم:۔ لااعلم الا انہ ینمی ذلک (ای یرفعہ الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم)۔

(موطا الامام مالک، کتاب الصلوۃ، وضع الیدین احدا ھما علی الاخری، ص 111، ومابین القوسین، حاشیۃ 3، ص 111)۔

ترجمہ:۔ سھل بن سعد سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا! لوگوں کو اس بات کا حکم دیا جاتا تھا کہ بندہ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھے۔

(راوی) ابو حازم کا کہنا ہے کہ مجھے علم نہیں مگر یہ کہ وہ (سہل) اس حدیث کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک) پہنچاتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی تائید شیعہ زیدیہ کے امام اور سیدنا زین العابدین کے فرزند امام زید شہید کی سیدنا علی سے روایت کردہ درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہاتھ باندھنا اخلاق وعادات انبیاء علیہم السلام میں سے قرار دیا گیا ہے۔

"حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده عن علی (ع.م) قال: ثلاث من اخلاق الانبیاء صلوة الله وسلامه علیهم- تعجیل الافطار و تاخیر السحور و وضع الکف علی الکف تحت السرة"۔

(**مسند الامام زید' کتاب الصوم' باب الافطار' ص** 204-205)۔

ترجمہ:۔ مجھے زید بن علی نے اپنے والد' دادا اور حضرت علی (ع.م) سے روایت کر کے بتایا کہ! تین چیزیں انبیاء صلاۃ اللہ و سلامہ علیہم کے اخلاق و عادات میں سے ہیں۔ روزہ جلدی کھولنا' سحری دیر سے کھانا اور ناف تلے ہاتھ پر ہاتھ باندھنا۔

مسند الامام زید کے ساتھ طبع شدہ آٹھویں اثنا عشری امام' علی رضا کی مسند الامام علی الرضی میں نبی علیہ السلام کے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی حدیث موجود ہے' اس کا سلسلہ روایت یوں درج ہے:۔

"علی الرضی عن ابیه موسی بن جعفر عن ابیه جعفر بن محمد عن ابیه محمد بن علی عن ابیه علی بن الحسین عن ابیه الحسین بن علی عن ابیه علی بن ابی طالب عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم"۔

(**مسند الامام علی الرضی' مطبوعه مع مسند الامام زید' ص** 439-440)۔

(علی رضا اپنے والد موسیٰ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں۔ وہ اپنے والد جعفر بن محمد سے جو اپنے والد محمد بن علی سے اور وہ اپنے والد علی بن حسین سے روایت کرتے ہیں جو اپنے والد حسین بن علی سے اور وہ اپنے والد علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں:۔

"وباسنادة قال:۔ رایت النبی (ص) کبر علی عمه حمزة علیه السلام خمس تکبیرات وکبر علی الشهداء بعده خمس تکبیرات فلحق بحمزة سبعون تکبیرة ووضع یده الیمنی علی یده الیسری"۔

(**مسند الامام علی الرضی' مطبوعه مع مسند الامام زید' بیروت' دار مکتبة الحیاة'** 1966**م' الباب الثالث فی الحث علی الصلوات الخمس وصفة صلوة الجنازة' ص** 452)۔

ترجمہ:۔ ان (علی رضا) نے اپنی اسناد کے ساتھ (امام علی سے) روایت کیا ہے کہ:۔ میں نے نبی (ص) کو حضرت حمزہ علیہ السلام کے جنازے پر پانچ تکبیریں پڑھتے دیکھا' پھر آپ نے دیگر شہداء (احد) پر اس کے بعد پانچ پانچ تکبیریں پڑھیں۔ حتی کہ اس طرح حضرت حمزہ پر کل ستر تکبیریں پڑھیں' اور آپ نے (نماز جنازہ میں) اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر باندھا۔

یہاں ضمناً یہ بات بھی واضح رہے کہ امام زید ہی کی روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم' نماز جنازہ میں چار تکبیریں بھی پڑھا کرتے تھے' اور اس سے زیادہ بھی:۔

"حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده عن علی علیهم السلام انه کبر اربعا- و خمسا- وستا- وسبعا"۔

(**مسند الامام زید' کتاب الصلوة' الصلوة علی المیت**)۔

ترجمہ:۔ مجھے زید بن علی نے اپنے والد کے توسط سے اپنے دادا علی علیہم السلام سے روایت کر کے بتایا کہ انہوں نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں بھی پڑھیں' پانچ' چھ اور سات بھی پڑھیں۔

مگر اہل سنت کی چار تکبیروں پر مشتمل نماز جنازہ اور شیعہ زیدیہ کی روایات آل علی کے مطابق اس کے سنت ہونے کے ثبوت کے باوجود شیعہ جعفریہ چار تکبیروں پر مشتمل نماز جنازہ پڑھنا باطل قرار دیتے ہیں۔ البتہ تقیہ کے طور پر یہ بھی درست ہے۔ بقول امام خمینی:۔

"لایجوز اقل من خمس تکبیرات الاللتقیه"۔

(**خمینی' تحریر الوسیلة' کتاب الطهارة' القول فی کیفیة صلوة المیت' جلد** 1**' ص** 73)۔

ترجمہ:۔ پانچ تکبیروں سے کم نماز جنازہ میں جائز نہیں' البتہ تقیہ کے طور پر درست ہے۔

اس سلسلے میں شیعہ جعفریہ کی اہم ترین کتاب حدیث فروع الکافی' جلد 1' صفحہ 95 کی یہ

حدیث بھی قابل توجہ ہے جسے علامہ سیالوی نے اپنی کتاب میں نقل فرمایا ہے:۔

"عن محمد بن مهاجر عن امه ام سلمة قالت سمعت ابا عبدالله عليه السلام يقول: كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اذا صلى على ميت كبر وتشهد ثم كبر ثم صلى على الانبياء ودعا ثم كبر ودعا للمؤمنين ثم كبر الرابعة ودعا للميت ثم كبر وانصرف۔ فلما نهاه الله عزوجل عن الصلوٰة على المنافقين كبر وتشهد ثم كبر وصلى على النبيين صلى الله عليهم ثم دعا للمؤمنين ثم كبر الرابعة وانصرف ولم يدع للميت۔

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بھانجے حضرت محمد بن مہاجر اپنی والدہ ماجدہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع میں جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تو تکبیر کہتے تھے۔ پھر شہادت پڑھتے تھے' پھر دوسری تکبیر کے بعد انبیاء علیہم السلام پر درود شریف پڑھتے تھے' اور تیسری تکبیر کے بعد مومنین کے لئے دعا مانگتے تھے۔ پھر چوتھی تکبیر کے بعد میت پر دعا مانگتے تھے۔ پھر پانچویں تکبیر کے بعد سلام پھیرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا تو اس کے بعد ہمیشہ جنازہ میں چار تکبیریں پڑھتے تھے۔ اس ترکیب کے ساتھ کہ پہلی تکبیر کے بعد شہادت' دوسری تکبیر کے بعد درود شریف' تیسری تکبیر کے بعد مومنین' (احیاء واموات) کے لئے دعا فرماتے تھے۔ پھر چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیرتے تھے"۔

(بحوالہ علامہ قمرالدین سیالوی' مذہب شیعہ' ص 106-107' مطبوعہ لاہور' 1377ھ)۔

شیعہ فرقہ نوربخشیہ کے پیروکار کشمیر کے مختلف حصوں گلگت' بلتستان اور لداخ وغیرہ میں طویل عرصہ سے موجود ہیں اور اپنے منفرد عقائد واعمال کی وجہ سے شیعہ ہونے کے باوجود فرقہ اثنا عشریہ جعفریہ سے علیحدہ ایک مستقل بالذات شیعہ فرقہ ہیں۔ نوربخشیہ کے بانی سید محمد نور بخش (795-869ھ) تھے جن کو نوربخش حضرات امام صاحب الزمان اور مہدی موعود مانتے ہیں۔ ان کا شجرہ نسب سترہ واسطوں سے امام موسی کاظم بن جعفر صادق تک جا پہنچتا ہے۔ ان کے والد نے طریق تجرد وانقطاع اختیار کیا اور امام رضا کے روضے کی زیارت کے لئے خراسان گئے۔ وہاں سے قاین میں جو صوبہ قہستان کا مشہور قصبہ ہے' وارد ہو کر توطن و تاہل اختیار کیا۔ یہاں سید محمد 795ھ میں پیدا ہوئے۔

سات برس کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور تھوڑے عرصے میں علوم میں تبحر پیدا کیا۔ میر موصوف نے خواجہ اسحاق ختلانی مرید سید علی ہمدانی سے بیعت کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی قابلیت اور استعداد ذاتی کی بدولت فقر وسلوک کی منازل کامیابی کے ساتھ طے کیں۔ پیر نے اپنے ایک خواب کے بموجب ان کو "نوربخش" لقب دیا' اور سید علی ہمدانی کا آخری خرقہ پہنا کر مسند ارشاد پر بٹھایا' اور خانقاہ اور تمام سالکوں کے کاروبار ان کے حوالے کئے' بلکہ خود اپنے مرید سے بیعت بھی کی اور اپنے مریدوں کو بھی یہی ترغیب دی۔

(ملاحظہ ہو مقالہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع' فرقہ نوربخشی' مطبوعہ سہ ماہی اورینٹل کالج میگزین' پنجاب یونیورسٹی لاہور' شمارہ فروری 1925ء' ص 1-9)۔

نماز میں ہاتھوں کی پوزیشن کے بارے میں نوربخشیہ کی فقہی تصنیف "کتاب فقہ امامیہ نوربخش معروف بہ سراج الاسلام" ص 95 میں درج ہے:۔

"واما ادب اليدين حال القيام يجوز ارسالهما... ويجوز عقدهما... والاولى فى الصيف ارسالهما و فى الشتاء عقدهما"۔

(بحوالہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع' فرقہ نوربخشی۔ نوربخشی عقائد' مطبوعہ اورینٹل کالج میگزین' مئی 1925ء' ص 59' حاشیہ 1)۔

ترجمہ:۔ جہاں تک قیام نماز کی حالت میں ہاتھوں کے آداب کا تعلق ہے تو دونوں ہاتھوں کا کھلا رکھنا بھی جائز ہے اور دونوں ہاتھ باندھ لینا بھی جائز ہے' اور بہتر یہ ہے کہ موسم گرما میں دونوں ہاتھ کھول کر اور سردیوں میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی جائے۔

ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا نہ صرف اہل سنت کی روایات حدیث کے مطابق سنت رسول ہے بلکہ اہل تشیع کی روایات اہل بیت کے مطابق بھی سنت رسول ہے اور شیعہ فقہ زیدی و نور بخشی وغیرہ کے لاکھوں پیروکار ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا سنت رسول و اہل بیت کی حیثیت سے درست قرار دیتے ہیں' اور امت مسلمہ کی غالب اکثریت آج تک اسی پر عمل پیرا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اہل سنت کی بعض فقہی آراء (مالکی) نیز اہل تشیع کے مختلف فقہی مسالک (زیدی' نور بخشی وغیرہ) کے مطابق ہاتھ باندھنے کے ساتھ ساتھ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کی بھی گنجائش موجود ہے۔

مگر ان تمام دلائل و شواہد اور مستند روایات اہل سنت و اہل تشیع کے باوجود جعفری اثنا عشری فرقہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کو ایسا فعل سمجھتا ہے جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور اسے دوبارہ پڑھنا لازم قرار پاتا ہے۔ امام خمینی اس سلسلے میں "مبطلات الصلوۃ" یعنی نماز کو باطل کردینے والی چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ثانیها التکفیر وهو وضع احدی الیدین علی الاخری نحوما یصنعه غیرنا۔ وهو مبطل عمداً علی الاقوی لاسهواً وان کان الاحوط فیها الاعادة۔ ولا باس بها حال التقیة"۔

(تحریر الوسیلہ' کتاب الصلوۃ' القول فی مبطلات الصلوۃ' جلد اول' ص 168)۔

ترجمہ:۔ نماز کو باطل کردینے والی چیزوں میں سے دوسری "تکفیر" ہے۔ یعنی ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھ دینا جس طرح ہمارے علاوہ دوسرے لوگ کرتے ہیں۔ زیادہ قوی رائے کے مطابق جان بوجھ کر ایسا کرنا تو نماز کو باطل کردیتا ہے' مگر بھول چوک سے ایسا ہو جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی۔ اگرچہ اس صورت میں بھی زیادہ محتاط رویہ یہی ہے کہ نماز دوبارہ پڑھی جائے۔ البتہ تقیہ کی حالت میں اس میں (یعنی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے میں) کوئی حرج نہیں۔

اس سلسلے میں امام خمینی کی تصنیف "توضیح المسائل" میں درج ہے کہ:۔

"مبطلات نماز میں سے ایک یہ ہے کہ بعض اشخاص کہ جو شیعہ نہیں ان کی طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ لے (ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا)۔

(توضیح المسائل' اردو ترجمہ از سید صفدر نجفی' احکام الصلوۃ' ص 177)۔

مزید فرماتے ہیں:۔

"جب ادب کے طور پر ہاتھ باندھ لے اگرچہ ان لوگوں (ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والے) کی طرح نہ ہو تو بھی احتیاط واجب یہ ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے۔ البتہ اگر بھول کر یا مجبوراً کسی اور وجہ سے مثلاً خراشنے کے لئے ہاتھ پر ہاتھ کو رکھ دے تو کوئی اشکال نہیں"۔

(امام خمینی' توضیح المسائل' اردو ترجمہ' احکام الصلوۃ' ص 177)۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ فقہ جعفری میں عورت کے لئے دونوں ہاتھ سینے پر کھلے رکھ کر نماز پڑھنا سنت طریقہ ہے:۔

"مرد اپنے ہاتھ بالمقابل گھٹنوں کے رانوں پر اور عورت اپنے ہاتھ چھاتیوں پر علیحدہ علیحدہ رکھے"۔

(مولانا منظور حسین نقوی' تحفۃ العوام' کامل جدید' ص 131)۔

فقہ جعفری اثنا عشری کی ان تفصیلات کے مطابق درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

ا۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا نماز کو باطل کردیتا ہے اور دوبارہ پڑھنا لازم قرار پاتا ہے۔

ب۔ اگر تقیہ کے طور پر یعنی اپنا اصل مسلک چھپاتے ہوئے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی جائے تو درست ہے اور دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں"۔

ج۔ فقہ جعفری کے مطابق عورت کے لئے سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ چھاتیوں پر علیحدہ علیحدہ رکھ کر نماز پڑھے' اور عورت کے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے سے بھی نماز درست قرار پاتی ہے۔

د۔ مرد کے لئے صرف ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

علمائے جعفریہ ان مختلف و متضاد فقہی احکام پر اصرار کرنے کے بجائے اگر اہل تشیع کے مختلف فرقوں (زیدیہ' نور بخشیہ وغیرہ) کی روایات اہل بیت اور فقہی آراء پر توجہ دیتے ہوئے ہاتھ باندھ کر اور ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا دونوں طریقوں کو درست تسلیم کرلیتے' خواہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا مستحب یعنی بہتر قرار دے دیا جاتا تو نماز میں تقیہ' تفریق احکام مرد و زن نیز نماز دہرانے کے عجیب و غریب مسائل سے بچا جاسکتا تھا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا' حتیٰ کہ تقیہ کے طور پر اہل سنت کی طرح وضو کر کے سجدہ گاہ کے بغیر اور ہاتھ باندھنے والے سنی امام کے پیچھے اسی طرح ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا بھی جائز اور درست ہے' چنانچہ مختلف شیعہ فرقوں کی

روایات کا علم رکھنے کے باوجود نیز ان مذکورہ تضادات نماز کے باوجود جعفری اثنا عشری فرقہ پوری ڈھٹائی کے ساتھ اس بات کا خصوصی دعویدار ہے کہ:۔

"شیعہ نماز کے اسی طریقہ پر قائم ہیں جو اہل بیت طاہرین سے ثابت ہے جس کے امتیازی خصوصیات میں یہ ہے کہ نماز کے قیام میں ہاتھ کھلے رہیں... اہل سنت میں سے بھی مالکی حضرات عموماً ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں"۔

(علی نقی النقوی، مذہب شیعہ ایک نظر میں، ترکیب نماز، ص 29، مطبوعہ امامیہ مشن پاکستان، لاہور، ضمیمہ پیام عمل، مارچ 1969ء)۔

اس دعوی کے ساتھ یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ مالکی حضرات ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا سنت رسول اور مستحب سمجھتے ہیں، اور شیعہ زیدیہ بھی بروایت امام زین العابدین و حسین و علی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا سنت رسول قرار دیتے ہیں اور نور بخشیہ وغیرہ بھی اسے درست سمجھتے ہیں حتی کہ اثنا عشریہ بھی سینے پر دونوں ہاتھ رکھنا عورت کے لئے درست قرار دیتے ہیں، مگر مطلقاً مرد و زن کے لئے ایسا کرنا درست تسلیم نہ کرنے میں وہ یکہ و تنہا ہیں۔ جو خود متعدد شیعہ فرقوں کے نزدیک ہاتھ باندھنے کے انکار کے سلسلہ میں جعفریہ کے اقلیتی موقف کی کمزوری کی واضح دلیل ہے۔

2۔ دائیں بائیں سلام پھیرنا۔

اہل سنت والجماعت نماز کی ابتداء میں دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہتے ہیں اور سورۃ الفاتحہ وغیرہ پڑھنے سے پہلے ثناء پڑھتے ہیں، مگر شیعہ جعفریہ بالعموم ایسا نہیں کرتے اور نہ ہی نماز کے آخر میں دائیں، بائیں سلام پھیرتے ہیں۔ اس سلسلے میں مسند امام زید کی شیعہ روایات اہل بیت، اہل سنت کے موقف کی تائید کرتی ہیں اور شیعہ زیدیہ اسی طریقہ پر عمل کرتے ہیں:۔

"قال ابوخالد رضی الله عنه لما دخل زید بن علی (ع.م) الکوفة استخفی فی دار عبدالله بن الزبیر الاسدی، فبلغ ذلک ابوحنیفة فکلم معاویة بن اسحاق السلمی و نصربن خزیمة العبسی وسعید بن خیثم حتی دخلوا علی زید بن علی (ع.م) فقالوا هذا رجل من فقهاء الکوفه۔ قال زید بن علی: ما مفتاح الصلوة وما افتتاحها وما استفتاحها و تحریمها

وما تحلیلها؟ قال فقال ابوحنیفة: مفتاح الصلوة الطهور و تحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم و افتتاح الصلوة التکبیر لان النبی (ص) کان اذا افتتح الصلوة کبر و رفع یدیه۔ والاستفتاح سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا اله غیرک ۔ لانه روی عن النبی (ص) انه کان اذا استفتح الصلوة قال ذلک، فاعجب زیداً (ع.م) ذلک منه"۔

(مسند الامام زید، کتاب الصلوة، باب استفتاح الصلوة، ص 103-104)۔

ترجمہ:۔ ابوخالد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ زید بن علی (ع.م) جب کوفہ آئے تو عبداللہ بن زبیر اسدی کے گھر خفیہ قیام فرمایا۔ پس (امام ابوحنیفہ کو یہ خبر ملی تو انہوں نے معاویہ بن اسحاق السلمی، نصربن خزیمہ عبسی اور سعید بن خیثم سے بات کی، چنانچہ وہ سب زید بن علی (ع.م) کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ فقہاء کوفہ میں سے ہیں، تو زید بن علی نے ان سے سوال فرمایا: نماز کی کنجی کیا ہے، اس کا افتتاح کیا ہے، اس کا آغاز کیا ہے، اور اس کی حرمت و حلت کیا ہے؟

امام ابوحنیفہ نے جواب دیا، نماز کی کنجی طہارت ہے، اس کی حرمت (نماز میں داخل ہونا) اللہ اکبر کہنا ہے، اور اس کی حلت (یعنی نماز ختم کرکے اس سے باہر نکلنا) سلام پھیرنا ہے، اور نماز کا افتتاح اللہ اکبر کہنا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا افتتاح و آغاز فرماتے تو اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور نماز کا استفتاح و ابتداء ہے:۔ سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک و تعالی جدک ولا الہ غیرک۔ کیونکہ نبی (ص) سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ جب نماز شروع فرماتے تھے تو یہ کلمات پڑھتے۔

پس امام زید کو امام ابوحنیفہ کی ان صحیح معلومات پر بڑی حیرت و تعجب ہوا۔

جعفریہ کے برعکس شیعہ زیدیہ اہل سنت کی طرح نماز میں "سمع اللہ لمن حمدہ" کے بعد "ربنا ولک الحمد" بھی کہتے ہیں:۔

"کان اذا رفع راسہ من الرکوع قال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد"۔

(مسند الامام زید، کتاب الصلوۃ، باب الرکوع والسجود وما یقال فی ذالک، ص 105-106)۔

ترجمہ:۔ راوی کا بیان ہے کہ امام زید جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو فرماتے: سمع اللہ

لمن حمدہ ربنا ولک الحمد۔

امام زید کی روایت کے مطابق سیدنا علی نماز کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے اور پھر دائیں بائیں سلام پھیرتے۔

"حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده (ع.م) عن علی بن ابی طالب کرم الله وجهه انه کان اذا تشهد قال: التحیات لله والصلوات والطیبات...... اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده و رسوله' ثم یحمد الله ویثنی علیه ویصلی علی النبی ثم یسلم عن یمینه وعن شماله: السلام علیکم و رحمة الله"۔

(**مسند الامام زید' کتاب الصلوة' باب التشهد' ص** 108-109)۔

ترجمہ:۔ مجھے زید بن علی نے اپنے والد سے اپنے دادا کے توسط سے روایت کرکے بتایا کہ ان کے دادا (ع.م) نے علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے حوالے سے روایت فرمایا کہ وہ جب نماز میں تشہد کے لئے بیٹھتے تو پڑھتے:۔ التحیات للہ والصلوات والطیبات---- اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ و رسولہ-- پھر اللہ کی حمد و ثناء اور نبی پر درود بھیجنے کے بعد دائیں اور بائیں طرف "السلام علیکم و رحمتہ اللہ" کہہ کر سلام پھیرتے۔

اہل سنت اور اہل تشیع (زیدیہ وغیرہ) کی ان متفق علیہ روایات کے باوجود شیعہ جعفریہ اثناعشریہ اختتام نماز پر دائیں بائیں سلام پھیرنے کا سنت طریقہ اختیار نہیں کرتے' البتہ جب سے انقلاب ایران کے بعد تقیہ کے طور پر اہل سنت کی باجماعت نمازوں میں شرکت شروع کی ہے تو اس وقت دائیں بائیں سلام پھیرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کیونکہ ان کے بقول اگرچہ اس کا حکم نہیں' مگر ممانعت بھی نہیں۔ فیاللعجب۔

3۔ رفع الیدین (تکبیر پر دونوں ہاتھ اٹھانا)۔

اہل سنت اور شیعہ زیدیہ کے برعکس فقہ جعفری کے پیروکار تکبیر تحریمہ کے بعد بھی نماز کی ہر ہر تکبیر پر رفع یدین کرتے ہیں۔ امام خمینی فرماتے ہیں:۔

"954۔ مستحب ہے کہ نماز کی پہلی تکبیر اور نماز کے درمیان جو اور تکبیریں ہیں انہیں کہتے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر تک بلند کرے"۔

(توضیح المسائل' اردو ترجمہ سید صفدر حسین نجفی' ص 152' امامیہ پبلیکیشنز لاہور' محرم

1407ھ)۔

بہرحال فقہ جعفری کی رو سے ہر ہر تکبیر نماز پر بطور مستحب رفع یدین کو بھی شیعہ فرقوں کے متفق علیہ عمل کی حیثیت حاصل نہیں۔ کیونکہ امام زید کی روایات اہل بیت اس کے برعکس ہیں:۔

"حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده (ع.م) عن علی بن ابی طالب کرم الله تعالی وجهه انه کان یرفع یدیه فی التکبیرة الاولی الی فروع اذنیه ثم لا یرفعهما حتی یقضی صلاته"۔

(**مسند الامام زید' کتاب الصلو ۃ' باب التکبیر فی الصلو ۃ' ص** 100-101)۔

ترجمہ:۔ مجھے زید بن علی نے اپنے والد سے اپنے دادا (ع.م) کے توسط سے علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالی وجہہ سے روایت کرکے بتایا کہ وہ نماز کی تکبیر اولی پر اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھاتے تھے' پھر اس کے بعد اپنی نماز ختم کرنے تک کسی تکبیر پر بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اہل سنت کے ساتھ تقیہ کے طور پر باجماعت نماز پڑھتے ہوئے اور بعض دیگر مواقع پر شیعہ جعفریہ تکبیر اولی کے بعد بقیہ تکبیرات پر رفع یدین بالعموم ترک کردیتے ہیں' اور عام حالات میں بھی فقہ جعفری کی رو سے یہ مستحب یعنی بہتر ہے لازم نہیں۔ جبکہ شیعہ زیدیہ کی روایات اہل بیت کی رو سے یہ نہ تو مستحب ہے اور نہ ہی سنت علی و آل علی ہے۔

4۔ قنوت۔

اہل سنت کی روایات کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مواقع پر نماز فجر کی دوسری فرض رکعت کے اختتام پر قنوت نازلہ پڑھی' نیز وتر میں قنوت پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ شیعہ زیدیہ کی روایات میں نماز فجر و وتر میں قنوت پڑھنے کا ذکر یوں ہے:۔

"حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده عن علی (ع.م) انه کان یقنت فی الفجر قبل الرکوع۔ وکان زید بن علی (ع.م) یقنت فی الفجر والوتر قبل الرکوع"۔

(مسند الامام زید' کتاب الصلوۃ' باب القنوت' ص 109)۔

ترجمہ :۔ مجھے زید بن علی نے اپنے والد اور دادا کے توسط سے حضرت علی (ع.م) سے روایت کرکے بتایا کہ وہ فجر کی نماز میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ زید بن علی (ع.م) فجر اور وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

قنوت فجر محض ایک دعا ہے جس کا فجر میں پڑھنا بھی واجب و لازم نہیں۔

"قال ابو خالد رضی الله عنه لما دخل زید بن علی سئالت زیدا بن علی علیهما السلام عن الرجل ینسی القنوت فی الفجر حتی یرکع ثم یرفع راسه فقال: لا یقنت بعد ذلک قلت فهل علیه سجدتا السهو؟ فقال لا۔ قلت فان نسی قنوت الوتر حتی یرکع قال: یقنت بعد الرکوع۔ قلت فان ذکره وقد سجد؟ قال: لا یقنت بعد السجود۔ وقال علیه السلام: انما القنوت فی الفجر دعاء ولیس علیه فی ذلک سهو"۔

(مسند الامام زید' کتاب الجنائز' باب مسائل من الصلوۃ' ص 185-186)۔

ترجمہ :۔ ابو خالد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب زید بن علی علیہما السلام تشریف لائے تو میں نے ان سے اس شخص کے بارے میں فتوی پوچھا جو نماز فجر میں قنوت پڑھنا بھول جائے' یہاں تک کہ رکوع کرکے اپنا سر اٹھالے تو آپ نے فرمایا:۔ اس کے بعد قنوت نہ پڑھے۔ میں نے عرض کیا' کیا اس کو قنوت پڑھنا بھول جانے پر دو سجدہ سہو کرنا پڑیں گے تو آپ نے فرمایا نہیں۔

میں نے پوچھا پس اگر وہ نماز وتر میں قنوت پڑھنا بھول جائے یہاں تک کہ رکوع میں چلا جائے۔ آپ نے فرمایا: رکوع کرنے کے بعد قنوت پڑھ لے۔ میں نے عرض کیا اگر سجدہ کرنے کے بعد اسے یاد آئے تو آپ نے فرمایا: سجدہ کے بعد قنوت نہ پڑھے۔

اور آپ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ "نماز فجر میں قنوت محض ایک دعا ہے جسے نہ پڑھنے پر سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔

نماز وتر میں قنوت کے متفق علیہ مسئلہ کے علاوہ نماز فجر میں قنوت کی زیادہ سے زیادہ یہ

حقیقت ہے' مگر شیعہ جعفریہ نے اس سلسلے میں بھی بہت سی فقہی تفصیلات مرتب کرکے اختیار کرلی ہیں جن میں بظاہر افراط و تفریط نمایاں ہے۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ شیعہ زیدیہ کے نزدیک نماز وتر تین رکعت ہے (مسند الامام زید' کتاب الصلوۃ)۔ اور وتر کی تیسری رکعت میں قنوت ہے۔ اس کے برعکس امام خمینی فقہ جعفری کے مطابق مسائل قنوت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"(1115) تمام واجب اور مستحب نمازوں میں دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا مستحب ہے اور نماز وتر میں باوجودیکہ ایک رکعت ہے' رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ اور نماز جمعہ کی ہر رکعت میں قنوت ہے' اور نماز آیات میں پانچ قنوت ہیں اور نماز عیدالفطر اور عید قربان کی پہلی رکعت میں پانچ اور دوسری میں چار قنوت ہیں۔

(1116) اگر قنوت پڑھنا چاہے تو احتیاطا" ہاتھ چہرے کے مدمقابل بلند کرے اور بمقصد رجاء مطلوبیت دونوں ہتھیلیاں ملاکر آسمان کی طرف رکھے' اور انگوٹھے کے علاوہ باقی انگلیاں بھی ملی ہوئی ہوں اور اس کی نظر ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر رہے۔

(1117) قنوت میں جو بھی ذکر کہے یہاں تک کہ ایک دفعہ "سبحان اللہ" بھی کافی ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ کہے۔

"لا اله الا الله الحلیم الکریم لا اله الا الله العلی العظیم سبحان الله رب السموات السبع و رب الارضین السبع وما فیهن وما بینهن ورب العرش العظیم والحمد لله رب العالمین۔

(1118) مستحب ہے کہ انسان قنوت بلند آواز سے پڑھے' البتہ وہ شخص جو جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے' اگر پیش نماز اس کی آواز کو سن رہا ہے تو بلند آواز سے پڑھنا اس کے لئے مستحب نہیں۔

(1119) اگر جان بوجھ کر قنوت نہ پڑھے تو اس کی قضا نہیں اور اگر بھول جائے اور بمقدار رکوع جھکنے سے پہلے اسے یاد آجائے تو مستحب ہے کہ سیدھا ہو کر اسے بجالائے' اور اگر رکوع میں یاد آئے تو مستحب ہے کہ رکوع کے بعد اس کی قضا دے اور اگر سجدہ میں یاد آئے تو مستحب ہے کہ نماز کے سلام کے بعد اس کی قضاء دے"۔

(روح اللہ خمینی' توضیح المسائل' اردو ترجمہ سید صفدر حسین نجفی' ص 171-172' امامیہ

پبلیکیشنز' لاہور' محرم 1407ھ)۔

قنوت پڑھنے کے لئے دونوں ہاتھ بصورت دعا اٹھانے کے بارے میں امام خمینی فرماتے ہیں:۔

"لا یعتبر رفع الیدین فی القنوت علی اشکال فالاحوط عدم ترکه"۔

(خمینی' تحریر الوسیله' الصلو ۃ' جلد اول' ص 165-166' طبع ایران)۔

ترجمہ:۔ قنوت پڑھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کی کوئی لازمی حیثیت نہیں' کیونکہ اس مسئلے میں اشکال ہے' البتہ زیادہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اسے ترک نہ کیا جائے۔

قنوت کی دعا کے بارے میں امام خمینی فرماتے ہیں:۔

"لا یعتبر فی القنوت قول مخصوص بل یکفی فیه کل ما تیسر من ذکر و دعاء بل یجزی البسملة مرة واحدة بل "سبحان الله" خمس او ثلاث مرات کما یجزی الاقتصار علی الصلو ۃ علی النبی و آله۔ والاحسن ماورد عن المعصوم علیه السلام من الادعیة بل والادعیة التی فی القرآن"۔

(روح الله الخمینی' تحریر الوسیلة' ج1' ص 165-166 الصلو ۃ' مطبوعه ایران)۔

ترجمہ:۔ قنوت میں کوئی مخصوص قول معتبر نہیں بلکہ اس میں جو بھی ذکر و دعاء با آسانی ہو سکے کافی ہے۔ بلکہ ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بلکہ پانچ یا تین مرتبہ "سبحان اللہ" کہنا بھی کافی ہے' اسی طرح نبی و آل نبی پر درود بھیج دینا بھی کافی ہے' اور بہتر یہ ہے کہ وہ دعائیں جو معصوم علیہ السلام سے منقول ہیں ان میں سے کوئی پڑھے' یا قرآنی دعاؤں میں سے کچھ پڑھ لیا جائے۔

ان تفصیلات سے با آسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شیعہ زیدیہ کی روایات اہل بیت کے مطابق سیدنا علی و آل علی کا دونوں پاؤں دھونے سمیت وضو نیز ان کی نماز "سبحانک اللھم" سے دائیں بائیں سلام پھیرنے اور ہاتھ باندھنے کو سنت انبیاء قرار دینے تک بطور مجموعی وہی ہے جس پر اہل سنت والجماعت قائم ہیں' اور اس متفق علیہ اسلامی نماز کے مقابلے میں شیعہ جعفریہ بہت سے امور نماز میں ایسی فقہی تفصیلات پر قائم ہیں جن کی تائید دیگر شیعہ فرقوں کی روایات بھی کرنے سے قاصر ہیں۔ اس افراط و تفریط کے نتیجے میں شیعہ جعفریہ نہ صرف

اہل سنت بلکہ اہل تشیع و تسنن کے متفقہ طریق نماز سے بھی علیحدگی اختیار کر چکے ہیں۔

فقہ جعفری کے دیگر متفرق مسائل نماز۔

1۔ آمین کہنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے مگر تقیہ میں جائز ہے۔

"(1128) 4۔ یہ کہ الحمد پڑھنے کے بعد آمین کہے' البتہ اگر بھول کر یا تقیہ کے طور پر کہہ دے تو نماز باطل نہیں ہوتی"۔

(روح اللہ خمینی' توضیح المسائل' اردو ترجمہ سید صفدر نجفی' احکام نماز' مبطلات نماز' ص 177)۔

2۔ تیسری چوتھی رکعت میں فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں بلکہ نہ پڑھنا بہتر ہے۔

"(1004)۔ نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں ایک دفعہ الحمد یا تین مرتبہ تسبیحات اربعہ کہے' یعنی تین مرتبہ کہے۔ "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" اور اگر ایک مرتبہ بھی تسبیحات اربعہ کہے تو کافی ہے اور یہ بھی کر سکتا ہے کہ ایک رکعت میں الحمد اور دوسری میں تسبیحات اربعہ کہے' اور بہتر یہ ہے کہ دونوں رکعات تسبیحات پڑھے"۔

(توضیح المسائل' احکام نماز' ص 157-158)۔

"(1008)۔ جو شخص تسبیحات اربعہ یاد نہیں کر سکتا یا درست نہیں پڑھ سکتا تو وہ تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد پڑھے"۔ (خمینی' توضیح المسائل' ص 158)۔

3۔ دوران نماز جواب سلام دینا لازم ہے۔

"(1135)۔ حالت نماز میں انسان کسی پر سلام نہ کرے اور اگر کوئی دوسرا شخص اس پر سلام کرے تو جواب اس طرح دے کہ سلام مقدم ہو' مثلاً السلام علیکم یا سلام علیکم کہے اور علیکم السلام نہ کہے"۔ (خمینی' توضیح المسائل' اردو ترجمہ' احکام نماز' ص 178)۔

"(1136)۔ انسان کو چاہئے کہ سلام کا جواب چاہے نماز میں ہو یا غیر نماز میں فوراً دے"۔ (خمینی' توضیح المسائل' اردو ترجمہ' ص 178)۔

"(1140) اگر نمازی سلام کا جواب نہ دے گنہ گار ہو گا' البتہ اس کی نماز صحیح ہے"۔

(خمینی' توضیح المسائل' اردو' ص 178)۔

4۔ نماز جنازہ بغیر وضو' غسل درست ہے۔

"(596)۔ جو شخص نماز میت پڑھنا چاہتا ہے تو ضروری نہیں کہ اس نے وضو' غسل یا

تیمم کیا ہوا ہو اور اس کا بدن اور لباس بھی پاک ہو، اور اگر اس کا لباس غصبی بھی ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اگرچہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ تمام وہ چیزیں جو باقی نمازوں میں ضروری ہیں، ان کی رعایت کرے"۔ (خمینی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ، احکام نماز، ص 94)۔

5۔ نماز میں سجدہ والی سورت پڑھنا نماز کو باطل کردیتا ہے۔

"(355) 5۔ چار سورتوں میں سجدہ واجب ہے۔ اول قرآن کے 32 سورہ الم تنزیل میں، دوسرا قرآن کے 41 سورۂ حم السجدہ میں، تیسرا قرآن کے 53 سورہ والنجم میں چوتھا 96 سورہ اقراء باسم میں"۔ (خمینی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ، احکام جنابت، ص 54)۔

"(982)۔ اگر نماز میں ان چار سورتوں میں سے کسی ایک کو عمداً پڑھے کہ جن میں سجدہ واجب ہے کہ جن کا بیان مسئلہ 355 میں ہو چکا ہے، تو اس کی نماز باطل ہے"۔

(خمینی، توضیح المسائل، احکام نماز، ص 150)۔

"(984) اگر حالت نماز میں آیہ سجدہ سن لے تو اشارہ سے سجدہ کرے اور اس کی نماز صحیح ہے"۔ (خمینی، توضیح المسائل، احکام نماز، ص 155)۔

6۔ بارہویں امام کی غیبت کے زمانہ میں نماز جمعہ اختیاری ہے۔

"مسئلہ :۔ اس زمانہ میں نماز جمعہ واجب تخییری ہے یعنی جمعہ و ظہر کے درمیان اختیار ہے کہ جسے چاہے پڑھے، البتہ جمعہ افضل ہے اور ظہر احوط ہے، اور اس سے زیادہ احوط یہ ہے کہ نماز جمعہ اور ظہر دونوں پڑھی جائیں۔ نماز جمعہ پڑھنے سے علی الاقوی نماز ظہر ساقط ہو جاتی ہے، لیکن احوط یہی ہے کہ نماز ظہر جمعہ کے بعد پڑھنا چاہئے، اور نماز جمعہ نماز صبح کی طرح دو رکعت پڑھی جاتی ہے"۔

(خمینی، توضیح المسائل، اردو، ملحقات توضیح المسائل، نماز جمعہ، ص 509)۔

7۔ نماز عیدین (فطر و قربان)۔

"سوال: پہلے آپ نے نماز عیدین، (فطر و قربان) کو باجماعت پڑھنے کی اجازت نہیں فرمائی تھی، لیکن اخیراً سننے میں آیا کہ آپ نے اجازت فرمائی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: احتیاط واجب یہی ہے کہ ان کو جماعت کے ساتھ نہ پڑھا جائے، البتہ رجائے مطلوبیت کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں"۔

(خمینی، توضیح المسائل، اردو، ملحقات نماز عیدین، ص 521-522)۔

8۔ نگاہ کرنے کے احکام

"(2433)۔ وہ مرد و عورت جو کہ ایک دوسرے کے محرم ہیں، اگر قصد لذت نہ رکھتے ہوں تو شرم گاہ کے علاوہ ایک دوسرے کے پورے جسم کو دیکھ سکتے ہیں"۔

(خمینی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ، نگاہ کرنے کے احکام، ص 370)۔

ان تمام تفصیلات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ فقہ جعفری کے پیروکار وضو، اذان، اقامت، سجدہ گاہ، قنوت، سلام، رفع یدین، وضع الیدین (ہاتھ باندھنا) قرات فاتحہ، نماز جمعہ و عیدین غرض بے شمار مسائل نماز میں نہ صرف اہل سنت والجماعت سے بلکہ شیعہ زیدیہ وغیرہ مختلف شیعہ فرقوں سے بھی شدید اختلاف رکھتے ہیں اور عملاً تفاصیل نماز میں انحراف اور افراط و تفریط کا بری طرح شکار ہیں۔ حتی کہ ان کے بہت سے مسائل مثلاً انکار وضع یدین نیز مسح رجلین و اختیار جمعہ وغیرہ نصوص قرآن و سنت کے بھی منافی ہیں۔

3۔ صوم رمضان۔

ماہ رمضان کے روزے ہر مسلمان پر بحکم قرآنی کی رو سے فرض ہیں۔ اس سلسلے میں اہل سنت کے تمام فقہی مسالک نیز شیعہ زیدیہ وغیرہ اس بات پر متفق ہیں کہ جب سورج ڈوب جائے اور ابھی سرخی موجود ہو تو وہ مغرب اور افطار کا وقت ہے' مگر شیعہ جعفریہ نے نہ صرف وقت غروب و افطار میں تقریباً دس منٹ کا اضافہ کیا ہے' بلکہ اوقات سحر میں بھی جن کا سورج سے کوئی تعلق نہیں طلوع فجر کو دس منٹ پہلے قرار دیتے ہیں۔ امام خمینی روزہ کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"روزہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالی کے فرمان کو بجالانے کے لئے اذان صبح سے لے کر مغرب یعنی شرعی غروب آفتاب تک ان چیزوں سے جو کہ روزہ کو توڑتی ہیں اور جن کی تفصیل بعد میں آئے گی' پرہیز کرے"۔

(امام خمینی: توضیح المسائل' اردو ترجمہ' روزہ کے احکام' ص 233)۔

مغرب و افطار کے وقت کے بارے میں امام خمینی کا بیان ہے:۔

"(735) مغرب کا وقت وہ ہے جب ہر طرف مشرق کی سرخی جو غروب آفتاب کے وقت پیدا ہوتی ہے' ختم ہو جائے"۔ (خمینی' توضیح المسائل' اردو ترجمہ' ص 119)۔

اس انفرادیت کے علاوہ امام خمینی اور شیعہ جعفریہ کا موقف یہ ہے کہ روزہ جتنی تاخیر سے کھولا جائے بہتر ہے' بلکہ اگر مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھنے کے بعد کھولا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ (توضیح المسائل' روزہ کے احکام)۔

نیز باجماعت نماز تراویح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جبری حکم سمجھتے ہوئے اس سنت موکدہ کی باجماعت ادائیگی کو جعفریہ غلط سمجھتے ہیں' مگر ان کی بدقسمتی یہ ہے کہ اہل سنت کے علاوہ شیعہ زیدیہ کی روایات اہل بیت بھی باجماعت نماز تراویح کے حق میں ہیں:۔

"حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده عن علی علیهم السلام انه امر الذی یصلی بالناس صلاة القیام فی شهر رمضان ان یصلی بهم عشرین رکعة یسلم فی کل رکعتین' ویراوح مابین کل اربع رکعات فیرجع ذوالحاجة ویتوضا الرجل وان یوتر بهم من آخر اللیل حین الانصراف"۔

(مسند الامام زید' کتاب الصلوة' باب القیام فی شهر رمضان' ص

158-159)۔

ترجمہ:۔ مجھے زید بن علی نے اپنے والد اور دادا کے ذریعے علی علیهم السلام سے روایت کر کے بتایا کہ انہوں نے ماہ رمضان میں لوگوں کو نماز قیام لیل پڑھانے والے کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھائے جس میں ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرے' اور ہر چار رکعت کے بعد استراحت کرے تاکہ حاجت مند واپس آسکے اور بندہ وضو کرسکے اور یہ حکم بھی دیا کہ لوگوں کو وتر کی نماز اس کے بعد آخر شب میں مسجد سے واپس جانے سے پہلے باجماعت پڑھائے۔

شیعہ جعفریہ کے برعکس اہل سنت و زیدیہ وغیرہ کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ سورج ڈوبتے ہی نماز مغرب سے پہلے افطار کا بہترین وقت ہے۔ مسند الامام زید کی روایت پہلے درج کی جاچکی ہے کہ:۔

"حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده عن علی (ع.م) قال: ثلاث من اخلاق الانبیاء صلوة الله وسلامه علیهم' تعجیل الافطار و تاخیر السحور ووضع الکف علی الکف تحت السرة"۔

(مسند الامام زید' کتاب الصیام' باب الافطار' ص 204-205)۔

ترجمہ:۔ مجھے زید بن علی نے اپنے والد اور دادا کے توسط سے علی (ع.م) سے روایت کر کے بتایا کہ انہوں نے فرمایا: تین باتیں اخلاق و عادات انبیاء صلوۃ اللہ و سلامہ علیہم میں سے ہیں۔ افطار میں عجلت' سحری میں تاخیر اور ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ باندھنا۔

وقت صلوۃ مغرب کے سلسلے میں بھی امام زید سیدنا زین العابدین سے بتوسط حسین و علی (ع.م) روایت کرتے ہیں کہ جب سورج کی ٹکیہ غائب ہوگئی تو جبرئیل نے نبی علیہ السلام کو نماز مغرب پڑھنے کا حکم دیا:۔

"ثم نزل علیه حین وقع قرص الشمس فامره ان یصلی المغرب"۔

(مسند الامام زید' کتاب الصلوۃ' باب اوقات الصلوۃ' ص 98)۔

ترجمہ:۔ پھر جبرئیل آپ پر اس وقت نازل ہوئے جب سورج کی ٹکیہ غائب ہوگئی' پس انہوں نے آپ کو مغرب پڑھنے کا حکم دیا۔

اہل سنت کی نماز باجماعت میں شرکت کی چونکہ بطور تقیہ مداراتی فقہ جعفری کی رو سے

اجازت دے دی گئی ہے' جو کہ عرف عام میں غروب آفتاب یعنی "غروب عرفی" پر ادا کی جاتی ہے' جب کہ فقہ جعفری کی رو سے "غروب شرعی" تقریباً دس منٹ بعد ہوتا ہے' لہٰذا اسی غروب عرفی پر اگر نماز بغیر دہرائے درست ہے تو افطار بھی منطقی طور پر درست قرار پاتا ہے' اور بعض شیعہ موقع و محل کی مناسبت سے اہل سنت و شیعہ زیدیہ وغیرہ کے ہمراہ اس پر عمل پیرا بھی ہوجاتے ہیں۔ مگر علماء جعفریہ نہ تو اہل سنت و شیعہ زیدیہ وغیرہ کے اس مشترکہ وقت افطار کو مستقل طور پر وقت افطار و مغرب تسلیم کرنے پر آمادہ ہیں اور نہ ہی زیدیہ وغیرہ کی روایات اہل بیت کی رو سے باجماعت نماز تراویح کو تسلیم کرنے پر تیار ہیں' بلکہ الٹا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ الزام دیتے ہیں کہ باجماعت نماز تراویح کا مستقل اہتمام کرواکر انہوں نے گویا کوئی جرم کیا' جب کہ سیدنا علی و حسن کے دور خلافت میں بھی نہ تو سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان کے دور میں رائج شرعی وقت افطار میں کوئی تبدیلی کی گئی اور نہ ہی باجماعت نماز تراویح کے نظام کو تبدیل کیا گیا' جس کی تائید شیعہ زیدیہ کی روایات اہل بیت بھی کرتی ہیں۔

اس طرح علمائے جعفریہ کا افطار و تراویح کے بارے میں موقف بھی خلافت علوی و حسنی نیز اہل سنت و غیر جعفری اہل تشیع کی تائید سے محروم بلکہ اس کے برخلاف اور امت سے ان کی علیحدگی کا ثبوت ہے۔

4۔ حج

حج و عمرہ صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہیں۔ ذوالحجہ کی 8 سے 12 یا 13 تاریخ تک مناسک حج ادا کئے جاتے ہیں۔ حج کی تین قسمیں ہیں:۔

1۔ تمتع (پہلے عمرہ کا احرام باندھنا پھر حج کے لئے دوبارہ احرام باندھنا)۔

2۔ قران (بیک وقت حج و عمرہ کی نیت سے احرام باندھنا اور عمرہ ادا کرنے کے بعد بھی ایام حج تک احرام باندھے رکھنا)۔

3۔ افراد (صرف حج کی نیت سے احرام باندھنا)۔

اہل سنت کے نزدیک ہر حاجی تینوں میں سے کسی ایک قسم کا حج کرسکتا ہے' مگر فقہ جعفری کی رو سے جو شخص مکہ کا باشندہ نہیں وہ صرف حج تمتع کرسکتا ہے اور مکہ کے باشندے پر قران و افراد فرض ہیں۔ امام خمینی اقسام حج کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"وھی ثلاثة: تمتع و قران و افراد۔ والاول فرض من کان بعیداً عن مکه' والآخران فرض من کان حاضراً غیر بعید۔ وحد البعد ثمانیة واربعون میلا من کل جانب علی الاقوی من مکة"۔

(الخمینی' تحریر الوسیلة' ج1' ص 368-369' القول فی اقسام الحج)۔

ترجمہ:۔ حج کی تین اقسام ہیں: تمتع' قران اور افراد۔

پہلی قسم (تمتع) مکہ سے دور رہنے والوں پر فرض ہے۔

اور دوسری دو قسمیں (قران و افراد) مکہ کے شہریوں پر فرض ہیں جو دور کے باشندے نہیں' اور دوری کی حد قوی تر رائے کے مطابق مکہ کے تمام اطراف میں اڑتالیس اڑتالیس میل تک شمار ہوگی۔

شیعہ اثنا عشریہ باجماعت نماز تراویح کی طرح حج تمتع کے بجائے غیر مقامی باشندوں اور غیر ملکیوں کو افراد و قران کی اجازت دینے کا الزام بھی خلیفہ دوم سیدنا عمر پر لگاتے ہیں' مگر ان کی یہ بدقسمتی ہے کہ اس الزام کی تردید کے لئے بھی خود شیعہ زیدیہ کی روایات اہل بیت ہی کافی ہیں' جن کی رو سے وہ باجماعت نماز تراویح کی طرح تینوں قسم کے حج کو بھی بلا قید و شرط درست سمجھتے ہیں:۔

"حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده عن علی (ع۔م) قال: من شاء ممن

لم یحج تمتع بالعمرۃ الی الحج و من شاء قرنہما جمیعاً و من شاء افرد"۔

(مسند الامام زید' کتاب الحج' باب الاہلال والتلبیۃ' ص 234)۔

ترجمہ:۔ مجھے زید بن علی نے اپنے والد اور دادا کے توسط سے حضرت علی (ع۔م) سے روایت کرکے بتایا کہ انہوں نے فرمایا کہ:۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ چاہے تو حج کے ساتھ عمرہ سے بھی متمتع ہو اور چاہے تو ان دونوں کو اکٹھا کردے (قران) اور چاہے تو صرف حج کرلے (افراد)۔

اس طرح بہت سے مسائل حج (رویت ہلال' نوعیت حج' تفصیل طواف وغیرہ) میں بھی شیعہ جعفریہ امت مسلمہ سے کافی حد تک الگ تھلگ اور علیحدہ ہیں جن کی تفصیل ان کی کتب فقہ میں موجود ہے۔

5۔ زکوۃ۔

اہل سنت اور شیعہ زیدیہ وغیرہ کے برعکس شیعہ جعفریہ اثنا عشریہ نہ تو سونے چاندی کے زیورات کی زکوۃ کے قائل ہیں اور نہ ہی کرنسی نوٹ کی زکوۃ ادا کرتے ہیں' بلکہ صرف اس سونے چاندی پر زکوۃ کے قائل ہیں جو سکہ رائج الوقت یا کسی دوسرے سکہ کی شکل میں بقدر نصاب سال بھر جمع رہے۔ امام خمینی احکام زکوۃ کے سلسلے میں فرماتے ہیں:۔

"(1850)۔ نو چیزوں پر زکوۃ واجب ہے۔

1۔ گندم' 2۔ جو' 3۔ کھجور' 4۔ کشمش' 5۔ سونا'

6۔ چاندی' 7۔ اونٹ' 8۔ گائے' 9۔ بھیڑ بکری۔

اگر کوئی شخص ان نو چیزوں میں سے کسی ایک کا مالک ہو تو ان شرائط کے ساتھ جو بعد میں بیان ہوں گی معین شدہ مقدار مقرر شدہ مصارف میں سے کسی ایک مصارف میں صرف کرے' جن کا حکم دیا گیا ہے۔

(روح اللہ خمینی' توضیح المسائل' اردو ترجمہ' احکام زکوۃ' ص 277)۔

"(1896)۔ سونے یا چاندی پر اس وقت زکوۃ واجب ہوتی ہے' جبکہ وہ سکہ دار ہوں اور کاروبار میں رائج ہوں اور اگر اس کا سکہ ختم ہوگیا ہو تب بھی اس کی زکوۃ ادا کرے۔

(خمینی' توضیح المسائل' احکام زکوۃ' ص 284)۔

"(1897)۔ وہ سکہ دار سونا چاندی جسے عورتیں زینت کے لئے استعمال کرتی ہیں اس پر زکوۃ نہیں' اگرچہ وہ رائج الوقت ہی کیوں نہ ہو"۔

(خمینی' توضیح المسائل' اردو ترجمہ' احکام زکوۃ' ص 284)۔

مسند الامام زید میں راوی کے بیان کے مطابق روایات اہل بیت کی رو سے سونے چاندی کے زیورات پر زکوۃ فرض ہے:۔

"وسئالت زیداً بن علی (ع۔م) عن زکوۃ الحلی فقال: زک للذهب والفضۃ' ولا زکوۃ فی الدر والیاقوت واللئولئو و غیرذلک من الجواهر"۔

(مسند الامام زید' کتاب الزکاۃ' باب زکوۃ الذهب والفضۃ' ص 193)۔

ترجمہ:۔ اور میں نے زید بن علی (ع۔م) سے زیورات کی زکوۃ کے بارے میں پوچھا تو

انہوں نے فرمایا سونے اور چاندی کی زکوۃ ادا کر۔ البتہ موتی' یاقوت اور لولو اور دیگر جواہرات پر زکوۃ واجب نہیں۔

فقہ جعفری کے برعکس زیدیہ کی روایات اہل بیت کے مطابق نقدی' درہم و دینار کی بھی زکوۃ واجب ہے' خواہ وہ کسی بھی دھات کے ہوں:۔

"وسئالته علیه السلام عن رجل له مائة درهم و خمسون درهما وله خمسة دنانیر فقال: فی ذلک زکوة۔ قال: وان کان واحدا من هذین ینقص فلا زکوة فی شئی من ذلک الا ان یکون الاخیر یزید زیادة فیها و نقصان لآخر فیجب فی ذلک الزکوة"۔

(مسند الامام زید' کتاب الزکوة' ص 194-195)۔

ترجمہ :۔اور میں نے آپ علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس کے پاس ایک سو پچاس درہم اور پانچ دینار ہیں تو آپ نے فرمایا' اس میں زکوۃ واجب ہے' اور فرمایا کہ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک مقدار کم ہو جائے تو اس پر زکوۃ نہیں۔ الایہ کہ ان میں سے ایک میں اضافہ اور دوسری میں کمی ہو جائے تو پھر اس میں زکوۃ ہے۔

معدنیات کا پانچواں حصہ بطور زکوۃ ہے۔

"وسئالت زید بن علی علیهما السلام عن معدن الذهب والفضة والرصاص والحدید والزئبق والخاض فقال فی ذلک الخمس"۔

(مسند الامام زید' کتاب الزکاة' ص 194)۔

ترجمہ :۔اور میں نے زید بن علی علیہما السلام سے سونے چاندی' سیسہ' لوہا' زئبق اور خاض کی کانوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا یا ان کی زکوۃ پانچواں حصہ (بیس فیصد) ہے۔

عشر و نصف عشر بروایت امام زید۔

"حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده عن علی علیهم السلام قال: لیس فیما اخرجت ارض العشر صدقة من تمر ولا زبیب ولاحنطة ولا شعیر ولا ذرة حتی یبلغ الصنف من ذلک خمسة اوسق۔ الوسق ستون صاعا۔ فاذا بلغ ذلک جرت فیه الصدقة فیما سقت السماء من ذلک

او سقی فتحا او سیحا ففیه العشر وما سقی بالغرب او دالیة ففیه نصف العشر"۔

(مسند الامام زید' کتاب الزکاة' باب ارض العشر' ص 196)۔

ترجمہ:۔ مجھے زید بن علی نے اپنے والد اور دادا کے ذریعے علی علیہم السلام سے روایت کر کے بتایا کہ انہوں نے فرمایا:۔ عشر کی زمین کی پیداوار کھجور' کشمش' گندم' جو اور مکئی پر اس وقت تک زکوۃ نہیں' جب تک ان میں سے کوئی جنس پانچ وسق تک نہ پہنچ جائے۔ ایک وسق ساٹھ صاع کے برابر ہے۔ پس جب وہ اس مقدار کو پہنچ جائے تو اس میں زکوۃ ہے۔ جس فصل کو بارش کے پانی' بہتے پانی یا نالے کے پانی سے سینچا گیا تو اس میں دسواں حصہ (عشر) ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈول یا ڈولچی سے سینچا گیا تو اس میں نصف عشر ہے۔

اس طرح فقہ جعفری کے برعکس شیعہ زیدیہ کی روایات اہل بیت سونے چاندی کے زیورات' نقدی (کرنسی نوٹ' درہم و دینار وغیرہ) نیز عشر و نصف عشر وغیرہ کے سلسلے میں فقہ اہل سنت کی تائید کرتی ہیں' اور فقہ جعفری کے پیروکار زیورات و کرنسی وغیرہ مختلف اشیاء کی زکوۃ کا انکار کر کے عملاً منکرین زکوۃ قرار پاتے ہیں۔

6- خمس

سورۃ الانفال آیت 41 مال غنیمت کے خمس (پانچویں حصے) کے بارے میں ہے:-

"واعلموا انما غنمتم فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل"۔ (الانفال: 41)۔

ترجمہ:- اور جان لو کہ جو مال غنیمت تمہیں ملے اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

اہل سنت کی طرح شیعہ فرقے زیدیہ وغیرہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ خمس کا تعلق مال غنیمت سے ہے، عام کاروبار وغیرہ سے نہیں:-

"حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده عن علی (ع- م) ان النبی (ص) کان ینفل بالربع والخمس والثلث۔

قال علی علیه السلام: انما النفل قبل القسمة ولا نفل بعد القسمة۔

سئالت زید بن علی (ع- م) عن الخمس قال: هولنا ما احتجنا الیه۔ فاذا استغنینا فلاحق لنافیه الم تر ان الله قد قرننا مع الیتمی والمساکین وابن السبیل، فاذا بلغ الیتیم و استغنی المسکین وامن ابن السبیل فلاحق لهم۔ وکذلک نحن اذا استغنینا فلاحق لنا"۔

(مسند الامام زید، کتاب السیر وما جاء فی ذلک، باب الخمس والانفال، ص 356)۔

ترجمہ:- مجھے زید بن علی نے اپنے والد اور دادا کے توسط سے علی (ع- م) سے روایت کر کے بتایا کہ نبی (ص) مال غنیمت کا چوتھا، پانچواں اور تیسرا حصہ عطاء فرماتے تھے۔

علی علیہ السلام نے فرمایا کہ نفل تقسیم سے پہلے درست ہے، البتہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد درست نہیں۔

میں نے زید بن علی (ع- م) سے خمس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ہمارے لئے اس وقت تک جائز ہے جب تک ہم اس کے محتاج ہیں۔ پس جب ہم غنی ہوجائیں تو اس میں ہمارا کوئی حق نہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے ہمارا (اہل بیت کا)

ذکر یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے ساتھ کیا ہے۔ پس جب یتیم بالغ ہوجائے، مسکین مالدار ہوجائے اور مسافر امان پا جائے تو ان کا حق باقی نہیں رہتا۔ ہمارا معاملہ بھی اسی طرح ہے، پس جب ہم غنی ہوجائیں تو ہمارا اس خمس میں کوئی حق نہیں رہتا۔

فقہاء جعفریہ بھی اگرچہ اس بات کے قائل ہیں کہ خمس صرف بقدر ضرورت بنی ہاشم کا حق ہے، مگر اصل تبدیلی جو انہوں نے حکم قرآنی میں کی ہے، وہ جنگ کے مال غنیمت کے علاوہ بھی تمام اموال کو خمس کے تحت لانا ہے۔ امام خمینی فرماتے ہیں:-

"(1748) خمس سات چیزوں پر واجب ہے۔

1- وہ نفع جو کسب (کاروبار) سے حاصل ہو۔

2- معدن (کان)

3- گنج (خزانہ)

4- مال حلال مخلوط بحرام

5- وہ جواہرات جو کہ دریا میں غوطہ لگانے سے ہاتھ آئیں۔

6- جنگ میں مال غنیمت

7- وہ زمین جو کافر ذمی نے مسلمان سے خریدی ہو"۔

(خمینی، توضیح المسائل، اردو ترجمہ، خمس کے احکام، ص 262)۔

کاروبار کے نفع سمیت ہر قسم کے خمس کے مصرف کے بارے میں خمینی فرماتے ہیں:

"یقسم الخمس ستة اسهم- سهم لله تعالی و سهم للنبی صلی الله علیه وآله وسلم و للامام علیه السلام- وهذه الثلاثة الآن لصاحب الامر ارواحنا له الفداء وعجل الله تعالی فرجه۔

وثلاثة للایتام والمساکین و ابناء السبیل ممن انتسب بالاب الی عبدالمطلب، فلو انتسب الیه بالام لم یحل له الخمس وحلت له الصدقة علی الاصح"۔

(الخمینی، تحریر الوسیلة، کتاب الخمس، القول فی قسمته ومستحقیه، 1/334)۔

ترجمہ:- خمس چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور امام علیہ السلام کا حصہ۔ اور یہ تینوں حصے اب صاحب امر (بارہویں امام غائب مہدی) کے لئے مخصوص ہیں۔ ہماری جانیں ان پر قربان ہوں' اور اللہ تعالی ان کا ظہور جلدی فرمائے۔

باقی تین حصے ان یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہیں جن کا نسب باپ کی طرف سے حضرت عبدالمطلب تک پہنچتا ہو۔ اگر ماں کی طرف سے نسب ان تک پہنچتا ہے تو صحیح تر فتوی کے مطابق ایسے شخص کے لئے خمس جائز نہیں بلکہ صدقہ جائز ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اللہ' رسول اور امام کے تینوں حصے جو امام مہدی کو ملنے چاہئیں' عملاً ان کے غائب ہونے کی وجہ سے ان شیعہ علماء مجتہدین کو ادا کئے جاتے ہیں جن کی تقلید کی جاتی ہے۔ فنعم وحبذا۔

امام خمینی فرماتے ہیں:۔

"(1833) جو سید عادل نہیں ہے اسے خمس دیا جاسکتا ہے' البتہ وہ سید جو اثنا عشری نہیں وہ خمس نہیں لے سکتا"۔

(خمینی' توضیح المسائل' اردو ترجمہ' خمس کے احکام' مصرف خمس' ص 274)۔

اس طرح فقہ جعفری نے لاکھوں قریشی و ہاشمی سادات اہل سنت نیز سادات شیعہ زیدیہ و اسماعیلیہ و نوربخشیہ وغیرہ کو اپنے خمس سے بیک جنبش قلم محروم کر کے حق بنی ہاشم و اہل بیت بخوبی ادا کردیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امام خمینی یہ بھی فرماتے ہیں کہ غیر سید' اپنی سید بیوی کو عام حالات میں خمس نہ دے:۔

"(1838)۔ جس کی بیوی سیدانی ہو تو احتیاط واجب یہ ہے کہ وہ اس کو اپنا خمس نہ دے' جب کہ وہ اسے اپنے مصرف میں صرف کرے۔ البتہ اگر سیدانی پر دوسرے لوگوں کے اخراجات واجب ہوں اور وہ ان کے اخراجات نہیں دے سکتی' تو پھر جائز ہے کہ انسان اس عورت کو خمس دے تاکہ وہ ان پر صرف کرے"۔

(خمینی' توضیح المسائل' اردو ترجمہ' ص 275)۔

"امام خمینی مصرف خمس کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

خمس دو حصوں میں تقسیم کیا جائے' ایک حصہ سہم سادات ہے' اس میں احتیاط واجب یہ ہے کہ مجتہدین جامع الشرائط کی اجازت سے فقیر سید یا یتیم سید یا اس سید کو دیا جائے جو سفر میں بے خرچ ہو جائے اور دوسرا آدھا حصہ سہم امام علیہ السلام جو اس زمانہ میں مجتہد جامع

الشرائط کو دیا جائے یا ایسے مصرف میں صرف کیا جائے کہ جس کی اجازت وہ مجتہد دے دے۔ البتہ اگر انسان اس مجتہد کو دینا چاہے کہ جس کی اس نے تقلید نہیں کی ہو تو اس صورت میں اسے اجازت دی جاتی ہے کہ جب دینے والے کو علم ہو کہ وہ مجتہد اور جس مجتہد کی وہ تقلید کرتا ہے دونوں سہم امام کو ایک ہی طریقہ پر صرف کرتے ہیں"۔

(خمینی' توضیح المسائل' خمس کے احکام' مصرف خمس' ص 274)۔

آیۃ اللہ العظمی ابوالحسن اصفہانی کے پوتے اور عراقی شیعہ مجتہد ڈاکٹر موسی موسوی سورۃ الانفال کی آیت خمس (41) کے حوالے سے علماء جعفریہ کے غلط موقف کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"غنیمت کی تفسیر منافع کے ساتھ کرنا ان امور میں سے ہے جنہیں ہم شیعہ کے سوا کہیں نہیں پاتے' چنانچہ آیت دو ٹوک اور واضح ہے کہ خمس جنگ کی غنیمت میں مشروع ہے نہ کہ کاروبار کے منافع میں۔

کاروبار کے منافع میں خمس کے واجب نہ ہونے کی سب سے واضح اور قطعی دلیل نبی کریم (ص) اور آپ کے بعد امام علی سمیت خلفاء نیز ائمہ شیعہ کی سیرت ہے۔ چنانچہ ارباب سیر نے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت لکھی' اور اس سے تعلق رکھنے والی ہر چھوٹی بڑی بات نیز آپ کے اوامر و نواہی کو مدون کیا' یہ بات ذکر نہیں کی کہ آپ نے مدینہ کے بازاروں میں خمس اکٹھا کرنے والے بھیجے ہوں۔ جب کہ ارباب سیر ان اشخاص کے نام تک لکھتے ہیں جنہیں رسول اللہ مسلمانوں کے مالوں میں سے زکوۃ وصول کرنے کے لئے ارسال فرماتے تھے۔

اسی طرح حضرت علی سمیت خلفائے راشدین کے سیرت نگاروں نے کبھی ذکر نہیں کیا کہ ان میں سے کسی نے منافع میں سے خمس کا مطالبہ کیا ہو یا انہوں نے خمس اکٹھا کرنے کے لئے محصلین ارسال کئے ہوں"۔

(ڈاکٹر موسی موسوی' الشیعہ والتصحیح' اردو ترجمہ بعنوان اصلاح شیعہ' ص 122-123)۔

ڈاکٹر موسوی مزید فرماتے ہیں:۔

"بعض شیعہ فقہاء نے جن میں فقیہ احمد اردبیلی شامل ہیں جو اپنے زمانہ کے سربرآوردہ فقہاء میں سے تھے' حتی کہ انہیں مقدس اردبیلی کا لقب دیا گیا' غیبت کبری کے زمانہ میں

خمس میں تصرف کے ناجائز ہونے کا فتوی دیا۔

اسی طرح بعض شیعہ فقہاء (جو تعداد میں بہت ہی کم تھے) نے امام مہدی سے مروی اس قول کی بناء پر کہ (ہم نے اپنے شیعان کو خمس معاف کردیا ہے) شیعہ سے خمس ساقط قرار دیا ہے۔

البتہ شیعہ فقہاء کی اکثریت نے اقلیت کی آراء کو دیوار کے ساتھ دے مارا اور آپس میں خمس نکالنے کے واجب ہونے پر اتفاق کرلیا"۔ (اصلاح شیعہ، ص 125)۔

ڈاکٹر موسوی آخر میں تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"امامیہ فقہاء ایک تنگنائے میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ انہوں نے اتفاق کیا کہ خمس میں سے جو اللہ، اس کے رسول اور امام غائب کا حق ہے، نصف تو اس مجتہد کو ادا کرنا واجب ہے جس کی وہ (امامیہ شیعہ) تقلید کرتا ہے اور باقی نصف ہاشمی فقراء محتاجوں، یتیموں اور مسافروں پر خرچ کرے گا، لیکن یہ بات ان سے اوجھل رہی کہ یہ تو عوام میں سے مقلدین کی نسبت حکم ہوا، لیکن اس محتاط کا کیا حکم ہوگا، جو کسی ایک فقیہ کی رائے پر عمل نہیں کرتا۔ اس پر سے خمس ساقط ہوگا؟ یا وہ اس میں جیسے چاہے تصرف کرسکتا ہے؟

یہیں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ خمس کی بدعت شیعی مفہوم میں فقہاء کے اس پر اصرار کے باوصف دقیق نہیں۔ اس میں ایسے خلاء ہیں جو اس کے باطل ہونے کی بین دلیل ہیں۔

بدعت خمس کا شیعی مفہوم، سنت رسول، خلفاء راشدین اور ائمہ شیعہ کے عمل کے خلاف ہے۔ کیوں کہ اسلام میں تو صرف غنیمت میں خمس ہے۔ تجارت اور کاروبار کے منافع پر تو کبھی خمس نہیں تھا"۔ (اصلاح شیعہ، ص 139)۔

مقلد و محتاط کی مذکورہ شیعہ اصطلاحات کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر موسوی دائرہ تشیع کے اندر رہتے ہوئے فقہی مسائل میں معتدل و مناسب موقف اختیار کرنے کا راستہ بھی تجویز کرتے ہیں۔ آپ "تقلید" کے زیر عنوان لکھتے ہیں:۔

"تقلید مجتہد کی رائے کے مطابق اعتقاد رکھنے اور اس پر عمل کرنے کا نام ہے۔ شیعہ کی بہت بڑی اکثریت شرعی مسائل میں مجتہدوں کی طرف رجوع کرتی ہے۔ کم ہی کوئی گھر ہوگا جس میں ان رسالوں میں سے کوئی رسالہ نہ ہو جسے مجتہدوں نے عوام کے لئے تالیف کیا

ہے۔ جنہیں کچھ ناموں کے اضافہ کے ساتھ الرسالہ العملیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مثلاً ذخیرۃ الصالحین، صراط النجاۃ، ذخیرۃ العباد وغیرہ۔

ان عملی رسائل کا مطالعہ کرنے والا دیکھتا ہے کہ یہ فقہاء صدیوں سے آج تک اپنے ان رسائل کے پہلے صفحہ پر عبارت لکھتے آرہے ہیں:۔

ہر عاقل و بالغ کا فرض ہے کہ مجتہد ہو یا مقلد یا پھر محتاط ہو، یعنی احتیاط کے مقامات سے واقف ہو۔ عامی کا فروع میں تقلید کے بغیر عمل باطل، بے سود ہے۔

اس نظریئے کا جس پر امامیہ فقہاء زمانہ غیبت کبری سے آج تک متفق چلے آتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو شخص احتیاط پر کاربند ہے اس کے لئے تقلید کرنا اور دوسرے کی رائے پر عمل کرنا روا ہے۔ احتیاطی عمل کا مطلب یہ ہے کہ مکلف کو فروعی مسائل میں اختلافی مقامات کا علم ہو، اور وہ ان میں سے اقرب الی الصواب کو اختیار کرے۔ البتہ اصول و عقائد میں تقلید جائز نہیں، بلکہ واجب ہے کہ مسلمان سمجھ بوجھ کر ان کا اعتقاد رکھے۔

پس وہ حل جو ہم اپنے شیعہ بھائیوں کے سامنے پیش کررہے ہیں اور ان سے اپیل کرتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں سعادت کی ضمانت حاصل کرنے کے لئے اسے لازم پکڑلیں۔ یہ ہے کہ "احتیاط" پر عمل اور "احتیاطی عمل" میں شیعہ مذہب سے خروج یا فقہاء شیعہ کے اجماع کی مخالفت نہیں پائی جاتی اور اس حقیقت نے فقہاء کے لئے شیعہ کو تصحیح کے خلاف اکسانے یا انہیں قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے ڈرانے کے دروازے بھی بند کردیئے ہیں۔

البتہ جب شیعہ کے لئے نئے مسائل کھڑے ہوں اور یہ بہت ہی قلیل ہیں، میری مراد ان سے وہ مسائل ہیں جو پہلے سے ابواب فقہ میں موجود نہیں تو اس صورت میں ایک یا ایک سے زیادہ مجتہدوں سے مشورہ کیا جاسکتا ہے"۔

(ڈاکٹر موسی موسوی، الشیعہ والتصحیح، اردو ترجمہ بعنوان اصلاح شیعہ، ص 138-139)۔

خلاصہ کلام بحوالہ ارکان اسلام

ان تفصیلات سے ارکان اسلام اور مختلف فقہی امور کے سلسلے میں بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ پر اعتقاد اور فقہ جعفری کی تقلید کا دعوی کرنے والے شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کا امت مسلمہ سے علیحدہ تشخص واضح تر ہوجاتا ہے۔ اور عبادات و اعمال کے

سلسلے میں ان کے بہت سے فقہی مواقف وفتاوی نہ صرف فقہ اہل سنت سے متصادم قرار پاتے ہیں' بلکہ شیعہ زیدیہ جیسے اہم ترین اور مستند شیعہ فرقے بھی ان آراء و اعمال کو فقہ اہل بیت کے طور پر تسلیم نہیں کرتے۔ اور پہلے چار ائمہ شیعہ (سیدنا علی و حسن و حسین و علی زین العابدین) سے ایسی مستند روایات حدیث و فقہ نقل کرتے ہیں جو فقہ جعفری کے برخلاف اور فقہ اہل سنت کے مطابق ہیں۔ اس حوالے سے مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن' اثنا عشری فرقہ کی امت مسلمہ سے علیحدگی بربنائے عقیدہ تحریف قرآن و امامت منصوصہ و انکار خلافت شیخین و توہین و تکفیر صحابہ کرام کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

"بغور نظر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ شیعیت اسلام کے مقابلہ میں بالکل ایک الگ اور متوازی مذہب ہے جس میں کلمہ طیبہ سے لے کر میت کی تجہیز و تکفین تک تمام اصول و فروع اسلام سے الگ ہیں۔ اس لئے شیعہ اثنا عشریہ بلا شک و شبہ کافر ہیں"۔

(خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ' مرتبہ مولانا منظور نعمانی' مطبوعہ لاہور' حصہ اول' ص 154' فتوی مفتی ولی حسن)۔

اس موقع پر یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ علماء اہل سنت نے فرقہ اثنا عشریہ جعفریہ کے مقابلے میں شیعہ فرقہ زیدیہ وغیرہ کو اعتقادی و فقہی لحاظ سے نسبتاً معتدل و متوازن تسلیم کرنے کے باوجود ان کے بعض گمراہ کن عقائد پر تنقید بھی کی ہے۔ امام المسند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شیعہ فرقوں کے گمراہ کن عقائد کا ذکر کرتے ہوئے زیدیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔ "زیدیہ اکثر عقائد اسلامیہ راکہ باحادیث ثابت شدہ منکر اند"۔

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین' طبع مجتبائی' دہلی' 1370ھ' ص 209)۔

ترجمہ:۔ (زیدیہ احادیث سے ثابت شدہ اکثر اسلامی عقائد کے منکر ہیں۔

علاوہ ازیں شیعہ زیدیہ بھی دیگر تمام شیعہ فرقوں کی طرح عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ کے حامل ہیں جو اکابر امت کے نزدیک عقیدہ ختم نبوت سے متصادم ہے۔ نیز زیدیہ سمیت مختلف شیعہ فرقے سیدنا علی کو سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں افضل اور امامت و خلافت کا زیادہ مستحق قرار دینے کی بناء پر بھی اہل بدعت و ضلالت قرار پاتے ہیں۔ اس حوالہ سے امام ربانی مجدد الف ثانی' رکن سلطنت خان جہان کے نام اپنے مکتوب (نمبر 27' دفتر دوم) میں فرماتے ہیں:۔

"سید الانبیاء علیہ الصلوۃ والتسلیمات کی حیات ظاہری کے بعد خلیفہ مطلق اور امام برحق حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ ان کے بعد سیدنا عمر فاروق' ان کے بعد سیدنا عثمان غنی اور ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔ ان حضرات کی افضلیت بھی اسی ترتیب سے ہے' یعنی سب سے بڑا درجہ سیدنا صدیق اکبر' پھر حضرت عمر' پھر حضرت عثمان' پھر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا ہے۔ شیخین کی افضلیت پر صحابہ کرام اور تابعین امت کا اجماع رہا ہے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:۔ جو شخص مجھے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق پر فضیلت دے گا وہ مفتری اور جھوٹا ہوگا اور اسے کوڑوں کی سزا دلواؤں گا جس طرح دوسرے افترا پردازوں اور جھوٹوں کو دی جاتی ہے"۔

(پیرزادہ اقبال احمد فاروقی' صحابہ کرام مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے آئینے میں' مطبوعہ مکتبہ نبویہ' لاہور' 1991ء' ص 20-21)۔

مگر اہل سنت کے ساتھ اپنے تمام تر اعتقادی اختلافات کے باوجود نہ تو شیعہ زیدیہ اور بعض دیگر شیعہ فرقے بطور مجموعی ارکان اسلام میں شیعہ اثنا عشریہ جیسی خوفناک تحریف و تبدیل کی جسارت کرپائے ہیں اور نہ ہی تبرا و تصادم کی اس جارحانہ روش پر عمل پیرا ہیں جو شیعہ اثنا عشریہ کا طرہ امتیاز ہے۔ اس پرامن بقائے باہم کا اعتراف کرتے ہوئے انصاف پسند عراقی شیعہ محقق' ڈاکٹر موسی موسوی یمن و دیگر ممالک کے کئی ملین شیعہ زیدیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"میں دیکھتا ہوں کہ زیدیہ شیعہ جو کروڑ سے زائد آبادی پر مشتمل فرقہ ہے' حضرت علی کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا زیادہ حق دار ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں' لیکن ان کے اور اہل سنت کے درمیان اخوت و محبت اور یگانگت کی فضاء قائم ہے"۔

(ڈاکٹر موسی موسوی' الشیعہ والتصحیح' اردو ترجمہ بنام اصلاح شیعہ' مطبوعہ پاکستان' فروری 1990ء' ص 9' مقدمہ)۔

مگر شیعہ زیدیہ و بعض دیگر شیعہ فرقوں کے برعکس شیعہ اثنا عشریہ اپنے کافرانہ عقائد (امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ' تحریف قرآن' توہین و تکفیر خلفاء و صحابہ وغیرہ) کے علاوہ ارکان اسلام میں بھی بہت حد تک امت مسلمہ سے علیحدگی اختیار کرچکے ہیں۔ اس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے محسن اہل سنت مولانا محمد منظور نعمانی فرماتے ہیں:۔

"اثنا عشریہ کا حال یہ ہے کہ مذکورہ بالا موجب کفر عقائد کے علاوہ ان کا کلمہ الگ ہے' ان کی اذان اور نماز الگ ہے۔ زکوۃ کے مسائل بھی الگ ہیں' نکاح و طلاق وغیرہ کے مسائل بھی الگ ہیں۔ حتی کہ موت کے بعد کفن دفن اور وراثت کے مسائل بھی الگ ہیں۔ اگر اس کو تفصیل سے لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے"۔

(مولانا محمد منظور نعمانی' خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ' حصہ اول' ص 96' اقتباس از استفتاء)۔

باب ہفتم

مجموعی فتاویٰ تکفیرِ شیعہ اثنا عشریہ

7۔ مجموعی فتاویٰ تکفیر شیعہ اثنا عشریہ

گزشتہ چودہ صدیوں میں اکابر امت نے مختلف وجوہ کی بناء پر اہل تشیع کی تکفیر و تضلیل کے فتاویٰ صادر فرمائے ہیں' مگر بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ کا عقیدہ رکھنے والے فقہ جعفری کی پیروی کے دعویدار فرقہ یعنی شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں غالباً تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ ایک جامع استفتاء مرتب کیا گیا ہے' جس میں بطور خاص شیعہ اثنا عشریہ کے (1) انکار خلافت شیخین و توہین و تکفیر صحابہ نیز (2) عقیدہ تحریف قرآن و (3) عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ کے بارے میں مذکورہ فرقہ کی مستند کتب اور اکابرواعاظم علماء و مجتہدین کے اقتباسات و معتقدات نقل کر کے مجموعی فتویٰ طلب کیا گیا ہے' جس کے جواب میں برصغیرپاک و ہند و بنگلہ دیش نیز دیگر ممالک کے ایک ہزار سے زائد علماء و مفتیان نے شیعہ اثنا عشریہ کو مذکورہ تین عقائد کی بناء پر بالاتفاق کافر' مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

اردو زبان میں پچاس سے زائد صفحات پر مشتمل اس تاریخی استفتاء کے مرتب و مقدم مولانا محمد منظور نعمانی 1323ھ/1905ء میں سنبھل (مراد آباد' یوپی) میں پیدا ہوئے' بنیادی تعلیم سنبھل ہی میں حاصل کی۔ پھر چودہ پندرہ برس کی عمر میں اپنے ایک قریبی رشتہ کے نانا مولانا کریم بخش سنبھلی کے زیر نگرانی تین برس تک تعلیم و تربیت پائی جو صاحب درس اور شیخ الھند مولانا محمود الحسن کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ جن مقامات پر وہ اپنی تدریسی ذمہ داری کے سلسلہ میں مقیم رہے' مولانا نعمانی بھی ان کے ہمراہ رہے۔ بعد ازاں دو برس تک دارالعلوم دیوبند میں قیام فرما کر تکمیل تعلیم فرمائی۔

1353ھ/1934ء میں بریلی میں قیام اختیار کر کے ایک وقیع علمی و دینی مجلّہ "الفرقان" کے نام سے جاری کیا۔ کچھ عرصہ بعد اس مجلّہ سمیت لکھنؤ منتقل ہو گئے اور پھر وہی موطن و مستقر ٹھہرا۔ لکھنؤ کے اس قدیم و عظیم مجلّہ کی ساٹھویں جلد کا ساتواں شمارہ جولائی 1992ء میں آپ کے زیر سرپرستی سامنے آیا اور یہ سلسلہ بعد ازاں بھی جاری ہے۔ برصغیرپاک و ہند کے علمی و دینی رسائل میں اتنی طویل عمر اور مقبولیت کے حامل معدودے چند رسائل ہی ہوں گے۔ بالخصوص اس کے "مجدد الف ثانی نمبر" "شاہ ولی اللہ نمبر" اور بعض دیگر خصوصی شماروں کو ہند و بیرون ہند عظیم الشان مقبولیت اور وسیع تر پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔

مولانا منظور نعمانی سلسلہ دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث کی مسلمہ حیثیت کے حامل ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (رح) سے خصوصی عقیدت و فقہی وابستگی کی بناء پر نعمانی کہلاتے ہیں۔ 25 اگست 1941ء کو مولانا سید ابوالاعلی مودودی (رح) نے لاہور میں "جماعت اسلامی" ہند کی بنیاد رکھی تو اس کے تاسیسی ارکان میں شامل تھے' نیز رکن مجلس شوری اور نائب امیر جماعت اسلامی کے مناصب پر بھی فائز رہے۔ تاہم کچھ ہی عرصہ بعد بعض عملی اختلافات کی بناء پر جماعت سے علیحدگی اختیار کرلی' مگر بحیثیت جلیل القدر عالم و مصنف ان کا احترام برصغیر کے جماعتی حلقوں میں نہ صرف ہمیشہ برقرار رہا ہے بلکہ کئی جلدوں پر مشتمل ان کی عظیم تصنیف "معارف الحدیث" کو تحریک اسلامی کے نصابات میں آج تک خصوصی حیثیت و پذیرائی حاصل چلی آرہی ہے۔

مولانا نعمانی نہ صرف مولانا الیاس کاندھلوی (رح) کی جاری کردہ برصغیر کی عظیم الشان "تبلیغی جماعت" سے خصوصی تعلق کے حامل اور یکے از اکابر تبلیغ ہیں بلکہ روحانیت و تصوف کے حوالہ سے حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری (رح) کی خانقاہ سے خصوصی وابستگی کے حامل ہیں اور ساتھ ہی امام اہل سنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی نقشبندی مجددی سے خصوصی تقرب و تعلق کے حامل رہے ہیں' جن کی عظیم تصانیف و مساعی اور اخبار "النجم" نے رفض و تشیع کے تحقیقی و تنقیدی جائزہ اور تردید و تغلیط کے سلسلہ میں چودھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی کے لکھنؤ اور برصغیر میں انتہائی اہم اور فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔

ان تمام خصائص کے ساتھ ساتھ لکھنؤ کے عظیم الشان اور عالمی شہرت یافتہ سلسلہ علمائے فرنگی محل سے علمی و دینی روابط' ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تدریسی و انتظامی وابستگی نیز امام ابن تیمیہ اور علمائے اہل حدیث سے اخذ و استفادہ بھی عقیدہ اہل سنت والجماعت کے وسیع تر تناظر میں ان کی علمی شخصیت اور وسیع المشربی کے دیگر اہم پہلو ہیں۔

تصنیف و تالیف کے حوالہ سے مولانا نعمانی کا ذکر کرتے ہوئے مفکر اسلام مولانا سیدابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں:۔

"ان کی کتابیں "اسلام کیا ہے؟" "دین و شریعت" "قرآن آپ سے کیا کہتا ہے" اور "معارف الحدیث" کا عالمانہ اور مقبول سلسلہ ہے جن سے اس برصغیر میں اور ان کے

انگریزی تراجم کے ذریعہ پوری دنیا میں خاص کر امریکہ' یورپ اور افریقہ میں لاکھوں بندگان خدا کو اسلام کو سمجھنے اور دین کے تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق ہوئی"۔

(ایرانی انقلاب' امام خمینی اور شیعیت' مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور' ص 15' مقدمہ از ابوالحسن ندوی)۔

مولانا نعمانی کو وسیع تر عالمی شہرت 1985ء میں ان کی عظیم الشان تصنیف "ایرانی انقلاب' امام خمینی اور شیعیت" کے منظرعام پر آنے کے بعد حاصل ہوئی۔ ایرانی انقلاب کے بعد دینی و ثقافتی بحران سے دوچار سنی العقیدہ عالم اسلام میں امام خمینی اور انقلاب ایران کو جو مقبولیت ملی اس نے لاکھوں ناواقف اہل سنت میں شعوری و لاشعوری طور پر رفض و تشیع کے گہرے اثرات کو وسیع پیمانے پر منتقل کرنا شروع کردیا اور بنیادی اختلاف عقائد کو نظر انداز کیا جانے لگا۔ اس نازک صورت حال میں یہ کتاب تصنیف کی گئی۔ اس حوالہ سے مولانا نعمانی نومبر 1987ء میں فرماتے ہیں:۔

"اس سلسلہ میں سب سے اہم اور مقدم کام یہ تھا کہ مسلمانوں کو شیعہ مذہب کی حقیقت اور ایرانی انقلاب کے قائد خمینی صاحب کے عقائد و عزائم سے واقف کرایا جائے۔ اس کے لئے راقم سطور نے قریباً ایک سال تک شیعہ مذہب کی بنیادی اور مسلمہ کتابوں اور ان اکابر و اعاظم شیعہ مجتہدین و مصنفین کی تصانیف کا جو مذہب شیعہ میں سند کا درجہ رکھتے ہیں اور خود خمینی صاحب کی تصانیف کا مطالعہ کیا۔ پھر اس مطالعہ کا حاصل قریباً تین سو صفحے کی ایک کتاب کی شکل میں مرتب کردیا جو "ایرانی انقلاب' امام خمینی اور شیعیت" کے نام سے اب سے قریباً ڈیڑھ سال پہلے شائع ہو چکی ہے"۔

(خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ' مرتبہ مولانا منظور نعمانی' مطبوعہ لاہور' اقتباس از استفتاء' ص 40)۔

"جملہ حقوق محفوظ" کی قید سے آزاد اس کتاب کی وسیع پیمانے پر اشاعت و مقبولیت کے حوالہ سے مولانا نعمانی فرماتے ہیں:۔

"اس سلسلہ میں اللہ تعالی کی یہ غیبی مدد سامنے آئی کہ اسی کی توفیق سے اس کے بہت سے بندوں نے (جن کو راقم سطور جانتا بھی نہیں) محض ایمانی جذبہ سے اور خالصتاً لوجہ اللہ اس کتاب کی زیادہ سے زیادہ اشاعت دور دراز ملکوں تک پہنچانے کی کوششیں کیں۔ اس

کے نتیجہ میں تھوڑی سی مدت میں ہندوستان و پاکستان سے مجموعی طور پر اس کے ڈھائی لاکھ کے قریب نسخے شائع ہو چکے ہیں' اور عرب ممالک' یورپ' امریکہ' افریقہ جیسے دور دراز ممالک میں اردو پڑھنے والے مسلمانوں تک اس کے نسخے بڑی تعداد میں پہنچ چکے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ یہ سلسلہ جاری ہے۔ بلاشبہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم اور اس کی قدرت و نصرت کا کرشمہ ہے۔ اس میں کتاب کی کسی خوبی اور اس کے مصنف کے کسی کمال کو مطلق دخل نہیں ہے۔ وہ مسکین تو بالکل بے ہنر آدمی ہے"۔

(متفقہ فیصلہ' حصہ اول' ص 40' اقتباس از استفتاء)۔

اس کتاب کے عربی و انگریزی ایڈیشن کے سلسلہ میں مولانا لکھتے ہیں:۔

"یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ قابل ذکر ہے کہ کتاب کا انگریزی ایڈیشن بھی ہندوستان و پاکستان اور جنوبی افریقہ سے بڑی تعداد میں شائع ہو چکا ہے۔ عربی ایڈیشن بھی بفضلہ تعالیٰ مصر سے شائع ہو چکا ہے۔ بلاشبہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد ہی کا کرشمہ ہے"۔

(خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ' استفتاء' ص 40' حاشیہ 1)۔

شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں عصر جدید کے علماء سے فتویٰ طلب کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں:۔

"کتاب کی اشاعت کے بعد اس کا مطالعہ کرنے والے بہت سے حضرات کی طرف سے بڑی سنجیدگی کے ساتھ سوال کیا گیا کہ جب شیعہ اثنا عشریہ کے عقائد وہ ہیں جو ان کی بنیادی اور مسلمہ کتابوں کے حوالوں سے اس کتاب میں لکھے گئے ہیں تو حضرات علمائے کرام کی طرف سے ان کے بارے میں اس طرح کا فیصلہ کیوں نہیں کیا گیا جس طرح کا قادیانیوں کے بارے میں کیا گیا ہے؟

راقم سطور نے ماہنامہ "الفرقان" میں اس سوال کا ذکر کر کے ماضی قریب ہی کے اکابر علمائے کرام کے وہ فتوے اور متقدمین و متاخرین علماء و فقہاء کی وہ عبارتیں شائع کر دیں جن میں شیعہ اثنا عشریہ کے موجب کفر عقائد کی بناء پر ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے۔

اس کے بعد ضرورت محسوس ہوئی کہ اس پورے مواد کو استفتاء کی شکل میں مرتب کر کے عصر حاضر کے حضرات علمائے شریعت و اصحاب فتویٰ کی خدمت میں بھی پیش کیا

جائے' اور ان کے جوابات کے ساتھ شائع کر دیا جائے"۔ (متفقہ فیصلہ' استفتاء' ص 40)۔

مولانا کی اس عظیم علمی و دینی جدوجہد میں ان کے فرزند مولانا عتیق الرحمن سنبھلی اور مولانا خلیل الرحمن سجاد ندوی نیز دیگر رفقاء و مؤیدین بھی محدود وسائل اور موانع و مشکلات کے باوجود پوری تندہی سے شریک ہیں۔ چنانچہ اکتوبر 1986ء میں برصغیر کے اہم دینی مراکز سے وابستہ علماء و مفتیان کی خدمت میں پچاس سے زائد صفحات پر مشتمل استفتاء پیش کرنے کا آغاز کیا گیا اور دارالعلوم دیوبند میں منعقد ہونے والے "اجلاس تحفظ ختم نبوت" کے موقع پر اس میں شرکت فرمانے والے حضرات علماء کرام کی خدمت میں جواب کے لئے پیش کر دیا گیا اور بعد ازاں مختلف سنی مکاتب فکر کے دیگر علماء و مفتیان کو بھی ارسال کر دیا گیا۔

اس طویل استفتاء میں (1) انکار خلافت شیخین و توہین و تکفیر صحابہ (2) عقیدہ تحریف قرآن اور (3) عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ کے حوالہ سے شیعہ اثنا عشریہ کی بنیادی و مسلمہ کتب سے ان کے ائمہ معصومین و مستند ترین علماء و مجتہدین کے اقوال و بیانات بکثرت پیش کئے گئے ہیں (بحوالہ الکافی' فصل الخطاب' کتب علامہ مجلسی و خمینی وغیرہ) نیز عالم اسلام کے جلیل القدر علماء متقدمین و متاخرین (حنفی' مالکی' شافعی' حنبلی' اہلحدیث وغیرہ) کی صدیوں پر محیط تکفیر شیعہ پر مبنی آراء و فتاویٰ بھی شامل استفتاء ہیں۔ چونکہ کم و بیش یہ تمام اقوال و اقتباسات سابقہ متعلقہ ابواب میں درج کئے جا چکے ہیں' لہٰذا طوالت و تکرار سے اجتناب کرتے ہوئے استفتاء کے آخر میں درج صرف وہ سطور نقل کی جا رہی ہیں جن میں "دور حاضر کے حضرات علماء شریعت و اصحاب فتویٰ کی خدمت میں گزارش" کی گئی ہے کہ مذکورہ استفتاء کے جواب میں شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں فتویٰ صادر فرمائیں' اور ساتھ ہی اس سے پہلے عقیدہ امامت کے حوالہ سے استفتاء میں مذکور نسبتاً مختصر مگر انتہائی اہم عبارت بطور نمونہ استفتاء درج ہے۔ تاہم اہل علم و فکر کے لئے مکمل استفتاء کا مجلہ "الفرقان" لکھنؤ' کے متعلقہ شماروں یا کتابی اشاعت میں مکمل اور تفصیلی مطالعہ کرنا ناگزیر ہے۔

اردو زبان میں اپنی نوعیت کے اس منفرد و بے مثال استفتاء کے جواب میں برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش' نیز دیگر ممالک کے ایک ہزار سے زائد علماء کرام و مفتیان عظام نے اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتب فکر کی ترجمانی کرتے ہوئے (1) انکار خلافت شیخین و توہین و

تکفیر صحابہ (2) عقیدہ تحریف قرآن اور (3) عقیدہ امامت منصوصہ و معصومہ افضل من النبوۃ کی تین بنیادوں پر بالاتفاق اور بعض حضرات نے اضافی طور پر بعض دیگر وجوہ (تقیہ، متعہ، رجعت، بداء، قذف ام المومنین عائشہ صدیقہ وغیرہ) کی بناء پر شیعہ اثنا عشریہ کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ ان لاتعداد فتاوی میں سے بطور مثال چند اہم تر فتاوی درج کئے جا رہے ہیں۔ تاہم علماء و محققین کے لئے دیگر تمام فتاوی و تصدیقات کا تفصیلی مطالعہ بھی مولانا منظور نعمانی کے مرتب کردہ "متفقہ فیصلہ" سے کرنا ناگزیر ہے جس سے درج ذیل فتاوی ماخوذ ہیں:۔

1۔ فتوی محدث جلیل علامۃ العصر امیر شریعت ہند مولانا حبیب الرحمن الاعظمی۔
(اس فتوی کی تصدیق برصغیر کے سینکڑوں علماء و مفتیان نے کی ہے)۔

2۔ فتاوی دار العلوم دیوبند۔

3۔ فتوی علامہ مفتی خلیل احمد قادری بدایونی، خادم دار الافتاء بدایون۔
(مع تصدیقات علماء بدایون و فاضل دار العلوم منظر اسلام بریلی)۔

4۔ فتوی محدث کبیر مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوری، رئیس جامعہ سلفیہ بنارس۔

5۔ فتوی مظاہر العلوم، سہارن پور۔

6۔ فتوی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

7۔ فتوی دار المبلغین، لکھنؤ۔

8۔ فتوی دار العلوم فاروقیہ، کاکوری، لکھنؤ۔

9۔ فتوی مدرسہ امینیہ، دہلی۔

10۔ فتوی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی، مراد آباد۔

11۔ فتوی جامعہ اسلامیہ عربیہ مسجد ترجمہ والی و علماء بھوپال۔

12۔ فتوی مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی (رح) رئیس دار الافتاء، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

13۔ فتوی مولانا شمس الدین قاسمی، مہتمم جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
(مع تصدیقات ڈیڑھ سو علماء بنگلہ دیش)۔

14۔ فتوی مجمع البحوث الاسلامیۃ العلمیہ، بنگلہ دیش (چالیس علماء و مفتیان کے دستخط)۔

15۔ برطانیہ میں مقیم حضرات علماء کرام کی اجتماعی توثیق (تقریباً سو علماء و مفتیان)۔

نوٹ:۔ آئندہ صفحات میں درج یہ تمام فتاوی و تصدیقات، کتاب "خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ" (حصہ اول و دوم مع ضمیمہ جات) مطبوعہ پاکستان سے منقول ہیں۔ جو کہ مجلہ "الفرقان" لکھنؤ، اشاعت خاص، دسمبر 1987ء تا جولائی 1988ء پر مبنی ہے)۔

اقتباس از استفتاء مولانا محمد منظور نعمانی۔
اثنا عشریہ کا عقیدۂ امامت ختم نبوت کی نفی کرتا ہے۔
لہٰذا وہ عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔۔۔

اثنا عشری مذہب کی بنیادی اور مستند کتابوں کے مطالعہ کے بعد ایک یہ حقیقت بھی اسی طرح آنکھوں کے سامنے آتی ہے جس میں کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اثنا عشریہ کا عقیدہ امامت جو اس مذہب کی اساس و بنیاد ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کی قطعی نفی کرتا ہے اور اس بارہ میں ان کا عقیدہ جمہور امت مسلمہ سے بالکل مختلف ہے۔ وہ "ختم نبوت" اور "خاتم النبیین" کے الفاظ کے تو قائل ہیں (جس طرح کہ قادیانی بھی قائل ہیں) لیکن اس کی حقیقت کے منکر ہیں۔ شیعوں اور قادیانیوں کے علاوہ امت کے تمام فرقوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے "خاتم النبیین" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبوت و رسالت جس حقیقت اور جس مقام و منصب کا عنوان ہے اس کا سلسلہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ پر ختم فرمادیا۔ ہر نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث و نامزد اور بندوں کے لئے اللہ کی حجت ہوتا تھا۔ اس پر ایمان لانا نجات کی شرط ہوتا تھا' اس کو وحی کے ذریعہ اللہ کے احکام ملتے تھے' وہ معصوم ہوتا تھا' بندوں پر اس کی اطاعت فرض ہوتی تھی۔ صرف وہی اور اس کی تعلیم امت کے لئے ہدایت کا سرچشمہ اور مرجع و ماخذ ہوتا تھا۔ اگر وہ صاحب کتاب ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب بھی نازل ہوتی تھی۔ یہی نبوت کی حقیقت اور نبی کا مقام و منصب تھا اور جمہور امت محمدیہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "خاتم النبیین" ہونے کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے بعد یہ مقام و منصب کسی کو عطاء نہیں ہوگا۔

لیکن شیعہ اثنا عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ مقام و منصب اور یہ سب امتیازات بلکہ ان سے بھی بالاتر مقامات و درجات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے بارہ اماموں کو حاصل ہیں۔ وہ نبیوں کی طرح بندوں پر اللہ کی حجت ہیں۔ ان کے بغیر اللہ کی حجت بندوں پر قائم نہیں ہوتی۔ وہ نبیوں ہی کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامزد' معصوم اور مفترض الطاعت ہیں' ان پر ایمان لانا اسی طرح نجات کی شرط ہے جس طرح نبیوں پر ایمان لانا شرط نجات ہے۔ ان پر فرشتوں کے ذریعہ وحی بھی آتی ہے' اللہ کے احکام بھی آتے ہیں' ان کو معراج بھی ہوتی ہے' ان پر کتابیں بھی نازل ہوتی ہیں۔ یہ تو وہ صفات اور اللہ تعالیٰ کے وہ

انعامات ہیں جن میں یہ "ائمہ معصومین" انبیاء علیہم السلام کے شریک اور ان کے برابر ہیں لیکن اثنا عشریہ کے نزدیک ان کو ان کے علاوہ ایسے بلند مقامات اور کمالات بھی حاصل ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں۔ مثلاً یہ کہ یہ دنیا ان ہی کے دم سے قائم ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی ہماری یہ دنیا امام کے وجود سے خالی ہوجائے تو سب نیست و نابود ہوجائے۔ اور مثلاً یہ کہ ان کی پیدائش اس عام طریقہ اور عام راستہ سے نہیں ہوتی جس طریقہ اور راستہ سے عام انسانوں کی پیدائش ہوتی ہے بلکہ وہ اپنی ماؤں کی ران میں سے نکلتے ہیں' اور مثلاً یہ کہ کائنات کے ذرہ ذرہ پر ان کی تکوینی حکومت ہے' یعنی ان کو "کن فیکون" کا اقتدار و اختیار حاصل ہے۔ اور یہ کہ ان کو اختیار ہے کہ جس چیز یا جس عمل کو چاہیں حلال یا حرام قرار دے دیں۔ اور مثلاً یہ کہ تمام ائمہ عالم ماکان و مایکون ہیں' کوئی چیز ان سے مخفی نہیں۔ اور مثلاً یہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے وہ علوم بھی عطاء ہوئے جو نبیوں اور فرشتوں کو بھی نہیں دیئے گئے ہیں۔ اور مثلاً یہ کہ وہ دنیا اور آخرت کے مالک و مختار ہیں جس کو چاہیں دے دیں' بخش دیں اور جس کو چاہیں محروم رکھیں۔ اور مثلاً یہ کہ وہ اپنی موت کا وقت بھی جانتے ہیں اور ان کی موت ان کے اختیار میں ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ جمہور امت محمدیہ کے نزدیک یہ شان انبیاء علیہم السلام کی بھی نہیں ہے' بلکہ ان میں بعض تو وہ ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفات ہیں' لیکن اثنا عشریہ کے نزدیک ان کے ائمہ کی یہی شان ہے اور یہ سب صفات و مقامات ان کو حاصل ہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون۔

ائمہ کی صفات و امتیازات اور ان کے بلند مقامات و درجات کے بارے میں یہ جو کچھ لکھا گیا وہ ان کی اصح الکتب "اصول کافی' کتاب الحجہ" کی روایات اور ان کے ائمہ معصومین کے ارشادات کا حاصل اور خلاصہ ہے' ان روایات و ارشادات کا متن اصل کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے۔ راقم سطور کی کتاب "ایرانی انقلاب' امام خمینی اور شیعیت" میں بھی (صفحہ 119 سے 165 تک) ان تمام روایات کا متن دیکھا جاسکتا ہے جو اصول کافی ہی سے بحوالہ صفحات نقل کیا گیا ہے۔

اپنے ائمہ کے ان ارشادات اور ان روایات ہی کے مطابق اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے' اسی کے ساتھ وہ مانتے ہیں کہ ان اماموں کے لئے نبی کا لفظ نہیں بولا جائے گا' کیونکہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمادیا گیا ہے۔

ان سب چیزوں کے سامنے آجانے کے بعد کسی صاحب عقل و دانش کو اس میں شک شبہ نہیں رہ سکتا کہ اثنا عشریہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کی حقیقت ختم نہیں ہوئی، وہ تو امامت کے عنوان سے ترقی کے ساتھ جاری ہے، البتہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں کہا جائے گا۔ بس یہی ان کے نزدیک ختم نبوت کی حقیقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیئے جانے کا تقاضا ہے۔ اثنا عشری مذہب کے ترجمان اعظم، ان کے خاتم المحدثین علامہ باقر مجلسی نے اپنے ائمہ معصومین کی روایات کے حوالہ سے صراحت اور صفائی کے ساتھ لکھا ہے کہ امامت کا درجہ نبوت سے بالاتر ہے اور اپنے نزدیک اس کو دلیل سے بھی ثابت کیا ہے۔ اپنی کتاب "حیات القلوب" کی تیسری جلد میں (جو صرف امامت ہی کے موضوع پر ہے) تحریر فرماتے ہیں:۔

از بعضے اخبار معتبرہ کہ انشاء اللہ بعد ازیں مذکور خواہد شد، معلوم می شود کہ مرتبہ امامت بالاتر از مرتبہ پیغمبری است۔

ائمہ کی بعض معتبر روایات سے جو انشاء اللہ اس کے بعد ذکر کی جائیں گی، معلوم ہوجاتا ہے کہ امامت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے بالاتر ہے۔

آگے یہ علامہ مجلسی دلیل کے طور پر فرماتے ہیں:۔

چنانچہ حق تعالی بعد از نبوت بحضرت ابراہیم خطاب فرمودہ کہ انی جاعلک للناس اماما" (حیات القلوب، جلد سوم، ص 1، 2 طبع ایران)۔

چنانچہ حق تعالی نے حضرت ابراہیم کو نبوت عطا فرمانے کے بعد ان سے فرمایا تھا کہ میں تجھ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ امامت، نبوت سے آگے کے درجہ کی چیز ہے۔

اس کے چند سطر آگے علامہ مجلسی نے لکھا ہے:۔

واز برائے تعظیم حضرت رسالت پناہ و آنکہ آنجناب خاتم انبیاء باشد منع اطلاق اسم نبی و آنچہ مرادف آنست بر آنحضرت کردہ اند۔ (حیات القلوب، جلد سوم، ص 3)۔

اور حضرت رسالت پناہ کی تعظیم کے لئے اور اس وجہ سے کہ آنجناب خاتم انبیاء ہیں، نبی اور اس کے ہم معنی لفظ کے اطلاق کو حضرت امام پر منع کرتے ہیں۔

علامہ مجلسی کی اس عبارت سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ اثنا عشریہ کا عقیدہ اپنے ائمہ کی احادیث و روایات کی بنیاد پر یہ ہے کہ امامت کا درجہ نبوت سے بالاتر ہے۔ اور ہمارے ہی زمانے کے پاکستان کے ایک بلند پایہ مجتہد علامہ محمد حسین نے شیخ صدوق کے رسالہ "العقائد" کی اردو میں ضخیم شرح لکھی ہے۔ اس میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ:۔

ائمہ اطہار سوائے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر تمام انبیاء اولوالعزم وغیرہم سے افضل و اشرف ہیں۔ (احسن الفوائد فی شرح العقائد ص 406 طبع پاکستان)۔

اور اس زمانے کے شیعی دنیا کے امام خمینی صاحب نے بھی "الحکومۃ الاسلامیہ" میں صراحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے کہ:۔

وان من ضروریات مذهبنا ان لائمتنا مقاما لا یبلغه ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ (الحکومة الاسلامیة ص، 56 طبع تہران)۔

ہمارے مذہب (شیعہ اثنا عشریہ) کے ضروری اور بنیادی عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ ہمارے ائمہ معصومین کو وہ مقام و مرتبہ حاصل ہے جس تک کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل بھی نہیں پہنچ سکتا۔

علامہ مجلسی، علامہ محمد حسین اور خمینی صاحب کی ان تصریحات کے بعد اس میں شک شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اثنا عشریہ کے نزدیک ان کے ائمہ کا مقام و مرتبہ انبیاء علیہم السلام سے بالاتر ہے اور وہ ان اعلی مقامات اور بلند تر درجات پر فائز ہیں جن تک کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی، اور یہ کہ ان ائمہ پر نبی کے لفظ کا اطلاق اس وجہ سے نہیں کیا جاسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "خاتم النبیین" فرمایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ فی الحقیقت عقیدۂ ختم نبوت کی قطعی نفی ہے۔

اس حقیقت کو کہ اثنا عشریہ کا عقیدۂ امامت ختم نبوت کی نفی کرتا ہے، اور وہ اپنے اس عقیدہ کی وجہ سے فی الحقیقت ختم نبوت کے منکر ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے کتب شیعہ کے مطالعہ اور اپنی خداداد فکر و بصیرت سے یقین کے ساتھ سمجھا اور صراحت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ "تفہیمات الہیہ" میں ارقام فرماتے ہیں:۔

امام باصطلاح ایشاں معصوم مفترض الطاعہ منصوب للخلق است ووحی باطنی در حق امام تجویز می نمایند۔ پس در حقیقت ختم نبوت را منکر اند گو بزبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را

خاتم الانبیاء میگفتہ باشند۔ (تفہیمات الٰہیہ ص 244)۔

شیعہ اثنا عشریہ کی اصطلاح اور ان کے عقیدہ میں امام کی شان یہ ہے کہ وہ معصوم ہوتا ہے' اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے اور مخلوق کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر اور نامزد ہوتا ہے' اور شیعہ امام کے حق میں وحی باطنی کے قائل ہیں۔ پس فی الحقیقت وہ ختم نبوت کے منکر ہیں' اگرچہ زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں۔

اس موضوع سے متعلق راقم سطور نے اوپر جو کچھ عرض کیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد انشاء اللہ کسی کو بھی حضرت شاہ ولی اللہ کے اس نتیجہ فکر کے بارے میں کوئی شک شبہ نہیں رہے گا کہ شیعہ اپنے عقیدہ امامت کی وجہ سے ختم نبوت کے منکر ہیں۔ آگے انشاء اللہ حضرت شاہ صاحب کی تصنیف "مسوی" شرح موطا امام مالک کی عبارت نقل کی جائے گی جس میں انہوں نے اس بنیاد پر شیعہ اثنا عشریہ کو زنادقہ اور مرتدین کے زمرہ میں شمار کیا ہے:-

وکذلک من قال فی الشیخین ابی بکر و عمر مثلا لیسامن اهل الجنة مع تواتر الحدیث فی بشارتهما اوقال ان النبی صلی الله علیه وسلم خاتم النبوة لکن معنی هذا الکلام انه لایجوزان یسمی بعده احد بالنبی و امامعنی النبوة وهو کون الانسان مبعوثا من الله تعالی الی الخلق مفترض الطاعة معصوما من الذنوب و من البقاء علی الخطاء فیما یری فهو موجود فی الائمة بعده۔ فذلک هو الزندیق وقد اتفق جماهیرالمتأخرین من الحنفیة والشافعیة علی قتل من یجری ذلک المجری۔

(مسوی شرح موطا امام مالک ص 110' جلد دوم' طبع دہلی 1293ھ)۔

اور اسی طرح وہ لوگ بھی زندیق ہیں جو کہتے ہیں کہ شیخین حضرت ابوبکر و حضرت عمر اہل جنت (یعنی مومنین صادقین) میں سے نہیں ہیں (بلکہ معاذ اللہ منافق اور جہنمی ہیں)۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہیں جن میں ان دونوں کے جنتی ہونے کی بشارت (اور مومن صادق ہونے کی شہادت) دی گئی ہے۔

یا جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوہ اور خاتم النبیین ہیں لیکن اس کا مطلب اور مقتضی بس یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہ کہا جائے گا' لیکن نبوت کی جو حقیقت ہے' یعنی کسی انسان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث اور نامزد ہونا' اور گناہوں سے اور رائے میں غلطی اور اس پر قائم رہنے سے معصوم و محفوظ اور اس کا مفترض الطاعت ہونا تو یہ سب ہمارے اماموں کو حاصل ہے۔ تو ایسے عقائد اور خیالات رکھنے والے زندیق ہیں اور جمہور متاخرین حنفیہ و شافعیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ (اگر اسلامی حکومت ہو تو اسلامی قانون میں مرتدین کی طرح) یہ لوگ سزائے موت کے مستحق ہیں"۔

(متفقہ فیصلہ' مطبوعہ لاہور' حصہ اول' ص 76-80 و 92' اقتباس از استفتاء)۔

مولانا منظور نعمانی اپنے اسی تفصیلی استفتاء کے آخر میں رقم طراز ہیں:-

دور حاضر کے حضرات علمائے شریعت و اصحاب فتوی کی خدمت میں گزارش

آپ حضرات نے شیعہ اثنا عشریہ کے "ائمہ معصومین" کی وہ روایات' ان کی بنیادی اور مسلمہ کتابوں کی وہ عبارات اور ان کے اکابر و اعاظم متقدمین و متاخرین علماء و مجتہدین کے' جو شیعہ مذہب میں سند کا درجہ رکھتے ہیں' وہ بیانات ملاحظہ فرمالئے جن کے مطالعہ کے بعد اس میں شک شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ:-

(1) حضرات شیخین صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ (معاذ اللہ) اگلی امتوں کے اور اس امت کے خبیث ترین کافروں (فرعون و نمرود اور ابوجہل و ابولہب) سے حتی کہ شیطان ملعون و مردود سے بھی بدتر درجہ کے کافر تھے۔

(2) اور یہ کہ موجودہ قرآن ان کے نزدیک محرف ہے' اس میں ہر طرح کی تحریف ہوئی ہے' وہ بعینہ وہ کتاب اللہ نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی گئی تھی۔

(3) اور یہ کہ منصب امامت' نبوت سے بالاتر منصب ہے' اور اسی وجہ سے منصب امامت کے حامل ائمہ کا مقام وہ ہے جس تک کسی نبی یا رسول کی بھی رسائی نہیں۔ نیز یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کی حقیقت ختم نہیں ہوئی بلکہ وہ ترقی کے ساتھ امامت کے عنوان سے جاری ہے' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کا مطلب اور حاصل صرف یہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کے احترام و تعظیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی اور کے

لئے نبی و رسول کا لفظ استعمال نہیں کیا جائے گا۔

پھر آپ نے شیعہ اثنا عشریہ کے ان عقائد کی بنا پر امت کے متقدمین و متاخرین حضرات علماء و فقہا کے فیصلے اور فتوے بھی ملاحظہ فرمائے۔

اب آپ حضرات سے درخواست ہے کہ ان سب چیزوں کے سامنے آجانے کے بعد آپ کے نزدیک شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں جو شرعی حکم ہو عام امت مسلمہ کی واقفیت اور رہنمائی کے لئے وہ تحریر فرمایا جائے۔ واجرکم علی اللہ۔

بلاشبہ اپنے کو مسلمان کہنے والے کسی کلمہ گو شخص یا فرقہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کا فیصلہ بڑا سنگین اور خطرناک کام ہے اور اس بارے میں آخری حد تک احتیاط کرنا علماء کرام کا فرض ہے' لیکن اسی طرح جس شخص یا فرقہ کے ایسے عقائد یقین کے ساتھ سامنے آجائیں جو موجب کفر ہوں تو عام مسلمانوں کے دین کی حفاظت کے لئے اس کے بارے میں کفروارتداد کا فیصلہ اور اعلان کرنا بھی علمائے دین کا فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کے نازک ترین وقت میں منکرین زکوۃ اور مسیلمہ وغیرہ مدعیان نبوت اور ان کے متبعین کے بارے میں صدیق اکبر نے جو فیصلہ فرمایا اور جو طرز عمل اختیار کیا وہ آپ کے لئے تاقیامت رہنما ہے۔

قادیانی نہ صرف یہ کہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور کلمہ گو ہیں' بلکہ انہوں نے اپنے خاص مقاصد کے لئے اپنے نقطہ نظر کے مطابق ایک صدی سے بھی زیادہ مدت سے اپنے طریقہ پر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا جو کام خاص کر یورپ اور افریقی ممالک میں کیا' اس سے باخبر حضرات واقف ہیں۔ اور خود ہندوستان میں قریباً نصف صدی تک اپنے کو مسلمان اور اسلام کا وکیل ثابت کرنے کے لئے عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کا انہوں نے جس طرح مقابلہ کیا' تحریری اور تقریری مناظرے مباحثے کئے' وہ بہت پرانی بات نہیں ہے۔ پھر ان کا کلمہ' ان کی اذان اور نماز وہی ہے جو عام امت مسلمہ کی ہے۔ زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں ان کے فقہی مسائل قریب قریب وہی ہیں جو عام مسلمانوں کے ہیں۔ لیکن جب یہ بات یقین کے ساتھ سامنے آگئی کہ وہ فی الحقیقت عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں' اگرچہ زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہتے ہیں' اور اسی طرح کے ان کے دوسرے موجب کفر عقیدے غیر مشکوک طور پر سامنے

آئے تو علمائے کرام نے ان کے بارے میں کفر و ارتداد کا فیصلہ اور اس کا اعلان کرنا اپنا فرض سمجھا اور اگر وہ یہ فرض ادا نہ کرتے تو خدا کے مجرم ہوتے۔

لیکن اثنا عشریہ کا حال یہ ہے کہ مذکورہ بالا موجب کفر عقائد کے علاوہ ان کا کلمہ الگ ہے' ان کا وضو الگ ہے' ان کی اذان اور نماز الگ ہے۔ زکوۃ کے مسائل بھی الگ ہیں' نکاح و طلاق وغیرہ کے مسائل بھی الگ ہیں' حتی کہ موت کے بعد کفن دفن اور وراثت کے مسائل بھی الگ ہیں۔ اگر اس کو تفصیل سے لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

بہرحال اپنے اس دور کے حضرات علمائے کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنی علمی و دینی ذمہ داری اور عنداللہ مسئولیت کو پیش نظر رکھ کر اثنا عشریہ کے کفرواسلام کے بارے میں فیصلہ فرمائیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل"۔

(ماخوذ از استفتاء' خمینی اور شیعہ کے بارے میں علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ' مطبوعہ لاہور' حصہ اول' ص 94-96 بعد)۔

1۔ جواب از محدث جلیل علامتہ العصر حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اثنا عشری شیعہ بلاشک و شبہ کافر مرتد ہیں، کیونکہ وہ تحریف قرآن کے برملا قائل اور معتقد ہیں۔ اور اس کا خود شیعوں کو اعتراف ہے۔ ان دونوں باتوں کا ناقابل تردید ثبوت خود مستفتی نے پیش کردیا ہے۔ مستفتی کے بیان کی تصدیق اور ان کے کلام کی تصویب اور مزید تقویت و تائید کے لئے شیعوں کی اصح الکتب "الجامع الکافی" سے میں بھی چند روایتیں پیش کرتا ہوں:۔

1۔ عن ابی جعفر علیه السلام قال نزل جبرئیل علیه السلام بهذه الآیة علی محمد (ص): بئسما اشتروا به انفسهم ان یکفروا بما انزل الله "فی علی" بغیا۔

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جبرئیل (ع) محمد (ص) پر یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے:۔ "بئسما اشتروا...... (فی علی) بغیا"۔

2۔ عن ابی عبدالله علیه السلام قال نزل جبرئیل علیه السلام علی محمد صلی الله علیه وآله وسلم بهذه الآیة هکذا:۔ یاایها الذین اوتواالکتاب آمنوا بما نزلنا "فی علی" نورا مبینا۔ (اصول الکافی ص 264)۔

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ جبرئیل (ع) محمد (ص) پر یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے:۔

"یاایها الذین اوتواالکتاب آمنوا بما نزلنا "فی علی" نورا مبینا۔

امام باقر اور امام جعفر صادق کی ان دونوں روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کو مرتب اور شائع کرنے والے خلفائے ثلاثہ نے ان دونوں آیتوں میں سے "فی علی" نکال دیا اور یہ تحریف کردی۔

3۔ باقر مجلسی "حیات القلوب" میں لکھتا ہے کہ جعفر صادق علیہ السلام اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے:۔

ان الله اصطفی آدم و نو حاو آل ابراہیم وآل عمران "وآل محمد" علی العالمین۔ اور کہتے تھے کہ:۔ پس آل محمد را از قرآن انداختند وگفت چنیں نازل شدہ است۔

(یعنی) ابوبکر و عمر اور ان کے ہمنواؤں نے قرآن سے لفظ "آل محمد" نکال ڈالا حالانکہ وہ آیت لفظ آل محمد کے ساتھ نازل ہوئی تھی۔

اور امام موسی کاظم سے بھی نقل کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی:۔

و آل ابراہیم و آل عمران (و آل محمد) علی العالمین۔ (حیات القلوب، ص 63)۔

4۔ قرأ رجل عندابی عبدالله علیه السلام:۔ قل اعملوا فسیری الله عملکم و رسوله والمئومنون۔ فقال: لیس هکذا هی، انما هی:۔ والمامونون، فنحن المامونون۔

ایک شخص نے امام جعفر صادق کے سامنے یہ آیت پڑھی:۔ قل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ والمئومنون (موجودہ قرآن میں یہ آیت اسی طرح ہے) تو امام جعفر صادق نے فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نہیں ہے۔ صحیح اس طرح ہے۔ "فسیری اللہ عملکم و رسولہ والمامونون۔ اور "مامونون" سے مراد ہم ائمہ ہیں۔

5۔ عن ابی جعفر علیه السلام قال:۔ نزل جبرئیل علیه السلام بهذه الآیة هکذا:۔ فابی اکثر الناس "بولایه علی علیه السلام" الاکفورا۔

امام باقر سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جبرئیل یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے فابی اکثر الناس "بولایہ علی علیہ السلام" الاکفورا۔

(مطلب یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ اور ان کے ساتھیوں نے اس آیت میں سے "بولایہ علی علیہ السلام" کے الفاظ نکال دیئے اور قرآن میں تحریف کردی)۔

6۔ قال و نزل جبرئیل علیه السلام بهذه الآیة هکذا:۔ وقل الحق من ربکم "فی ولایة علی علیه السلام" فمن شاء فلیئومن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین "بآل محمد" نارا۔ (ص 108)۔

اور یہ بھی فرمایا کہ جبرئیل یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے:۔

(قل الحق من ربکم "فی ولایة علی علیه السلام"..... انا اعتدنا للظالمین "بآل محمد" نارا۔

(مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں سے "فی ولایہ علی علیہ السلام" اور آخر سے "بآل محمد" کے الفاظ نکال دیئے اور اس آیت میں دو تحریفیں کی گئیں۔

7۔ عن ابی عبدالله علیه السلام فی قوله تعالی:۔ سال سائل بعذاب واقع للکافرین "بولایة علی" لیس له دافع، ثم قال:۔ هکذا والله نزل بها جبرئیل علیه السلام علی محمد صلی الله علیه وآله وسلم۔ (صافی، کتاب الحجة، جز سوم، حصه 2، ص 102)۔

الله تعالی کے ارشاد:۔ سال سائل بعذاب واقع للکافرین لیس له دافع۔ کے بارے میں امام جعفر صادق نے ارشاد فرمایا کہ: خدا کی قسم جبرئیل یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے کہ "للکافرین" کے آگے "بولایہ علی" کے الفاظ تھے۔ (مطلب یہ ہوا کہ ظالموں نے یہ الفاظ قرآن میں سے نکال دیئے اور تحریف کردی)۔

8۔ عن ابی جعفر علیه السلام قال:۔ نزل جبرئیل علیه السلام بهذه الآیة علی محمد صلی الله علیه وآله وسلم هکذا: بدل الذین ظلموا "آل محمد حقهم" قولا۔ غیر الذی قیل لهم فانزلنا علی الذین ظلموا "آل محمد حقهم" رجزا۔ من السماء بما کانوا یفسقون۔ (صافی، کتاب الحجة، جز سوم، حصه 2، ص 106)۔

امام باقر سے روایت ہے کہ جبرئیل محمد(ص) پر یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے کہ "بدل الذین ظلموا "آل محمد حقهم" قولا غیر الذی قیل لهم فانزلنا علی الذین ظلموا "آل محمد حقهم" رجزا من السماء بما کانوا یفسقون"۔

(مطلب یہ کہ اس آیت میں دو جگہ "آل محمد حقهم" کے الفاظ تھے، وہ دونوں جگہ سے نکال دیئے گئے)۔

9۔ عن ابی جعفر قال:۔ نزل جبرئیل بهذه الآیة هکذا:۔ ان الذین ظلموا "آل محمد حقهم" لم یکن الله لیغفر لهم.... الآیة" صفحه 107)۔

امام باقر سے روایت ہے کہ جبرئیل یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے تھے۔ ان

الذین ظلموا "آل محمد حقهم" لم یکن الله لیغفر لهم الایہ (مطلب یہ کہ اس آیت میں سے بھی "آل محمد حقهم" کے الفاظ آل محمد کے دشمن ظالموں نے نکال دیئے)۔

10۔ عن ابی جعفر علیه السلام قال هکذا نزلت هذه الآیة:۔ ولو انهم فعلوا مایوعظون به "فی علی" لکان خیرا لهم۔ (ص، 107)۔

امام باقر ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی:۔ ولو انهم فعلوا مایوعظون بہ "فی علی" لکان خیرا لهم۔

(مطلب یہ کہ اس آیت میں سے بھی فی علی نکال دیا گیا اور تحریف کردی گئی)۔

کافی میں ایک باب کا عنوان ہے۔ "باب انہ لم یجمع القرآن کلہ الا الائمۃ" اس کی پہلی حدیث یہ ہے۔ راوی کہتا ہے:۔

سمعت ابا جعفر علیه السلام یقول: ما ادعی احد من الناس انه جمع القرآن کله کما انزل الاکذاب، وماجمعه وحفظه الاعلی بن ابی طالب والائمة من بعده علیهم السلام۔ (صافی، کتاب الحجة، ص 158)۔

میں نے امام باقر سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جو دعوی کرے کہ اس نے پورا قرآن جس طرح کہ وہ نازل ہوا ہے جمع کرلیا ہے (یعنی وہ اس کے پاس ہے) وہ اعلی درجہ کا جھوٹا ہے۔ پورا قرآن تو صرف حضرت علی اور ان کے بعد کے اماموں نے جمع کیا ہے (یعنی پورا قرآن صرف ان ہی کے پاس رہا ہے اور اب آخری امام، امام غائب کے پاس ہے)۔

ملا خلیل قزوینی اس کی شرح میں لکھتا ہے:۔

روایات خاصه و عامه در اسقاط بعض قرآن بسیار است۔

قرآن کے بعض حصوں کو حذف کردینے کی روایتیں خاص شیعوں کے ہاں اور دیگر عوام کے ہاں بھی بہت بڑی تعداد میں ہیں۔

شیعوں کے قائل تحریف ہونے کی یہ شہادتیں مشتے نمونہ از خروارے ہیں، اور تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے کے بعد کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا، وہ بلاشبہ کافر و مرتد ہے، اس لئے کہ یہ ارشاد خداوندی (انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون) کی تکذیب ہے۔

نیز قرآن کو محرف ماننے کے علاوہ اس کو ناقابل استناد و احتجاج قرار دینا شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک ان کے آئمہ کی تعلیم ہے۔ شیعوں کی مشہور کتاب "رجال کشی" میں امام جعفر

صادق کی یہ حدیث مذکور ہے:۔

فنظرت فی القرآن فاذا ھو یخاصم بہ المرجئی والقدری والزندیق الذی لا یؤمن بہ حتی یغلب الرجال بخصومتہ فعرفت ان القرآن لایکون حجۃ الابقیم۔ (ص 264)۔

اس قرآن سے تو مرجئی اور قدری اور زندیق جو اس پر ایمان نہیں رکھتا وہ بھی اس سے دلیل پکڑتا ہے اور مناظرہ میں لوگوں پر غلبہ حاصل کرتا ہے' اس سے میں نے جان لیا کہ یہ قرآن بغیر کسی قیم (یعنی امام معصوم) کے قابل استناد و احتجاج نہیں ہے۔

اس کا حاصل یہ ہوا کہ اللہ کی نازل فرمائی ہوئی کتاب پاک قرآن حکیم جس کو اللہ تعالی نے جابجا "مبین" فرمایا ہے' (یعنی صاف صاف بیان فرمانے والی) اور فرمایا:۔ **انہ لقول فصل۔** (یعنی یہ قرآن قول فیصل ہے)۔ نیز اس کی شان میں فرمایا:۔ **لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولامن خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔** (یعنی یہ قرآن اللہ حکیم و حمید کا نازل فرمایا ہے' سراسر حق ہے اس میں باطل کسی طرف سے بھی داخل نہیں ہو سکتا)۔ اس کے بارے میں علاوہ تحریف کے اثنا عشریہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ وہ معاذ اللہ ایسی مہمل کتاب ہے کہ اس سے حق و باطل کا کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا' جناب امام کی تشریح و تفسیر کی بنیاد پر ہی فیصلہ ہو سکے گا۔

قرآن کی اس سے بڑی اہانت اور کیا ہو سکتی ہے۔

ہم یہاں یہ وضاحت بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کی تحریف وغیرہ سے متعلق جو روایتیں یہاں نقل کی گئی ہیں' ہمارے نزدیک وہ جناب امام باقر اور جعفر صادق وغیرہ بزرگوں پر شیعہ مذہب گھڑنے والوں اور ان کے مصنفین کا افتراء ہے۔ ان بزرگوں کا دامن اس طرح کی موجب کفر باتوں سے بالکل پاک ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

(2)

اثنا عشری شیعوں کے خبیث اور کفریہ عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چار شخصوں کے سوا سارے صحابہ' تمام مہاجرین و انصار مرتد ہو گئے تھے' یعنی کفر کی طرف پلٹ گئے تھے' اور کفار کی بدترین قسم میں شامل ہو گئے تھے' اور اس ارتداد میں سب سے زیادہ اور بھرپور حصہ حضرت ابوبکر و عمر نے لیا تھا'

اور اسی کفر و ارتداد کی حالت میں ان کی وفات ہوئی' توبہ کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔

شیعوں کی مستند کتاب "رجال کشی" کے صفحہ 4 پر ہے۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال: کان الناس اھل الردۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاثلاثۃ فقلت ومن الثلاثۃ؟ فقال المقداد بن الاسود' وابوذر الغفاری و سلمان الفارسی۔

امام باقر سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب لوگ مرتد ہو گئے' سوائے تین کے۔ (راوی کہتا ہے) میں نے پوچھا کہ وہ تین کون تھے؟ تو جناب امام نے فرمایا کہ مقداد بن الاسود اور ابوذر غفاری و سلمان فارسی۔

نیز اسی کے صفحہ 5 پر ہے کہ حمران نے ابوجعفر علیہ السلام سے کہا:۔ اف ہماری تعداد کتنی کم ہے! ابوجعفر نے فرمایا کہ میں تم کو اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات بتاؤں؟ حمران نے کہا ضرور بتائیے' آپ نے فرمایا:۔

المہاجرون والانصار ذھبوا الا.... واشار بیدہ ثلاثۃ۔ (ص 5)۔

یعنی مہاجرین و انصار سب چلے گئے (یعنی مرتد ہو گئے) صرف تین بچے۔

اور صفحہ 6 پر ایک روایت ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے:۔

وما حلق الا ھؤلاء الثلاثۃ۔ قلت: فما کان فیہ عمار؟ فقال: لا' قلت: فعمار من اھل الردۃ؟ فقال: ان عمارا قد قاتل مع علی علیہ السلام بعدہ۔

پوری روایت کا مطلب یہ ہے کہ ابوجعفر (یعنی امام باقر) علیہ السلام نے فرمایا کہ مہاجرین و انصار سب نے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ ہی امیرالمومنین ہیں اور بخدا آپ ہی سب سے زیادہ حق دار ہیں اور آپ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے سزاوار ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو کل صبح سرمنڈا کر آؤ۔ پس صرف سلمان اور مقداد اور ابوذر نے سرمنڈایا' دوسرے کسی نے بھی نہیں منڈایا اور چلے گئے۔ دوسرے دن آکر انہوں نے پھر یہی بات کہی' اور حضرت علی نے اپنا وہی جواب دہرایا۔ پس اس دن بھی ان تین کے سوا اور کسی نے سر نہیں منڈایا۔

راوی کہتا ہے میں نے پوچھا کہ کیا ان میں عمار نہیں تھے؟ کہا: نہیں۔ میں نے کہا تو کیا عمار بھی مرتدین میں تھے؟ تو ابوجعفر نے کہا کہ عمار نے بعد میں حضرت علی علیہ السلام کی

معیت میں بہاد کیا تھا۔

اور صفحہ (8) میں انہیں ابو جعفر علیہ السلام کے یہ الفاظ مذکور ہیں:۔

ارتد الناس الا ثلاثہ سلمان و ابوذر والمقداد۔

یعنی سارے لوگ تین کو چھوڑ کر مرتد ہو گئے۔ ایک سلمان' دوسرے ابوذر تیسرے مقداد۔

ملا مجلسی "کشی" کے حوالے سے لکھتا ہے:۔

وایضا" سند حسن از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ است کہ صحابہ بعداز حضرت رسول مرتد شدند' مگر سہ نفر۔ سلمان و ابوذر و مقداد۔ راوی گفت کہ عمار چہ شد؟ حضرت فرمود کہ اندک میلے کرد و بزودی برگشت۔ (حیات القلوب' ص 2/837)۔

نیز مجلسی "حیات القلوب" ہی میں لکھتا ہے:۔

وابن ادریس سند معتبراز مفضل روایت کردہ ست کہ گفت عرض کردم بر حضرت صادق جماعتے راکہ بعداز رسول مرتد شدند۔ پس ہر کہ رانام می بردم می فرمود کہ دور شواز من تاآنکہ حذیفہ و ابن مسعود را گفتم و ہریک راچنیں گفت۔ پس فرمود کہ اگر آنہارا می خواہی کہ ہیچ شکے در ایشاں داخل شدہ است پس برتو باد بابوذر و سلمان و مقداد۔

و عیاشی سند معتبراز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ است کہ چوں حضرت رسول از دنیا رحلت نمود مردم ہمہ مرتد شدند بغیر چہار نفر' علی بن ابی طالب و مقداد و سلمان و ابوذر۔ راوی پرسید کہ عمار چہ شد؟ حضرت فرمود کہ اگر کسے رامی خواہی کہ ہیچ شک دراو داخل شدہ باشد ایں سہ نفراند۔ (ص 267)۔

(مجلسی کی نقل کردہ ان روایات کا مطلب یہی ہے کہ حضور کی وفات کے بعد تمام صحابہ مرتد ہو گئے سوائے چار کے)۔

اصول کافی میں امام جعفر کا ارشاد ہے:۔

کرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان' الاول والثانی والثالث۔

(**صافی شرح اصول کافی (کتاب الحجۃ' جز 3' حصہ 2' ص 110)**۔

یعنی اس آیت میں کفر' فسوق اور عصیان سے مراد اول' ثانی اور ثالث ہیں۔

ملا خلیل قزوینی لکھتا ہے:۔ مراد ابوبکر و عمر و عثمان است۔

یعنی کفر سے مراد ابوبکر' فسوق سے مراد عمر اور عصیان سے مراد عثمان ہیں۔

مجلسی' کلینی اور عیاشی سے نقل کرتا ہے کہ امام محمد باقر سے "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" کی تفسیر پوچھی گئی تو انہوں نے اور پہلے سے یوں تفسیر بیان کرنا شروع کی کہ:۔ **الم ترالی الذین اوتو انصیبا من الکتاب یؤمنون بالجبت والطاغوت۔** میں جبت اور طاغوت سے ابوبکر و عمر مراد ہیں' مجلسی کے الفاظ یہ ہیں:۔

حضرت فرمود کہ مراد بہ جبت و طاغوت دوبت منافقانند ابوبکر و عمر۔

ویقولون للذین کفروا ہولاء اہدی من الذین آمنوا سبیلا' حضرت فرمود کہ مراد خلفاء جور و امامان گمراہ کہ مردم رابسوئے آتش جہنم می خوانند' ایشاں می گفتند کہ ایں ہاہدایت یافتہ تر انداز آل محمد' الخ۔ (ص 3/85)۔

ان سب عبارتوں اور روایتوں کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ شیعوں کے عقیدہ میں (چار پانچ کے سوا) تمام صحابہ' سارے مہاجرین و انصار مرتد و کافر ہو گئے تھے۔ خاص کر ابوبکر و عمر و عثمان' کفر' فسوق' عصیان کے مصداق تھے اور نیز ابوبکر و عمر جبت و طاغوت تھے۔ استغفراللہ ثم استغفراللہ۔

شیعوں نے اپنا یہ عقیدہ ظاہر کر کے قرآن کریم کی بکثرت آیات کو جھٹلایا ہے۔ مثلاً:۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا (آخر سورۃ تک)۔ یہ عقیدہ اس آیت کے ایک ایک لفظ کی تکذیب کرتا ہے۔

اور مثلاً آیت:۔ **و رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا**۔ کہ اس کی بھی تکذیب اس سے ہوتی ہے۔

اور مثلا:۔ اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا کی تکذیب بھی ہوتی ہے۔

نیز اس عقیدہ سے اسلام کی تاریخ مسخ ہوتی ہے۔ اس کی رو سے اسلام کے ہیرو چند کافر و مرتد' باطل پرست' غاصب حقوق' ظالم' اور ظالم بھی اہل بیت رسالت کے حق میں' قرار پاتے ہیں جو اسلام کی سخت ترین توہین اور بدترین درجہ کی اسلام دشمنی ہے۔

اس عقیدہ کی رو سے یہ بھی واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ (معاذاللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ناکام رہی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی درجہ کی اہانت

ہے۔

نیز اس عقیدہ کی رو سے باور کرایا جاتا ہے کہ قرآن پاک اور احادیث نبویہ اور ساری شریعت کافر و مرتد، باطل پرست اور منافقوں کے ہاتھوں سے ملی جو کفر و فسوق و عصیان کے مصداق تھے، پھر ایسے قرآن ایسی شریعت پر اعتماد کیسے کیا جاسکتا ہے؟

ان وجوہ اور ان کے علاوہ اور وجوہ سے ائمہ اسلام مثلاً قاضی عیاض اور ملا علی قاری نے واضح طور پر یہ فتویٰ صادر فرمایا:۔

نقطع بتكفير كل قائل قال قولا- يتوصل به الى تضليل الامة و تكفير جميع الصحابة۔ (كتاب الشفاء)۔

ہم قطعی طور پر ایسے شخص کی تکفیر کرتے اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں جو ایسی بات کہے جس کے نتیجہ میں ساری امت گمراہ قرار پاتی ہو اور تمام صحابہ کی تکفیر ہوتی ہو۔

انهم يعتقدون كفر اكثرالصحابة فضلا عن سائر اهل السنة والجماعة فهم كفرة بالاجماع بلا نزاع۔ (مرقاة شرح مشكوة)۔

یہ شیعہ روافض اکثر صحابہ کے کافر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں چہ جائیکہ اہل السنہ والجماعہ۔ پس یہ لوگ بالاجماع کافر ہیں، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(3)

اثنا عشری شیعوں کے وجوہ کفر میں سے ایک وجہ انکار ختم نبوت بھی ہے۔ اہل اسلام کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے سوا نبیوں رسولوں کی طرح کوئی معصوم اور مفترض الطاعہ (جس کی اطاعت فرض ہو) نہیں ہے، لیکن شیعوں کے عقیدہ میں امام بھی معصوم اور مفترض الطاعہ ہوتا ہے، اس پر وحی باطنی آتی ہے، اس کو حلال و حرام کرنے کا اختیار ہوتا ہے، وہ تمام کمالات و شرائط اور صفات میں انبیاء کا ہم پلہ ہوتا ہے، اس میں اور پیغمبر میں کوئی فرق نہیں ہوتا، بلکہ امامت کا مرتبہ پیغمبری سے بھی بالاتر ہے۔

مجلسی "حیات القلوب" میں رقم پرداز ہے:۔

حضرت صادق علیہ السلام فرمود کہ گواہی می دہم کہ علی علیہ السلام امامے بود کہ خدا اطاعتش واجب گردانیدہ و حسن ابن علی امامے بود کہ خدا اطاعتش را واجب کردہ الخ۔ (ص،

3/36 اور کافی مع شرح صافی، کتاب الحجہ، جزء سوم، ص 57)۔

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ علی علیہ السلام امام تھے کہ خدا نے ان کی اطاعت واجب کی تھی اور حسن بن علی امام تھے کہ خدا نے ان کی اطاعت واجب کی تھی الخ۔

اس کے علاوہ سینکڑوں سے زیادہ تصریحات ائمہ اس بارے میں موجود ہیں۔ از آں جملہ "رجال کشی" میں ہے کہ منصور ابن حازم نے امام جعفر سے کہا:۔

اشهد ان عليا كان قيم القرآن و كانت طاعته مفترضة وكان حجة على الناس بعد رسول الله (ص 264)۔

میں شہادت دیتا ہوں کہ علی قرآن کے قیم تھے اور ان کی اطاعت فرض کی گئی تھی، اور وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں پر اللہ کی حجت تھے۔

اور صفحہ (265) میں ہے کہ خالد بجلی نے امام جعفر سے اپنا دین و مذہب بیان کرنے کے سلسلہ میں کہا:۔

واشهد ان عليا كان له من الطاعة المفروضة على العباد مثل ماكان لمحمد صلى الله عليه و آله) على الناس فقال: كذلك كان على۔

اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ نے بندوں پر علی کی اطاعت اسی طرح فرض کی تھی جس طرح محمد (ص) کی اطاعت لوگوں پر فرض تھی (تو امام جعفر نے) فرمایا کہ ہاں علی ایسے ہی تھے۔

اور صفحہ (266) میں ہے کہ حسن بن علی عطار نے امام جعفر کے سامنے اپنا دین یہ بیان کیا کہ:۔

وان عليا امامى فرض الله طاعته، من عرفه كان مومنا، ومن جهله كان ضالا- ومن رد عليه كان كافرا-

علی میرے امام ہیں اللہ تعالی نے ان کی اطاعت فرض کی ہے، جس نے ان کو اور ان کے اس مرتبہ کو پہچانا وہ مومن ہے اور جس نے نہیں پہچانا وہ گمراہ ہے اور جس نے ان کی امامت کو نہ مانا اور رد و انکار کیا وہ کافر ہے۔

اور کافی میں ہے:۔

عن ابی عبدالله علیه السلام قال: ماجاء به علی علیه السلام آخذ به ومانهی منه انتهی عنه جری له من الفضل مثل ماجری لمحمد صلی الله علیه وآله۔

امام جعفر صادق (ع) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: علی (ع) جو حکم لائے میں اس پر عمل کرتا ہوں' اور جس چیز یا جس کام سے انہوں نے منع فرمایا اس سے باز رہتا ہوں۔ ان کو فضیلت کا وہی درجہ اور مقام حاصل ہے جو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حاصل تھا۔

علامہ مجلسی حیات القلوب میں لکھتا ہے:۔

وحق این است کہ در کمالات و شرائط و صفات فرقے میان پیغمبر و امام نیست (ص 3/3 طبع لکھنؤ)۔

اور حق یہ ہے کہ کمالات اور شرائط اور صفات میں پیغمبر اور امام کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔

اور اسی صفحہ پر لکھتا ہے:۔

از بعضے اخبار معتبرہ کہ انشاء اللہ بعدازیں مذکور خواہد شد معلوم می شود کہ مرتبہ امامت بالاتر از مرتبہ پیغمبری است' چنانچہ حق تعالی بعد از نبوت حضرت ابراہیم خطاب فرمود کہ انی جاعلک للناس اماما۔ (ص 3/3)۔

اور بعض معتبر حدیثوں سے جو انشاء اللہ بعد میں ذکر کی جائیں گی معلوم ہوتا ہے کہ امامت کا درجہ پیغمبری (نبوت و رسالت) کے درجہ سے بالاتر ہے' چنانچہ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کو نبوت عطاء فرمانے کے بعد فرمایا تھا کہ میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

اور آخر میں صاف صاف لکھتا ہے کہ:۔

واز برائے تعظیم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و آنکہ آنجناب خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باشد منع اطلاق اسم نبی و آنچہ مرادف این است در آں آنحضرت کردہ اند۔ (ص 3/3)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ آپ کو خاتم انبیاء قرار دیا گیا ہے' جناب امام پر نبی اور اس کے ہم معنی کسی لفظ کے اطلاق کو منع کیا گیا ہے۔

ان عبارتوں کے مطالعہ کے بعد اس میں شک شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ اثنا عشری شیعہ "ختم نبوت" اور "خاتم النبیین" کے الفاظ کے تو قائل ہیں لیکن اس کی حقیقت کے قطعی منکر ہیں۔ اسی بناء پر حضرت شاہ ولی اللہ نے موطا امام مالک کی عربی شرح "مسوی" میں ان کو دائرہ اسلام سے خارج اور زندیق قرار دیا ہے۔ مسوی کی عبارت استفتاء میں نقل کی جاچکی ہے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ میں نے شیعوں کے کفر و ارتداد کی جو وجہیں شمار کرائی ہیں' ان سے متعلق علماء اسلام کی چند تصریحات اور ان کی بناء پر روافض کے حق میں ان کے فتاوی تکفیر بھی نقل کردوں۔

شرح شفاء ملا علی قاری میں ہے:۔

وکذلک نقطع بتکفیر غلاة الرافضة فی قولهم ان الائمة المعصومین افضل من الانبیاء والمرسلین' وهذا کفر صریح۔ (شرح شفاء' ص 2/526)۔

اور ہم اسی طرح غالی روافض کے اس عقیدہ کی وجہ سے کہ ان کے ائمہ معصومین انبیاء مرسلین سے افضل ہیں ان کی قطعی تکفیر کرتے ہیں۔ اور یہ صریح کفر ہے۔

وکذلک من انکر القرآن اوحرفا منه او غیر شیئا منه او زاد فیه۔ (شرح شفاء ص 2/525)۔

اور اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو قرآن کا انکار کرے' یا اس کے کسی ایک حرف ہی کا انکار کرے یا اس کے کسی لفظ میں تغیر و تبدیل کرے یا اس میں کسی کلمہ کا اضافہ کرے۔

وکذلک نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل به الی تضلیل الامة وتکفیر جمیع الصحابة۔

وکذلک بتکفیر بعض الصحابة عند اهل السنة والجماعة۔ (ص 2/521)۔

اور اسی طرح ہم ہر اس شخص کی قطعی تکفیر کرتے ہیں جو ایسی بات کہے جس کے نتیجہ

میں ساری امت گمراہ اور تمام صحابہ کافر قرار پائیں۔

اور اسی طرح اہل السنۃ و الجماعہ ایسے شخص کی تکفیر پر بھی متفق ہیں جو بعض صحابہ کی تکفیر کرے (یعنی جن کے صحابی رسول ہونے میں کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں)

ملا علی قاری آگے لکھتے ہیں:۔

وامامن کفر جمیعهم فلا ینبغی ان یشک فی کفره لمخالفة نص القرآن من قوله سبحانه' وتعالی:۔ (والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار)۔

وقوله تعالی:۔ (لقد رضی الله عن المؤمنین اذیبایعونک تحت الشجرة)۔

وبیانه فی هذه الآیات قطعی فلا یبطله قول مموه لا اصل له من جهة النقل ولا من طریق العقل۔

اور جو بدبخت تمام صحابہ کی تکفیر کرے تو اس کے کفر میں شک شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ وہ قرآن کے ان صریح نصوص کی مخالفت کرتا ہے:۔

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار۔ اور اللہ تعالی کا ارشاد:۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرة۔

یہ آیتیں قطعی ہیں اور ان کا مفہوم واضح ہے تو کسی فریبی اور ملمع کار کا کوئی ایسا قول جس کی کوئی عقلی یا نقلی سند و بنیاد نہ ہو' وہ اس کو غلط قرار نہیں دے سکتا۔

اور شرح فقہ اکبر میں ص 198 پر ہے:۔

ولو انکر خلافة الشیخین یکفر۔ اقول وجهه انه ثبتت بالاجماع من غیر النزاع۔

اور اگر کوئی شخص شیخین کی خلافت کا انکار کرے (اور ان کو خلیفہ برحق نہ مانے) تو وہ کافر قرار دیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی خلافت پر تمام صحابہ کا اجماع ہوگیا' کوئی اختلاف نہیں ہوا۔

المختصر وجوہ مفصلہ بالا کی بنا پر اثنا عشری شیعہ علمائے اسلام کے نزدیک کافر و مرتد ہیں۔

واللہ اعلم۔

کتبہ: حبیب الرحمن الاعظمی۔ 7 صفر المظفر 1407ھ۔

(مولانا حبیب الرحمن الاعظمی نے رمضان 1412ھ/1992ء میں ہند میں وفات پائی)۔

تصدیق و توثیق حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری مدظلہ (راندیر) و حضرات مفتیان عظام و اساتذہ کرام جامعہ حسینیہ و دارالعلوم اشرفیہ (راندیر)۔

الجواب حق فماذا بعد الحق الا الضلال۔

احقر سید عبدالرحیم لاجپوری غفرلہ۔ 12 ربیع الاول 1407ھ (مہر)۔

اصاب المجیب۔ عبدالغنی کاوی عفی عنہ' (مفتی دارالعلوم اشرفیہ)۔ کاوی وطن ہے۔

الجواب صحیح و خلافہ قبیح۔ ناچیز اسماعیل غفرلہ' خادم افتاء جامعہ حسینیہ راندیر۔

الجواب صحیح واللہ اعلم۔ العبد ظہیرالدین الفیض آبادی عفی عنہ' خادم الجامعۃ الحسینیہ۔

الجواب صحیح۔ محمد ابراہیم اندوری غفرلہ خادم جامعہ حسینیہ۔

الجواب صحیح۔ العبد عارف حسن عثمانی' خادم مدرسہ اشرفیہ۔

الجواب صحیح۔ ناچیز اسماعیل احمد غفرلہ' خادم جامعہ حسینیہ۔

الجواب صحیح۔ سید غلام رسول بورسدی' استاذ حدیث جامعہ حسینیہ۔

الجواب صحیح۔ سید عبدالحق قادری (ایڈیٹر ماہنامہ "حیات سورت")۔

المجیب مصیب۔ محمد آچھودی' خادم دارالعلوم اشرفیہ (آچھودی وطنی نسبت ہے)۔

الجواب صحیح۔ احقر علی احمد پٹیل خان پوری' خادم جامعہ حسینیہ۔

الجواب صحیح والمجیب مصیب۔ یعقوب عفا اللہ عنہ' خادم التدریس دارالعلوم اشرفیہ۔

الجواب صحیح۔ محمد سہراب القاسمی' خادم التدریس جامعہ حسینیہ۔

تصدیق و توثیق حضرت مولانا سید اسعد مدنی' صدر جمعیت علمائے ہند۔

(استفتاء اور جواب) بحمد اللہ حرف بحرف پڑھا۔ احقر حرف بحرف متفق ہے۔ احقر اہل فتوی میں نہیں ہے' مگر اس جہاد میں شرکت کو سعادت سمجھ کر دستخط کردیئے ہیں۔

اسعد غفرلہ۔

تصدیق و توثیق حضرات اصحاب فتوی و اساتذہ کرام'

مدرسہ اسلامیہ عربیہ' جامع مسجد' امروہہ

الجواب صحیح۔ عزت اللہ غفرلہ' مفتی و مدرس جامعہ اسلامیہ عربیہ۔

الجواب صحیح۔ احقر طاہر حسین غفرلہ ' شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ۔
الجواب صحیح۔ شبیر احمد غفرلہ فیض آبادی ' صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ عربیہ۔
الجواب صحیح۔ محمد فخرالدین قاسمی ' استاذ حدیث ' جامعہ اسلامیہ عربیہ۔
الجواب صحیح۔ محمد اکمل عفی عنہ ' استاذ حدیث ' جامعہ اسلامیہ عربیہ۔
الجواب صحیح۔ محمد اسماعیل غفرلہ ' مدرس جامعہ اسلامیہ عربیہ۔
الجواب صحیح۔ منظور احمد عفااللہ عنہ ' استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ۔
الجواب صحیح۔ حامد حسن غفرلہ ' استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ۔
الجواب صحیح۔ احقر فضل الرحمن غفرلہ ' ناظم جامعہ اسلامیہ عربیہ۔
(مہر مدرسہ)۔

تصدیق و توثیق حضرات اساتذہ کرام مدرسہ دینیہ غازی پور۔

الجواب صحیح۔ مشتاق احمد غفرلہ ' صدر مدرس مدرسہ دینیہ غازی پور۔
الجواب صحیح۔ محمد صفی الرحمن القاسمی ' ناظم تعلیمات مدرسہ دینیہ غازی پور۔
الجواب صحیح۔ مختار احمد القاسمی ' مدرس مدرسہ دینیہ غازی پور۔
الجواب صحیح۔ عبدالشکور عفی عنہ ' مدرس مدرسہ دینیہ غازی پور۔

تصدیق و توثیق حضرت مولانا محمد عبدالوحید صاحب فتح پوری۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہ العالی کا جواب نہایت مفصل و مدلل ہے ' تمام جوابات مکمل اور شافی ہیں۔ احقران سب کی تصدیق کرتا ہے۔

احقر: محمد عبدالوحید فتح پوری ' صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ فتح پور۔

تصدیق و توثیق مولانا عبدالحمید اعظمی نائب صدر جمعیت علماء ضلع اعظم گڑھ

"استفتاء اور اس کے جواب سے میں سوفیصد متفق ہوں۔ جناب نے اور استاذ مکرم محدث جلیل حضرت العلام ابوالمآثر مولانا حبیب الرحمن الاعظمی مدظلہ ' العالی نے جو جواب لکھا ہے وہ مدلل ہے ' مستند ہے اور بہت واضح ہے۔ عبدالحمید الاعظمی غفرلہ۔

تصدیق و توثیق جناب مولانا محمد اسماعیل کٹکی ' (اڑیسہ)۔

"احقر نے آپ کے روانہ فرمودہ کتابچہ بعنوان "ایک اہم استفتاء" کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ' احقر اس کے جواب سے حرفاً حرفاً متفق ہے۔ جواب بالکل صحیح بلکہ اصح مافی الباب

ہے۔ احقر: محمد اسماعیل عفی عنہ۔

تصدیق و توثیق حضرات اصحاب فتویٰ و اساتذہ کرام ' مدرسہ عربیہ ' فیضان العلوم ' (دتلوپور ' سرائے خاص گونڈہ)۔

حضرت والا کے استفتاء اور محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہ کے جواب کو حرف بحرف پڑھا ' ہم اس کی پوری تصدیق اور تائید کرتے ہیں۔

ریاض احمد قاسمی ' مفتی مدرسہ عربیہ فیضان العلوم۔
محمد علی ' صدر مدرس مدرسہ عربیہ فیضان العلوم۔
عبدالحمید عفاء اللہ عنہ ' مہتمم مدرسہ عربیہ فیضان العلوم۔
محمد رفیق قاسمی ' مدرس ' مدرسہ عربیہ فیضان العلوم۔

تصدیق و توثیق مدرسہ انصار العلوم ' نوگاواں سادات ' مراد آباد

الجواب صحیح۔ عبدالرحمن ' مفتی مدرسہ انصار العلوم۔

نوٹ:۔ عالم اسلام کے جلیل القدر عالم و محدث امیر شریعت ہند علامہ حبیب الرحمن اعظمی کے اس فتویٰ کی تصدیق و تائید ' ہند اور بیرون ہند کے سینکڑوں علماء و مفتیان نے فرمائی ہے ' جن میں سے صرف چند ایک ہی کے اسماء و ارشادات درج کرنا ممکن ہے۔ مکمل تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ "خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ" مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی ' حصہ اول و دوم مع ضمیمہ جات۔

2۔ دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ حامداً و مصلیاً و مسلماً۔

حضرت علامہ فاضل مجیب کا جامع اور مدلل جواب حرف بہ حرف صحیح ہے۔ شیعہ اثنا عشری کے جو عقائد ذکر کئے گئے ہیں یعنی (1) قرآن کی تحریف کا قائل ہونا ' (2) ان کا اپنے بارہ اماموں کو معصوم و مفترض الطاعہ جاننا ' شرعی احکام کی تحلیل و تحریم میں انہیں مختار ماننا ' انہیں انبیاء کرام کے ہم پلہ بلکہ ان سے افضل قرار دینا ' (3) قرآن و حدیث کے اولین اور چشم دید گواہ یعنی حضرات صحابہ کرام کی خصوصاً حضرات شیخین کی تکفیر کرنا ' ان سب پر سب و شتم اور لعن طعن کرنا۔ بلاشبہ یہ عقائد صریح کفر ہیں۔ ان عقائد کی بنیاد پر یہ لوگ قطعی کافر مرتد ہیں۔

صحابہ کرام پر سب وشتم کرنے والوں کے حق میں حضرت امام مالک نے بہت پہلے ہی کفر کا فتوی دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ مال فیٔ میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے' چنانچہ علامہ شاطبی الاعتصام میں لکھتے ہیں:۔

قال مصعب الزبیری وابن نافع: دخل هارون (یعنی الرشید) المسجد فرکع ثم اتی قبرالنبی صلی الله علیه وسلم فسلم علیه ثم اتی مجلس مالک فقال السلام علیک ورحمة الله وبرکاته ثم قال لمالک: هل لمن سب اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الفئی حق؟ قال لا- ولا کرامة ولامرة- قال: من این قلت ذلک؟ قال: قال الله عزوجل: لیغیظ بهم الکفار- فمن عابهم فهو کافر ولا حق لکافر فی الفئی- (الاعتصام جلد 2 ص '261)-

واللہ اعلم۔ فقط:۔ حبیب الرحمن خیر آبادی مفتی دارالعلوم دیوبند 1407/3/23ھ۔

بے شک جو لوگ قرآن کریم کو محرف مانتے ہوں یا شرعی احکام کی تحلیل و تحریم میں کسی کو بھی مختار مانتے ہوں کافر و مرتد ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب: حررہ سعید احمد عفا اللہ عنہ پالنپوری' خادم دارالعلوم دیوبند۔

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔

یہ عقائد ثلاثہ مذکورہ ایسے باطل و غلط ہیں کہ محض ان کی وجہ سے بھی فرقہ اثنا عشریہ کے کفر و ارتداد میں کسی قسم کے شک و اشتباہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ بلکہ جس شخص کے اندر ان عقائد ثلاثہ مذکورہ سے ایک عقیدہ بھی ہو گا تو اس کے بھی کفر و ارتداد میں کوئی شک و شبہ نہیں رہے گا۔ وللہ در المجیب۔

فقط العبد: نظام الدین' مفتی دارالعلوم دیوبند' 1407/3/24ھ۔

من اجاب اصاب۔ محدث جلیل حضرت الاستاذ العلام مدظلہ نے اثنا عشری شیعہ کے کافر ہونے کا جو فتوی دیا ہے' وہ حرف بحرف صحیح ہے۔

محمد ظفیر الدین غفرلہ' مفتی دارالعلوم دیوبند' 25 ربیع الاول 1407ھ۔

باسمہ سبحانہ وتعالی

حامداً ومصلیاً ومسلماً امابعد:۔ فرقہ اثنا عشری جو تحریف قرآن کا برملا قائل ہے۔ دونوں بزرگوں نے اپنی تحریروں میں اس فرقہ کی بہت سی تحریفات کو ان کی معتبر کتابوں سے مع حوالے کے نقل فرمادیا ہے' اسی ایک کفریہ عقیدہ کے بعد ان کے کفر و ارتداد میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ حضرت علامہ مجیب مدظلہ کا جواب پوری طرح مدلل ہے۔ یہ احقر اس سے متفق ہے۔ فللہ درہ۔ جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء۔

کتبہ الاحقر الافقر:۔ عبدالرحمن غفرلہ' مفتی دارالعلوم دیوبند' 29 ربیع الاول 1407ھ۔

(مہر دارالافتاء دارالعلوم دیوبند)۔

شیعہ اثنا عشری کے معتقدات چونکہ نصوص قطعیہ سے ثابت شدہ امور کے مخالف ہیں' اس لئے ان کا دین اسلام سے خارج ہونا ظاہر ہے۔

احقر نصیر احمد عفی عنہ' استاذ حدیث۔

احقر معراج الحق غفرلہ (صدر مدرس دارالعلوم دیوبند)۔

ارشد غفرلہ (استاذ حدیث)۔

نعمت اللہ غفرلہ (استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند) 1407/4/13ھ۔

الحق ابلج والباطل لجلج۔ ناکارہ عبدالحق قاسمی' خادم دارالعلوم دیوبند 14 ربیع الثانی 1407ھ۔

شبیر احمد عفی عنہ۔

فرقہ اثنا عشریہ کو احقر کافر سمجھتا ہے۔ محمد حسین'

عبدالخالق مدراسی عفی عنہ' عبدالرحیم بستوی' نسیم احمد بارہ بنکوی' ریاست علی غفرلہ۔

فرقہ اثنا عشریہ کا کفر و ارتداد اظہر من الشمس ہے۔ عبدالرؤف کفاہ اللہ افغانی'

مجیب اللہ قاسمی (گونڈوی)' عبدالخالق سنبھلی 1407/4/13ھ۔

محمد عثمان عفی عنہ' احرار الحق غفرلہ' شاہد حسین قاسمی' عزیز احمد قاسمی۔

جو فرقہ اپنے ائمہ کو نہ صرف حضرات انبیاء کی طرح مطاع بلکہ کان و مایکون کا جاننے والا اور ان میں متصرف سمجھے، قرآن محکم میں تحریف و تبدل کا قائل ہو اور حضرات صحابہ کرام بالخصوص خلفائے ثلاثہ کو نعوذ باللہ منافق و مرتد قرار دے، ایسے فرقہ کے کفر میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ بلا ریب یہ فرقہ کافر ہے اور حضرت مجیب نے اس کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے بالکل درست ہے۔

حبیب الرحمن قاسمی۔ خادم دار العلوم دیوبند 1407/4/14ھ

تکفیر کے لئے تحریف قرآن کا اعتقاد ہی کافی ہے۔ خورشید انور

اذا ثبتت حقیقة العقائد الاثنی عشریة فتکفیر هم واجب بلا شبهة۔

محمد یوسف غفرلہ، زبیر احمد، لقمان اسحاق فاروقی۔

فرقہ اثنا عشریہ کا قرآن مجید کو محرف ماننا، منصب امامت کو درجہ نبوت سے فائق و برتر جاننا، صحابہ کرام کو سب و شتم کرنا وغیرہ موجبات کفر ہیں۔ بلال اصغر۔ المصدق:۔ شمیم احمد۔

3۔ فتوی حضرت مولانا مفتی خلیل احمد قادری بدایونی دامت فیوضہم

باسمہ تعالیٰ جل مجدہ

امابعد--- تمام علماء اسلام، متکلمین اور فقہاء کرام کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ مسائل ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار قطعی کفر ہے، اس کا منکر قطعی کافر ہے--- فرقہ روافض اثنا عشریہ کھلم کھلا ضروریات دین کا منکر ہے، مثلاً قرآن کریم میں نقصان و کمی کا ماننا یا اس کا محتمل ہونا ہی ماننا، یا اپنے بارہ اماموں کو انبیاء علیہم السلام سے افضل ماننا، خلافت حقہ شیخین رضی اللہ عنہما کو خلافت مغصوبہ ناحق ماننا، بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کو سوائے چار کے اسلام کو ترک کر کے کفر اختیار کرنا ماننا، (نعوذ باللہ منہ) جن کا تفصیلی بیان مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ نے استفتاء اور اپنی کتاب "ایرانی انقلاب" میں پوری وضاحت سے فرمایا ہے، اس واضح بیان کے بعد کوئی مسلمان اس گروہ کے کفر میں شک نہیں کر سکتا۔

الغرض امت مرحومہ کے علماء کرام کا ان روافض لئام کے کفر پر اتفاق ہے، علماء دین نے اب سے بہت پہلے اس فرقہ کے کفریات کو بیان کر کے اس کو کافر و مرتد قرار دیا ہے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے سراجی کے حاشیہ میں موانع ارث کے مسئلہ میں اختلاف دینین کی تشریح کرتے ہوئے ایک بہت اہم اصولی بات لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ "جو اہل اہواء دعوی اسلام کے باوجود کبھی ضروریات دین میں سے کسی بات کے منکر ہوں، خواہ ان کا انکار کسی رکیک تاویل ہی کی بنیاد پر ہو، ان کے کفر میں اور ترکہ کے مستحق نہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ جیسا کہ غالی روافض کا معاملہ ہے، جو قطعیات دین کی تکذیب اور ادعاء تحریف قرآن وغیرہ کی وجہ سے خدا اور رسول کی تکذیب کرتے ہیں"۔ (سراجی، ص 9)۔

اور فاضل بریلوی جناب مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم نے اب سے قریباً نوے سال پہلے ایک سوال کے جواب میں نہایت مفصل و مدلل فتوی تحریر فرمایا تھا جو 1320ھ میں "ردالرفضہ" کے تاریخی نام سے شائع ہوا تھا، اس میں مستفتی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے شروع میں تحریر فرمایا ہے۔

"تحقیق مقام و تفصیل مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما، خواہ ان میں سے ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے، اگرچہ صرف

اسی قدر کہ انہیں امام و خلیفہ برحق نہ مانے، کتب معتمدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور علامہ ائمہ ترجیح وفتوی کی تصحیحات پر مطلقاً کافر ہے"۔

پھر مولانا مرحوم نے فقہ حنفی کی قریباً چالیس کتب معتمدہ و معتبرہ سے اس کا ثبوت پیش کرنے کے بعد ص 17 پر تحریر فرمایا۔

"یہ حکم فقہی تبرائی رافضیوں کا ہے، اگرچہ تبرا و انکار خلافت شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں، والاحوط فیہ قول المتکلمین انھم ضلال من کلاب النار وکفار وبہ ناخذ۔

اور روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں، علی العموم منکر ان ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً- قطعاً- کفار مرتدین ہیں، یہاں تک کہ علماء کرام نے تصریح فرمائی کہ جو انہیں کافر نہ جانیں خود کافر ہے--- بہت سے عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں، ان کے عالم جاہل، مرد عورت، چھوٹے بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں---

کفر اول--- قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کوئی کہتا ہے اس میں سے کچھ سورتیں امیرالمؤمنین عثمان ذوالنورین یا دیگر صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم یا اہلسنت نے گھٹا دیں، کوئی کہتا ہے کہ کچھ لفظ بدل دیئے، کوئی کہتا ہے یہ نقص و تبدیل اگرچہ یقیناً ثابت نہیں محتمل ضرور ہے-- اور جو شخص قرآن مجید میں زیادت نقص یا تبدیل، کسی طرح کے تصرف بشری کا دخل مانے یا اسے محتمل جانے بالاجماع کافر و مرتد ہے کہ صراحۃ- قرآن عظیم کی تکذیب کر رہا ہے، اللہ عزوجل سورہ حجر میں فرماتا ہے:۔ انا نحن نزلنا الذکر وانالہ لحفظون۔

پھر صفحہ 21 پر تحریر فرمایا:۔

کفر دوم۔ ان کا ہر متنفس سیدنا امیرالمؤمنین مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیاء سابقین علیہم الصلوت والتحیات سے افضل بتاتا ہے۔ اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے بہ اجماع مسلمین کافر بے دین ہے"۔

الحاصل قرآن عظیم میں زیادتی یا کمی یا تحریف و تبدیل کو ماننا دین اسلام کو باطل قرار دیتا ہے۔ روافض کا نعوذ باللہ یہ عقیدہ کہ قرآن مجید میں کمی یا تغیر یا تحریف واقع ہوگئی ہے یا اس کا محتمل ماننا یقیناً قطعاً- کفر اور اسلام کی دشمنی ہے۔ امام فخرالدین رازی علیہ الرحمہ نے تفسیر

کبیر میں فرمایا:۔

ادعاء الروافض ان القرآن دخله الزيادة والنقصان والتغيير والتحريف ذلک يبطل الاسلام۔ یعنی رافضیوں کا قرآن پاک میں کمی یا زیادتی و تحریف و تغیر کو ماننا اسلام کو باطل کر دیتا ہے۔

پھر ائمہ اہل بیت کرام کو انبیاء سابقین علیہم الصلوۃ والسلام سے افضل ماننا بھی یقیناً کفر ہے۔

ان عقائد کفریہ پر مطلع ہونے کے بعد کوئی مسلمان بھی اس فرقہ روافض کے کفر میں شک نہیں کرسکتا ہے۔ علامہ العصر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی دامت فیوضہم نے جو جواب تحریر فرمایا ہے وہ حق اور صحیح ہے، اس کے بعد فقیر کو کچھ لکھنے کی حاجت نہیں۔ صرف تصدیق و تائید کے طور پر چند کلمات لکھ دیئے کہ:۔ تعاونوا علی البر والتقوی۔ ارشاد رب العالمین ہے، رب تعالی مسلمانوں کو حق کے قبول اور ناحق سے دور و نفور رہنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ واللہ الموفق۔

فقیر:۔ خلیل احمد قادری غفرلہ، خادم دارالافتاء بدایوں،

11 جمادی الاخر 1407ھ---- (مہر)۔

تصدیق علماء بدایوں

بسم اللہ حامداً- ومصلیاً- اس میں کوئی شک نہیں کہ طائفہ رافضہ جس کا دوسرا نام شیعہ بھی ہے، اس گروہ کے عقائد انتہائی واہیات و خرافات امور پر مشتمل ہیں۔ ان کے مرتد و کافر ہونے کے لئے صرف ان کا ایک اہم عقیدہ تحریف قرآن ہی کافی و وافی ہے کہ صریح قرآن مجید (انا نحن نزلنا الذکر وانالہ لحافظون) وغیرہ وغیرہ کے خلاف و منافی ہے۔

بہرحال اس بارے میں جو کچھ علامہ موصوف نے فتوی تحریر فرمایا ہے۔ وہ عین حق و صواب ہے، احقر راقم الحروف کا یہی عقیدہ ہے اور امت مسلمہ حقہ کا یہی عقیدہ ازاول تا ایں دم رہا ہے--- اور رب کریم سب کو بالخصوص اس گروہ مرتدین کو توفیق قبول عنایت فرمائے۔ آمین بجاہ سیدنا الامین علیہ الصلوۃ والسلام۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

----- احقر العباد:۔ محمد اقبال قادری غفرلہ، صدر مدرس،

-----مدرسہ قادریہ خطیب جامع مسجد شمسی بدایوں۔

الجواب صحیح۔ احقر فضل الظفر خان عفی عنہ ٗ مہتمم مدرسہ ظفرالعلوم بدایوں۔

الجواب صحیح والمجیب محقق۔

العبد محمد ابراہیم قادری غفرلہ ٗ صدر مدرس مدرسہ ظفرالعلوم

الجواب صحیح۔ احقر خلیق الظفر خاں ٗ فاضل دارالعلوم منظر اسلام بریلی ٗ وارد حال بدایوں------ 4 رجب المرجب 1407ھ۔

4۔ فتویٰ محدث کبیر حضرت مولانا عبیداللہ رحمانی ٗ مبارک پوری مدظلہ ٗ رئیس جامعہ سلفیہ ٗ بنارس۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء میں شیعہ اثنا عشریہ کی بنیادی مستند و معتبر کتابوں سے قرآن کریم ٗ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ٗ اثنا عشری شیعوں کے بارہ اماموں اور تقیہ کے بارے میں اثنا عشری شیعہ کے جو عقائد نقل کیے گئے ہیں ٗ یہ عقیدے رکھنے والے بلاشبہ منافق و کافر ہیں۔ تمام علماء اہلسنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے۔ حضرت مرتب استفتاء نے اس سلسلہ میں جو تفصیل تحریر فرمائی ہے کافی و شافی ہے ٗ جواب میں مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ موجودہ شیعہ بھی یہی عقیدے رکھتے ہیں ٗ جو ان کی بنیادی مستند کتابوں سے استفتاء میں نقل کیے گئے ہیں ٗ تو وہ بھی شرعاً مسلمان نہیں ہیں۔

---- فقط املاہ:۔ عبیداللہ الرحمانی المبارک فوری 1407/12/7ھ (مہر)

تصدیق و تائید شیخ الجامعہ مولانا عبدالوحید رحمانی و اساتذہ کرام ٗ جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس۔

حضرت مولانا عبیداللہ رحمانی صاحب حفظہ اللہ ہمارے جامعہ سلفیہ کے صدر ہیں۔ آپ نے استفتاء کا جو جواب مرحمت فرمایا ہے ٗ ہم سب اس جواب سے مکمل اتفاق کرتے ہیں۔

والسلام۔ عبدالوحید رحمانی۔ (مہر جامعہ سلفیہ بنارس)۔

5۔ مظاہر علوم ٗ سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء میں اس فرقہ (شیعہ اثنا عشریہ) کے جو عقائد مفصل و مدلل تحریر فرمائے گئے ہیں ان کی بناء پر یہ فرقہ بالیقین اور بلاشبہ کافر اور مرتد ہے ٗ جیسا کہ حضرت اقدس مولانا مفتی حبیب الرحمن صاحب نے تحریر فرمایا ہے ٗ احقر نے مستقل جواب لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی ٗ جو کچھ حضرات اکابر علماء نے تحریر فرمایا ہے وہی کافی ہے۔

یحییٰ غفرلہ۔ دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور۔ 1407/4/12ھ۔

مہر دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

الجواب بعون الملک الوہاب

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ امابعد: حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی، حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی، حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کے جوابات بغور دیکھے، نیز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری کا فتوی یہ ہے:۔

محققین کے نزدیک سب روافض کافر بحکم مرتد ہیں (1)، لہٰذا ان کا ذبیحہ حلال نہیں (2)۔ البتہ جو علماء ان کو بحکم اہل کتاب کہتے ہیں، ان کے نزدیک جائز ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ:۔ خلیل احمد عفی عنہ۔ (فتاوی مظاہر علوم، ص 213، کتاب الذبائح)۔

حضرات اکابر کے جوابات صحیح ہیں----

املاہ:--- احقر محمد القدوس خبیب رومی عفااللہ عنہ،

خادم افتاء و تدریس، مظاہر علوم سہارن پور 1408/2/9ھ۔

حاشیہ (1) وهؤلاء القوم (الروافض) خارجون عن ملة الاسلام واحكامهم احكام المرتدين، كذا في الظهيرية۔ عالمگیری، ص 885۔

حاشیہ (2) ولا تؤكل ذبيحة المجوسي والمرتد، كذا في الهداية۔ ص (8/418)۔

الجواب صحیح--- عنایت الٰہی عفی عنہ۔

الجواب صحیح بلا ارتیاب۔ محمد امین غفرلہ، خادم افتاء مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح۔ اشتیاق احمد مظاہری قاسمی ندوی،

مفتی مظاہر علوم سہارنپور 1408/2/9ھ۔

الاجوبہ کلہا صحیحۃ۔

بندہ ذوالفقار علی غفرلہ رفیق دارالافتاء، مظاہر علوم سہارنپور۔ 1408/2/9ھ۔

مہر دارالافتاء مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

6۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

ھو المصوب

شیعوں میں اثنا عشری فرقہ قرآن میں تحریف کا قائل ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں حضرت علی اور اہل بیت کے بارے میں صریح آیات تھیں، ان کو صحابہ کرام نے خاص طور پر حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے قطع برید کرکے نکال دیا ہے اور یہ موجودہ قرآن مجید ناقص ہے (نعوذ باللہ)۔ اسی طرح وہ عقیدۂ امامت کی وجہ سے ختم نبوت کے بھی قائل نہیں ہیں۔ نیز ان کے بہت سے ایسے عقائد ہیں جو کتاب اللہ کی نصوص صریح کے مخالف ہیں۔ اس لئے فرقہ اثنا عشری کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

ان کا اپنے کو مسلمان کہنا محض تقیہ پر مبنی ہے اور سیاسی مفاد کی خاطر ہے۔

فقط:۔ محمد ظہور ندوی عفااللہ عنہ،

مفتی دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔ 1408/2/4ھ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

الجواب صحیح۔

ضیاء الحسن خادم (شیخ الحدیث) دارالعلوم ندوۃ العلماء۔

شہباز۔ 1408/2/24ھ۔

ناصر علی 1408/2/25ھ۔

عبدالنور ندوی 1408/2/26ھ۔

عتیق احمد 1408/2/26ھ۔

الجواب صحیح۔

محمد زکریا سنبھلی قاسمی ندوی مدرس حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء۔

فرقہ اثنا عشری اگر تحریف قرآن کا قائل ہے اور ختم نبوت کا منکر ہے تو اس کے کفر میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ سلمان الحسینی ندوی، 1408/2/24ھ۔

اثنا عشری مسلک کے بنیادی ماخذ کے مطالعہ سے تحریف قرآن، عقیدۂ امامت (جو قطعاً عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہے) تکفیر صحابہ اور سب شیخین وغیرہ جن عقائد کا قطعی علم ہوتا ہے اس کے بعد اس مسلک کے ماننے والوں کی تکفیر میں کسی تردد کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔
استاذ گرامی جناب مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب نے یہ جو تحریر فرمایا ہے کہ:۔ ان کا اپنے کو مسلمان کہنا محض تقیہ پر مبنی ہے اور سیاسی مفاد کی خاطر یہ بھی بالکل درست ہے۔
خلیل الرحمن سجاد ندوی (خادم تفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء)۔

7۔ دار المبلغین، لکھنؤ۔

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً و مسلماً۔

الجواب واللہ الموفق للصواب۔

شیعہ اثنا عشریہ عقیدہ تحریف قرآن، عقیدۂ امامت، انکار صحابیت صدیق اکبر اور قذف حضرت صدیقہ المبرۃ (رض) کی بنیاد پر قطعی طور پر اسلام کے دائرہ سے خارج ہیں، ان کو مسلمان سمجھنا کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ اب سے نصف صدی سے زائد پہلے امام اہلسنت حضرت مولانا محمد عبدالشکور فاروقی علیہ الرحمہ نے مذہب شیعہ کی معتبر و مستند کتابوں اور ان کے متقدمین و متاخرین علماء کی تحریروں کی روشنی میں اس مسئلہ کو "کہ شیعہ کا ایمان قرآن پاک پر ہے اور نہ ہو سکتا ہے"۔ اپنی کتاب "تنبیہ الحائرین" میں بڑی وضاحت اور تفصیل سے تحریر فرمادیا ہے، بنابریں اثنا عشری شیعہ کافر، دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ علاوہ ازیں جن حضرات نے ان کے مذہب کی کتابوں کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ سب ان کی تکفیر پر متفق ہیں اور جبکہ ان کے مذہب کی حقیقت منکشف ہوگئی تو ان کا کفر محل تردد نہیں رہا۔
عقیدہ تحریف قرآن کے علاوہ دیگر وجوہ کفر بھی ہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔
عبدالعلیم فاروقی عافاہ مولاہ۔ 13 ربیع الاول 1408ھ۔
الجواب صحیح۔ محمد یامین قاسمی عفی عنہ۔
الجواب صحیح۔ عبدالرشید فلاحی غفرلہ۔
الجواب صحیح۔ محمد جہانگیر غفرلہ۔

8۔ دار العلوم فاروقیہ، کاکوری، لکھنؤ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیعہ اثنا عشری تحریف قرآن کے قائل ہونے، ختم نبوت کے منکر ہونے اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تکفیر کے قائل ہونے کی وجہ سے قطعاً کافر ہیں، اور ان کا اسلام سے کبھی کوئی واسطہ نہیں رہا۔ جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ نے امام شعبی کا یہ قول اپنی بے نظیر کتاب "منہاج السنہ" میں نقل فرمایا ہے:۔

قال الشعبی: احذرکم اھل ھذہ الاھواء المضلۃ و شرھا الرافضۃ لم یدخلوا فی الاسلام رغبۃ ولا رھبۃ ولکن مقتاً لأھل الاسلام وبغیاً علیھم۔ (منہاج السنۃ، ج1، ص 7)۔

شیعہ اثنا عشری کی ہر سہ وجوہ کفر پر مستفتی محترم و مجیب علام نے کافی دلائل اور ناقابل تردید و تاویل ثبوت فراہم کردیئے ہیں، جن پر اضافہ کی کوئی حاجت نہیں ہے۔
مندرجہ بالا تین وجوہ کفر کے علاوہ قذف حضرت عائشہ صدیقہ اور حرام خداوندی کو حلال قرار دینا، مثلاً زنا کو متعہ کے عنوان سے اور کذب کو تقیہ کے عنوان سے، یہ جرائم بھی ان کی تکفیر کے لئے کافی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و حکمہ احکم:۔ عبدالعلی فاروقی عفااللہ عنہ۔
فضل الرحمن قاسمی غفرلہ۔ المصدق: شبیر احمد عفی عنہ،
محمد شفیع قاسمی عفی عنہ۔ الجواب صحیح: عبدالحلیم غفرلہ،
الجواب صحیح: عبدالولی فاروقی۔ الجواب صحیح: عبدالمنان القاسمی۔

9۔ مدرسہ امینیہ، دہلی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد:۔ شیعہ اثنا عشریہ کے متعلق سائل و مجیب (حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی مدظلہ) ہر دو حضرات نے جو تحقیقات پیش کی ہیں ان کے پیش نظر اس فرقہ کی تکفیر میں کسی قسم کی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ تحریف قرآن، انکار صحابیت صدیق اکبر رضی اللہ

عنہ' ایسے عقائد ہیں جن کی بناء پر علماء اہل حق نے ہمیشہ ان کی تکفیر کی ہے' مگر عمومی طور پر فتوی تکفیر میں احتیاط کی بنیادی وجہ صرف یہ تھی کہ علماء شیعہ نے ہندوستان میں شیعیت کی ترویج و اشاعت نہایت گہری سیاست کے ساتھ کی تھی' ابتداء" تمام دیگر عقائد باطلہ سے بے خبر رکھتے ہوئے عوام پر صرف حب اہل بیت کا جال ڈال کر اہلسنت کے بہت سے افراد کو گمراہ کیا۔ یوپی کے اکثر علاقوں میں نواب آصف الدولہ کے دباؤ کے تحت بہت سے اہلسنت ماتم مجلس اور تعزیہ داری پر مجبور ہوئے۔ اس بنا پر یہ لوگ یہی سمجھتے رہے کہ شیعہ' سنی کے مابین صرف ماتم مجلس ہی ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے' باقی دونوں مذہبوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ اس لئے بریلوی دیوبندی کی طرح باہم سنی اور شیعوں کے درمیان بھی مدتہائے دراز تک مناکحت کا سلسلہ جاری رہا۔ شروع ہی میں بالفرض علماء شیعہ اگر ان عقائد سے خبردار کرکے اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت کرتے تو یقیناً کامیاب نہ ہوتے' اہل حق نے عرصہ دراز تک عام شیعوں کو ان عقائد سے یکسر بے خبر دیکھتے ہوئے بلکہ ان عقائد باطلہ سے ان کے صریح انکار کے پیش نظر عمومی تکفیر کا فتوی دینے سے گریز کیا۔ مگر فی زمانا جبکہ ان عقائد باطلہ سے ان کا ہر خورد و کلاں خبردار ہوچکا ہے اور وہ یہ عقیدے بھی رکھتا ہے تو اب فتوی تکفیر میں مزید احتیاط کرنا خلاف احتیاط ہے۔ بہرحال مذکورہ بالا وضاحت کے بعد ہماری رائے سائل و مجیب کی رائے سے بالکل متفق ہے۔

فقط:۔ مشہود حسن حسنی غفرلہ نائب صدر مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی۔

الجواب صواب: عبدالسمیع' صدر مدرس مدرسہ امینیہ دہلی' 11 ربیع الاول 1407ھ۔

الجواب صحیح۔ جاوید نظر' 11 ربیع الاول 1407ھ۔

محمد اشرف القاسمی گونڈوی۔ مشرف فتاوی' مدرسہ امینیہ دہلی۔

(مہر دارالافتاء مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی)۔

10۔ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی' مراد آباد۔

باسمہ سبحانہ و تعالی

حضرت اقدس محدث کبیر مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی دامت برکاتہم کا جواب کتاب و سنت کے عین مطابق ہے۔ "بالخصوص چار صحابہ کے ماسوائے تمام صحابہ کے مرتد

ہونے و تحریف قرآن و عصمت ائمہ" (جو ختم نبوت کے انکار کو مستلزم ہے) کے عقیدہ کی بنیاد پر فرقہ اثنا عشریہ کو کافر' ضال' مضل' وخارج از اسلام قرار دیا جانا بالکل صحیح اور درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالی اعلم:۔ شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ 4 صفر 1408ھ۔

الجواب صحیح۔ عبدالجبار الاعظمی غفرلہ (شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی)۔

11۔ جامعہ اسلامیہ عربیہ 'مسجد ترجمہ والی بھوپال مع تصدیقات اساتذہ جامعہ و دیگر علماء بھوپال۔

شہر بھوپال کے ہم خادمان علم دین خصوصاً جامعہ اسلامیہ عربیہ' مسجد ترجمہ والی کے اساتذہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ کے اس سوال پر جو خمینی' فرقہ اثنا عشریہ کے متعلق ہے جس کا جواب حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی مدظلہ العالی' امیر شریعت ہند نے دیا ہے' حرف بہ حرف تائید کرتے ہیں اور ان حضرات کی جرات و ہمت کی داد دیتے ہیں جنھوں نے ہمت اور عزیمت کے ساتھ یہ فیصلہ دیا ہے' اور ان اسلام دشمنوں کے خلاف کفر کا فتوی صادر فرمایا جن سے ہمیشہ اسلام کو نقصان پہنچا ہے۔ اور اب بھی یہ فرقہ باطلہ۔ **"کلمہ حق ارید بہ الباطل"**۔ کے ساتھ میدان میں آکر حرمین شریفین کو میدان جنگ بنارہا ہے' جس کے متعلق خدا کا فرمان ہے:۔ **(من دخلہ کان آمنا)**۔ وہاں حامیاں خمینی اللہ اکبر خمینی رہبر کا نعرہ لگاکر بجائے عبادت اور حج کے شور کرتے ہیں اور نعرہ بازی کرتے ہیں' جو غیر مسلموں (مشرکین مکہ) کے لئے قرآن نے کہا ہے:۔ **وما کان صلاتھم عندالبیت الا مکاء و تصدیة**۔ یہ مشرکین کی عبادت کے طریقہ کی تائید کرتے ہیں۔ خدا نے تو مسلمانوں کو خاموش رہ کر اور عجز وانکساری کے ساتھ عبادت کا حکم دیا۔ کماقال تعالی:۔ **ادعوا ربکم تضرعا و خفیة**۔ اسلامی طریقہ کو چھوڑ کر مشرکین کے طریقہ کو اختیار کرتے ہیں۔ بلاشک یہ اسلام سے خارج ہیں۔ ایسے لوگوں کو توحج اور مسجد نبوی کی زیارت سے روکا جائے۔ اللھم احفظنا من شرورھم۔ واللہ اعلم بالصواب۔

المجیب: محمد عبدالرزاق عفی عنہ۔ (مفتی اعظم و امیر شریعت' مدھیہ پردیش'

و ناظم جامعہ اسلامیہ عربیہ' بھوپال۔

سید عابد وجدی۔ قاضی دارالقضاء بھوپال۔

عبداللطیف۔ نائب قاضی دار القضاء بھوپال۔
محمد سعید مجددی غفرلہ۔ خانقاہ مجددیہ بھوپال۔
محمد علی غفرلہ۔ نائب مفتی بھوپال و استاذ حدیث و فقہ' دار العلوم تاج المساجد' بھوپال۔
الجواب صحیح۔ محمد ابراہیم (نائب صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ عربیہ)
الجواب صحیح والمجیب نجیح۔ سید محمد فاضل
الجواب صحیح۔ محمد الیاس قاسمی' مدرس جامعہ۔
قاسمی مدرس جامعہ و امام و خطیب جمع مسجد بھوپال۔
الجواب صحیح۔ محمد مہدی حسن' مدرس جامعہ۔
الجواب صحیح محمد اسحاق قاسمی' مدرس جامعہ۔
الجواب صحیح۔ عبدالباسط مفتاحی' مدرس جامعہ۔
الجواب صحیح۔ عبدالحفیظ جامعی' مدرس جامعہ۔
الجواب صحیح۔ رشید الدین قاسمی مدرس جامعہ۔
الجواب صحیح۔ فضل الرحمن قاسمی مدرس جامعہ۔
الجواب صحیح۔ ابوالکلام قاسمی' مدرس جامعہ۔
الجواب صحیح۔ رحیم اللہ قاسمی' مدرس جامعہ۔
الجواب صحیح۔ محمد مصطفیٰ ہاشمی القاسمی' مفتی جامعہ۔
الجواب صحیح۔ شمس الدین آفریدی' مدرس جامعہ۔
الجواب صحیح۔ (نام نہیں پڑھا جاسکا) نائب ناظم جامعہ۔
الجواب صحیح۔ محمد ایوب مظاہری' مدرس جامعہ۔
الجواب صحیح۔ محمد نعمان ندوی' استاذ حدیث دار العلوم تاج المساجد'
و رکن شوری دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔
الجواب صحیح۔ محمد شرافت علی ندوی استاذ' دار العلوم تاج المساجد۔
الجواب صحیح ڈاکٹر حمید اللہ ندوی' استاذ' دار العلوم تاج المساجد۔
الجواب صحیح محمد اسحاق خاں' قاضی محکمہ شرعیہ' سالیہ' شاجاپور' ایم پی۔
الجواب صحیح۔ عبدالوحید قاسمی غفرلہ۔

12۔ دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ' علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن' کراچی

الجواب باسمہ تعالیٰ

فاضل مستفتی نے شیعہ اثنا عشریہ کے جن حوالہ جات کا ذکر کیا ہے وہ ہم نے شیعہ کتابوں میں خود پڑھے ہیں' بلکہ ان سے بڑھ کر شیعوں کی کتابوں میں ایسی عبارات صاف صاف موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ:۔

الف: وہ تمام جماعت صحابہ کو مرتد اور منافق سمجھتے ہیں یا ان مرتدین کے حلقہ بگوش

ب: وہ قرآن کریم کو (جو امت کے ہاتھوں میں موجود ہے) بعینہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ نہیں سمجھتے بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اصل قرآن جو خدا کی طرف سے نازل ہوا تھا وہ امام غائب کے پاس غار میں موجود ہے اور موجودہ قرآن (نعوذ باللہ) محرف و مبدل ہے اس کا بہت سا حصہ (نعوذ باللہ) حذف کردیا گیا ہے' بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملادی گئی ہیں۔ قرآن شریف ضروریات دین میں سب سے اعلیٰ و ارفع چیز ہے اور شیعہ بلا اختلاف ان کے متقدمین اور متاخرین سب کے سب تحریف قرآن کے قائل ہیں اور ان کی کتابوں میں زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی موجود ہیں جن میں پانچ قسم کی تحریف بیان کی گئی ہے:۔ 1۔ کمی' 2۔ بیشی' 3۔ تبدل الفاظ' 4۔ تبدل حروف' 5۔ تبدل ترتیب سورتوں' آیتوں اور کلمات میں بھی۔

''اصول کافی'' اور اس کا تتمہ الروضہ' ملا باقر مجلسی کی کتابوں' ''جلاء العیون'' ''حق الیقین'' ''حیات القلوب'' ''زاد المعاد'' نیز حسین بن محمد تقی النوری الطبرسی کی کتاب ''فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب'' (جو 398 صفحات پر مشتمل ہے) میں قرآن کریم کا محرف ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

مئولف مذکور طبرسی نے بزعم خود بے شمار روایات سے قرآن کریم کی تحریف ثابت کی ہے۔

ج۔ قادیانیوں کی طرح وہ لفظی طور پر ختم نبوت کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں' لیکن انہوں نے نبوت محمدیہ کے مقابلہ میں ایک متوازی نظام عقیدہ امامت کے نام سے تصنیف کرلیا ہے۔ ان کے نزدیک امامت کا ٹھیک وہی تصور ہے جو اسلام میں نبوت کا تصور ہے' چنانچہ امام نبی کی طرح منصوص من اللہ ہوتا ہے' معصوم

ہوتا ہے، مفترض الطاعہ ہوتا ہے، ان کو تحلیل و تحریم کے اختیار ہوتے ہیں اور یہ کہ بارہ امام تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ (اصول کافی۔ تفسیر مقدمہ مراۃ الانوار)۔

ان عقائد کے ہوتے ہوئے اس فرقہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔ صرف انہی تین عقائد کی تخصیص نہیں بلکہ بغور نظر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ شیعیت اسلام کے مقابلہ میں بالکل ایک الگ اور متوازی مذہب ہے جس میں کلمہ طیبہ سے لے کر میت کی تجہیز و تکفین تک تمام اصول و فروع اسلام سے الگ ہیں۔ اس لئے شیعہ اثنا عشریہ بلاشک و شبہ کافر ہیں، علماء امت نے اثنا عشریہ شیعوں کو ہر زمانہ میں کافر قرار دیا، البتہ:۔

(1) اس فتوی کی اشاعت نہیں ہوئی۔

(2) تقیہ اور کتمان کے دبیز پردوں میں شیعہ مذہب چھپا رہا۔

(3) خمینی صاحب کے آنے کے بعد شیعہ اثنا عشریہ نے بین الاقوامی طور پر وجوہ ثلاثہ سابقہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے مذہب کی خوب اشاعت کی۔ خمینی صاحب خود کو امام غائب کا نمائندہ سمجھتے ہیں اور اپنا حق سمجھتے ہیں کہ مذہب شیعہ کی اصل طور پر بلا کتمان اشاعت ہو، اس لئے اب صورت حال مختلف ہوگئی۔

فاضل مستفتی نے بڑی محنت سے استفتاء مرتب کیا ہے اور اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ تقریباً ہر دور میں شیعہ اثنا عشری کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ اس استفتاء کی تحریر کردہ عبارتوں کے بعد جواب استفتاء کے لئے مزید عبارت کی ضرورت نہیں البتہ بعض عبارات طرداً للباب بیان کی جاتی ہیں:۔

(1) سورہ الفتح پ 26 کے آخری رکوع میں جہاں سورت ختم ہوتی ہیں وہاں ارشاد خداوندی ہے:۔ لیغیظ بھم الکفار۔ اس آیت کے ذیل میں "روح المعانی" میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں:۔

وفی المواهب ان الامام مالكا قد استنبط من هذه الآية تكفير الروافض الذين يبغضون الصحابة رضى الله تعالى عنهم فانهم يغيظونهم ومن غاظه الصحابة فهو كافر۔ و وافقه كثير من العلماء انتهى۔

وفی البحر:۔ ذکر عند مالک رجل ینتقص الصحابة فقرأ مالک هذه الآية فقال:۔ من اصبح من الناس و فی قلبه غیظ من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فقد اصابته هذه الآية۔ ویعلم تکفیر الرافضة بخصوصهم۔ وفی کلام عائشة رضی الله تعالی عنها مایشیر الیه ایضا۔ فقد اخرج الحاکم وصححه عنها فی قوله تعالی: (لیغیظ بهم الکفار)۔ قالت:۔ اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم امروا بالاستغفار لهم فسبوهم۔ (روح المعانی پاره نمبر 26 ص 128)۔

(2) قرآن کریم کی آیت کے بعد احادیث مبارکہ میں صحابہ کرام کے مقام رفیع کی نشاندہی فرمائی گئی ہے، شارحین نے ان پر جو کچھ لکھا ہے اس کو دیکھ لیا جائے:۔

عن ابی سعید الخدری قال قال النبی صلی الله علیه وسلم:۔ لاتسبوا اصحابی ولو ان احدکم انفق مثل احد ذهبا مابلغ مد احدهم ولا نصیفه۔ متفق علیه (مشکوة ص 553)۔

وعن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:۔ اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة الله علی شرکم۔ رواه الترمذی (مشکوة، ص 554)۔

وجمیع ذلک یقتضی القطع بتعدیلهم (بتعدیل الصحابة) ولایحتاج احدمنهم مع تعدیل الله له الی تعدیل احد من الخلق علی انه لولم یرد من الله و رسوله فیهم شئی مما ذکرنا لاوجبت الحال التی کانوا علیها من الهجرة والجهاد ونصرة الاسلام وبذل المهج والاموال و قتل الا باء والأبناء والمناصح فی الدین وقوة الایمان والیقین القطع علی تعدیلهم والاعتقاد لنزاهتهم وانهم کانوا افضل من جمیع الخالفین بعدهم والمعدلین الذین یجیئون من بعدهم۔ هذا مذهب کافة العلماء ومن یعتمد قوله۔

ثم روی بسنده الی ابی زرعة الرازی قال:۔ اذا رایت الرجل ینتقص احدا من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فاعلم انه زندیق۔

وذلک ان الرسول حق والقرآن حق وماجاء به حق وانما ادى الينا ذلک کله الصحابة، وھؤلاء يريدون ان يجرحوا شهودنا ليبطلوا الكتاب والسنة والجرح بهم اولى وهم زنادقة۔ انتهى۔ (الاصابة فى تمييز الصحابة، ج1، ص 10)۔

قرآن و حدیث کے بعد اجماع امت کو دیکھا جائے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر سب سے پہلے اجماع ہوا۔ یہ اجماع سب سے قوی ہے کیونکہ اس میں صحابہ کرام، اہل بیت، اہل مدینہ سب ہی شامل ہیں۔ روافض اس اجماع کو تسلیم نہیں کرتے اور منکر اجماع کافر ہے۔

وقال ابن دقيق العيد: قد يؤخذ من قوله "المفارق للجماعة" ان المراد المخالف لاهل الاجماع فيكون متمسكالمن يقول: مخالف الاجماع كافر۔

وقد نسب ذلک الى بعض الناس وليس ذلک بالبين، فان المسائل الاجماعية تارة يصحبها التواتر بالنقل عن صاحب الشرع كوجوب الصلوة مثلا، وتارة لايصحبها التواتر۔ فالاول يكفر جاحدة لمخالفة التواتر لا لمخالفة الاجماع والثانى لا يكفر۔ (اكفار الملحدين، ص 31)۔

موجودہ اجماع کے ساتھ تواتر بھی شامل ہے اس لئے اس کا انکار یقیناً کفر ہے۔

والحاصل ان من كان من اهل قبلتنا ولم يغل حتى.... ولاخلف منكر خلافة ابى بكر او عمر او عثمان لانه كافر۔ (اكفار الملحدين للشيخ انور، ص 51)۔

فتاوی ھندیہ (فتاوی عالمگیریہ) جو بعد اورنگ زیب عالمگیر مرتب ہوا، جس کی ترتیب و تدوین میں ہندوستان کے اکابر علماء شریک ہوئے جن کے تراجم "نزہتہ الخواطر" میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اسی فتاوی کے ص 224 پر ہے:۔

الروافض اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر.

....

من انكر امامة ابى بكر الصديق رضى الله عنه فهو كافر، وعلى قول

بعضهم هو مبتدع وليس بكافر، والصحيح انه كافر۔ وكذلک من انكر خلافة عمر رضى الله عنه فى اصح الاقوال۔ كذا فى الظهيرية۔ ويجب اكفارهم باكفار عثمان و على و طلحة و زبير و عائشة رضى الله عنهم۔

ويجب اكفار الروافض فى قولهم برجعة الاموات الى الدنيا، و بتناسخ الارواح و بانتقال روح الاله الى الائمة وبقولهم ان جبرئيل عليه السلام غلط فى الوحى الى محمد صلى الله عليه وسلم دون على بن ابى طالب رضى الله عنه۔ وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحكامهم احكام المرتدين، كذا فى الظهيرية۔

"فتاوی بزازیہ جو فتاوی عالمگیری کے حاشیہ پر چھپی ہوئی ہے اور جس کے مصنف حافظ محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن بزازم 837 ہیں اور جو ائمہ فقہ کی تصریح کے مطابق فقہ حنفی کی نہایت اہم معتمد کتابوں میں ہے، اس کے ص 318، ج 6 میں کہا گیا ہے:۔

ومن انكر خلافة ابى بكر رضى الله عنه فهو كافر فى الصحيح۔ ومنكر خلافة عمر رضى اله عنه فهو كافر فى الاصح۔ ويجب اكفار الخوارج فى اكفارهم جميع الامة سواهم۔ ويجب اكفارهم باكفار عثمان وعلى وطلحة و زبير و عائشة رضى الله عنهم۔

پھر ص 319، جلد 6 پر یہ عبارت ہے:۔

الرافضى ان كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر۔

البحر الرائق شرح كنز الدقائق للعلامة زين الدين الشهير بابن نجیم ص 131، ج 5 میں ہے:۔

وبقذفه عائشة رضى الله تعالى عنها من نسائه صلى الله عليه وسلم فقط و بانكاره صحبة ابى بكر رضى الله عنه بخلاف غيره۔ و بانكاره امامة ابى بكر رضى الله عنه على الاصح كانكاره خلافة عمر رضى الله عنه على الأصح۔

خلاصة الفتاوى للشيخ الاجل الامام الاكمل الفقيه الامجد طاهر بن عبد الرشيد البخارى میں ہے:۔

وما يتصل بهذا الرافضى كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر۔ (ص 381' ص 4)۔

صاحب در مختار فرماتے ہیں:۔

اوالكافر بسب الشيخين اوبسب احدهما۔ فى البحرعن الجوهرة معزيا للشهيد:۔ من سب الشيخين اوطعن فيهما كفر ولا تقبل توبته۔ وبه اخذ الدبوسى و ابوالليث وهو مختار للفتوى۔

صاحب در مختار کی اس عبارت پر علامہ ابن عابدین شامی نے طویل کلام کیا ہے لیکن آخر میں واضح طور پر یہ تحریر فرمایا ہے:۔

نعم لاشك فى تكفير من قذف السيدة عائشة رضى الله عنها' او انكر صحبة الصديق اوالألوهية فى على اوان جبريل غلط فى الوحى' اونحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن۔ (ردالمختار' ص 336' ج 4)۔

فتاوی عزیزیہ میں شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں:۔

بلاشبہ فرقہ امامیہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے منکر ہیں اور کتب فقہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کا جس نے انکار کیا وہ اجماع امت کا منکر ہوا' وہ کافر ہوگیا۔ ملاحظہ ہو ترجمہ فتاوی عزیزیہ' ص 377۔

لہٰذا شیعہ اثنا عشری رافضی کافر ہیں مسلمانوں سے ان کا نکاح' شادی بیاہ جائز نہیں حرام ہے۔ مسلمانوں کے لئے ان کے جنازے میں شرکت جائز نہیں' ان کا ذبیحہ حلال نہیں' ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں' غرض ان کے ساتھ غیر مسلموں جیسا سلوک اور معاملہ کیا جائے۔

واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم:۔ مفتی ولی حسن' رئیس دارالافتاء'
جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔ 8 صفر 1407ھ۔

1۔ الجواب صواب۔ احمد الرحمن عفی عنہ مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ' بنوری ٹاؤن' کراچی۔

2۔ الجواب صواب۔ حبیب اللہ نائب مہتمم و صدر مجلس دعوت و تحقیق اسلامی

کراچی۔

3۔ الجواب صواب۔ رضاالحق عفاء اللہ عنہ۔

4۔ الجواب صحیح۔ محمد ولی

5۔ الجواب صحیح۔ محمد عبدالسلام عفااللہ عنہ

6۔ الجواب صحیح محمد بدیع الزماں مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن کراچی۔

7۔ الجواب صحیح۔ سید مصباح اللہ شاہ عفااللہ عنہ' مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن کراچی۔

8۔ الجواب صحیح۔ محمد ادریس غفرلہ' استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

9۔ الجواب صحیح۔ محمد قاسم' مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

10۔ الجواب صحیح۔ محمد انور بدخشانی مدرس جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

11۔ الجواب صحیح۔ عبدالرزاق لدھیانوی' مدرسہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان۔

تصدیقات علماء پاکستان برفتوی مفتی اعظم ولی حسن ٹونکی (رح)

مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی (م رمضان 1415ھ / 1995ء) کے فتوی کی مذکورہ بالا گیارہ تصدیقات سمیت بطور مجموعی پاکستان کے دو سو سے زائد نیز بنگلہ دیش کے سو سے زائد علماء کرام و مفتیان عظام نے مکمل تائید و تصدیق فرمائی ہے' جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:۔ (بحوالہ متفقہ فیصلہ مرتبہ مولانا محمد منظور نعمانی' حصہ اول و دوم)۔

12۔ خادم شیخ الہند اسیر مالٹا مولانا محمد عزیر گل' پشاور۔

13۔ مولانا فقیر محمد' خلیفہ مجاز حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی و سرپرست اعلی جامعہ امداد العلوم' پشاور۔

14۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق' رکن قومی اسمبلی پاکستان و مہتمم دارالعلوم حقانیہ' اکوڑہ خٹک۔

15۔ سینیٹر مولانا سمیع الحق' نائب مہتمم و استاذ حدیث' دارالعلوم حقانیہ' اکوڑہ خٹک۔

16۔ سینیٹر قاضی عبداللطیف' فاضل دارالعلوم دیوبند' مدرسہ نجم المدارس' کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان۔

17- سینیٹر حافظ حسین احمد، ناظم و مدرس مدرسہ مطلع العلوم، کوئٹہ۔

18- مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مدیر ماہنامہ "بینات" جامعہ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

19- مولانا ابوالخلیل خان محمد، سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ، کندیاں و امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، پاکستان۔

20- مولانا محمد اجمل خان، مرکزی ناظم جمعیت علماء اسلام، پاکستان و مہتمم مدرسہ عربیہ رحمانیہ، لاہور

21- مولانا سید نفیس الحسینی خلیفہ مجاز پیر طریقت مولانا عبدالقادر رائے پوری، لاہور۔

22- مولانا محمد مالک کاندھلوی، شیخ الحدیث، جامعہ اشرفیہ لاہور۔

23- مولانا محمد عبیداللہ بن مفتی محمد حسن، مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

24- مولانا محمد موسیٰ البازی، استاذ حدیث و تفسیر جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

25- مولانا محمد اجمل قادری بن مولانا محمد عبیداللہ انور، امیر انجمن خدام الدین و قائد جمعیت علماء اسلام پاکستان۔

26- مولانا ابو محمد قاسمی، لاہور۔

27- مولانا سید محمد عبدالقادر آزاد، خطیب بادشاہی مسجد، لاہور۔

28- مولانا محمد عبدالستار تونسوی، صدر تنظیم اہل سنت، پاکستان۔

29- مولانا محمد گل شیر خان، جامعہ اسلامیہ نصرت الاسلام، گلگت۔

30- مولانا محمد عبداللہ، مدیر جامعۃ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ، اسلام آباد۔

31- مولانا عبدالمتین، ناظم جامعۃ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ، اسلام آباد۔

32- مولانا محمد شریف، جامعۃ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ، اسلام آباد۔

33- مولانا عبدالباسط، جامعۃ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ، اسلام آباد۔

34- مولانا عبدالعزیز، جامعۃ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ، اسلام آباد۔

35- مولانا عبدالغفور، جامعۃ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ، اسلام آباد۔

36- مولانا ظہور احمد، جامعۃ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ، اسلام آباد۔

37- مولانا سعید الرحمن، مہتمم جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ، راولپنڈی۔

38- مولانا محمد زاہد الحسینی، مہتمم جامعہ مدنیہ، اٹک شہر۔

39- مولانا محمد نصیر الحسینی، مدرس جامعہ مدنیہ، اٹک شہر۔

40- شیخ الحدیث مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خاں، صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

41- مولانا مفتی زین العابدین، مفتی دارالعلوم، فیصل آباد۔

42- مولانا محمد انور کلیم اللہ، مہتمم دارالعلوم فیض محمدی، فیصل آباد۔

43- مفتی ضیاء الحق، مفتی دارالعلوم فیض محمدی و خطیب مرکزی جامع مسجد، فیصل آباد۔

44- مولانا محمد عابد، مدرس دارالعلوم فیض محمدی، فیصل آباد۔

45- مولانا محمد الیاس، مدرس اشرف المدارس، فیصل آباد۔

46- مولانا محمد عبداللہ، مہتمم مدرسہ عربیہ دارالھدیٰ، بھکر۔

47- مولانا محمد حنیف جالندھری، مہتمم جامعہ خیرالمدارس، ملتان۔

48- مولانا مفتی محمد انور شاہ، مفتی و استاذ حدیث جامعہ قاسم العلوم، ملتان۔

49- مولانا منظور احمد، نائب مفتی جامعہ قاسم العلوم، ملتان۔

50- مولانا فیض احمد، مہتمم جامعہ قاسم العلوم، ملتان۔

51- شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید، باب العلوم، کہروڑ پکا۔

52- مولانا مفتی غلام قادر، مہتمم جامعہ خیرالعلوم، خیرپور ٹامیوالی۔

53- مولانا سیف الرحمن، نائب مہتمم جامع العلوم، ضلع بہاولپور۔

54- مولانا یار محمد، مدرسہ تعلیم القرآن، پیر جو گوٹھ، ضلع خیرپور۔

55- مولانا صالح حداد، دارالعلوم ہاشمی، سجاول۔

56- مولانا عبدالقیوم سندھی، کندھ کوٹ۔

57- مولانا محمد سلیم، خطیب مسجد اقصیٰ، نواں گوٹھ، سکھر۔

58- مولانا عبدالمجید، مہتمم مدرسہ مدینۃ العلوم، سکھر۔

59- مولانا محفوظ احمد، مفتی و مدرس مدرسہ اشرفیہ، سکھر۔

60- مولانا خلیل احمد بندھانی، مدرس مدرسہ اشرفیہ، سکھر۔

61- مولانا عبدالھادی، مدرس مدرسہ اشرفیہ، سکھر۔

62- مولانا محمد بشیر، مبلغ ختم نبوت، سکھر۔

63- مولانا عبدالسلام، صدر سواد اعظم اہل سنت، حیدر آباد۔

64- شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف، مہتمم مدرسہ مفتاح العلوم، حیدر آباد۔

65- مولانا عبدالحق، مدرس مدرسہ مفتاح العلوم، حیدر آباد۔

66- مولانا عبدالمتین، خطیب جامع مسجد وحدت کالونی، حیدر آباد۔

67- مولانا محمد اسفندیار خان، مہتمم جامعہ صدیقیہ، کراچی۔

68- مولانا مزمل حسین کاپڑیا، نائب مدیر ماہنامہ "اقراء ڈائجسٹ" کراچی۔

69- مولانا محمد جمیل خان، معاون مدیر ماہنامہ "اقراء ڈائجسٹ" کراچی۔

70- مولانا محمد کفایت اللہ، معین ناظم تعلیمات
جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی۔

71- مولانا محمد نعیم، مہتمم جامعہ بنوریہ، کراچی 16۔

72- مولانا مفتی خالد محمود، جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔

73- مولانا عبدالحمید، ناظم تعلیمات، جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔

74- مولانا احمد مختار، مفتی و مدرس، جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔

75- مولانا محمد اسلم شیخوپوری، مدرس، جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔

76- مولانا محمد عرفان فاروق، مدرس جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔

77- مولانا محمد حسین، مدرس جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔

78- مولانا مشتاق احمد، مدرس جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔

79- مولانا فیاض الرحیم فیصل، مدرس جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔

80- مولانا ظفر احمد، مدرس جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔

81- مولانا محمد مظہر، مدرس جامعہ بنوریہ، سائٹ کراچی۔

82- مولانا محمد منہمر شاہ، مہتمم جامعہ اسلامیہ درویشیہ، سندھی مسلم سوسائٹی، کراچی۔

83- مولانا تاج علی شاہ، ناظم جامعہ اسلامیہ درویشیہ، سندھی مسلم سوسائٹی، کراچی۔

84- شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم اللہ خان، مہتمم و صدر المدرسین،
جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی، کراچی۔

85- مولانا نظام الدین شامزی، خادم دارالافتاء جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی، کراچی۔

86- مولانا محمد عادل خان، نائب مہتمم، جامعہ فاروقیہ، کراچی۔

87- مولانا محمد یوسف، ناظم جامعہ فاروقیہ کراچی۔

88- مولانا سعید حسن، نائب مفتی جامعہ فاروقیہ، کراچی۔

89- مولانا روزی خان، نائب مفتی جامعہ فاروقیہ، کراچی۔

90- مولانا عبدالسلام بلوچستانی، معین مفتی جامعہ فاروقیہ، کراچی۔

91- مولانا محمد طاہر وٹو، معین مفتی جامعہ فاروقیہ، کراچی۔

92- مولانا محمد زیب، استاذ حدیث جامعہ فاروقیہ، کراچی۔

93- مولانا عنایت اللہ، استاذ حدیث، جامعہ فاروقیہ، کراچی۔

94- مولانا محمد انور، استاذ حدیث، جامعہ فاروقیہ، کراچی۔

95- مولانا حمید الرحمن، استاذ حدیث، جامعہ فاروقیہ، کراچی۔

96- مولانا عبیداللہ خالد، مدرس جامعہ فاروقیہ، کراچی۔

97- مولانا محمد اکمل، مفتی دارالافتاء، جیکب لائن، کراچی۔

98- مولانا غلام محمد، مفتی جامعہ حمادیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 2 کراچی۔

99- مولانا فداء الرحمن، مہتمم جامعہ انوار القرآن، نارتھ کراچی۔

100- مولانا عبدالقیوم، کراچی۔

101- مولانا محمد عبدالرزاق، کراچی۔

102- مولانا عبدالستار، صدر سواد اعظم اہل سنت، بلوچستان۔

103- مولانا عبدالقیوم، نائب صدر سواد اعظم اہل سنت، بلوچستان۔

104- مولانا مولا بخش، ناظم اعلی سواد اعظم اہل سنت، بلوچستان، و مہتمم مدرسہ عربیہ
صدیقیہ، مستونگ، ضلع قلات۔

105- مولانا عبدالغفور، مہتمم مدرسہ مظہر العلوم شاہدرہ، کوئٹہ۔

106- مولانا عبدالواحد، مہتمم مدرسہ مطلع العلوم، کوئٹہ۔

107- مولانا انوار الحق، خطیب جامع مسجد، کوئٹہ۔

108- مولانا عبدالمنان ناصر، لورالائی، بلوچستان۔

109- مولانا آغا محمد مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ، لورالائی۔

110- مولانا مفتی محمد فرید، مفتی و استاذ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، ضلع پشاور۔

111- مولانا عبدالقیوم حقانی، استاذ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک۔

112۔ مولانا عبدالحلیم' استاذ دارالعلوم حقانیہ' اکوڑہ خٹک۔

113۔ مولانا غلام الرحمن' استاذ دارالعلوم حقانیہ' اکوڑہ خٹک۔

114۔ مولانا انوارالحق استاذ' دارالعلوم حقانیہ' اکوڑہ خٹک۔

115۔ مولانا محمد حسن جان' شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم' پشاور۔

116۔ مولانا امان اللہ' استاذ حدیث جامعہ امداد العلوم' پشاور۔

117۔ مولانا عبدالرحمن ناظم جامعہ امدادالعلوم' پشاور۔

118۔ مولانا محمود' مدرس جامعہ امدادالعلوم' پشاور۔

119۔ مولانا محمد ایوب جان بنوری' مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم سرحد' پشاور۔

120۔ مولانا عبداللطیف' مفتی دارالعلوم سرحد' پشاور۔

121۔ مولانا عبداللہ مدرس دارالعلوم سرحد' پشاور۔

122۔ مولانا شفیع الدین' مدرس دارالعلوم سرحد' پشاور۔

123۔ مولانا سمیع اللہ مدرس دارالعلوم سرحد' پشاور۔

124۔ مولانا جلیل الرحمن' مدرس دارالعلوم سرحد' پشاور۔

125۔ مولانا شہاب الدین' مدرس دارالعلوم سرحد' پشاور۔

126۔ مولانا احسان الحق' مدرس دارالعلوم سرحد' پشاور۔

127۔ مولانا محمد جان' شیخ الحدیث مرکزی دارالقراء نمک منڈی' پشاور۔

128۔ مولانا محمد فیاض' مہتمم مرکزی دارالقراء نمک منڈی' پشاور۔

129۔ مولانا محمد اشرف قریشی' مہتمم جامعہ اشرفیہ و مدیر صدائے اسلام' پشاور۔

130۔ مولانا رحمت ھادی' مہتمم دارالعلوم ھادیہ' پشاور۔

131۔ مولانا سعیدالرحمن' ناظم اعلی دارالعلوم ھادیہ' پشاور۔

132۔ مولانا احمد عبدالرحمن الصدیقی ایم اے' مدیر نظارہ المعارف مسجد سیدنا عثمان (رض) نوشہرہ صدر ضلع پشاور۔

133۔ مولانا حمداللہ' مہتمم دارالعلوم مظہرالعلوم ڈاگئی و امیر جمعیت علماء اسلام ضلع مردان۔

134۔ قاضی نورالرحمن' سرپرست اعلی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع مردان۔

135۔ مولانا سعیداللہ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع مردان۔

136۔ مولانا عبدالغنی' صدر مدرس دارالعلوم خیرالمدارس' ہوتی پار' مردان۔

137۔ مولانا فضل محمود' ناظم اعلی دارالعلوم اسلامیہ انوارالعلوم' ڈانگ بابا مردان۔

138۔ مولانا محمد ابراہیم خطیب جامع مسجد گجو خان روڈ مردان۔

139۔ مولانا معین الدین' ناظم اعلی دارالعلوم اسلامیہ عربیہ رستم و ناظم جمعیت علماء اسلام' ضلع مردان۔

140۔ حافظ حسین احمد' مہتمم دارالعلوم تحفیظ القرآن الکریم' پارہوتی۔ مردان۔

141۔ پیرزادہ عبدالحبیب' ناظم اعلی جمعیت علماء اسلام تحصیل مردان (مقام گجرات)

142۔ مولانا محمد امین گل' شیخ الحدیث دارالعلوم اسلامیہ عربیہ' تخت بھائی' مردان۔

143۔ مولانا روح اللہ' مہتمم دارالعلوم نعمانیہ' اتمان زئی۔

144۔ مولانا گوہر شاہ' مہتمم دارالعلوم اسلامیہ' چارسدہ۔

145۔ مولانا قمرالزمان' مفتی دارالعلوم اسلامیہ' چارسدہ۔

146۔ مولانا روح الامین' شیخ الحدیث' دارالعلوم اسلامیہ' چارسدہ۔

147۔ مولانا غلام محمد صادق' مدرس دارالعلوم اسلامیہ' چارسدہ۔

148۔ مولانا معتمد باللہ مدرس دارالعلوم اسلامیہ' چارسدہ۔

149۔ مولانا فخرالاسلام' مدرس دارالعلوم اسلامیہ' چارسدہ۔

150۔ مولانا ایاز احمد' مدرس دارالعلوم اسلامیہ' چارسدہ۔

151۔ مولانا معین الدین' خادم دارالعلوم انجمن تعلیم القرآن' محلہ پراچگان' کوہاٹ۔

152۔ مولانا حضرت علی عثمان' مہتمم مدرسہ عربیہ علوم شرعیہ' بنوں۔

153۔ مولانا حاجی محمد جاذب' خطیب جامع مسجد داس چوک' بنوں۔

154۔ مولانا محمد زمان' خطیب جامع مسجد حافظ جی عیدگاہ لکی روڈ' بنوں۔

155۔ مولانا عبدالرحمن' خطیب جامع مسجد مدنی' بنوں۔

156۔ مولانا زرولی شاہ' مہتمم مدرسہ عربیہ کنزالعلوم' بنوں۔

157۔ مولانا شبیر محمد' خطیب جامع مسجد تجوڑی' بنوں۔

158۔ مولانا غیاث الدین ڈومیل وزیر' ضلع بنوں۔

159۔ مولانا غیاث الدین سواتی' مندہ خیل بنوں۔

160۔ مولانا عمرخان' مہتمم مدرسہ اسلامیہ خزینہ العلوم' تاجہ زئی' بنوں۔

161۔ مولانا عبدالغفار تاجہ زئی، بنوں۔

162۔ مولانا قاری نورالرحمن، شیری خیل بنوں۔

163۔ مولانا محمد طیب کوثر، ناظم اعلی مدرسہ انوار العلوم، میراخیل بنوں۔

164۔ مولانا عمر خان خطیب جامع مسجد ننگر خیل، بنوں۔

165۔ مولانا محمد محسن، مہتمم جامعہ حلیمیہ، ہیرزو ضلع بنوں۔

166۔ مولانا فضل اللہ مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔

167۔ مولانا حیدر اللہ جان، ناظم اعلی دارالعلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔

168۔ مولانا حبیب اللہ، مفتی، دارالعلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔

169۔ مولانا تاج محمد، مدرس، دارالعلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔

170۔ مولانا محمد کمال، مدرس دارالعلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔

171۔ مولانا محمد کفایت اللہ مدرس، دارالعلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔

172۔ مولانا اصلاح الدین، مدرس دارالعلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔

173۔ مولانا عزیز الرحمن، مفتی جامعہ العلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔

174۔ مولانا قاری فضل الرحمن، مہتمم جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ، لکی مروت ضلع بنوں۔

175۔ مولانا عزیز الرحمن، خطیب جامع مسجد قریشاں، لکی مروت، ضلع بنوں۔

176۔ مولانا حبیب اللہ لکی مروت، ضلع بنوں۔

177۔ مولانا نعمت اللہ لکی مروت، ضلع بنوں۔

178۔ مولانا عبدالمتین، مہتمم جامعہ عثمانیہ موضع مچن خیل، لکی مروت، ضلع بنوں۔

179۔ قاضی عبدالکریم، مہتمم مدرسہ نجم المدارس، کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان۔

180۔ قاضی عبدالحلیم، نائب مہتمم مدرسہ عربیہ نجم المدارس، کلاچی۔

181۔ قاضی محمد نسیم، ناظم مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔

182۔ مولانا محمد زمان، مدرس مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔

183۔ مولانا امان اللہ، مدرس مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔

184۔ قاضی محمد اکرم، مدرس مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔

185۔ مولانا غلام علی، مدرس مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔

186۔ مولانا محمد ہارون، مدرسہ نجم المدارس، کلاچی

187۔ مولانا گلاب نور، مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔

188۔ مولانا حافظ عبدالواحد، مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔

189۔ مولانا عزیز الرحمن، مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔

190۔ مولانا عبداللہ، مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔

191۔ مولانا حبیب الرحمن، مدرسہ نجم المدارس، کلاچی۔

192۔ مولانا غلام رسول خلیفہ مجاز مولانا احمد علی لاہوری (رح)، ڈیرہ اسماعیل خان۔

193۔ مولانا محمد رمضان، خطیب جامع مسجد قوۃ الاسلام، ڈیرہ اسماعیل خان۔

194۔ مولانا غلام بادشاہ خطیب مدنی مسجد، ڈیرہ اسماعیل خان۔

195۔ مولانا عبدالرشید، ڈیرہ اسماعیل خان۔

196۔ مولانا فیض اللہ، فاضل دیوبند، ڈیرہ اسماعیل خان۔

197۔ مولانا سراج الدین مروت، صدر مدرس دارالعلوم فرقانیہ عثمانیہ، ڈیرہ اسماعیل خان۔

198۔ مولانا علاء الدین، مہتمم دارالعلوم نعمانیہ، ڈیرہ اسماعیل خان۔

199۔ مولانا سراج الدین، نائب مہتمم دارالعلوم نعمانیہ، ڈیرہ اسماعیل خان۔

200۔ مولانا عطاء اللہ شاہ، مفتی دارالعلوم نعمانیہ، ڈیرہ اسماعیل خان۔

201۔ مولانا عبدالحمید، مدرس دارالعلوم نعمانیہ، ڈیرہ اسماعیل خان۔

202۔ مولانا امیر عباس، مدرس دارالعلوم نعمانیہ، ڈیرہ اسماعیل خان۔

متفرق ممالک کے تصدیق کنندگان فتوی مفتی ولی حسن

203۔ مولانا مطیع الرسول ---------- نیروبی، کینیا۔

204۔ مولانا محمد امین زاہد ---------- کینیا۔

205۔ مولانا عبیدالرحمن ---------- شیفیلڈ، انگلینڈ۔

206۔ مولانا مفتی محمد اسلم ---------- رادھرم، انگلینڈ۔

207۔ مولانا امداد اللہ ---------- برمنگھم

تصدیقات علماء بنگلہ دیش بر فتوی مفتی اعظم پاکستان، مفتی ولی حسن ٹونکی (رح) م رمضان 1415ھ / 1995ء۔

ذیل میں بنگلہ دیش کے جن حضرات اہل علم کے اسمائے گرامی پیش کئے جارہے ہیں انہوں نے حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی مفتی اعظم پاکستان کے فتوے پر اپنے تصدیقی دستخط ثبت فرمائے ہیں۔

1۔ حضرت مولانا عبدالمنان، شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ فینی نواکھالی۔
2۔ حضرت مولانا عبدالمنان، شیخ الحدیث استاذ جامعہ عربیہ فرید آباد ڈھاکہ۔
3۔ حضرت مولانا فضل الحق، شیخ الحدیث و رئیس،
الجامعہ القرآنیہ العربیہ لال باغ ڈھاکہ۔
4۔ مولانا عطاء اللہ، استاذ جامعہ قرآنیہ، ڈھاکہ۔
5۔ مولانا محب اللہ، استاذ جامعہ قرآنیہ، ڈھاکہ۔
6۔ مولانا قاری ابوریحان، استاذ جامعہ قرآنیہ، ڈھاکہ۔
7۔ مولانا غلام مصطفیٰ، استاذ جامعہ قرآنیہ، ڈھاکہ۔
8۔ مولانا موسیٰ، استاذ جامعہ قرآنیہ، ڈھاکہ۔
9۔ مولانا محمد عمر، دارالعلوم خادم الاسلام گوہرڈانگا گوپال گنج۔
10۔ مولانا عبدالرزاق، سیکرٹری جماعت خادم الاسلام، بنگلہ دیش۔
11۔ حضرت مولانا عبدالمتین مہتمم مدرسہ امدادیہ عربیہ شیخبر چرنور سندی خلیفہ۔
12۔ حضرت حافظ جی حضور مدظلہ۔
13۔ حضرت مولانا حمید اللہ صاحب مہتمم مدرسہ نوریہ اشرف آباد (کمرنگی چر) ڈھاکہ۔
14۔ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب شیخ الحدیث،
مدرسہ نوریہ اشرف آباد (کمرنگی چر) ڈھاکہ۔
15۔ امیر شریعت حضرت مولانا قاری احمد اللہ، اشرف آباد۔
16۔ مولانا عظیم الدین، محدث مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔
17۔ مولانا محب اللہ، استاذ مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔
18۔ مولانا فاروق احمد، مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔

19۔ مولانا صدیق الرحمن، مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔
20۔ مولانا اسماعیل، مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔
21۔ مولانا ابوطاہر صاحب مصباح، مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔
22۔ مولانا شمس الرحمن، مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔
23۔ مولانا محبوب الرحمن، مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔
24۔ مولانا بشیر احمد، مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔
25۔ مولانا اشرف علی، مدرسہ نوریہ اشرف آباد ڈھاکہ۔
26۔ مولانا محمد عبدالجبار، معین ناظم وفاق المدارس العربیہ، بنگلہ دیش۔
27۔ مولانا عبدالباری خادم جامعہ عربیہ امداد العلوم فرید آباد، ڈھاکہ۔

اساتذہ کرام جامعہ فرید آباد۔

28۔ مولانا فضل الرحمن صاحب مہتمم جامعہ۔
29۔ مولانا عبدالقدوس صاحب محدث۔
30۔ مولانا عبدالسمیع، استاذ جامعہ۔
31۔ مولانا محمد سخاوت حسین، استاذ جامعہ۔
32۔ مولانا محمد روح الدین، استاذ جامعہ۔

اساتذہ کرام جامعہ فرید آباد۔

33۔ حضرت مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب، استاذ الحدیث و رئیس الجامعہ۔
34۔ مولانا محمد اسحاق، شیخ الحدیث۔
35۔ مولانا محمد نظام الدین صاحب، استاذ الحدیث و ناظم تعلیمات۔

اساتذہ کرام جامعہ قاسم العلوم درگاہ شاہ جلال سلامت

36۔ حافظ مولانا اکبر علی رئیس الجامعہ۔
37۔ مولانا محب الحق مفتی جامعہ قاسم العلوم۔
38۔ مولانا محمد ناظر حسین صاحب استاذ حدیث۔
39۔ مولانا محمد ناظر حسین صاحب استاذ حدیث۔
40۔ مولانا عطاء الرحمن صاحب استاذ۔

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مدنیہ جاترا باری ڈھاکہ

41- مولانا محمود حسن مہتمم جامعہ اسلامیہ جاترا باری۔

42- مولانا سراج الاسلام صاحب نائب مہتمم۔

43- مولانا ہدیۃ اللہ' مدظلہ شیخ الجامعہ۔

44- مولانا صلاح الدین' مدظلہ۔

45- مولانا حافظ رفیق احمد' ناظم تعلیمات۔

46- مولانا عبدالمجید' استاذ جامعہ۔

47- مولانا عبدالحق' استاذ جامعہ۔

48- مولانا عبدالحق' (حقانی) استاذ جامعہ۔

49- مولانا انوارالحق' استاذ جامعہ۔

50- مولانا عبدالمنان' استاذ جامعہ۔

51- مولانا محمد ادریس' استاذ جامعہ۔

52- مولانا ضیاء الاسلام' سابق مدرس لال باغ جامعہ قرآنیہ ڈھاکہ۔

53- مولانا محمد اسحاق' مہتمم مدرسہ دارالعلوم موتی جھیل ڈھاکہ۔

54- مولانا محمد یعقوب استاذ' مدرسہ دارالعلوم' موتی جھیل' ڈھاکہ۔

55- مولانا محمد کلیم اللہ' مہتمم مدرسہ نورانی تعلیم القرآن۔

56- مولانا انوارالحق' استاد مدرسہ نورانی تعلیم القرآن۔

57- مولانا محمد فیض اللہ' استاذ مدرسہ نورانی تعلیم القرآن۔

58- مولانا قاری منظور الٰہی' استاذ مدرسہ نورانی تعلیم القرآن۔

اساتذہ کرام جامعہ محمدیہ عربیہ محمد پور ڈھاکہ بنگلہ دیش 1207۔

59- مولانا مفتی منصور الحق دامت برکاتہم

60- مولانا حفظ الرحمن' استاذ الحدیث۔

61- مولانا عبدالرحمن' محدث جامعہ۔

62- مولانا علی اصغر' استاذ الحدیث۔

بنگلہ دیش کے متفرق مقامات کے علماء کرام

63- مولانا حبیب اللہ مصباح۔

64- مولانا محمد عبدالکریم' صدر آزاد دینی ادارہ' سلہٹ۔

65- مولانا محمد عبدالحق' مہتمم دارالعلوم درگاپور' سلہٹ۔

66- مولانا محمد یونس علی' دارالعلوم حسینیہ' ڈھاکہ۔

67- مولانا محمد عبدالشہید' مدرسہ دارالسنۃ' گلمو کافن

68- مولانا محمد شفیق الحق' مہتمم جامعہ محمودیہ' سلہٹ۔

69- مولانا محمد عبدالاول۔

70- مولانا سیف اللہ اختر' امیر حرکتہ الجہاد الاسلامی۔

71- مولانا محسن الدین احمد' مؤسس مدرسہ شرعتیہ عالیہ' بہادر پور'
حال مقیم نمبر137' بنگسال روڈ' ڈھاکہ۔

(72-111) مفتی اعظم پاکستان' مفتی ولی حسن (رح) کے فتوی کی مزید چالیس تصدیقات کے لئے ملاحظہ ہو' فتوی "مجمع البحوث الاسلامیہ العلمیہ' بنگلہ دیش۔

13- فتوی جامعہ حسینیہ' عرض آباد' میرپور ڈھاکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

شیعہ اثناعشریہ اور حالیہ ایرانی انقلاب کے قائد روح اللہ خمینی کے عقائد کفریہ و خیالات باطلہ کے بارے میں حضرت العلام مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہم کے استفتاء کے جواب میں محدث کبیر حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمن الاعظمی دامت برکاتہم اور ہندو پاک کے اکابر علماء و مفتیان کرام نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ بالکل درست ہے۔ ہم اس کی مکمل تائید و اتفاق کرتے ہیں۔ استفتاء میں شیعہ اثناعشریہ کی بنیادی و معتبر کتابوں سے ان کے جو مذہبی معتقدات نقل کئے گئے ہیں اور اس دور میں ان کے امام و قائد روح اللہ خمینی کی کتاب "کشف الاسرار" و دیگر کتابوں سے خمینی کے جن نظریات و فرمودات کی نشاندہی کی گئی ہے ان عقائد و نظریات کے حامل بلاشبہ کافر و مرتد ہیں۔ لہٰذا شیعہ اثناعشری اور خمینی

یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ استفتاء میں ان کے کفریہ عقائد کے ثبوت میں ناقابل تردید کافی حوالہ جات ہیں' اس لئے مزید حوالہ جات اور دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ کسی شخص کے ایمان و کفر کا مدار اس کے اعتقادات و نظریات پر ہے۔ جن چیزوں پر ایمان لانا اور یقین کرنا اسلام نے ضروری قرار دیا ہے اور جن اشیاء کو علماء اسلام و حضرات متکلمین نے ضروریات دین کے نام سے موسوم کیا ہے ان میں سے کسی ایک کا انکار موجب کفر ہے۔ لہٰذا جمیع ضروریات دین پر ایمان لانا اور یقین کرنا اسلام نے ضروری قرار دیا ہے اور جن اشیاء کو علماء اسلام و حضرات متکلمین نے ضروریات دین کے نام سے موسوم کیا ہے ان میں سے کسی ایک کا انکار موجب کفر ہے۔ لہٰذا جمیع ضروریات دین پر ایمان لانے سے ایمان کا تحقق ہوتا ہے' اس پر ہر زمانہ کے علماء کا اجماع ہے۔ بحرالعلوم حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری اپنی بے نظیر تصنیف "اکفار الملحدین" میں لکھتے ہیں کہ:۔

"اجماع الامة على تكفير من خالف الدين المعلوم بالضرورة"۔
(صفحہ 62)۔

یعنی ضروریات دین کے مخالف و منکر کی تکفیر پر پوری امت کا اجماع ہے۔

ویسے تو ان کے عقائد باطلہ و خرافات اور وجوہ کفر و ارتداد بے شمار ہیں' ان میں چند اسباب کفر درج ذیل ہیں۔

1۔ پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ تیس پارہ قرآن مجید جو ہمارے سامنے موجود ہے بعینہ یہی لوح محفوظ میں ہے از اول تا آخر منزل من اللہ ہے۔ اس میں کسی قسم کی تحریف و تبدیلی نہیں ہوئی۔ پورے قرآن کا انکار جس طرح کفر ہے اسی طرح کسی ایک آیت کا انکار بھی کفر ہے' اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ مگر شیعہ اثناعشریہ اس قرآن پاک کو محرف سمجھتے ہیں اور اس میں تبدیلی و تحریف کے قائل ہیں حالانکہ یہ سراسر کفر ہے۔

2۔ دور صحابہ سے آج تک امت کا اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں' آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہ ہوگا۔ لہٰذا خصوصیات نبوت' وحی' شریعت' عصمت وغیرہ بھی قیامت تک بند ہیں' مگر یہ شیعہ لوگ اگرچہ برملا عقیدۂ ختم نبوت کے انکار کی جرات نہیں کرتے مگر درپردہ یہ لوگ اجراء نبوت کے قائل ہیں کیونکہ ان کا عقیدۂ امامت انکار ختم نبوت کو مستلزم ہے۔ لہٰذا یہ لوگ بطور تقیہ اپنے اماموں کے لئے لفظ نبی کے استعمال کرنے سے تو گریز کرتے ہیں مگر درحقیقت یہ لوگ اپنے ائمہ کے لئے خصوصیات نبوت ثابت کرتے

ہیں یعنی اپنے ائمہ کو منصوب از خدا' معصوم اور ان کے پاس وحی شریعت آنے کے قائل ہیں۔ نیز ان کو احکام شریعت کو منسوخ کرنے کا اختیار بھی دیتے ہیں' بلکہ روح اللہ خمینی کی تحریر کے مطابق ان کے ائمہ درجہ الوہیت تک پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ تو سراسر کفر و شرک ہے۔ روح اللہ خمینی نے اپنی کتاب "الحکومۃ الاسلامیہ" میں خامہ فرسائی کی ہے کہ:۔

"فان للامام مقاما محمودا و درجة سامية و خلافة تكوينية تخضع لولايتها وسيطرتها جميع ذرات هذا الكون۔ وان من ضروريات مذهبنا ان لائمتنا مقاما لا يبلغه ملك مقرب ولا نبي مرسل۔ الى ان قال: وقد ورد عنهم (ع) ان لنا مع الله حالات لايسعها ملك مقرب ولانبي مرسل۔ و مثل هذه المنزلة موجودة لفاطمة الزهراء عليها السلام الخ۔ (الحكومة الاسلامية' ص 52)۔

اس کے کفر کے ثبوت کے لئے یہ حوالہ ہی کافی ہے۔

3۔ یہ لوگ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی عظمت و براءت اور پاک دامنی کی بابت قرآن میں صریح آیت نازل ہونے کے باوجود العیاذ باللہ ان پر تہمت لگاتے ہیں۔ تو یہ سراسر جس طرح قرآن کا انکار ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے خلاف کھلی ہوئی بغاوت ہے اور آپ کے گھرانے کے ساتھ تو انتہائی عناد اور گستاخی کا بین ثبوت ہے' یہ بھی موجب کفر ہے۔

(4) ان کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد العیاذ باللہ تین صحابی کے علاوہ تمام صحابہ کرام مرتد ہوگئے' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ایک مہمل اور بیکار شئی ہے' یہ بھی موجب کفر ہے۔

5۔ یہ لوگ خلفاء ثلاثہ کو منافق' خائن اور محرف قرآن سمجھتے ہیں۔ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر (رض) کی خلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع قائم ہوا تھا بلکہ صاحب "نورالانوار" کے قول کے مطابق ان کی خلافت پر پوری امت کا اجماع قائم ہوگیا' اور اجماع کے مراتب میں سب سے قوی اجماع صحابہ کرام (رض) کا اجماع ہے۔ نیز نورالانوار میں یہ مذکور ہے کہ حضرت صدیق اکبر (رض) کی خلافت کا منکر کافر ہے۔

6۔ نیز یہ لوگ رجعت ارواح کے قائل ہیں' حالانکہ یہ ایک سراسر فاسد اور باطل عقیدہ ہے اور تمام اکابر علماء امت کا اجماع ہے کہ کوئی شخص مرنے کے بعد اس دنیا میں

دوبارہ واپس نہیں آئے گا۔ شیعہ اثناعشریہ کا مشہور عقیدہ ہے کہ ظہور امام مہدی کے بعد سب سے پہلے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاتھ پر بیعت ہوں گے۔ نیز امام مہدی، حضرات شیخین ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کو سزا دیں گے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر حد جاری کریں گے، ان کا یہ عقیدہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف توہین بھی ہے اور آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت صدیقہ (رض) کی شان میں شدید گستاخی بھی، جو یقیناً حضور (ص) کے لئے باعث ایذا بھی ہے۔

بہرحال مذکورۂ بالا کفریہ عقائد کی بناء پر فرقہ اثناعشریہ اور ان کے قائد روح اللہ خمینی کے کفروارتداد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے میں کسی شک و شبہ و تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ:۔ شمس الدین قاسمی غفرلہ۔ مہتمم جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ، و ناظم عمومی جمعیت علماء اسلام بنگلہ دیش۔ 19 رجب المرجب 1408ھ۔

تصدیقات حضرات اساتذہ جامعہ حسینیہ و دیگر علمائے کرام

ہم مندرجہ ذیل دستخط کنندگان اس فتوے کی تصدیق اور اس کے ساتھ پورے اتفاق کا اظہار کرتے ہیں:۔

1۔ احسان الحق عفی عنہ، شیخ الحدیث۔ جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
2۔ محمد مصطفیٰ آزاد استاد۔ جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
3۔ خیرالانام عفی عنہ، استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
4۔ قاسم کشور گنجی۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
5۔ مستفیض الرحمن۔ محدث، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
6۔ عبدالخالق غفرلہ۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
7۔ منیرالزماں غفرلہ۔ محدث، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
8۔ محمد شمس الحق غفرلہ۔ محدث، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
9۔ محمد عمران مظہری۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
10۔ محمد طیب عفی عنہ۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
11۔ محمد نعمت اللہ غفرلہ۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔

12۔ محمد عبدالقادر عفی عنہ۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
14۔ محمد عبدالمالک۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
15۔ محمد رضاء الکریم خاں۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
16۔ محمد عبدالخالق کلشائی۔ استاد، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
17۔ محمد امین اللہ غفرلہ۔ امام عرض آباد جامع مسجد، میرپور ڈھاکہ۔
18۔ محمد عبدالقدوس۔ محدث، جامعہ حسینیہ عرض آباد، میرپور ڈھاکہ۔
19۔ اشرف علی۔ محدث، مدرسہ قاسم العلوم، کملا۔
20۔ عبدالمالک حلیم۔ مہتمم ہائیل دھرمدرسہ چاٹگام۔
21۔ محمد شفیق الحق۔ شیخ الحدیث و رئیس مظاہرالعلوم گاسیاڑی و صدر جمعیت علماء اسلام، سلہٹ۔
22۔ محمد شفیق الحق غفرلہ۔ مہتمم جامعہ محمودیہ سبحانی گھاٹ، سلہٹ۔
23۔ محمد عبدالحق غفرلہ۔ خادم دارالعلوم درگاہ پور سنام گنج۔
24۔ محمد حسین احمد غفرلہ۔ بارہ کوٹی خادم الحدیث دارالعلوم ڈھاکہ دکھن۔ مہتمم جامعہ اسلامیہ بارہ کوٹ۔
25۔ محمد عبدالفتاح۔ المدرس المستدب بجامعہ قاسم العلوم، درگاہ شاہ جلال، سلہٹ۔
26۔ محمد نوراللہ غفرلہ۔ خادم دارالافتاء جامعہ اسلامیہ یونسیہ، برہمن باڑیہ، بنگلہ دیش۔
27۔ محمد عبدالکریم غفرلہ۔ صدر ادارہ قومیہ، سلہٹ۔
28۔ (دستخط)۔ خادم دارالافتاء مدرسہ معین الاسلام۔
29۔ محمد منصورالحسن غفرلہ۔ رائے پوری، سابق محدث دارالسلام، سلہٹ۔
30۔ محمد ظل الحق۔ محدث و ناظم تعلیمات جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مدرسہ، سنام گنج۔
31۔ محمد نورالامین غفرلہ۔ خادم دارالافتاء مدرسہ اسلامیہ تانتی بازار کتوالی، ڈھاکہ۔
32۔ محمد عبدالحکیم عفی عنہ۔ خادم دارالافتاء مدرسہ اسلامیہ تانتی بازار کتوالی، ڈھاکہ۔
33۔ محمد زکریا۔ الجامعہ الاسلامیہ، مومن شاہی۔
34۔ (دستخط)۔ مہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم قاطعہ سنام گنج صدر نظام المدارس سنام گنج۔

35- محمد اشرف علی۔ غفرلہ مہتمم دار العلوم مدنیہ بشوناتھ، سلہٹ۔

36- محمد عبدالشکور۔ باگھا پوسٹ باگھا مدرسہ، سلہٹ۔

37- اسم غیر واضح۔

38- محمد ظہیر الحق۔ ناظم جمعیت علماء اسلام، بنگلہ دیش۔

39- قاضی معتصم باللہ۔ مہتمم و شیخ الحدیث مالی باغ جامعہ، ڈھاکہ۔

40- محمد ابو الخیر۔ مالی باغ جامعہ ڈھاکہ۔

41- اسم غیر واضح۔

42- محمد عبدالاحد۔ مالی باغ جامعہ، ڈھاکہ۔

43- جعفر احمد غفرلہ۔ خادم مالی باغ جامعہ، ڈھاکہ۔

44- نور حسین غفرلہ۔ محدث مالی باغ جامعہ، ڈھاکہ۔

45- محمد اشرف علی کان اللہ لہ۔ محدث جامعہ عربیہ قاسم العلوم، کملا۔

46- مطیع الرحمن۔ جامعہ عربیہ امداد العلوم فرید آباد، ڈھاکہ۔

47- محمد عبدالخالق غفرلہ۔ جامعہ عربیہ امداد العلوم فرید آباد، ڈھاکہ۔

48- ابو سعید۔ جامعہ عربیہ امداد العلوم فرید آباد، ڈھاکہ۔

49- عبدالقدوس غفرلہ۔ جامعہ عربیہ امداد العلوم فرید آباد، ڈھاکہ۔

50- مفتی محمد وقاص غفرلہ۔ ایم پی، سابق شیخ الحدیث دار العلوم، کھلنا۔

51- عبدالحمید۔ دار القرآن شمس العلوم مدرسہ مالی باغ چودھری پارہ۔

52- محمد عبدالعزیز۔ اسلامی یونیورسٹی اسٹوش، تانگائیل۔

53- محمد عبدالعلیم نظامی۔ مہتمم مدرسہ امدادیہ دار العلوم سبلوک ڈی سکشن 12 میرپور، ڈھاکہ۔

54- ابو البشر محمد اسحاق غفرلہ۔ پیر صاحب شاہتلی، چاندپور۔

55- محمد زکریا۔ خطیب بیت الامان جامع مسجد دھان منڈی، ڈھاکہ۔

56- محمد عطاء الرحمن خان۔ المدیر المساعد الجامعہ الامدادیہ کشور گنج، بنگلہ دیش۔

57- محی الدین خان۔ ایڈیٹر ماہنامہ "مدینہ" ڈھاکہ۔

58- محمد عبدالقدوس غفرلہ۔ مہتمم جامعہ اسلامی عربیہ کتوالی روڈ، ڈھاکہ۔

59- محمد نور الاسلام۔ مدرسہ مخزن العلوم کھیل گاؤں جو راستہ، ڈھاکہ۔

60- فضل الرحمن۔ مدیر جامعہ عربیہ فرید آباد، ڈھاکہ۔

61- محمد سراج الاسلام نائب۔ المدیر الجامعہ الاسلامیہ دار العلوم مدینہ، ڈھاکہ۔

62- عبدالرشید۔ سابق شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ عرض آباد میرپور، ڈھاکہ۔

63- محمد ضیاء التین قاسمی۔ پیش امام تارا مسجد ارمانی ٹولہ ڈھاکہ، بنگلہ دیش۔

64- محمد فضل الحق غفرلہ۔ استاد مدرسہ دار القرآن تارا مسجد، ڈھاکہ۔

65- محمد نور الاسلام عفا اللہ عنہ۔ استاد الحدیث دار العلوم الحسینیہ علماء بازار، فینی۔

66- احمد حسن (ہارون) عفا اللہ عنہ۔

67- محمد تاج الاسلام گوہری باہوبل، حسی گنج۔

68- احقر صفی اللہ غفرلہ۔ معلم آٹی بازار مدرسہ کرانی گنج، ڈھاکہ۔

69- احقر ابو طیب۔ خادم آٹی بازار مدرسہ کرانی گنج ڈھاکہ۔

70- امداد الحق۔ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ دار العلوم مدنیہ بشونات، سلہٹ۔

71- برہان الدین۔ مہتمم جامعہ حسینیہ میمن سنگھ۔

72- محمد فضل الحق۔ مفتی و محدث عباسیہ عالیہ مدرسہ، موکتا گاجہ، مومن شاہی۔

73- حسین احمد نعمانی۔ خطیب شاہی مسجد رانی بازار بھرپ کشور گنج۔

74- احقر عبدالمومن غفرلہ۔ رئیس الجامعہ المدنیہ نبی گنج حبیب گنج۔

75- محمد حسین احمد غفرلہ بارہ کوٹی۔ خادم الحدیث دار العلوم حسینیہ ڈھاکہ دکھن و مہتمم جامعہ اسلامیہ بارہ کوٹی، سلہٹ۔

76- محمد نور الاسلام۔ غفرلہ، سلہٹ۔

77- محمد عمران۔ استاد الحدیث بالجامعہ الحسینیہ ،عرض آباد میرفور، ڈھاکہ۔

78- دستخط غیر واضح۔

79- محمد عبدالعزیز۔ بڑا کٹرہ مدرسہ، ڈھاکہ۔

80- محمد معظم حسین غفرلہ محدث کمرادی دار العلوم مدرسہ، ڈھاکہ۔

81- محمد عبدالجلیل۔ مدیر کمرادی دار العلوم مدرسہ، نرسنگدی۔

82- محمد سعید۔ مدرس کمرادی دار العلوم مدرسہ، نرسنگدی۔

83- محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ۔ کمرادی دار العلوم مدرسہ، نرسنگدی۔

84- محمد یوسف۔ مدرسہ مالی باغ، ڈھاکہ۔

85- محمد شفیق الرحمن- امام درگاہ مسجد گلاب باغ-

86- محمد ابوالکلام آزاد- المدرسہ الاسلامیہ-

87- محمد اشرف علی- مدرسہ نوریہ اشرف آباد' ڈھاکہ-

88- محمد زکریا سندیپی- استاد الحدیث فرید آباد مدرسہ' ڈھاکہ-

89- محمد عبدالخالق غفرلہ- فرید آباد مدرسہ' ڈھاکہ-

90- قاری محمد علی عفااللہ عنہ-

91- محمد شمس الدین عفی عنہ-

92- محمد عبدالخالق غفرلہ-

93- محمد عبدالحق- مہتمم مدرسہ اسلامیہ مدینۃ العلوم ماشی کارا' کوملا-

94- دستخط غیرواضح-

95- محمد ابواحمد- مدرس مدرسہ مخزن العلوم کھیل گاؤں' ڈھاکہ-

96- محمد عبدالعزیز- استاد حدیث مدرسہ دارالعلوم' دیولگرام-

97- محمد عبدالرزاق- سلہٹ-

98- محمد اصحب الرحمن- ناظم تعلیمات مدرسہ دارالعلوم دیولگرام' سلہٹ-

99- شمس الدین- میرپور' ڈھاکہ-

100- عبدالقادر قاسمی- خانقاہ مجددیہ چلاش دھن باڑی' ٹانگائیل-

101- محمد ہارون الرشید- مفسر جامعہ عربیہ دارالعلوم کھکنی' سراج گنج-

102- فقیر محمد عبداللطیف- ڈھاکہ-

103- محمد عزیز الرحمن- عفااللہ عنہ-

104- حسین احمد غفرلہ- جامعہ سعیدیہ' حبیب گنج-

105- عبدالقادر- قدم تلی شام پور' ڈھاکہ-

106- محمد ابراہیم کمال- شام پور' ڈھاکہ-

107- عبدالباری- رانی پورا' ڈھاکہ-

108- عبدالرزاق چودھری- علی نگر' سلہٹ-

109- محمد ہارون الرشید- ترابو سراج العلوم مدرسہ ترابو روپ گنج' نرائن گنج-

110- عبدالرب- ٹنگی بازار مدرسہ غازی پور' ڈھاکہ-

111- محمد انور حسین- تاج محل روڈ محمد پور' ڈھاکہ-

112- رشید احمد- اطہر منزل' کشور گنج-

113- مجیب الرحمن- جامعہ اسلامیہ' مومن شاہی-

114- محمد عبدالستار- جامعہ امدادیہ' کشور گنج-

115- امداد اللہ- جامعہ امدادیہ' کشور گنج-

116- شبیر احمد- صدر اشرف العلوم مدرسہ' کشور گنج-

117- تنعیم بن مولانا انور شاہ' کشور گنج-

118- سلطان احمد- علماء بازار-

119- محمد منظور- الاسلام مالی باغ جامعہ' ڈھاکہ-

120- کمال دیوان- کالی گنج-

121- ڈاکٹر ابوالحسین- چڑیارہ' مومن شاہی-

122- محمد اختر الزمان خالد- قاضی علاء الدین روڈ' ڈھاکہ-

123- نورالاسلام- گورائی سنورا نوغاؤں-

124- روح الامین بھرا- پاریہاٹ' فیروزپور-

125- قاضی محمد عبدالسلام رشیدی- ہسپتال روڈ' ہبی گنج-

126- ابوماعذ (معصوم)- جامعہ عربیہ امدادیہ' فرید آباد-

127- محمد ہمایوں کبیر- مدرسہ محمدیہ عربیہ جاترا باڑی-

128- جلال الدین- مدرسہ محمدیہ' جاترا باڑی-

129- مولانا ابوالہاشم- شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ ڈھاکہ-

130- حسین احمد- مدرسہ رائے پورا نرشندی-

131- ذاکر حسین چودھری بارہ مدرسہ' ڈھاکہ-

132- عبدالاحد- دارالقرآن مدرسہ' ڈھاکہ-

133- عبدالاول- امام ٹاؤن مسجد' ہبی گنج-

134- محمد ادریس- ہورویا قربانیہ جامع العلوم مدرسہ (بروڑا) کملا-

135- رشید احمد- مہتمم مدینۃ العلوم اسلامیہ عربیہ مدرسہ بروڑا' کملا-

136- محمد لطف- الرحمن ہورویا قربانیہ جامع العلوم مدرسہ بروڑا' کملا-

137- مشتاق احمد۔ جامعہ دینیہ موتی جھیل، ڈھاکہ۔
138- محمد مصطفیٰ کمال پاشا خاں عفی عنہ۔
139- قاسم کملائی۔ عرض آباد مدرسہ میرپور، ڈھاکہ۔
140- محمد عثمان غنی۔ شوبھڈا کیرانی گنج، ڈھاکہ۔
141- محمد اسماعیل، مخزن العلوم مدرسہ کھیل گاؤں ڈھاکہ۔
142- عبدالمالک۔ استاد تکولی مدرسہ، میمن سنگھ۔
143- شمس الاسلام۔ ہاٹ ہزاری مدرسہ۔
144- عبدالقادر۔ استاد حدیث بالجامعہ العربیہ قاسم العلوم ظفر آباد۔
145- حبیب اللہ مانک گنج۔
146- محمد عبدالکریم۔ خطیب بیت النور جامع مسجد تیج گاؤں۔
147- عتیق الرحمن۔ غفر گاؤں مومن شاہی۔
148- احقر نعمت اللہ۔ استاد جامعہ عربیہ، ڈھاکہ۔
149- محمد انیس الحق۔ جامعہ حسینیہ میرپور، ڈھاکہ۔
150- شیخ الحدیث جامعہ اعزازیہ، جسریل اسٹیشن۔

14- مجمع البحوث الاسلامیۃ العلمیۃ، بنگلہ دیش۔

الجواب باسمہ تعالی

صورت مسئولہ میں شیعہ اثناعشریہ کے بارے میں فاضل مستفتی حضرت علامہ مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم نے شیعوں کے جن بنیادی عقائد کفریہ کو ان کی مستند کتابوں سے حوالہ کے ساتھ نقل فرمایا ہے ان میں سے ہر عقیدہ ایسا ہے کہ ان کے کفر اور ارتداد کے لئے کافی ہے، جبکہ شیعوں کے مذکورہ بالا عقائد باطلہ کے علاوہ بے شمار کفریات ایسے ہیں کہ ان کو دیکھ کر اور پڑھ کر کوئی ایماندار آدمی انہیں مسلمان نہیں کہہ سکتا، نہ انہیں مسلمان سمجھ سکتا ہے۔

تحریف قرآن کا عقیدہ، مسئلہ امامت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں شیعوں کا عقیدہ کہ العیاذ باللہ تمام صحابہ تین کے علاوہ مرتد ہوگئے تھے..... یہ امور ایسے ہیں کہ جن کو

شیعوں نے اپنے دین کے بنیادی عقائد کی حیثیت دی ہے، اور یہ سب امور پوری امت مسلمہ کے نزدیک دین اسلام سے انکار بلکہ سراسر کفر، الحاد اور زندقہ ہے۔

واضح رہے کہ روافض اور شیعوں کی تکفیر کا فیصلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ زمانہ قدیم سے فقہاء اور محدثین کرام نے ان کے عقائد کفریہ کی بناء پر انہیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

امام دارالہجرت امام مالک، ابن حزم اندلسی، امام شاطبی، شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی، مجدد الف ثانی حنفی، شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ عبدالعزیز حنفی، قاضی عیاض مالکی، ملاعلی قاری حنفی، بحرالعلوم حنفی اور اصحاب فتاوی میں سے صاحب فتح القدیر ابن ہمام، سلطان عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں دو سو علماء اور مفتیین کرام کا مرتب کردہ فتاوی عالمگیری کا فیصلہ اور علامہ ابن عابدین شامی کے فتوی کے بعد روافض کی تکفیر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا ہے، جبکہ اب سے تقریباً پچاس سال قبل امام اہل السنتہ والجماعہ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ایک اجتماعی فتوی ترتیب دے کر شائع کیا تھا جس میں اس وقت دارالعلوم دیوبند کے تمام مدرسین اور مفتیان کرام کے علاوہ بہت سے علماء کرام کے دستخط تھے، خاص کر مولانا مفتی مسعود صاحب، مفتی محمد شفیع صاحب مہتمم دارالعلوم کورنگی کراچی، مولانا رسول خاں صاحب، حضرت مولانا اصغر حسین صاحب دیوبندی، مولانا محمد انور چاند پوری، مولانا ابراہیم بلیاوی، مولانا خلیل احمد مراد آبادی، مولانا سید حسین احمد مدنی، مفتی مہدی حسن شاہ جہان پوری، حضرت مولانا عبدالرحمن امروہی، مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب وغیرہ اکابر علماء دیوبند اور بہت سے علماء اہل حدیث کے دستخط ثبت ہیں اور جماعت بریلوی کے بانی مولانا احمد رضا خان نے ردشیعہ پر ایک مبسوط فتوی تحریر کر کے "ردالرفضہ" کے نام سے شائع کیا ہے۔

ان اکابر کے فتاوی کے بعد بھی اگر شیعوں کی تکفیر میں کسی کو شبہ ہے تو اس پر بڑی حسرت کی بات ہوگی کہ اللہ تعالی نے اس کے سینہ کو حق بات کے سمجھنے سے تنگ کردیا ہے اور تاحال گمراہی میں چھوڑ رکھا ہے، اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔

اس لئے ہمارا ادارہ "مجمع البحوث الاسلامیہ العلمیہ بنگلہ دیش" کے اراکین نے متفقہ طور پر حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمن اعظمی (ہندوستان) کے جواب اور حضرت مفتی اعظم

پاکستان مفتی ولی حسن خان ٹونکی، جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن پاکستان کے جواب سے اتفاق کیا، اور ان کے فتاوی کی توثیق کردی، اور یہ فیصلہ دیا ہے کہ شیعہ اثنا عشری جن کے عقائد مذکورہ بالا کفریات کے علاوہ دوسرے بے شمار کفریات اور زندقہ پر مشتمل ہیں، وہ کافر ملحد اور زندیق ہیں جب تک وہ ان کفریات سے توبہ نہیں کرتے ان سے کسی قسم کا اسلامی رشتہ تعلقات جائز نہیں ہے، ان سے مناکحت جائز نہیں، ان کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا جائز نہیں، ان کو مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن کرنا جائز نہیں شیعہ مسلمان کا وارث نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

-- کتبہ: محمد انعام الحق چاٹگامی 1408/5/8ھ۔

تصدیقات اراکین مجمع البحوث الاسلامیۃ العلمیۃ، بنگلہ دیش

1۔ مفتی عبدالسلام صاحب چاٹگامی، مشیر خاص مجمع البحوث الاسلامیہ العلمیہ، بنگلہ دیش۔
2۔ مفتی شبیر احمد صاحب کملائی۔
3۔ مفتی جسیم الدین صاحب چاٹگامی۔
4۔ مفتی محمود الحسن صاحب چاٹگامی۔
5۔ مفتی شہید اللہ کسنوی۔
6۔ محمد حفظ الرحمن کملائی۔
7۔ محمد بذل الرحمن بریسالی۔
8۔ محمد عبدالحئ بریسالی۔
9۔ تاج الاسلام کشور گنجی۔
10۔ شہاب الدین فیروزپوری۔
11۔ محمد رستم کھلنوی۔
12۔ فیض اللہ چاندپوری۔
13۔ محمد شہید اللہ گوپال گنجی۔
14۔ محمد عبدالرشید گوپال گنجی۔
15۔ مولانا شمس الاسلام مومن شاہی۔
16۔ محمد بلال الدین کملائی۔

17۔ محمد عبدالقادر شریعت پوری۔
18۔ عبدالحکیم نترکونا۔
19۔ محمد ابو موسی کشور گنجی۔
20۔ محمد حسن چاٹگامی۔
21۔ محمد عبدالغفار فرید پوری۔
22۔ محمد یونس علی فرید پوری۔
23۔ شہید الاسلام فرید پوری۔
24۔ ابوالبشر شریعت پوری۔
25۔ کفایت اللہ سندیپی۔
26۔ محمد اسحاق ڈاکوی۔
27۔ محمد مسعود الرحمن فرید پوری۔
28۔ ابو جعفر فرید پوری۔
29۔ روح الامین فرید پوری۔
30۔ شفیق الرحمن بہیروی۔
31۔ نوراللہ ہاتیوی۔
32۔ محمد ابراہیم حسن مطلوب کملائی۔
33۔ عزیز الحق سلہٹی۔
34۔ سعید الرحمن رنگ پوری۔
35۔ عبداللہ ڈاکوی۔
36۔ محمود الحسن مومن سنگھ۔
37۔ مجتبی چاٹگامی۔
38۔ ایوب چاٹگامی۔
39۔ محب اللہ چاٹگامی۔

15۔ برطانیہ میں مقیم حضرات علمائے کرام کی اجتماعی توثیق

برطانیہ میں مقیم علماء کی ایک تنظیم "حزب العلماء" یو۔ کے کی دعوت پر 2 اپریل 88ء کو برطانیہ کے علماء کرام کا ایک اہم اجلاس وہاں کے ممتاز عالم دین مولانا موسیٰ کرماڈی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں علماء کی کئی نمائندہ تنظیموں کی طرف سے سو سے زیادہ علماء کرام نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں خمینی اور اثناعشریہ کی تکفیر کے مسئلہ پر بھی غور کیا گیا اور اس سلسلہ میں ایک تجویز متفقہ طور پر منظور کی گئی۔ حزب العلماء (یو۔ کے) کے سیکرٹری مولانا یعقوب مفتاحی صاحب نے مذکورہ تجویز اور ممتاز شرکاء اجلاس کے اسماء گرامی کی فہرست' الفرقان کے اس خصوصی شمارہ میں اشاعت کے لئے ارسال فرمائی ہے۔

ذیل میں وہ تجویز بعینہٖ مولانا یعقوب مفتاحی صاحب کے شکریہ کے ساتھ شائع کی جارہی ہے:۔

حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب مدظلہ العالی کی دینی خدمات روز روشن کی طرح مسلم ہیں۔ آپ کی شاندار تصانیف سے امت مسلمہ کو جو فائدہ پہنچا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں ابھی پچھلے دنوں کی معرکتہ الارا تصنیف "امام خمینی اور شیعیت" جو ہزاروں صفحوں کے مطالعہ اور عرق ریزی کے ساتھ حالت امراض اور پیرانہ سالی کے باوجود منظر پر لائی گئی' اس سے الحمدللہ دنیا بھر کے علماء کرام اور عوام کو بہت ہی فائدہ حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مدظلہ کو بہت ہی جزائے خیر عطاء فرمائے۔ آمین

اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد حضرت مولانا کے استفتاء کے جواب میں ہندوپاک کے بزرگان دین اور مفتیان شرع متین کا جو "متفقہ فیصلہ" شائع ہوا ہے' برطانیہ کے علماء کرام کا یہ نمائندہ اجلاس اس کی تصدیق کرتا ہے۔ حقیقت میں اثناعشری شیعوں کے خلاف اسلام عقائد مثلاً ختم نبوت کا انکار اور تحریف قرآن کے قائل ہونے کی وجہ سے بلاشبہ یہ لوگ کافر و مرتد ہیں۔

منجانب: حزب العلماء یو کے۔ جمعیت علماء' برطانیہ۔ مرکزی جمعیت علماء یو کے۔

احقر:۔ یعقوب مفتاحی' سیکرٹری حزب العلماء یو۔ کے۔

21۔ پام سٹریٹ' بلیک برن (لینکس) یو۔ کے۔

21-Palm Street, Blackburn (Lanc's) U.K.

اجلاس میں شریک ہونے والے علماء کرام کے اسماء گرامی

1۔ مولانا اسماعیل کتھاروی۔ صدر حزب العلماء۔
2۔ مولانا یعقوب مفتاحی۔ سیکرٹری حزب العلماء۔
3۔ مولانا عبدالرشید ربانی۔ سیکرٹری جمعیت علماء۔
4۔ مولانا احمد پاندور۔ صدر جمعیت علماء۔
5۔ مولانا محمد حسن۔ صدر مرکزی جمعیت علماء۔
6۔ مولانا فضل حق۔ نائب سیکرٹری مرکزی جمعیت علماء۔
7۔ مولانا لطف الرحمن۔ نائب صدر مرکزی جمعیت علماء۔
8۔ مولانا فتح محمد لہر۔ خزانچی جمعیت علماء۔
9۔ مولانا عبداللہ۔ خزانچی حزب العلماء۔
10۔ مولانا ولی اللہ۔ ناظم نشرواشاعت حزب العماء۔
11۔ مولانا موسیٰ کرماڈی۔ سرپرست حزب العلماء۔
12۔ مولانا اسماعیل حاجی۔ ناظم شرعی پنچایت حزب العلماء۔
13۔ مولانا قاری سلیمان۔ خطیب مسجد انیس الاسلام۔
14۔ مولانا مفتی محمد مصطفیٰ۔ خطیب مسجد لندن۔
15۔ مولانا اسماعیل اکوبت۔ خطیب مسجد قوۃ الاسلام۔
16۔ مولانا قاری حنیف۔ خطیب مسجد توحید الاسلام۔
17۔ مولانا مفتی عبدالصمد۔ مدرس دارالعلوم بری۔
18۔ مولانا قاری اسماعیل۔ مدرس دارالعلوم بری۔
19۔ مولانا قاری نور محمد۔ خطیب جامع مسجد بریڈ فورڈ۔
20۔ مولانا ابراہیم۔ خطیب مسجد میرسٹن۔
21۔ مولانا یعقوب۔ خطیب طیبہ مسجد۔
22۔ مولانا یعقوب۔ خطیب زکریا مسجد۔
23۔ مولانا ولی اللہ۔ خطیب مکی مسجد۔
24۔ مولانا سلمان۔ خطیب مسجد ہنرلنگٹن۔
25۔ مولانا عبدالرزاق۔ خطیب جامع مسجد برنلی۔

26۔ مولانا فاروق۔ خطیب مسجد برمنگھام۔

27۔ مولانا عبید الرحمن کیمل پوری۔ خطیب مسجد۔

28۔ مولانا محمد اسلم زاہد۔ خطیب مسجد۔

29۔ مولانا محمد ازہر۔ شیفیلڈ۔

30۔ مولانا حافظ احمد۔ خطیب مسجد۔

31۔ مولانا یعقوب آچھوی۔ صدر مدرس۔

32۔ مولانا عبد الرشید کلوی۔ خطیب مسجد لندن۔

33۔ مولانا اسماعیل بھوتا۔ خطیب مسجد لندن۔

34۔ مولانا موسیٰ علی۔ نائب مہتمم بچوں کا گھر آمود۔

35۔ مولانا عثمان خلیفہ۔

36۔ مولانا محبوب کرماڈی۔ خطیب مسجد چورلی۔

37۔ مولانا محمد اقبال۔

38۔ مولانا محمد نعیم۔ خطیب مسجد۔

39۔ مولانا قاری عبد الجلیل منی پوری۔ خطیب مسجد۔

40۔ مولانا احمد سیدات۔

41۔ مولانا احمد علی مانیک پوری۔ خطیب جامع مسجد

42۔ مولانا صالح سیدات۔

43۔ مولانا حافظ ابراہیم صوفی۔

44۔ مولانا یعقوب من من۔

45۔ مولانا یعقوب بخش۔

46۔ مولانا یعقوب قلموی۔

47۔ مولانا یوسف کرماڈی۔

48۔ مولانا عمر منوری۔

49۔ مولانا ہاشم یعقوب۔

50۔ مولانا داؤد مفتاحی۔

51۔ مولانا ولی اللہ آدم۔

52۔ مولانا قاری عبد الرشید ٹیلر۔

53۔ مولانا یعقوب متاوار۔

54۔ مولانا داؤد کستھاروی۔

55۔ مولانا عبد اللہ احمد۔

56۔ مولانا حسن خطیب مسجد۔

57۔ مولانا یعقوب آدم۔

58۔ مولانا محمد امین۔ خطیب مسجد لیڈز۔

59۔ مولانا منصور احمد۔

60۔ مولانا ابراہیم کمیہی۔

61۔ مولانا محمد کوتھی۔ خطیب مسجد لنکاسٹر۔

62۔ مولانا محمد ابراہیم۔ خطیب مسجد لنکاسٹر۔

63۔ مولانا محمد موسیٰ۔ بری

64۔ مولانا فضل الحق۔ خطیب مسجد مانچسٹر۔

65۔ مولانا یوسف۔

66۔ مولانا اسماعیل۔ وولورہٹن

67۔ مولانا عبد الحق ڈیسائی۔ پرسٹن۔

68۔ مولانا فاروق ڈیسائی۔ پرسٹن۔

69۔ مولانا فاروق ڈیسائی۔ بولٹن۔

70۔ مولانا داؤد لسباوا۔ بولٹن۔

71۔ مولانا عبد الحمید صالح۔

72۔ مولانا قاری عبد الغفور۔

73۔ مولانا مفتی عنایت مفتاحی۔ بلیک برن۔

74۔ مولانا حافظ ہاشم۔

75۔ مولانا علی محمد برمنگھم۔

76۔ مولانا ایوب کھڑودوی۔
77۔ مولانا رفیع الدین۔
78۔ مولانا یعقوب ہرتیج۔
79۔ مولانا موسیٰ کتھاروی۔
80۔ مولانا رفیق احمد۔ لیسٹر۔
81۔ مولانا بلال۔ لندن۔
82۔ مولانا شبیر۔ لندن۔
83۔ مولانا یوسف باری والا۔
84۔ مولانا عثمان سلیمان۔
85۔ مولانا زبیر احمد۔
86۔ مولانا مسعود احمد۔ خطیب مسجد۔
87۔ مولانا اکرم۔
88۔ مولانا سمیر الدین بہاری۔
89۔ مولانا عبدالاحد۔
90۔ مولانا ابراہیم بوبات۔
91۔ مولانا ابراہیم جوگواری۔
92۔ مولانا یوسف جھنگاریا۔
93۔ مولانا ابراہیم بھیات۔ برمنگھم۔
94۔ مولانا قاری آدم کتھاروی۔

کلام آخر

مقدمہ میں شیعیت بالخصوص شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ کے عقائد و افکار کے حوالہ سے جو گزارشات کی گئی تھیں اس کتاب کے مکمل مطالعہ کے بعد امید ہے کہ تمام سنی مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام' مشائخ عظام' سادات قریش و بنی ہاشم' جدید تعلیم یافتہ حضرات اور دیگر قارئین کرام اس نتیجہ سے اتفاق کریں گے کہ شیعہ اثنا عشریہ جعفریہ قرآن و سنت' امامت و خلافت' صحابہ کرام' ارکان اسلام' تقیہ و متعہ و رجعت و بداء' غرض تمام امور دین میں فکری و فقہی انحرافات کے حامل ہیں جن کی بناء پر اہل سنت والجماعت کے تمام فقہی و فروعی مکاتب فکر کے علماء و مشائخ' شیعہ اثنا عشریہ کو منکرین ختم نبوت اور دائرہ ایمان واسلام سے خارج قرار دینے پر متفق ہوچکے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں اہل تشیع کے قدیم و جدید افکار و تصانیف نیز علماء و مشائخ اہل سنت کے اقوال و فتاوی کے حوالہ سے اتنا مواد جمع ہوچکا ہے' جو نہ صرف شیعہ اثنا عشریہ کی تکفیر کا کافی ثبوت فراہم کرتا ہے بلکہ عقائد و رسومات کے لحاظ سے شیعیت کو یہودیت' مجوسیت' نصرانیت اور مسخ شدہ اسلام کا آمیزہ و ملغوبہ ثابت کرنے کے لئے بھی کفایت کرتا ہے۔

اس نازک اور گھمبیر صورت احوال میں عقائد و افکار' نکاح و ازدواج' ذات پات اور مذہبی رسومات سمیت کسی بھی اعتقادی و معاشرتی حوالہ سے نہ صرف اہل تشیع کے ساتھ مداہنت و مفاہمت خارج از امکان ہے بلکہ علماء و مفتیان کرام' سادات و مشائخ عظام' جدید تعلیم یافتہ ارباب علم و دانش اور دیگر خواص و عوام اہل سنت کی جانب سے اس بات کا تصور بھی اہل سنت والجماعت کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں ماضی قریب و بعید میں شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں بالخصوص اور تمام اہل تشیع کے حوالہ سے بالعموم اعتقادی معلومات کی کمی یا شیعی اثرات کے تحت یا ذات پات کی بے جا پابندیوں کی وجہ سے جو غلطیاں' کوتاہیاں اور لغزشیں' رشتوں ناطوں اور مختلف دینی و معاشرتی امور میں اشتراک عمل کے حوالہ سے سرزد ہوتی رہی ہیں' ان کی تلافی بھی اس امر کی متقاضی ہے کہ اللہ تعالٰی سے توبہ و استغفار و دعا کے ساتھ ساتھ تمام سنی فقہی مسالک اور روحانی سلاسل تصوف سے وابستہ علماء و مشائخ اہل سنت ایک موثر و متحدہ فکری و دینی تحریک کی شکل اختیار کریں اور تمام مساجد و منابر' مدارس و جامعات' خانقاہات و مزارات اور دیگر جملہ مقامات

خواص و عوام پر قول و فعل، علم و عمل، تحریر و تقریر اور تنظیم و تحریک ہر لحاظ سے پاکستان اور عالم اسلام کی سنی العقیدہ غالب اکثریت کی دینی و روحانی تربیت کریں اور انہیں ہر ہر سطح پر شیعیت کی حقیقت سے روشناس کرانے کے سلسلے میں اپنی تمام تر صلاحیتیں اور قوتیں صرف کردیں۔ نیز اس تحریک رد تشیع کے ضمن میں ان تمام افکار و رسومات سے بھی خواص و عوام کو سختی سے پرہیز اور اجتناب کی ہدایت و تلقین کی جائے جو بظاہر نقصان دہ یا ممنوع نہیں مگر در حقیقت فروغ تشیع اور شیعوں سے مذہبی اختلاط و مشابہت کا باعث ہیں۔ تاہم کسی بھی حوالہ سے عملی تصادم سے سختی سے اجتناب کیا جائے تاکہ قومی وحدت، اسلامی رواداری، شرف انسانیت، حرمت جان و مال اور پر امن بقائے باہم مجروح و داغدار نہ ہونے پائے، اور حکمت و موعظہ حسنہ کے ساتھ تبلیغ حق کا فریضہ بھی سرانجام دیا جاسکے۔

اس کے ساتھ ہی اہل سنت کے ان تمام افراد و طبقات و تنظیمات کو بطور خاص اہل تشیع کے باطل عقائد سے روشناس کرانے کا اہتمام کیا جائے جو ابھی تک معلومات کی کمی کی وجہ سے سنی۔ اثنا عشری یا شیعہ۔ سنی اختلاف کو حق و باطل یا کفر و اسلام کے اختلاف کے بجائے امت کے دو فرقوں کا باہمی اختلاف سمجھتے ہوئے غیر جانبداری اور وسیع المشربی کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ اور بجا طور پر توقع کی جاسکتی ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے علماء و مشائخ اور دیگر قارئین کرام کو کتاب کے بعض مندرجات سے ممکنہ جزوی اختلاف کے باوجود بطور مجموعی اتنا علمی مواد اور ذخیرہ معلومات یکجا و مرتب شدہ شکل میں مل جائے گا جو اہل سنت والجماعت کے جملہ فقہی مسالک اور روحانی سلاسل کے اکابرین و متبعین کے لئے فکری و اعتقادی اور عملی و معاشرتی ہر دو لحاظ سے فیصلہ کن ثابت ہوگا۔

رب کائنات سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو جو اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتب فکر کے علماء و مشائخ و دانشوران کی طویل محنت و ریاضت کا حاصل و خلاصہ ہے، پاکستان کے لاکھوں علماء و مشائخ و تعلیم یافتہ حضرات میں قبول عام عطاء فرمائے اور ان سب کے توسط سے پاکستان کی نوے فیصد سے زائد سنی العقیدہ اکثریت کو بالخصوص نیز برصغیر و عالم اسلام کی غالب سنی اکثریت کو بالعموم شیعیت اور اثنا عشری جعفری عقیدہ و مذہب کے بطلان و ہزیمت کا ذریعہ بنائے۔ اور ساتھ ہی اگر اس کتاب میں کسی وجہ سے کوئی خلاف واقعہ یا غلط بات شامل ہوگئی ہو تو اس کے منفی اثرات سے عوام و خواص کو محفوظ و مامون رکھے۔ آمین

ثم آمین۔

علاوہ ازیں تمام قارئین سے درخواست ہے کہ دنیاوی و مادی منفعت کے بجائے دینی و اخروی سعادت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کتاب کو علماء و مشائخ اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کی زیادہ سے زیادہ تعداد تک پہنچایا جائے۔ نیز ان سب کے توسط سے کتاب کے ضروری مندرجات کو کروڑوں ناخواندہ عوام اہل سنت تک پہنچانے اور ان کے ذہن نشین کرانے میں بھی کوئی کمی اور کوتاہی نہ فرمائی جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام اہل سنت والجماعت کو انبیاء و مرسلین(ع)، خاتم النبیین(ص) ازواج و اولاد جملہ اہل بیت رسول(ص) نیز ایک لاکھ سے زائد تمام صحابہ کرام، سلام اللہ و رضوانہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے، اور تمام اقلیتی فرقوں کے گمراہ کن عقائد بالخصوص اہل تشیع کے اعتقادی و ثقافتی اثرات سے سنی اکثریت اور عالم اسلام کو محفوظ و مامون رکھے۔ آمین یارب العالمین۔ وباللہ التوفیق وھوالمستعان وانہ علی کل شئی قدیر۔

نداء الاسلام الى جميع العلماء الكرام والمشائخ العظام و امة الاسلام۔

☆ يا علماء الاسلام و اولياء الرحمان وامة الاسلام!

استيقظوا و ايقظوا الناس من نومهم العميق،

وكونوا يدا واحدة على اعداء السنة والجماعة،

☆ الذين غيروا كلمة الاسلام والاذان و حكم الوضوء وهيئة الصلاة،

☆ كما بدلوا اوقات السحر والافطار، واحكام الحج والخمس والزكاة،

☆ والذين اعتقدوا بتحريف القرآن وابطلوا تراث الحديث المروى عن الصحابة الكرام۔

والذين انكروا شرعية امامة ابى بكر و عمر و عثمان بن عفان، عليهم من الله رضوان،

☆ والذين آمنو بالامامة المنصوصة المعصومة المفترضة الطاعة الافضل من النبوة والرسالة، لائمتهم الاثنى عشر مع اعتقادهم بخضوع جميع ذرات الكون لولايتهم التكوينية۔

☆ وكذلك خصصوا ائمتهم بمعجزات الأنبياء والمرسلين ورفعوا اقوالهم الى درجة احاديث سيدالمرسلين و سنن خاتم النبيين باسم احاديث المعصومين، جاعلين الائمة مشاركين فى السنة والنبوة۔

☆ والذين فسقوا الصحابة و كفروهم الانفرا منهم لاقرارهم بامامة و خلافة ابى بكر و عمر و عثمان قبل على الامام۔

☆ كما انهم خالفوا نص القرآن باخراج امهات المؤمنين من اهل بيت نبى الاسلام(ص)، وارتكبوا جريمة اهانة الرسول بنسبتهم ثلاثا من بنات الرسول الاربع الى غير نبى الاسلام(ص)، بلا حجة ولا دليل كالانعام۔

☆ والذين لجأوا الى التقية والمتعة والبداء والرجعة وغير هامن

الخرافات باسم الاسلام۔

☆ والذين حرموا على انفسهم الاستفادة من علوم القرآن والسنة والفقه والشريعة المنقولة عن طريق الصحابة الكرام۔

☆ والذين لاحظ لهم ولا نصيب من سلاسل التصوف والروحانية بدأً من سلسلة الشيخ ابن العربى الى الاويسية والقادرية والسهروردية والنقشبندية والجشتية وغيرها۔ بل اتفق قادة جميع هذه السلاسل الروحانية و اتباعهم على تكفير الروافض وتضليل الشيعة، وعدم قبول البيعة منهم لكونهم اعداء الخلفاء والصحابة والدين الشريعة۔

☆ والذين غدروا سيدنا عليا والحسن ايام خلافتهما ودعوا سيدنا الحسين الى الكوفة بآلاف رسائلهم لمبايعته ثم لم ينصروه واسرعوا الى بيعة ابن زياد و كانوا يزيدون على مائة الف فاستشهد الحسين واصحابه مظلومين نتيجه لمئوامراتهم۔

فاستيقظوا يا علماء الاسلام واولياء الرحمان!

وايقظوا الناس و دافعوا عن الشريعة والاسلام وكرامة الانبياء والصحابة الكرام۔

وانقذوا امة القرآن من مؤامرات الفرق الباطلة المنسوبة الى الاسلام۔

وفقكم الله لما يحب ويرضى وخذل اعداء السنة والجماعة خذلانا تاما الى يوم القيامة۔ آمين يارب العالمين۔

وصلى الله تعالى على خاتم النبيين والمنصوصين المعصومين وعلى ازواجه واولادة واصحابه واتباعه اجمعين۔

صدائے اسلام بنام علمائے کرام و مشائخ عظام و امت اسلام

☆ اے علمائے اسلام و اولیائے رحمان و امت اسلام!

اٹھو اور عوام الناس کو خواب غفلت سے بیدار کرو اور دشمنان سنت و جماعت کے مقابلے میں متحد ہو کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ۔

☆ ان لوگوں کے مقابلے میں جنہوں نے کلمہ اسلام و اذان، حکم وضوء و صورت نماز کو بدل ڈالا۔

☆ نیز اوقات سحر و افطار اور احکام حج و خمس و زکات میں تغیر و تبدل کر دیا۔

☆ جنہوں نے تحریف قرآن کا عقیدہ اپنایا اور صحابہ کرام (رض) سے روایت شدہ سرمایہ حدیث کو باطل ٹھہرایا۔

☆ جنہوں نے سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی شرعی امامت کا انکار کیا۔

☆ جو اپنے بارہ اماموں کی امامت منصوصہ و معصومہ، مفترض الطاعہ، افضل من النبوۃ والرسالہ پر ایمان لائے اس اعتقاد کے ساتھ کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ان کے ائمہ کی سلطنت و اقتدار تکوینی کا تابع و غلام ہے۔

☆ نیز جنہوں نے معجزات انبیاء و مرسلین کو اپنے ائمہ کے ساتھ مخصوص کیا اور اقوال آئمہ کو احادیث معصومین کا نام دے کر سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و سنن کے مقام تک پہنچا دیا اور اس طرح اپنے ائمہ کو سنت و نبوت میں شریک ٹھہرانے کا باعث بنے۔

☆ جنہوں نے گنتی کے چند افراد کو چھوڑ کر تمام صحابہ کرام (رض) کو سیدنا علی سے پہلے سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت امامت و خلافت کرنے کی بناء پر فاسق و کافر قرار دیا۔

☆ جو نبی اسلام (ص) کے اہل بیت میں سے ازواج رسول امہات المومنین کو خارج قرار دے کر نص قرآنی کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے اور تین دختران پیغمبر کو بے عقل جانوروں کی طرح بلا دلیل و حجت نبی اسلام کی بجائے دوسرے باپ کی طرف منسوب کر کے جرم توہین رسول کے مرتکب ہوئے۔

☆ جنہوں نے اسلام کے نام پر تقیہ، متعہ، رجعت، بداء اور ایسی ہی دیگر خرافات کا

سہارا لیا۔

☆ جن کا روحانیت و تصوف کے جملہ سلاسل (سلسلہ شیخ ابن عربی، اویسیہ، قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، چشتیہ وغیرہ) میں کوئی حصہ نہیں بلکہ ان سب روحانی سلاسل کے مرشدین و قائدین تکفیر روافض و دشمنان صحابہ نیز اہل تشیع کو گمراہ و باطل قرار دینے پر متفق ہیں اور دشمنان خلفاء و صحابہ و دین و شریعت ہونے کی بناء پر ان سے بیعت قبول نہ کرنے پر بھی متفق ہیں۔

☆ جو سیدنا علی و حسن سے ان کے زمانہ خلافت میں غداری اور بے وفائیاں کرتے رہے۔ پھر سیدنا حسین کو بیعت کے لئے کوفہ تشریف لانے کی دعوت دیتے ہوئے ہزاروں خطوط لکھے۔ اور ایک لاکھ سے زائد تعداد میں ہونے کے باوجود بے وفائی کرتے ہوئے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر ابن زیاد کی بیعت بسرعت تمام کر لی، پس حسین و رفقائے حسین ان کی سازشوں کے نتیجہ میں شہید ہو گئے۔

اے علمائے اسلام و اولیائے رحمان! اٹھو اور عوام الناس کو بیدار کرو۔
شریعت و اسلام اور ناموس انبیاء و صحابہ کرام کا دفاع و تحفظ کرو۔
اور امت قرآن کو اسلام سے منسوب باطل فرقوں کی سازشوں سے بچالو۔
اللہ تم سب کو اپنی رضا و پسند کے مطابق عمل کی توفیق دے۔
اور دشمنان سنت و جماعت کو تاقیامت ذلت و رسوائی عطاء فرمائے۔ آمین۔

و صلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین و المنصوصین المعصومین و علی آلہ و ازواجہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین۔

فہرست المراجع (عربی)

1۔ اللہ جل جلالہ۔ القرآن الکریم

2۔ ابن ابی العز الحنفی۔ شرح العقیدۃ الطحاویۃ' لاہور' المکتبۃ السلفیۃ' 1399ھ/1979ء۔

3۔ ابن البزاز' الحافظ محمد بن محمد بن شھاب۔ الفتاوی البزازیۃ
علی ہامش الفتاوی الھندیۃ' طبع الھند۔

4۔ ابن تیمیۃ' الحنبلی۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول (ص)۔

5۔ ابن تیمیۃ' الحنبلی۔ منھاج السنۃ۔

6۔ ابن حجر العسقلانی۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ۔

7۔ ابن حزم' الظاہری۔ جمھرۃ الانساب۔

8۔ ابن حزم' الظاہری۔ الفصل فی الملل والاھواء والنحل۔

9۔ ابن خلدون۔ مقدمۃ تاریخ العبر' مصر' مطبعۃ مصطفی محمد۔

10۔ ابن خلکان۔ وفیات الاعیان۔

11۔ ابن عابدین الشامی۔ رد المحتار۔

12۔ ابن عابدین الشامی۔ تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام او احد اصحابہ الکرام'
فی "رسائل ابن عابدین" طبع لاہور' سہیل اکیڈمی۔

13۔ ابن عبد البر۔ الاستیعاب۔

14۔ ابن نجیم' زین العابدین۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق۔

15۔ ابن الھمام' کمال الدین۔ فتح القدیر شرح الھدایۃ۔

16۔ الآلوسی' شھاب الدین محمود۔ تفسیر روح المعانی۔

17۔ احمد مفتی زادہ' الشیخ۔ آخر لقاء و آخر کلمۃ (المترجم: مسلم ایرانی)' سلسلہ قضایا اہل
السنۃ فی ایران۔

18۔ الاشعری۔ مقالات الاسلامیین' القاھرۃ' مکتبۃ النھضۃ المصریۃ' الطبعۃ الاولی۔

19۔ انور شاہ' الکشمیری۔ اکفار الملحدین۔

20۔ بحر العلوم عبد العلی' اللکھنوی۔ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت۔

21۔ البخاری' محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح (صحیح البخاری)۔

22۔ بحر العلوم' عبد العلی اللکھنوی۔ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت۔

23۔ جماعۃ من علماء الاحناف۔ الفتاوی الھندیۃ (الفتاوی العالمگیریۃ)۔

24۔ الخطیب التبریزی' ولی الدین محمد العمری۔ مشکاۃ المصابیح۔

25۔ الخمینی' سید روح اللہ۔ تحریر الوسیلۃ' طبع ایران۔

26۔ الخمینی' سید روح اللہ۔ الحکومۃ الاسلامیۃ (ولایۃ الفقیہ)'
مطبوعۃ الحرکۃ الاسلامیۃ' فی ایران۔

27۔ الخمینی' سید روح اللہ۔ مختارات من اقوال الامام الخمینی (الجلد الثانی)'
(المترجم:۔ محمد جواد المھری) وزارۃ الارشاد الاسلامی' تہران 1402ھ۔ق۔

28۔ الخوئی' ابو القاسم۔ تفسیر البیان' طبع ایران۔

29۔ الرازی' فخر الدین۔ التفسیر الکبیر۔

30۔ زید بن علی الحسین' الامام۔ مسند الامام زید' بیروت' دار مکتبۃ الحیاۃ' 1966م)۔

31۔ الشاطبی۔ الاعتصام۔

32۔ الشہرستانی۔ کتاب الملل والنحل' طبع لندن۔

33۔ علی الرضی' الامام۔ مسند الرضی (طبع مع مسند الامام زید'
بیروت' دار مکتبۃ الحیاۃ' 1966م۔

34۔ الطبرسی۔ الاحتجاج' طبع ایران۔

35۔ عبد الباری الفرنگی محلی' العلامۃ۔ حاشیۃ السراجی۔

36۔ عبد الباقی' الفرنگی محلی' العلامۃ۔ تکملۃ "خیر العمل فی تراجم علماء فرنگی محل للعلامۃ
بحر العلوم اللکھنوی۔

37۔ عبد القادر الجیلانی' الشیخ السید۔ غنیۃ الطالبین۔

38۔ علی القاری' الحنفی۔ شرح الشفاء۔

39۔ علی القاری' الحنفی۔ شرح الفقہ الاکبر۔

40۔ علی القاری' الحنفی۔ المرقاۃ شرح المشکوۃ' طبع الھند۔

41۔ عیاض' القاضی۔ کتاب الشفاء۔

42۔ الکلینی' ابو جعفر محمد بن یعقوب۔ الجامع الکافی (اصول الکافی' فروع الکافی' کتاب

الروضہ وغیرہ)' طبع لکھنؤ' نول کشور' 1302ھ۔

43۔ مالک بن انس' امام دار الہجرۃ۔ الموطا' بیروت' دار النفائس' 1971م۔

44۔ مصعب الزبیری۔ کتاب نسب قریش۔

45۔ نور بخش' الامام سید محمد۔ فقہ الاحوط للامامیۃ النوربخشیۃ۔

46۔ نوری الطبرسی' حسین بن محمد التقی۔ فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب' طبع ایران۔

47۔ ولی اللہ' الشاہ المحدث الدھلوی۔ المسوی' شرح الموطا' دھلی' 1293ھ۔

فہرست المراجع (فارسی)

48۔ اقبال' علامہ محمد۔ کلیات اقبال' لاہور' شیخ غلام علی اینڈ سنز۔

49۔ ثناء اللہ پانی پتی' قاضی۔ مالا بدمنہ' طبع ہند۔

50۔ خمینی' سید روح اللہ۔ کشف اسرار' طبع ایران' 15 ربیع الثانی 1363ھ۔

51۔ سپہر کاشانی' میرزا محمد تقی۔ ناسخ التواریخ' طبع ایران۔

52۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء' بریلی' طبع صدیقی' 1286ھ۔

53۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ تفہیمات الہیہ' طبع ہند۔

54۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین' دہلی' طبع مجتبائی' 1370ھ۔

55۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ وصیت نامہ' کانپور' مطبع مسیحی باہتمام محمد مسیح الزمان' 1273ھ۔

56۔ شاہ عبد العزیز' محدث دہلوی۔ فتاوی عزیزی' دہلی' طبع مجتبائی' 1241ھ۔

57۔ شریعتی' دکتر علی۔ تشیع علوی و تشیع صفوی' تہران' دفتر تدوین و تنظیم مجموعہ آثار دکتر علی شریعتی۔

58۔ شریعتی' دکتر علی۔ فاطمہ فاطمہ است' تہران' سازمان انتشارات حسینیہ ارشاد' طبع دوم' تیرماہ' 1356۔

59۔ شریعتی' دکتر علی۔ قاسطین مارقین ناکثین' تہران' انتشارات قلم' آبان ماہ 1358' چاپ دوم۔

60۔ شریعتی' دکتر علی۔ ما و اقبال' (مجموعہ آثار شمارہ 5) تبریز' انتشارات الہام' دفتر تدوین و انتشار مجموعہ آثار برادر شہید دکتر علی شریعتی در اروپا۔

61۔ صفا' دکتر ذبیح اللہ۔ تاریخ ادبیات ایران' طبع تہران۔

62۔ قزوینی' ملا۔ صافی' شرح اصول کافی' طبع لکھنؤ۔

63۔ لنکرانی' آیت اللہ فاضل۔ تقیہ مداراتی' مطبوعہ قم۔

64۔ مجدد الف ثانی' شیخ احمد سرہندی۔ رد روافض' طبع ہند۔

65۔ مجدد الف ثانی' شیخ احمد سرہندی۔ مکتوبات امام ربانی' طبع ہند۔

66۔ مجلسی' ملا باقر۔ جلاء العیون' طبع ایران۔

67۔ مجلسی' ملا باقر۔ حق الیقین' طبع ایران۔

68۔ مجلسی' ملا باقر۔ حیات القلوب' طبع ایران۔

69۔ مجلسی' ملا باقر۔ زاد المعاد' طبع ایران۔

70۔ مودودی' مولانا سید ابو الاعلیٰ۔ مبادی اسلام (فارسی ترجمہ دینیات)' یو ایس اے (گیری' انڈیانا) الاتحاد الاسلامی العالمی للمنظمات الطلابیہ۔

71۔ وزارت ارشاد اسلامی ایران۔ قانون اساسی جمہوری اسلامی ایران' تہران' دبیرخانہ مجلس بررسی نہائی قانون اساسی' چاپ خانہ مجلس شورای ملی' 1358ھ۔ق/1399ھ۔ش۔

فہرست المراجع (اردو)

72۔ اسرار احمد' ڈاکٹر۔ سانحہ کربلا' لاہور' مرکزی انجمن خدام القرآن' بار ہفتم' مئی 1993ء۔

73۔ اسرار احمد' ڈاکٹر۔ شہید مظلوم' لاہور' مرکزی انجمن خدام القرآن' بار دہم' اگست 1992ء۔

74۔ اظہر علی ندیم' قاری۔ کیا شیعہ مسلمان ہیں؟' گلگت' تحریک تحفظ اسلام۔

75۔ اقبال احمد فاروقی' پیرزادہ۔ صحابہ کرام (رضی) مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کے آئینے میں' لاہور' مکتبہ نبویہ' 1991ء۔

76- امیر علی، جسٹس سید۔ روح اسلام (اردو ترجمہ سپرٹ آف اسلام از محمد ھادی حسین)، دہلی، اسلامک بک سنٹر۔

77- بریلوی، مولانا احمد رضا خان۔ احکام شریعت، طبع ہند۔

78- بریلوی، مولانا احمد رضا خان۔ رد الرفضہ، طبع ہند، 1320ھ۔

79- بلخی، مولانا افتخار احمد۔ تاریخ افکار و علوم اسلامی (اردو ترجمہ "الثقافہ الاسلامیہ" للعلامہ راغب الطباخ)، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، جلد اول، اشاعت دوم، جولائی 1976ء۔

80- جاڑا، مولوی حسین بخش۔ مناظرہ بغداد، طبع پاکستان۔

81- جعفر حسین، مفتی۔ نہج البلاغہ مع اردو ترجمہ و حواشی، لاہور، امامیہ پبلی کیشنز، ناصر پرنٹرز، اکتوبر 1988ء۔

82- حائری، ڈاکٹر شہلا۔ چاہت کا قانون (اردو ترجمہ "لاء آف ڈیزائر" از عبدالستار طاہر) مطبوعہ لاہور، ماہنامہ قومی ڈائجسٹ، مارچ 1993ء۔

83- حائری، مرزا حسن احقاقی۔ مصباح العقائد (اردو ترجمہ)، پاکستان، مبلغ اعظم اکیڈمی۔

84- خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران۔ اتحاد و یکجہتی امام خمینی کی نظر میں، ملتان، خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی، بدون تاریخ۔

85- خمینی، سید روح اللہ۔ توضیح المسائل، اردو ترجمہ از مولانا سید صفدر حسین نجفی، لاہور، امامیہ پبلی کیشنز، محرم 1407ھ۔

86- دیوبند۔ امداد الفتاویٰ، طبع دیوبند، جلد چہارم۔

87- ڈھکو، مولوی محمد حسین۔ تجلیات صداقت، چکوال، انجمن حیدری۔

88- سنبھلی، مولانا عتیق الرحمٰن۔ واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر، ملتان، میسون پبلی کیشنز، 1994ء۔

89- سیالوی، علامہ محمد قمرالدین۔ مذہب شیعہ، لاہور، اردو پریس میکلوڈ روڈ، مکتبہ ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف، 1377ھ۔

90- شاہ عبدالعزیز، محدث دہلوی۔ فتاویٰ عزیزیہ، اردو ترجمہ، طبع دہلی۔

91- شیرازی، آیت اللہ ناصر مکارم (جماعت علماء ایران)۔ تفسیر نمونہ، اردو ترجمہ از مولانا سید صفدر حسین نجفی، لاہور، مصباح القرآن ٹرسٹ، (جلد اول ایڈیشن پنجم، ذی قعد 1409ھ۔ جلد دوم، ایڈیشن چہارم، رمضان 1408ء۔ و جلد سوم، ایڈیشن سوم، ذی قعد 1409ھ)۔

92- عباسی، علامہ سید محمود احمد۔ خلافت معاویہ و یزید، کراچی، مکتبہ محمود، لیاقت آباد، طبع چہارم، مئی 1962ء۔

93- غلام احمد، قاری مفتی۔ انوار قمریہ، لاہور، طبع اول، اپریل 1991ء۔

94- فرمان علی، مولوی۔ اردو ترجمہ قرآن، لاہور، امامیہ کتب خانہ۔

95- فریدی، نسیم احمد۔ تجلیات ربانی، لکھنؤ، کتب خانہ الفرقان۔

96- فیض احمد (بایماء پیر سید غلام معین الدین گیلانی)۔ مقالات مرضیہ المعروف بہ ملفوظات مہریہ، لاہور، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، جمادی الثانی 1394ھ/جولائی 1974ء۔

97- مطہری، آیت اللہ سید مرتضیٰ۔ نہضت ہائے اسلامی در صد سالہ اخیر، اردو ترجمہ از ڈاکٹر ناصر حسین نقوی، بنام، بیسویں صدی کی اسلامی تحریکیں، راولپنڈی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، نومبر 1980ء۔

98- مقبول احمد، دہلوی۔ اردو ترجمہ قرآن مع ضمیمہ، دہلی، مقبول پریس، 1915ء۔

99- مودودی، مولانا سید ابوالاعلیٰ۔ تفہیم القرآن، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، جلد سوئم، طبع ششم، جمادی الثانی 1393ھ/جولائی 1973ء۔

100- مودودی، مولانا سید ابوالاعلیٰ۔ خلافت و ملوکیت، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، اپریل 1980ء۔

101- موسوی، ڈاکٹر موسیٰ۔ الشیعہ والتصحیح، اردو ترجمہ از ابو مسعود آل امام بعنوان "اصلاح شیعہ" طبع پاکستان، فروری 1991ء۔

102- نجفی، مولوی غلام حسین۔ سم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم، طبع پاکستان۔

103- نجفی، مولوی غلام حسین۔ قول مقبول فی اثبات وحدت بنت رسول (ص)، طبع پاکستان۔

104- ندوی، مولانا سید ابوالحسن علی۔ نقوش اقبال، کراچی، مجلس نشریات اسلام، طبع

1396ھ/1976ء۔

105۔ نعمانی، مولانا محمد منظور۔ ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت، لاہور، مکتبہ مدنیہ۔

106۔ نعمانی، مولانا محمد منظور۔ خمینی اور شیعہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، حصہ اول و دوئم مع ضیمہ جات، طبع لاہور۔
(مبنی بر خصوصی اشاعت ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ، دسمبر 1987ء۔ جولائی 1988ء)۔

107۔ نقوی، مولانا سید علی نقی۔ مذہب شیعہ ایک نظر میں، لاہور، امامیہ مشن پاکستان ٹرسٹ، 1969ء (ضیمہ رسالہ "پیام عمل" مارچ 1969ء۔

108۔ نقوی، مولانا سید منظور حسین۔ تحفتہ العوام (کامل جدید)، لاہور، کتب خانہ اثنا عشری، چھٹا ایڈیشن، نومبر 1967ء۔

109۔ عربی مجلہ "التوحید" تہران، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، 1410ھ۔

110۔ سہ ماہی اورینٹل کالج میگزین، پنجاب یونیورسٹی لاہور، فروری 1925ء۔

111۔ مجلہ "فجر" اسلام آباد، شمارہ 18 ربیع الاول 1405ھ، رائیزنی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران۔

112۔ مجلہ وحدت اسلامی، اسلام آباد، شمارہ 11، جلد 1، محرم 1404ھ، سفارت جمہوری اسلامی ایران در پاکستان۔

113۔ روزنامہ "جنگ" لاہور۔

فہرست المراجع (انگریزی)

114- Gansen, G.H.-- Militant Islam,
New York, Harper and Row Publishers, 1979.

115- Haris, Muhammad. A. -- The Great Umayyad,
Karachi, Pakistan Printing Works.